فقہی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب
کا پہلا آسان سلیس اردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب الآثار



امام المحدثین قاضی

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری م سنہ ۱۸۲ھ

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

جلد اول



فقہی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب

کا پہلا آسان سلیس اُردو ترجمہ بمع تحقیق و فوائد

کتاب الآثار

بروایت

امام المحدثین قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاریؒ م ۱۸۲ ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

جلد اول



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اِقرا سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمن الرحیم



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب الآثار (جلد اول)

ترجمہ تحقیق و فوائد

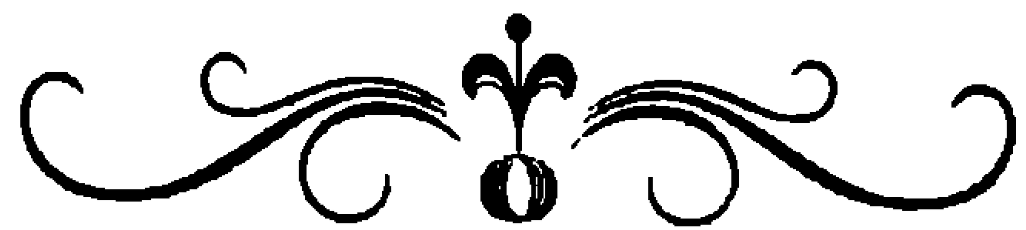
حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور



اقرا سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ



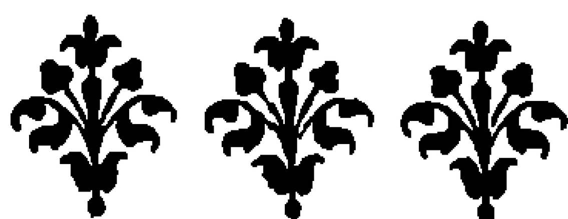
انتساب

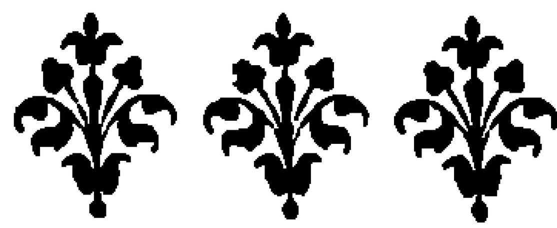
احقر اپنی اس علمی کاوش کو اپنے ماموں جان
جناب حاجی مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے اسم گرامی سے انتساب کرتا ہے۔
یا الٰہی! اس علمی خدمت کا ثواب میرے ماموں جان مرحوم کو
عطا فرما کر ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ان کی قبر کو
جنت کا ٹکڑا بنادے۔ (آمین)

احقر
نیاز احمد غفرلہٗ
ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست مضامین





تفصیلی فہرست مضامین

ا۔ ایمان کا بیان

۲۔علم کا بیان

۳۔طہارت سے متعلق احکام ومسائل

۱۔باب: وضو کے احکام ومسائل

۲۔باب: غسل جنابت کے احکام ومسائل

۳۔باب: موزوں پر مسح کرنے کے احکام ومسائل

۴۔باب: تیمم کے احکام ومسائل

۵۔باب: حیض کے احکام ومسائل

۶۔باب: ناپاکیوں کا بیان

۴۔نماز سے متعلق احکام ومسائل

۷۔باب: اذان کے احکام ومسائل

۸۔باب:اوقات نماز کا بیان

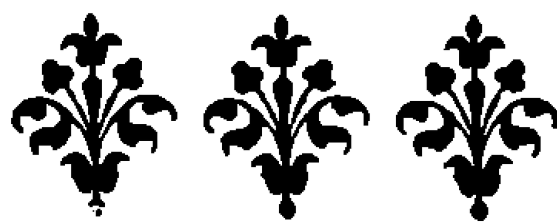
۹۔باب:نماز شروع کرنے کا بیان

۱۰۔باب:امامت کے مسائل

۱۱۔باب: نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان

۱۲۔باب: ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں

۱۳۔باب: وتروں اور نوافل کا بیان



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ التحقیق

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ پھر انسان بنانے کے بعد ہمیں مسلمان بننے کی توفیق عنایت فرمائی اور پھر مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہونے کا لازوال شرف مرحمت فرمایا۔ اگر ہم اس کی ان گنت اور لاتعداد نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں تو یہ ایک ناممکن امر ہے، بلکہ ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ "وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا" چہ جائیکہ ہم اس کے انعامات واحسانات کا حق ادا کر سکیں۔ گو حسب تصریح علماء اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اجماع اور قیاس۔ مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اللہ اور سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہے، اور سب جانتے ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی سرچشمہ قرآنِ حکیم ہی ہے، جس کا بیان حدیث ہے، اور عمل کا سرچشمہ اسوہ حسنہ ہے جس کی حامل ذات بابرکات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (القرآن)

بلاشبہ تمہارے لئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نمونہ عمل موجود ہے۔

اس لئے حاصل یہ نکلا کہ کتاب وسنت میں دین اسلام کے علمی پہلو جمع ہیں، اور ذات پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے عملی پہلو جمع ہیں۔ پس قرآن میں جو چیزیں علمی شکل میں ہیں بعینہ وہی چیزیں ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عمل کی صورت میں موجود ہیں، جن باتوں کو قرآن کریم اقوال واصول کی شکل میں پیش کرتا ہے، انہی باتوں کو ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعمال واحوال کی شکل میں پیش کرتی ہے۔

لہٰذا ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ہوا قرآن کا کہا ہوا ہے، اور قرآن کریم کا کہا ہوا ذاتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ہوا ہے۔ اور یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے پر پوری پوری طرح منطبق ہیں۔ قدرتی نتیجہ اس کمال مطابقت کا یہ نکلتا ہے کہ اگر قرآن کا علم اور قانون کامل اور جامع ہے جس سے کوئی ہدایت چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو ذات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ بھی یقیناً جامع اور کامل ہے۔ جس طرح قرآن اور اس کے لائے ہوئے قانون میں کسی ادنیٰ زیادتی وکمی کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح ذات

نبوی ﷺ کے عملی نمونہ میں بھی کسی اضافی وبیشی کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

اللہ رب العزت نے جیسے قرآن کریم کے الفاظ وکلمات کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح احادیث نبوی ﷺ کو بھی محفوظ رکھنے کیلئے ہر دور میں اس کے محافظین پیدا فرماتا رہا، جو نہ صرف روایت وکتابت کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہے بلکہ حفظ کے ذریعے انہوں نے اسے اپنے سینوں میں بھی محفوظ کیے رکھا اور نقل در نقل ہم تک پہنچایا۔ ان محدثین کرام رحمہم اللہ وفقہاء امت رحمہم اللہ کی خدمات یقیناً امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان ہیں، ان حضرات نے اس عظیم کار خیر کے لیے اپنے شب وروز وقف کر رکھے تھے اور اپنی زندگیاں اسی عظیم مقصد کے حصول میں کھپادیں۔ انہی حضرات کی مساعی سے نبی کریم ﷺ کا ایک ایک قول وعمل ہم تک پہنچا، ہم ہمیشہ ان محسنین کے زیر احسان رہیں گے۔

ایک مدت سے راقم الحروف کے دل میں اس بات کی آرزو تھی کہ انہی محسنین امت کی تالیفات میں سے ''کتاب الآثار بروایت امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ'' کو اردو ترجمہ، تحقیق وتخریج اور فوائد کے ساتھ شائع کیا جائے، تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہوسکے، چنانچہ راقم الحروف نے اللہ کا نام لے کر اس پر کام شروع کردیا جو کہ چند دنوں کی محنت کے بعد اب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

كتاب الآثار كا تعارف:

کتاب الآثار احادیث صحیحہ کا وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا، اس کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے مصنف مجتہد عظیم، حافظ الحدیث، استاذ المحدثین والفقہاء، سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ ایک راوی ''عبدالاعلیٰ التیمی''، جن کو حافظ ابوعبداللہ الحسینی رحمہ اللہ نے مجہول قرار دیا ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں:

بل هو معروف روى عنه ابو حنيفة في الآثار ومسعر. (تعجيل المنفعة: ص۲۴۸)

بلکہ یہ ایک معروف راوی ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' میں اور امام مسعر رحمہ اللہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ م ۵۸۷ھ بھی ''کتاب الآثار'' کو امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اس کو ''آثار ابی حنیفۃ'' سے موسوم کرتے ہیں۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ا ص ۳۲۰ بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۶)

امام صاحب نے اپنی اس تصنیف لطیف کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھا تھا۔ چنانچہ مجدد قرن العاشر حضرت امام ملا علی القاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ نے نقل کیا ہے کہ:

ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفا وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث.(ذیل الجواهر المضیئة: ج۲ص۴۷۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی ''تصانیف'' میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور آپ نے ''کتاب الآثار'' کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے۔

اس کتاب کا موضوع چونکہ احکام فقہ ہیں۔ اس لیے اس میں وہی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ دیگر موضوعات کی احادیث، جو صحیحین اور ''جامع الترمذی'' وغیرہ کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، وہ اس کتاب میں نظر نہیں آئیں گی، کیونکہ ان کا تعلق احکام سے نہیں ہیں۔ اس لیے محدثین کی اصطلاح میں اس کو کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔

کتاب الآثار کی خصوصیات:

کتاب الآثار کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کتب حدیث میں کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ ذیل میں اس کی چند خصوصیات ملاحظہ کریں۔

(۱) امت مسلمہ کے ہاتھوں میں جو حدیث کی سب سے قدیم کتاب ہے وہ یہی ''کتاب الآثار'' ہے۔ اس سے پہلے حدیث کی جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، وہ آج سب نایاب ہیں۔ بعض علماء نے اگرچہ ''مؤطا امام مالک'' کو سب سے قدیم کتاب قرار دیا ہے، لیکن یہ بات خلاف حقیقت ہے کیونکہ مؤطا بھی ''کتاب الآثار'' کے بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' کی ترتیب ابواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ امام ابوالمؤید خوارزمی رحمہ اللہ م ۶۶۵ھ اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التی لم یشارکه فیها من بعده انه اول من دون علم الشریعة رتبه ابوابا، ثم تابعه مالك بن انس رضی الله عنه فی ترتیب المؤطا، ولم یسبق ابا حنیفة احد.

(جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۴، تبییض الصحیفة: ص ۱۲۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وہ مناقب اور فضائل جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے علم شریعت (احادیث) کو مدون کیا، اور اس کو (فقہی) ابواب پر ترتیب دیا۔ پھر امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی ہے، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ م ۹۴۲ھ اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ م ۹۷۳ھ نے بھی تقریباً یہی مضمون ذکر کیا

ہے۔(عقود الجمان: ص ۱۸۲، الخیرات الحسان: ص ۱۸۴)

اس کا صاف مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار''، ''مؤطا'' کی تصنیف سے پہلے منظر عام پر آ چکی تھی۔ بلکہ ''مؤطا'' امام صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے کئی برس بعد تصنیف ہوئی۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کی فرمائش پر ''مؤطا'' کی تصنیف شروع کی تھی، لیکن ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

امام قاضی ابن فرحون مالکی رحمہ اللہ م ۷۹۹ھ ''مؤطا'' کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

روی ابو مصعب ان ابا جعفر المنصور قال لمالك ضع للناس كتابا احملهم عليه. فكلمه مالك فی ذلك. فقال ضعه فما احد اليوم اعلم منك،فوضع المؤطا ،فلم يفرغ منه حتى مات ابو جعفر. (الديباج المذهب: ص۲۷)

امام ابومصعب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے خلیفہ ابوجعفر منصور رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ ایک کتاب لکھیں جس پر میں سب لوگوں کو جمع کر دوں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس بابت اس سے کچھ عذر کیا تو اس نے آپ سے کہا، آپ کتاب لکھیں، اس لیے کہ آپ سے بڑا آج کوئی عالم نہیں ہے۔ آخر امام صاحب رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' کی تصنیف شروع کی، لیکن ابھی آپ نے کتاب مکمل نہیں کی تھی کہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ منصور کی فرمائش پر ''مؤطا'' کی تصنیف شروع کی تھی اور اس کی وفات کے بعد اس کو مکمل کیا۔ اور خلیفہ منصور نے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔ (العبر للذہبی: ج ۱ ص ۱۷۵)

گویا یہ کتاب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ م ۱۵۰ھ کی وفات سے کم از کم آٹھ سال بعد معرضِ وجود میں آئی۔ نیز ''کتاب الآثار کو ''مؤطا'' پر اس لیے بھی تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ ''کتاب الآثار'' کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آپ کے جن تلامذہ نے روایت کیا ہے اُن میں سے ایک امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ بھی ہیں، جو ''مؤطا'' کی تکمیل سے پہلے ۱۵۸ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ تو اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ مؤطا کتاب الآثار سے پہلے لکھی گئی ہے؟

(۲) یہ کتاب حدیث کی پہلی وہ کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے۔

(۳) اس کتاب میں صرف ان ہی احادیث کو نقل کیا گیا ہے جو کہ صحیح (یا کم از کم حسن۔ن) ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ نے خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

آخذ بكتاب الله ،فمالم يجد فبسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات عن الثقات.... الخ. (مناقب ابی حنيفة وصاحبيه: ص۲۰)

میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کی ان

احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ فرماتے ہیں:

يأخذ بما صح عنده من الاحاديث التي كان يحملها الثقات.....الخ۔(الانتقاء: ص۱۴۲۔فضائل ابی حنیفۃ: ص۹۹)

کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں انتخابِ حدیث میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے، اور اسی وجہ سے بڑے بڑے محدثین نے آپ کی اس تصنیف کی زبردست تعریف کی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ م ۱۸۱ھ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کے دو اشعار یہ ہیں:

روی آثارہ فاجاب فیها كطيران الصقور من المنيفه

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''آثار'' کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی جیسے بلند پرواز پرندے بلندی سے پرواز کرتے ہیں۔

ولم يكن بالعراق له نظير ولا بالمشرقين ولا بكوفة

(مناقب ابی حنیفۃ للمکی: ص۴۴۶)

نہ عراق میں آپ کی کوئی نظیر (مثال) ہے، نہ مشرق ومغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

امام ابومقاتل حفص بن سلم سمرقندی رحمہ اللہ م ۲۰۸ھ، جو کہ بقول امام مؤفق بن احمد مکی رحمہ اللہ م ۵۶۸ھ ''امام اہل سمرقند'' (مناقب ابی حنیفہ: ص ۴۴۷) اور بقول امام ابو یعلی الخلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ: سچائی اور علم کے ساتھ مشہور تھے (الارشاد: ص ۴۶۹)۔ اپنی نظم میں ''کتاب الآثار'' کی بابت فرماتے ہیں:

روى الآثار عن نبل ثقات غذاز العلم مشيخة حصيفه

(مناقب ابی حنیفۃ للمکی: ص۴۴۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کو معزز ثقات سے روایت کیا ہے، جو کہ وسیع علم اور عمدہ رائے والے تھے۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ ''مؤطا'' کی روایات سے قوت وصحت میں کم نہیں۔ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک راوی کو پرکھا ہے۔ اور جس طرح مؤطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں، اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لیے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی رحمہ اللہ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک مؤطا صحیح قرار پاتی ہے ٹھیک اسی معیار پر ''کتاب الآثار'' صحیح اترتی ہے۔ ''مؤطا'' کو ''کتاب الآثار'' سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے

ہے۔(ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۶۲، ۱۶۳)

۴)اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ''ناسخ ومنسوخ'' کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ آپ احادیث کے ناسخ ومنسوخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اور کل ذخیرہ احادیث میں آپ صرف ان ہی احادیث سے استدلال کرتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال مذکور ہیں۔ چنانچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ قسم اٹھا کر امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے فرماتے ہیں:

شديد المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه۔ (عقود الجمان: ص ۱۹۱، الخيرات الحسان: ص ۷۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ ہونے کی بہت زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔

نیز امام ثوری رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو اُن کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی۔ اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہوتا تھا۔ (الانتقاء: ص ۱۴۲، فضائل ابی حنیفۃ: ص ۹۹)

امام حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ م ۱۶۷ھ فرماتے ہیں:

كان الامام ابو حنيفة رضی الله عنه شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ

(اخبار ابی حنيفة واصحابه: ص ۲۵)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں نہایت شدت سے کام لیتے تھے۔

امام ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ م ۵۹۵ھ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما ابو حنيفة فحمل احاديث النهي على عمومها ،ورأى انها ناسخة لحديث ذي اليدين ،وانه متقدم عليها۔ (بداية المجتهد: ص ۱۱۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے (نماز میں کلام کرنے کی) ممانعت والی احادیث کو اپنے عموم پر رکھا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احادیث حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والی حدیث کے لیے ناسخ ہیں، کیونکہ وہ ان سے متقدم (پہلے کی) ہیں۔

امام ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمہ اللہ م ۵۸۴ھ نے بھی حدیث کے ناسخ ومنسوخ سے متعلق اپنی کتاب میں کئی احادیث کے ناسخ ومنسوخ کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار: ص ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۶۴)

مختصر یہ کہ کتاب الآثار میں بھی امام صاحب رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال کو بطور بنائے اول اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے فتاوی کو بطور بنائے ثانی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(۵)اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اس عہد کی دیگر کتب حدیث کی طرح صرف ایک شہر یا علاقے کی احادیث پر ہی انحصار نہیں کیا گیا بلکہ اس میں تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کے محدثین کی احادیث جمع ہیں۔

علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ ''کتاب الآثار'' کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کتاب الآثار'' کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں، بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ ''اعلام الموقعین'' میں لکھتے ہیں:

دین اور فقہ و علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی، اور لوگوں کا عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے، اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ (اعلام الموقعین: ج ۱ ص ۸)

امام مالک رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی برائے نام روایتیں ہیں، لیکن ''کتاب الآثار'' کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں، بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلادِ اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ سے، جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں۔ امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے، پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۶۹)

کتاب الآثار کے نسخے:

کتاب الآثار کو امام اعظم رحمہ اللہ سے آپ کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نسخہ اس کے راوی کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ ان نسخوں میں باہم اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں احادیث زیادہ ہیں اور بعض میں کم ہیں۔ جیسا کہ عموماً متقدمین کی کتب میں ہوتا ہے کہ ان کے نسخوں میں کمی و زیادتی پائی جاتی ہے۔ ''مؤطا امام مالک'' کو ہی لے لیجیے کہ اس کے بھی متعدد نسخے ہیں اور تمام نسخوں میں اختلاف و تفاوت موجود ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ زمانہ قدیم کا طریقہ تصنیف اور عصر حاضر کے طریقہ تصنیف میں بہت فرق ہے۔ اُس زمانہ میں چونکہ آج کی طرح مطابع وغیرہ کا رواج بالکل نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ کا رواجِ تصنیف یہ تھا کہ استاذ اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو اِملاء کرا دیتا تھا اور وہ اس کو لکھ لیتے تھے، اور پھر چونکہ استاذ اس میں قطع و برید بھی کرتا رہتا تھا۔ اس لیے

اس سے جن شاگردوں نے اس کتاب کو پہلے لکھا تھا، اُن کے نسخوں میں اور بعد میں لکھنے والوں کے نسخوں میں فرق ہوجاتا تھا۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی یہ کتاب بھی چونکہ اُس زمانہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا طریقہ تصنیف بھی املائی ہے، اس لیے اس کے نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کے ویسے تو کئی نسخے ہیں لیکن ان میں سے پانچ نسخے جو زیادہ مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ

۲۔ نسخہ امام حسن بن زیادؒ

۳۔ نسخہ امام حماد بن امام اعظمؒ

۴۔ نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ

۵۔ نسخہ امام ابو یوسفؒ

یہ پانچوں حضرات اس کتاب کے مشہور راوی ہیں اور آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ امام حماد رحمہ اللہ تو آپ کے صاحبزادہ گرامی بھی ہیں۔

ذیل میں ان نسخوں کا تعارف ملاحظہ کریں:

(۱) نسخہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ م ۱۵۸ھ:

امام موصوف کا شمار امام اعظم رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے، اور یہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سب سے قدیم الوفات ہیں۔ امام زفر رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کی روایت ان کے متعدد تلامذہ نے کی ہے۔ ان میں سے یہ تین حضرات بھی ہیں جنہوں نے ان سے کتاب الآثار کا علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا:

۱۔ ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ م ۲۰۷ھ

۲۔ شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ م ۲۱۰ھ

۳۔ حکم بن ایوب رحمہ اللہ

پھر ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو بھی آگے ان سے ان کے کم از کم دو تلامذہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ احمد بن بکر بن سیف جصینی رحمہ اللہ

۲۔ محمد بن سریج رحمہ اللہ

احمد بن بکر جصینی رحمہ اللہ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر متعدد محدثین نے کیا ہے۔ مثلاً حافظ امیر ابن ماکولا رحمہ اللہ م ۴۷۵ھ، حافظ ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ م ۵۶۲ھ اور حافظ یاقوت حموی رحمہ اللہ م ۶۲۶ھ نے ''باب الجصینی'' میں احمد بن بکر جصینی رحمہ

اللہ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصنی ثقة یمیل الی اهل النظر روی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔(الاکمال: ج۳ص۳۹، کتاب الانساب: ج۱ ص۴۱۵،۴۱۶، معجم البلدان: ج۳ص۵۹)

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی رحمہ اللہ، جو ثقہ ہیں اوراہل نظر (فقہائے احناف) کی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں نے ابووہب مروزی رحمہ اللہ سے، انہوں نے امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اورانہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآ ثار کوروایت کیا ہے۔

حافظ عزالدین ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ م ۶۳۰ھ ''باب الجصینی'' کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ینسب الیها ابوبکر احمد بن بکر بن سیف الجصینی ثقة، یروی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔(اللباب فی تهذیب الانساب: ج۱ص۱۹۱،۱۹۲)

اس نسبت کی طرف ابوبکراحمد بن بکر بن سیف الجصینی رحمہ اللہ منسوب ہیں۔ جوثقہ ہیں، اوروہ ابووہب رحمہ اللہ سے ،وہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اوروہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآ ثار کوروایت کرتے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ م ۷۷۵ھ نے بھی احمد بن بکر الجصینی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ان کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآ ثار کی تصریح کی ہے۔(الجواہر المضیئۃ: ج۱ص ۶۲)

امام ابووہب رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد محمد بن سریج بخاری رحمہ اللہ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر امام عبدالغنی ازدوی رحمہ اللہ م ۴۰۹ھ اور حافظ امیر ابن ماکولا رحمہ اللہ م ۴۷۵ھ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن سریج رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

ومحمد بن سریج یروی عن ابی وهب محمد بن مزاحم نسخة زفر بن الهذیل۔ (المؤتلف والمختلف للازدی، تهذیب مستمر الاوهام لابن ماکولا: ص۲۷۲)

محمد بن سریج رحمہ اللہ نے ابووہب محمد بن مزاحم رحمہ اللہ سے امام زفر رحمہ اللہ کا نسخہ (کتاب الآ ثار) روایت کیا ہے۔

امام شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ (جس کی جامع المسانید میں امام اعظم سے بکثرت روایتیں منقول ہیں، امام طبرانی کی المعجم الصغیر (ج۱ص ۱۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے) کا ذکر امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ نے ''کتاب الارشاد'' میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام شداد رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عن الثوری، وابی جعفر الرازی واقرانهما، سمع منه القدماء من شیوخهم وروی نسخة عن زفر بن الهذیل، وهو صدوق۔ (الارشاد فی معرفة علماء الحدیث: ص۴۴۳)

شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابوجعفر رازی رحمہ اللہ اوران کے معاصرین سے روایت کی

ہے۔جب کہ خود ان سے ان کے قدیم شیوخ نے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔اور انہوں نے امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ بھی روایت کیا ہے اور یہ خود صدوق راوی ہیں۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی امام شداد رحمہ اللہ کے ترجمہ میں امام ابو یعلی خلیلی رحمہ اللہ کا یہ مذکورہ بالا بیان نقل کیا ہے۔(لسان المیزان: ج ۳ ص ۱۶۵)

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ نے بھی اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں امام زفر رحمہ اللہ کے ان دونوں تلامذہ (ابو وہب مروزی رحمہ اللہ اور شداد بن حکیم رحمہ اللہ) کے روایت کردہ نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

نسخة لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها عنه شداد بن حكيم البلخي ،ونسخة ايضا لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزي عنه۔

(معرفت علوم الحديث: ص۲۳۷)

امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے، جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی نے روایت کیا ہے۔اسی طرح امام زفر رحمہ اللہ کا (کتاب الآثار کا) ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

امام زفر رحمہ اللہ کے تیسرے شاگرد حکم بن ایوب رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کا ذکر امام عبداللہ بن محمد المعروف بہ "ابو الشیخ انصاری اصفہانی رحمہ اللہ" م ۳۶۹ھ نے کیا ہے، اور انہوں نے اس کو "السنن" کے نام سے موسوم کیا ہے۔چنانچہ امام موصوف احمد بن رستہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احمد بن رسته بن بنت محمد بن المغيرة كان عنده السنن عن محمد عن الحكم بن ايوب عن زفر عن ابي حنيفة۔ (طبقات المحدثين باصبهان والواردين عليها: ج۳ص۲۸۹)

احمد بن رستہ رحمہ اللہ، جو محمد بن مغیرہ رحمہ اللہ کے نواسے ہیں، ان کے پاس ایک "سنن" تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد بن مغیرہ رحمہ اللہ سے، وہ حکم بن ایوب رحمہ اللہ سے، وہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے تھے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے احمد بن رستہ کے ترجمہ میں اس نسخہ کی دو حدیثیں بھی درج کی ہیں۔اسی طرح انہوں نے حکم بن ب رحمہ اللہ کے ترجمہ میں بھی اس نسخہ سے ایک حدیث درج کی ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ م ۳۶۰ھ کی "المعجم الصغیر" میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔ (المعجم الصغیر: ج ۱ ص ۶۳)

علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ م ۴۳۰ھ نے بھی "تاریخ اصبہان" میں

اس نسخہ کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۳)

(۲) نسخہ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ:

امام حسن رحمہ اللہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے ان جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے "کتاب الآثار" کی روایت کی ہے۔ امام موصوف سے آگے اس نسخہ کو ان کے شاگرد رشید امام محمد بن شجاع ثلجی رحمہ اللہ (جن کو بلخی بھی کہا جاتا ہے) روایت کرتے ہیں۔ ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام محمد بن ابراہیم البغوی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روى عن محمد بن شجاع البلخي، عن الحسن بن زياد اللئولئوی عن ابی حنيفة كتاب الآثار۔
(لسان الميزان: ج۵ص۴۰)

انہوں نے امام محمد بن شجاع البلخی رحمہ اللہ سے، انہوں نے امام حسن بن زیاد لولوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ م ۶۶۵ھ نے بھی "جامع المسانید" میں اس نسخہ کی بعض احادیث کو مذکورہ سند کے ساتھ "مسند ابی حنیفۃ" کے نام سے نقل کیا ہے اور امام حسن بن زیاد تک اپنی سند بھی ذکر کردی ہے۔ (جامع المسانید: ج۱ص۷۳)

ترکی کے مایہ ناز عالم ڈکٹور فواد سیزگین نے بھی اس نسخہ کو "مسند ابی حنیفۃ" کے نام سے ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ اس کا مخطوطہ "بغداد" کے مکتبۃ الاوقاف میں موجود ہے۔ (تاریخ التراث العربی: ج۳ص۴۲)

کتاب الآثار کا یہ نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں سب سے بڑا نسخہ ہے اور اس میں دیگر نسخوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے بھی اس نسخہ کی کثرتِ احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

لمحمد بن شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد اللئولئوی عن ابی حنيفة روايات كثيرة۔ (تاريخ بغداد: ۷/۳۲۸۱)

امام محمد بن شجاع ثلجی رحمہ اللہ نے امام حسن بن زیاد لولوی رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

کتاب الآثار کا یہ نسخہ کئی اجلہ محدثین کی مرویات میں شامل تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازات کو محدث علی بن عبدالمحسن الدوالیبی الحنبلی رحمہ اللہ نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابن طولون رحمہ اللہ نے "الفہرست الاوسط" میں، اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی رحمہ اللہ مصنف سیرۃ

شامیہ نے ''عقود الجمان'' میں، اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے ''ثبت'' میں، اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندی رحمہ اللہ نے ''حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد'' میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ نے ان سب کو ''الامتاع'' میں جمع کر دیا ہے۔ (الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع: ص ۴۰،۳۷، ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۵)

اسی طرح علامہ ابن القیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ کے پیش نظر بھی یہ نسخہ موجود تھا اور وہ اپنی کتاب ''اعلام الموقعین'' میں کئی جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ اس نسخہ کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الحسن بن زیاد اللئولئوی: ثنا ابو حنیفۃ قال کنا عند محارب بن دثار....وکان محارب متکئا فاستوی جالسا ثم قال: یاذا الرجل سمعت ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لیأتین علی الناس یوم تثیب فیہ الولدان....الخ.(اعلام الموقعین عن رب العالمین: ص۸۹)

(۳) نسخہ امام حماد بن امام اعظم رحمہ اللہ م ۱۷۶ھ:

امام حماد رحمہ اللہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحبزادے اور ''الولد سر لابیہ'' کے صحیح مصداق تھے۔ امام موصوف بھی اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کی روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان سے اس نسخہ کو روایت کرنے والوں میں امام صالح بن محمد بغدادی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ م ۶۶۵ھ نے بھی جامع المسانید میں امام صالح رحمہ اللہ کے روایت کردہ اس نسخہ کی تخریج کی ہے اور اس کو ''مسند ابی حنیفۃ'' کے نام سے ذکر کیا ہے اور امام حماد رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۷۶،۷۵)

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے امام حماد رحمہ اللہ وغیرہ کے روایت کردہ کتاب الآثار کے نسخوں جو مسانید سے تعبیر کیا ہے، اس پر عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد، تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

غالباً کتاب الآثار از امام ابو یوسف، اور کتاب الآثار (از) امام محمد و کتاب الآثار (از) امام حماد رحمہ اللہ کو 'مسند سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ: ص ۳۴۵)

کتاب الآثار کا یہ نسخہ شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اس کو "نسخہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ" سے ذکر کر کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک اپنا سلسلہ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔ (المعجم المفہرس: ص ۲۶۹)

(۴) نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ م ۱۸۹ھ:

امام محمد رحمہ اللہ، جو امام اعظم رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور آپ کے علوم کے مدون وناشر ہیں، ان کا نسخہ کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مشہور، متداول اور مقبول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اس نسخہ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

والموجود من حديث ابی حنيفة مفردا انما هو كتاب الآثار التی رواه محمد بن الحسن عنه۔

(تعجيل المنفعة: ص۱۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ ''کتاب الآثار'' ہے، جس کو آپ سے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے اس نسخہ کو ان کے کئی تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیر رحمہ اللہ م ۲۱۷ھ، جو امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی استاذ ہیں، اور امام ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ م ۲۱۱ھ کا روایت کردہ ہے۔ یہ دونوں امام محمد رحمہ اللہ کے جلیل المرتبت تلامذہ اور ثقہ محدثین میں سے ہیں۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ بھی اس نسخہ کو امام ابوحفص کبیر رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اس نسخہ کو ذکر کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (المعجم المفہرس: ص ۳۸، ۳۹، المجمع المؤسس للمعجم المفہرس: ص ۳۹۰)

جب کہ حافظ ابوالمؤید خوارزمی رحمہ اللہ م ۶۶۵ھ نے جامع المسانید میں ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخے کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس نسخہ کو امام اعظم رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۷۶، ۷۷)

محدث الشام حافظ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ م ۹۴۲ھ نے ان دونوں ائمہ (ابوحفص کبیر رحمہ اللہ، ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ) کے روایت کردہ نسخوں کی اپنے سے لے کر امام اعظم رحمہ اللہ تک اسناد ذکر کی ہے۔ (عقود الجمان: ص ۳۳۱، ۳۳۳)

نیز امام ابوحفص کبیر رحمہ اللہ اور امام ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کے علاوہ امام محمد رحمہ اللہ کے ایک اور شاگرد امام اسماعیل بن توبہ قزوینی رحمہ اللہ م ۲۴۷ھ، جو کہ بتصریح امام خلیلی رحمہ اللہ م ۴۴۶ھ عالم کبیر اور مشہور تھے، اور انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں، (الارشاد: ص ۲۹۵، نیز دیکھئے: الجواہر المضیۃ: ج ۱ ص ۱۲۷) بھی امام محمد رحمہ اللہ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعید سنبل مکی رحمہ اللہ م ۱۱۷۵ھ نے

ان کے روایت کردہ نسخہ کی سند اپنے سے لے کر امام اعظم رحمہ اللہ تک نقل کر دی ہے۔(الاوائل السنبلیۃ وذیلہا: ص ۱۳۷)

امام ابن العدیم حنبلی رحمہ اللہ م ۶۶۰ھ نے امام اسماعیل رحمہ اللہ کے روایت کردہ اس نسخہ "کتاب الآثار" سے بہ سند متصل ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ۱۰/ ۴۳۴۹)

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ یہ کتاب کتاب الآثار کے ساتھ چھپ چکی ہے، اور علیحدہ بھی دستیاب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور بلند پایہ (ثقہ بالا جماع۔ن) محدث حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ نے بھی اس کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے مؤطا امام مالک بروایت امام محمد بن حسن کے راویوں پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب تصنیف کی، اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔(ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۴)

اسی طرح متعدد اہل علم نے اس نسخہ کی احادیث کی بھی شرحیں لکھی ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ جیسے امام المحدثین بھی اس کے شارحین میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ خلیفہ چلپی رحمہ اللہ م ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

وعليه شرح للحافظ الطحاوي الحنفي. (كشف الظنون: ۲/۱۳۸۴)

کتاب الآثار بروایت امام محمد پر حافظ طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی شرح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی یہ "شرح کتاب الآثار" نامور محدث امام ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ م ۵۶۲ھ کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے امام طحاوی رحمہ اللہ تک اس شرح کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (المنتخب من معجم الشیوخ السمعانی: ج ۲ ص ۷۲)

شیخ فراد بن عثمان العمری الموصلی رحمہ اللہ م ۱۰۹۲ھ نے بھی "کتاب الآثار" بروایت امام محمد رحمہ اللہ کی شرح لکھی ہے۔ (ہدیۃ العارفین: ۲/ ۲۴۴، معجم المؤلفین: ۱۲/ ۲۱۴)

اسی طرح شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی رحمہ اللہ م ۱۱۴۷ھ بھی اس مبارک کتاب کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔(سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر: ۳/ ۲۳۱، معجم المؤلفین: ۷/ ۲۴۱)

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس کی بلند پایہ شرح لکھی ہے جو تین جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے اس نسخہ میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت کم احادیث ہیں۔

چنانچہ اس کی روایات کی کل تعداد (۹۱۶) ہے،جن میں مرفوع (مسند ومرسل)،موقوف (آثار صحابہؓ)اور مقطوع (آثار تابعین) تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

امام موصوف نے اپنے اس نسخہ میں ایک یہ زبردست اضافہ کیا ہے کہ اس کے ہر باب کے آخر میں اُس باب کی احادیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، وہ بھی ذکر دیئے ،اوران کے متعلق اپنا اوراپنے استاذ مکرم امام اعظم رحمہ اللہ کا مؤقف بھی واضح کردیا۔

اسی طرح انہوں نے اس میں کچھ احادیث (جن کی تعداد بہت کم ہے) امام اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر مشائخ کی اسناد سے بھی نقل کردی ہیں۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اس کتاب سے خصوصی لگاؤ تھا اورانہوں نے اپنی کتب (جیسے فتح الباری، الاصابہ،تہذیب اور تعجیل المنفعۃ وغیرہ) میں اس کتاب سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

حافظ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ نے بھی (نصب الرایۃ میں) کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔ (ماخوذ از: امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام: ص ۵۰۱ تا ۵۱۳)

(۵) نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ م ۱۸۲ھ:

امام موصوف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے بڑے اور جلیل القدر شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے متعدد اشخاص نے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے،جن میں سے دو یہ حضرات بھی ہیں:

۱۔ امام ابومحمد یوسف بن یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ م ۱۹۲ھ، جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

امام ابومحمد یوسف بن یعقوب رحمہ اللہ ایک جلیل القدر فقیہ تھے ،اوراپنے والد کی زندگی میں ہی قاضی مقرر ہوگئے تھے،ان کے والد محترم کی وفات کے بعد بھی خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا یہاں تک کہ ۱۹۲ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ (الطبقات الکبری: ج ۷ ص ۲۴۲،البدایۃ والنہایۃ: ج ۷ ص ۲۰۷)

امام محمد بن خلف المعروف بہ وکیع م ۳۰۶ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد حمل عن ابی یوسف الحدیث۔ (اخبار القضاۃ: ص ۶۵۲)

انہوں نے اپنے والد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

واضح رہے کہ اہل علم خصوصاً فقہاء احناف ومحدثین کے حلقہ میں امام یوسف رحمہ اللہ کی عدالت اور ثقاہت مشہور ومعروف تھی اور ایسا شخص کہ جس کی عدالت اہل علم کے ہاں مشہور ومعروف ہو اس کی عدالت کے متعلق سوال ہی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امام

نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

فمن اشتهرت عدالته بين اهل العلم واشاع الثناء عليه كفى فيها.(تقريب مع تدريب الراوي: ج۱ص۲۵۵)

جس شخص کی عدالت اہل علم میں مشہور و معروف ہو اور اس کی تعریف عام ہو تو یہ اس کی عدالت کیلئے کافی ہے۔

نیز امام محمد بن خلف المعروف بہ وکیع رحمہ اللہ م ۳۰۶ھ نے عبداللہ بن عبدالکریم حارثی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

كان يوسف بن ابي يوسف عفيفا مامونا صدوقا قرء عليه ابو يوسف اكثر كتبه.(اخبار القضاة: ص۶۵۲)

امام یوسف بن ابو یوسفؒ ایک پاکدامن، امانت دار اور راست باز شخص تھے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی اکثر کتب ان کو پڑھائی تھیں۔

امام یوسف رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ ''کتاب الاث آر'' کا ذکر ثقہ بالا جماع محدث و ناقد حافظ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ م ۷۷۵ھ نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وروى كتاب الآثار عن ابيه عن ابي حنيفة وهو مجلد ضخيم. (الواهر المضيئة: ج۲ص۲۳۵)

امام یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کیا ہے، جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

۲۔ امام عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ، جو امام ابوعروبہ الحرانی رحمہ اللہ کے دادا ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (اخبار ابی حنیفة واصحابہ للامام الصیمری: ص ۱۶۴، الجواہر المضیئة: ج۱ ص ۴۰)

اہل علم خصوصاً فقہاء احناف و محدثین کے حلقہ میں امام عمرو بن ابی عمرو الحرانی رحمہ اللہ کی عدالت اور ثقاہت مشہور و معروف تھی۔

امام عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو ثقہ بالا جماع محدث امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ م ۶۶۵ھ نے اپنی مرتبہ کتاب ''جامع المسانید'' میں ''نسخہ ابی یوسف'' کے نام سے نقل کیا ہے اور اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تک نقل کر دی ہے۔ چنانچہ امام خوارزمی رحمہ اللہ نسخہ ابی یوسف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نسخة ابي يوسف فقد اخبرني به المشائخ الصدر الكبير العلامة استاذ دار الخلافة والامامة ابو محمد يوسف بن ابي الفرج عبدالرحمن بن علي بن الجوزي والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود بن سالم والشيخ ابو عبدالله محمد بن علي بن بقا وآخرون اذنا قالوا اخبرنا المشائخ الثلاثة ابو الفرج عبدالرحمن بن علي بن الجوزي وابو القاسم ذاكر بن كامل وابو القاسم يحيى بن اسد بن

نوش اذنا قالوا اخبرنا القاضی ابوبکر محمد ابن عبدالباقی بن محمد بن عبدالله الانصاری اجازة قال اخبرنا ابو محمد الحسن الجوهری قال اخبرنا ابوبکر محمد الابهری قال حدثنا ابو عروبة الحسین ابن محمد بن مودود الحرانی قال حدثنا جدی عمرو بن ابی عمرو قال حدثنا ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم القاضی رحمه الله تعالی۔(جامع المسانید: ج۱ص۷۵)

اس سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر خدمت ہے۔

۱۔ امام ابومحمد یوسف بن عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی رحمہ اللہ: "وکان اماما کبیرا و صدرًا معظما عارفا بالمذاهب کثر المحفوظ حسن المشارکة فی العلوم ملیح الوعظ حلو العبادة ذا سمت و وقار و حلالة و حرمة وافرة... الخ۔" (تاریخ الاسلام: ۳۴۰،فوات الوفیات:۵۹۰)

۲۔ امام ابوالقاسم ذاکر بن کامل بن ابی غالب خفاف رحمہ اللہ: "ثقة صالح" (اکمال الاکمال:۲۳۸۸)

۳۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری رحمہ اللہ: "شیخ صالح ثقة" (تاریخ الاسلام:۵۷)

۴۔ امام ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن حسن جوہری شیرازی رحمہ اللہ: "ثقة أمین" (تاریخ بغداد:۳۹۳۰)

۵۔ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن صالح الفقیہ المالکی الابہری رحمہ اللہ: "ثقة أمین" (تاریخ بغداد:۱۰۷۶)

۶۔ امام ابوعروبہ حسین بن محمد بن مودود حرانی رحمہ اللہ: "ثقة حافظ" (الارشاد فی معرفة علماء الحدیث:ص ۴۵۴)

معلوم ہوا کہ نسخہ ابی یوسف کی یہ سند بھی بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔مؤرخ کبیر و محدث جلیل حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی معجم شیوخ میں اپنی سند کے ساتھ اس نسخہ سے ایک حدیث نقل کی ہے،اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور امام خوارزمی رحمہ اللہ کی سند امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک تقریباً ایک جیسی ہے۔(معجم شیوخ الذہبی:ص ۳۱۸، ۳۱۹)

ایک جدید محقق نے اس نسخہ کی سند کو غلط قرار دینے کے لیے بغیر کسی حوالہ و دلیل کے ثقہ بالا جماع محدث امام خوارزمی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ سند فٹ کر رکھی ہے۔(ماہنامہ الحدیث:۱۹ / ۵۳) حالانکہ یہ معترض کی جہالت اور ایک فضول بڑ ہے،ورنہ جو سند امام خوارزمی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے،وہی تقریباً امام ذہبی رحمہ اللہ بھی ذکر کر رہے ہیں۔اب معترض کمپنی امام ذہبی رحمہ اللہ کے خلاف کیا فیصلہ صادر کرے گی؟ دیدہ باید۔

واضح رہے کہ کتاب الآثار کے مذکورہ بالا نسخوں میں سے خصوصاً نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ اہل علم کے درمیان تواتر کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اور مشہور و متواتر نسخے سند کے محتاج نہیں ہوتے۔ (دیکھئے: النکت علی کتاب ابن صلاح لابن حجر:ص ۵۶) حتیٰ کہ مذکورہ جدید محقق نے بھی ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

مشہور و متواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔(مقالات از: زبیر علی زئی ج ۲،ص ۳۱۹)

امام ابولیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ م ۳۷۵ھ جو بقول حافظ ذہبی رحمہ اللہ: الامام،الفقیہ،المحدث اور الزاہد تھے،

(سیر اعلام النبلاء: ج۱۶ص ۳۲۳) نے ایک مسئلہ کی تحقیق میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقال فی کتاب الآثار لا بأس ببیع السباع کلها اذا کان له ثمن. (عیون المسائل: ص۲۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ''کتاب الآثار'' میں فرماتے ہیں کہ درندوں کی بیع جائز ہے، اگر ان کی کوئی قیمت مقرر ہو۔

ان مذکورہ پانچ ائمہ کے علاوہ کئی اور حضرات نے بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جن میں سے امام محدث محمد بن خالد وہبی رحمہ اللہ (م قبل ۱۹۰ھ) بھی ہیں۔ ان کے نسخہ سے ''جامع المسانید للخوازمی'' میں کئی حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد اور کثیر الحدیث محدث امام اسد بن عمر البجلی رحمہ اللہ م ۱۹۰ھ کہ جنہوں نے سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف کو لکھا تھا، یہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کے راوی ہیں۔ چنانچہ ان کے نسخہ کی ایک روایت کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ میں بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: کتاب الآثار: ص۱۱۶)

نیز امام سابق بن عبد اللہ رقی رحمہ اللہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے احادیث مستقیمہ (صحیحہ) روایت کی ہیں، بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ اسلام حافظ ابن العدیم حلبی رحمہ اللہ م ۶۶۰ھ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وحدث عنه محمد بن یزید بن یزید بن سنان الرهاوی نسخة عن ابی حنیفة. (بغیة الطلب فی تاریخ حلب: ۹/۴۰۶۵)

محمد بن یزید بن یزید بن سنان رہاوی رحمہ اللہ نے امام سابق رقی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ روایت کیا ہے۔

ہمارا کام نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ پر ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت اور عدالت کے حوالے سے بھی کچھ عرض کرتے چلیں۔

ائمہ کرامؒ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی توثیق:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں علم، شہرت جلالت ومرتبت اور دیگر کمالات کے لحاظ سے سب سے مقدم امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو انبل تلامذته واعلمهم. (سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۳۱۳)

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے عالم تھے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ابو یوسف رحمہ اللہ وھو اجل اصحاب ابی حنیفة اول من لقب قاضی القضاة.

(مجموع الفتاوی: ۲۰/۱۳۸)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ، جو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور (اسلام میں) پہلے وہ شخص ہیں جن کو قاضی القضات کے لقب سے پکارا گیا۔

حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو اسلام کے پہلے قاضی القضات (چیف جسٹس) قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۴/ ۲۲۵، البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۱۷۱، نزہۃ النظر فی قضاۃ الامصار: ص ۱۶۷)

نیز آپ کا یہ بھی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کے جو اُصول وضوابط مقرر کیے تھے ان کو آپ ہی نے سب سے پہلے کتابی صورت میں مدون کیا۔ چنانچہ امام طلحہ بن جعفر رحمہ اللہ م ۳۰۸ھ اور امام ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

واول من وضع الكتب فی اصول الفقه علی مذهب ابی حنيفة واملى المسائل ونشرها. وبث علم ابی حنيفة فی اقطار الارض. (وفيات الاعيان: ۳/۳۹۰، كتاب الانساب: ۴/۱۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ میں کتابیں لکھی ہیں، اور مسائل فقہ کو لکھوا کر ان کو دنیا میں پھیلایا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔

آپ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اُس وقت آپ کی مالی حالت انتہائی خستہ تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی مالی امداد بھی مسلسل کرتے رہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نشأ فی طلب العلم وكان ابوه فقيرا فكان ابو حنيفة يتعاهد يعقوب بمائة بعد مائة.

(تذكرة الحفاظ: ج ۱ ص ۲۱۴)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جب تعلیم حاصل کرنے میں لگے تو آپ کے والد انتہائی غریب تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کو مسلسل سینکڑوں درہم دے کر آپ کی امداد کرتے رہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کئی سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے۔ آپ کا خود اپنا بیان ہے:

صحبت ابا حنيفة سبع عشرة سنة. (تاريخ بغداد: ۱۴/۲۵۴)

میں سترہ سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا ہوں۔

اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے:

انی لادعو لابی حنیفة قبل ابوی۔ (ایضاً: ۱۳/۳۴۰)

میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے اپنے والدین سے بھی پہلے دعا کرتا ہوں۔

آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر کئی اہلِ علم سے بھی استفادہ کیا جن میں کئی اجلّہ تابعین بھی ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ ارقام فرماتے ہیں:

و کتب العلم عن طائفة من التابعین۔ (مناقب ابی حنیفة وصاحبیه۔ (ص ۳۹)

امام ابویوسف رحمہ اللہ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث میں ہشام بن عروہ رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ، اعمش رحمہ اللہ اور ابواسحاق شیبانی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

جبکہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ حافظ ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ م ۵۶۲ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه بشر بن ولید وعامة اهل العراق۔ (کتاب الانساب: ج۱ص ۱۹۹)

آپ سے امام بشر بن ولید رحمہ اللہ اور اکثر اہلِ عراق نے روایت حدیث کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الآفاق۔ (سیر اعلام النبلاء: ت ۷۱۳)

امام ابویوسف رحمہ اللہ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ سے جن ائمہ حدیث نے روایت کی ہے ان میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ زیادہ مشہور ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ نے بھی امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ م ۱۸۹ھ کے واسطہ سے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔ (مثلاً دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱۰ ص ۲۹۲)

آپ کو فقہ میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کا مجتہد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے مخالفین کے محقق ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے:

قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کا مجتہد ہونا تو مسلم ہے۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۳۰۵)

اسی طرح آپ علم حدیث میں بھی بلند پایہ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ، امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ م ۲۷۶ھ، امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ، علامہ ابن الندیم رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ، حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ

م ۵۹۷ھ، علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ م ۶۸۱ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ وغیرہ جیسے نابغہ عصر روزگار اہلِ علم آپ کا حافظ الحدیث ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ (دیکھئے بالترتیب: الطبقات الکبری: ج ۷ ص ۲۳۹، شذرات الذہب: ج ۱ ص ۳۰۰، الانتقاء: ص ۱۷۲، کتاب الفہرست: ص ۲۵۶، تانیب الخطیب: ص ۱۷۵، وفیات الاعیان: ج ۳ ص ۳۸۹، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۲۱۴، طبقات الحفاظ: ص ۱۲۷)

آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مؤرخ شہیر علامہ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ م ۱۰۸۹ھ نے لکھا ہے:

وقال غير واحد كان يحفظ في المجلس الواحد خمسين حديثا باسانيدها.

(شذرات الذهب: ج١ص٣٠٠)

کئی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ صرف ایک ہی مجلس میں پچاس احادیث بمع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ، امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ، امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ، امام ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ اور دیگر محدثین نے آپ کو کثیر الحدیث قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الطبقات الکبری: ج ۷ ص ۲۳۸، الانتقاء: ص ۱۷۲، لسان المیزان: ج ۶ ص ۲۹۰)

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ م ۲۷۶ھ آپ کو ''صاحبِ حدیث'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ آپ کو محدث کہتے ہیں۔ (شذرات الذہب: ج ۱ ص ۳۰۰، سیر اعلام النبلاء: ت ۱۳۱۳)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ امام اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

ابو يوسف اعلمهم بالحديث. (مجموع الفتاوى: ١٩/١٣٩)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

نیز حافظ موصوف نے آپ کو ان اہل علم میں شمار کیا ہے جو محدثین اور فقہاء دونوں طبقوں میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (تلخیص کتاب الاستغاثۃ: ص ۱۴)، (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام: ص ۲۱۵ تا ۲۱۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ علم حدیث میں عظیم مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ روایت حدیث میں بھی نہایت ثقہ اور قابل اعتماد تھے، اختصار کے پیش نظر ائمہ کرام رحمہم اللہ کے آپ کے متعلق چند توثیقی اقوال حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

كان ابو يوسف القاضي يميل الى اصحاب الحديث كثيرا، و كتبنا عنه ولم يزل الناس يكتبون

عنه۔ (الجرح والتعدیل: ج۹ص۲۰۲)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ محدثین کی طرف بہت زیادہ میلان رکھتے تھے، اور ہم نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور دیگر لوگ (یعنی محدثین) بھی ہمیشہ ان سے حدیثیں لکھتے رہے ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ اور علامہ ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ بہ سند متصل امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لیس فی اصحاب الرائی اکثر حدیثا، ولا اثبت من ابی یوسف۔

(لسان المیزان: ج۶ص۳۹۰، الکامل: ج۸ص۴۶۶)

فقہاء میں ابو یوسف رحمہ اللہ سے بڑھ کر کثیر الحدیث اور ان سے زیادہ پختہ کوئی شخص نہیں ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

وکان ثقة۔ (تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۶۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ تھے۔

امام محمد بن خلف المعروف بہ قاضی وکیع رحمہ اللہ م ۳۰۶ھ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

حسن الحدیث ولیس له بحث۔ (اخبار القضاۃ: ص۶۵۱)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی حدیث حسن ہے، اور ان کے متعلق بحث ہی نہیں ہو سکتی۔

یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا حسن الحدیث ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ:

اما ابن ابی حاتم رحمہ اللہ م ۳۲۷ھ نے امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ م ۲۹۰ھ سے روایت کیا ہے کہ:

سألت عن ابی یوسف فقال صدوق۔ (الجرح والتعدیل: ج۹ص۲۰۱)

میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''وہ (روایت حدیث میں) صدوق (انتہائی سچے) ہیں۔''

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ بہ سند متصل امام احمد رحمہ اللہ کے برادر زادے امام حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ م ۲۷۳ھ سے نقل کرتے ہیں:

سمعت عمی یعنی احمد بن حنبل یقول کان یعقوب ابو یوسف یروی عن حنظلة وعن المکیین، وکان منصفا فی الحدیث۔ (تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۶۱)

میں نے اپنے چچا، یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام یعقوب ابو یوسف رحمہ اللہ، حنظلہ رحمہ اللہ اور دیگر کئی محدثین سے روایت کرتے تھے، اور وہ حدیث میں انصاف پسند تھے۔

۳۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ م ۲۳۴ھ:

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

وکان صدوقا۔ (تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۵۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (روایت حدیث میں) صدوق (راست باز) تھے۔

۴۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ:

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ اپنی ''کتاب الضعفاء'' میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو یوسف ثقة۔ (لسان المیزان: ج۶ص۳۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

۵۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الثقات'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

وکان شیخا متقنا۔ (لسان المیزان: ج۶ص۳۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ شیخ (امام وقت) اور پختہ کار محدث تھے۔

نیز امام ابن حبان رحمہ اللہ آپ کو ''مشاہیر علماء'' میں شمار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

من الفقهاء المتقنين۔ (مشاهير علماء الامصار: ص۲۷۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ پختہ کار فقہاء میں سے ہیں۔

۶۔ امام حفص بن غیاث نخعی رحمہ اللہ م ۱۹۴ھ:

امام محمد بن خلف بن حیان المعروف بہ وکیع رحمہ اللہ م ۳۰۶ھ نے اپنی صحیح سند کے ساتھ امام حفص بن غیاث نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

كان الحجاج بن ارطاة لا يمل علينا. وكان يعقوب ابو يوسف يسأله ،فاذا قام الحجاج قال

الناس الی یعقوب،فاملی علیھم عن ظھر قلبہ۔ (اخبار القضاۃ:ص۲۶۵)

حجاج بن ارطات رحمہ اللہ (مشہور محدث) ہمیں حدیث املا نہیں کراتے تھے،لیکن امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ ان سے احادیث پوچھ لیتے تھے۔اور جب حجاج رحمہ اللہ اٹھ کر چلے جاتے تو لوگ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے (احادیث) پوچھتے تو آپ ان کو وہ احادیث زبانی لکھوا دیتے تھے۔

اس بیان میں امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام اور حفظ حدیث کی زبردست تعریف کی ہے۔

۷۔امام محمد بن صباح الجرجرائی رحمہ اللہ م ۲۴۰ھ:

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے ''کتاب الثقات'' میں امام محمد بن صباح الجرجرائی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

کان ابو یوسف رجلا صالحا وکان یسرد الصوم۔ (لسان المیزان: ج۶ص۳۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک صالح شخص تھے،اور لگاتار روزے رکھا کرتے تھے۔

۸۔امام عمرو بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ م ۲۳۲ھ:

امام علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام عمرو بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ سے بہ سند متصل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

فانہ کان صاحب سنۃ۔ (تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۵۵)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب سنت (اہل سنت) تھے۔

۹۔امام ابو احمد عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ م ۳۵۶ھ:

امام ابو احمد عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ م ۳۵۶ھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

فلا بأس بہ وبروایتہ۔ (لسان المیزان: ج۶ص۳۹۰)

آپ میں اور آپ کی احادیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۱۰۔امام احمد بن کامل القاضی رحمہ اللہ م ۳۵۰ھ:

ثقہ وصدوق امام احمد بن کامل قاضی رحمہ اللہ م ۳۵۰ھ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ولم یختلف یحیی بن معین،واحمد بن حنبل وعلی مدینی فی ثقۃ فی النقل۔

(تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۴۷،۲۴۶)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اور امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نقل حدیث میں ثقہ ہیں۔

۱۱۔امام طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد رحمہ اللہ م ۳۸۰ھ:

فی نفسہ ثقہ محدث امام طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد رحمہ اللہ م ۳۸۰ھ فرماتے ہیں:

ابو یوسف مشهور الامر، ظاهر الفضل وهو صاحب ابی حنیفة وافقه اهل عصره، ولم یتقدمه احد فی زمانه، وكان النهاية فی العلم والحكم، والرياسة والقدر....الخ۔

(تاریخ بغداد: ج۱۴ ص۲۴۸)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک نامور اور بڑی فضیلت والے شخص تھے، آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے فقیہ تھے، آپ کے زمانہ میں کوئی شخص آپ پر سبقت نہیں رکھتا تھا، اور آپ علم، دانائی، مرتبہ اور عزت کے انتہائی درجہ پر فائز تھے۔

۱۲۔امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ:

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کہ:

یکتب حدیثه وهو احب الی من الحسن اللؤلؤی۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ج۹ص۲۰۲)

ان کی حدیث لکھنے کے قابل ہے، اور وہ مجھے امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

۱۳۔امام شعیب بن اسحاق دمشقی رحمہ اللہ م ۱۸۹ھ:

ثقہ وصدوق محدث امام شعیب بن اسحاق دمشقی رحمہ اللہ نے علم حدیث میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

لابی یوسف ان یأخذ علی الائمة ولیس علی الائمة ان یأخذوا علی ابی یوسف لعلمه بالآثار۔

(الکامل: ج۸ص ۴۶۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے لیے جائز ہے کہ وہ دیگر ائمہ کا مواخذہ کریں لیکن دیگر ائمہ کو زیبا نہیں ہے کہ وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مواخذہ کریں کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ احادیث کے عالم تھے۔

۱۴۔امام اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ م ۲۶۴ھ:

امام اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو اتبع القوم للحديث. (تاريخ بغداد: ج۱۴،۲۴۹، لسان الميزان: ج٦ص ۳۹۰)
امام ابو یوسف رحمہ اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں۔

۱۵۔امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ:

حافظ المغرب امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے بہ سند متصل امام طبری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

كان ابويوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي فقيها عالما حافظا، ذكر انه كان يعرف بحفظ الحديث فيحفظ خمسين وستين حديثا ثم يقوم فيمليها على الناس، وكان كثير الحديث.

(الانتقاء: ص۱۷۳)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی رحمہ اللہ ایک فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے، اور آپ احادیث کو یاد کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے، چنانچہ کسی محدث کے پاس جاتے تو ایک ہی مجلس میں پچاس ساٹھ حدیثیں زبانی یاد کر لیتے، پھر وہاں سے اٹھ کر رہی حدیثیں دیگر لوگوں کو (زبانی) لکھوادیتے، نیز آپ کثیر الحدیث تھے۔

واضح رہے کہ اس قول کی سند میں موجود احمد بن محمد بن احمد سے مراد ثقہ وصدوق محدث امام احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن الحباب الاموی رحمہ اللہ م ۴۰۱ھ ہیں۔

۱۶۔امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ:

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وابو يوسف ثقة. (السنن الكبرى: ج۱ص ۳۴۷)

کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

۱۷۔امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ:

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''المستدرک علی الصحیحین'' میں ایک حدیث کے ذیل میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو صراحتاً ثقہ قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ج ۱ ص ۵۳۳، رقم الحدیث: ۱۳۹۵)

نیز امام موصوف نے مستدرک میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی متعدد احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک: رقم الحدیث: ۲۱۸۲، ۳۶۸۹، ۳۹۱، ۷۷۸۳)

۱۸۔حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ:

امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے مختلف الفاظ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبردست توثیق کی ہے۔ مثلاً

''تلخیص المستدرک'' میں آپ کی ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ویعقوب هو القاضی ابو یوسف: حسن الحدیث۔ (حاشیة المستدرك: ج۱ص۵۳۳)

کہ یعقوب قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ حسن الحدیث ہیں۔

نیز ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

هو الامام المجتهد العلامة المحدث۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۸ص۵۳۵)

آپ کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو انبل تلامذته واعلمهم۔ (ایضاً)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز، اور ان میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

بلغ ابو یوسف من رئاسة العلم مالا مزید علیه۔ (ایضاً)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ علم کی اس ریاست تک پہنچے ہیں کہ اس سے آگے نہیں پہنچا جا سکتا۔

علاوہ ازیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مناقب میں مستقل ایک جزء لکھا ہے، جیسا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے مناقب میں بھی مستقل جزء لکھے ہیں۔ یہ تینوں اجزاء ''مناقب ابی حنیفة وصاحبیه'' کے نام سے یکجا مطبوعہ ہیں اور قابل دید ہیں۔

۱۹۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ:

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

هو اقوى من محمد بن الحسن۔ (سوالات البرقانی للدارقطنی: ص۱۴۶، تاریخ بغداد: ج۱۴،۲۶۲)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لا یستحق محمد عندی الترك۔ (سوالات البرقانی للدارقطنی :ص۱۳۱، تاریخ بغداد: ج۱۴ص۲۶۲)

میرے نزدیک امام محمد رحمہ اللہ ترک کرنے کے مستحق نہیں ہیں (بلکہ وہ قابل قبول ہیں)۔

نیز امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''غرائب حدیث مالک'' میں امام محمد رحمہ اللہ کو ثقہ حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (نصب الرایة: ج۱ص۴۰۸)

الغرض جب امام دارقطنی رحمہ اللہ کے نزدیک امام محمد بن حسن رحمہ اللہ غیر متروک، اور ثقہ حفاظ حدیث میں سے ہیں، تو پھر

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا علم حدیث میں مقام کس قدر بلند ہوگا جو بقول امام دارقطنی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ سے بھی زیادہ مضبوط اور قوی ہیں؟۔

۲۰۔امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكان يعرف بالحفظ للحديث ،وكان يحضر المحدث فيحفظ خمسين وستين حديثا فيقوم فيمليها على الناس۔ (الطبقات الكبرى: ج،ص۲۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حفظ حدیث میں مشہور تھے، آپ جب کسی محدث کی مجلس میں حاضر ہوتے تو (ایک ہی مجلس میں) پچاس ساٹھ حدیثیں زبانی یاد کر لیتے، پھر اس مجلس سے اٹھ کر وہی حدیثیں (اپنے حافظہ سے) دیگر لوگوں کو لکھوا دیتے۔

۲۱۔امام علی بن صالح بن حیٔ رحمہ اللہ م ۱۵۴ھ:

حافظ ابوعبداللہ الصیمری رحمہ اللہ م ۴۳۶ھ نے بہ سند متصل امام حسن بن مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

وكان علي بن صالح اذا حدث عن ابي يوسف يقول حدثني فقيه الفقهاء وقاضي القضاة وسيد العلماء ابو يوسف۔(اخبار ابي حنيفة واصحابه:ص۱۰۰)

امام علی بن صالح رحمہ اللہ جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کسی حدیث کی روایت کرتے تو فرماتے: مجھ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے جو کہ فقہاء میں سے سب سے بڑے فقیہ، قاضی القضات اور علماء کے سردار ہیں۔

۲۲۔امام علی بن الجعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ:

امام علی بن الجعد رحمہ اللہ نے ایک شخص (جو غالباً امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ن) سے فرمایا کہ:

اذا اردت ان تذكر ابا يوسف فاغسل فمك باشنان وماء حار!ثم قال والله ما رأيت مثله۔ قال ابن ابي عمران: وقدرأا الثوري والحسن بن صالح ومالكا وابن ابي ذئب والليث بن سعد وشعبة بن الحجاج۔ (اخبار ابي حنيفة واصحابه للصيمري:ص۱۰۲)

جب تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا تذکرہ کرنا چاہے تو تجھے اس سے پہلے اپنے منہ کو اشنان (صابن کی طرح کی یہ ایک بوٹی ہے) اور گرم پانی سے دھولینا چاہیے پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔امام احمد بن ابی عمران رحمہ اللہ (اس قول کو نقل کرنے کے بعد) فرماتے ہیں: حالانکہ امام علی بن الجعد

رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام حسن بن صالح رحمہ اللہ، امام ابن ابی ذئب رحمہ اللہ، امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ جیسے لوگوں کو دیکھا ہوا تھا۔

۲۳۔امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ:

امام ابن شاہین رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ثقات (ثقہ راویوں) میں ذکر کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ص ۳۳۲، ت ۱۶۵۷)

بلکہ امام ابن شاہین رحمہ اللہ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ثقہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ''الثقات'' (ثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ

وابو یوسف اوثق من ابی حنیفة فی الحدیث. (ایضاً: ص۳۰۹، ت۱۵۰۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ثقہ ہیں۔

نیز امام حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ م ۴۲۷ھ نے اپنی تاریخ کے آخر میں چند رُوات سے متعلق امام ابن شاہین رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں، چنانچہ وہ ان سے ایک راوی ابان بن ابی عیاش رحمہ اللہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ممن روی عنه الثقات. ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے۔ اور پھر ان ثقات میں امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام زفر رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (تاریخ جرجان: ص ۲۶۵) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ تینوں حضرات ثقہ ہیں۔

۲۴۔امام ابو سعد عبد الکریم السمعانی رحمہ اللہ م ۵۶۲ھ:

امام سمعانی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے موثقین میں سے ہیں۔ چنانچہ اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الانساب'' میں مادہ ''البجلی'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وابو یوسف.....صاحب ابی حنیفة رحمهما الله، من اهل الکوفة، کان قاضی القضاة یروی عن یحییٰ بن سعید الانصاری، روی عنه بشر بن الولید وعامة اهل العراق وکان متقنا.

(کتاب الانساب: ج۱ص۱۹۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اہل کوفہ میں سے ہیں، آپ قاضی القضات تھے، اور آپ نے امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت حدیث کی ہے، جب کہ آپ سے امام بشر بن ولید اور اکثر اہل عراق روایت حدیث کرتے ہیں، اور آپ متقن (ایک پختہ کار محدث) تھے۔

۲۵۔امام ابویعلیٰ خلیل بن احمد خلیلی رحمہ اللہ م۴۴۶ھ:

امام خلیلی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے موثقین میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صدوق فی الحدیث۔ (الارشاد فی معرفة علماء الحدیث:ص۱۳۸)

کہ آپ روایت حدیث میں صدوق (راست باز) تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

وھو صحیح المذھب وکان شدیدا علی الجھمیة۔ (ایضاً:ص۲۲۵)

آپ صحیح المذہب اور جہمیہ (بدعتی گروہ) کے سخت مخالف تھے۔

۲۶۔امام شمس الدین احمد بن خلکان رحمہ اللہ م۶۸۱ھ:

امام ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے بارے میں دیگر ائمہ کے توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی بڑے عمدہ الفاظ میں آپ کی توثیق کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان فقیھا عالما حافظا۔(وفیات الاعیان: ج۳ص۳۸۹)

آپ فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

۲۷۔امام ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ م۷۷۴ھ:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور آپ کی توثیق میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مزنی رحمہ اللہ، امام علی بن المدینی رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ کبار کے اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مثلاً آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد کان یحضر فی مجلس حکمه العلماء علی طبقاتھم ،حتی ان احمد بن حنبل کان شابا وکان یحضر مجلسه فی اثناء الناس فیتناظرون ویتباحثون،وھو مع ذلك یحکم وینصف ایضا۔

(البدایة والنھایة :۱۷۱/۷۔۱۷۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مجلسِ حکومت (قضاء) میں ہر طبقے کے علماء حاضر ہوتے تھے، یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو اس وقت نوجوان تھے، وہ بھی آپ کی مجلس میں دیگر لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے رہتے تھے، یہ لوگ آپ سے مناظرہ اور بحث ومباحثہ کرتے لیکن اس کے باوجود آپ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرتے۔

۲۸۔امام عبدالحی بن احمد المعروف بابن العماد رحمہ اللہ م ۱۰۸۹ھ:

امام ابن العماد رحمہ اللہ نے بھی اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور آپ کی توثیق و تعریف میں متعدد ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔(شذرات الذہب: ج ۱ ص ۳۰۰)

نیز انہوں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو جید حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے اور آپ کے حفظ حدیث کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وقال غير واحد كان يحفظ في المجلس الواحد خمسين حديثا باسانيدها.

(شذرات الذهب: ج ۱ ص ۳۰۰)

کئی محدثین نے فرمایا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک ہی مجلس میں پچاس حدیثیں مع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

۲۹۔امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے حفاظِ حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی ان حفاظ حدیث کی صف میں ذکر کیا ہے، اور آپ کا تعارف: الامام، العلامۃ، اور فقیہ العراقیین کے القاب سے کرایا ہے۔

نیز آپ کی توثیق میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔(طبقات الحفاظ: ص ۱۲۷)

۳۰۔امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی رحمہ اللہ م ۷۴۴ھ:

امام ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ (امام اعظم رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ) کے مناقب میں ایک کتاب ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' کے نام سے لکھی ہے۔اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تذکرے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو آپ کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

والقاضي الامام العلامة ، فقيه العراقيين ،ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري الكوفي....الخ.(مناقب الائمة الاربعة: ص۶۰)

نیز امام موصوف نے اپنی کتاب ''طبقات علماء الحدیث'' میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا شاندار ترجمہ کیا ہے اور آپ کے علمی مقام کی بڑی تعریف کی ہے۔(طبقات علماء الحدیث: ۱/ ۴۲۲، ۴۲۳)

واضح رہے کہ امام موصوف کی یہ کتاب ان کے تصریح کی مطابق: ان حفاظ حدیث کے تذکرے پر مشتمل ہے کہ جن کے حالات سے ناآشنائی کسی بھی طالب حدیث کے لیے مناسب نہیں ہے۔(ایضاً: ۱/ ۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا شمار اُن عظیم حفاظ حدیث میں ہوتا ہے کہ جن کے مقام سے آگاہی حدیث

کے ہر طالب علم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

۳۱۔امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقی المعروف بہ ''ابن ناصرالدین'' م ۸۴۲ھ:

امام ابن ناصرالدین رحمہ اللہ نے علوم حدیث میں کئی شاندار کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک ''بدیعۃ البیان عن موت الاعیان'' بھی ہے۔اس کتاب میں انہوں نے جلیل المرتبت حفاظ حدیث کے ناموں کو نظم کیا ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس کتاب کے شروع میں تصریح کی ہے۔(بدیعۃ البیان:ص ۵)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن ناصرالدین رحمہ اللہ جیسے محدثِ کبیر کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک جلیل المرتبت حافظ الحدیث ہیں۔

۳۲۔امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ م ۹۴۲ھ:

جلیل القدر ثقہ وصدوق محدث وفقیہ امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں ایک بڑی محققانہ کتاب ''عقود الجمان فی سیرۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ'' تصنیف کی ہے۔

اس کتاب میں وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں ارقام فرماتے ہیں:

ان الثقات الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفة لم ینقلوا عنه شیئا من ذلك كالامام ابی یوسف والامام محمد بن الحسن فیما جمعاه من حدیثه۔(عقود الجمان:ص ۶۲)

بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے جو ثقہ امام ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ہیں،انہوں نے آپ کی احادیث کے جو مجموعے جمع کیے ہیں ان میں انہوں نے آپ سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی ہے۔

اس بیان میں امام صالحی دمشقی رحمہ اللہ صراحتاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کو ثقہ ائمہ میں شمار کیا ہے۔

۳۳۔امام ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ:

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اخبار الحفاظ'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امت مسلمہ کی اُن سو بے مثال شخصیات میں شمار کیا ہے کہ جن کی قوت حافظہ ضرب المثل تھی۔(تانیب الخطیب:ص ۱۷۵)

نیز انہوں نے اپنی کتاب ''اخبار الاذکیاء'' میں آپ کو امت مسلمہ کے ان علماء اور فقہاء میں شمار کیا ہے جو اپنی ذہانت وذکاوت میں مشہور تھے،اور موصوف نے آپ کی ذکاوت وذہانت کے متعدد واقعات بھی نقل کیے ہیں۔(اخبار الاذکیاء: ص ۷۷،۷۸)

۳۴۔امام جمال الدین ابوالمحاسن ابن تغری بردی رحمہ اللہ م ۸۷۴ھ:

امام ابن تغری بردی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، اور انہوں نے آپ کی بہت تعریف کی ہے، اور آپ کے ترجمے کا آغاز: شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ کے عظیم القاب سے کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے مقدم اور متعدد علوم میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں۔(النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ: ۲/ ۱۳۷، ۱۳۸)

۳۵۔امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ:

امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مناقب میں مستقل ایک جزء لکھا ہے جو ان کی کتاب ''الانتقاء'' کا حصہ ہے۔ اس میں انہوں نے خود بھی آپ کی تعریف کی ہے اور دیگر متعدد ائمہ حدیث (امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، اور امام طبری رحمہ اللہ وغیرہ) سے بھی آپ کی توثیق و تعریف نقل کی ہے۔(الانتقاء: ص ۱۷۲، ۱۷۳)

۳۶۔امام عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ رحمہ اللہ م ۲۷۶ھ:

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''المعارف'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وکان صاحب حدیث حافظا۔(شذرات الذھب: ۱/۳۰۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب حدیث (محدث) اور حافظ الحدیث تھے۔

۳۷۔امام ابن ندیم رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ:

مشہور، جلیل المرتبت مؤرخ امام ابن ندیم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''الفہرست'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

کان حافظا للحدیث۔(کتاب الفھرست: ص ۲۵۶)

آپ حدیث کے حافظ تھے۔

۳۸۔امام عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ م ۵۴۸ھ:

امام عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ، اور آپ کے استاذ مکرم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ وغیرہ کو ان ائمہ اہل سنت میں شمار کیا ہے جن پر لوگوں نے عقیدہ ارجاء کا بے بنیاد الزام لگایا ہے، اور پھر انہوں نے ان حضرات کے عقیدہ کی خوب اچھی طرح سے وضاحت کی ہے۔ نیز ان سب حضرات کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

وھؤلاء کلھم ائمۃ الحدیث۔(الملل والنحل: ۱/۱۱۶)

یہ سب کے سب حدیث کے امام ہیں۔

۳۹۔امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ کے تعارف میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو یوسف اعلمهم بالحديث. (مجموع الفتاوی: ۱۹/۱۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان سب میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

وفی الائمة من هو امام مع هؤلاء وهؤلاء مشارك اللطائفتين وان كان بأحد الصنفين اجلد. واكثر ائمة الحديث والفقه كمالك والشافعي واحمد واسحاق بن راهويه وابی عبيده وكذالك الاوزاعي والثوری والليث هؤلاء، وكذلك لابی يوسف صاحب ابی حنيفة ولابی حنيفة ايضا ماله من ذالك. (تلخيص كتاب الاستغاثة: ص۱۳،۱۴ بحواله ابن ماجه اورعلم حديث: ص۸۷)

اور ائمہ میں سے ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں کہ جو محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی، اور دونوں جماعتوں میں شامل ہیں گو ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔ اور حدیث وفقہ کے اکثر امام جیسے مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور اسی طرح ابو یوسفؒ صاحب ابی حنیفہؒ اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی وہی مرتبہ ہے ہے کہ جو ان کے شایان شان ہے۔

اس بیان میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صاف تسلیم کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے استاذ مکرم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح حدیث اور فقہ دونوں کے جامع ہیں اور ان دونوں میں درجہ امامت رکھتے ہیں۔

۴۰۔امام شمس الدین ابن القیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بھی اپنے استاذ محترم حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما طريقة الصحابة والتابعين وائمة الحديث كالشافعي والامام احمد ومالك وابی حنيفة وابی يوسف والبخاری واسحاق فعكس هذه الطريق. (اعلام الموقعين: ص۴۰۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ

اللہ کا طریقہ ان لوگوں کے طریقے کے برعکس تھا۔

اس بیان میں امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور آپ کے استاذ مکرم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ جیسے نامور ائمہ حدیث کی صف میں ذکر کر کے ان کی ''امامت فی الحدیث'' کی کھلے لفظوں میں توثیق کر دی ہے۔

۴۱۔امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ:

ثقہ بالاجماع امام وناقد حافظ زیلعی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ امام ابن القطان رحمہ اللہ نے جب امام ابو یوسف کو مجہول کہا تو حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے اس پر ان کا رد کرتے ہوئے لکھا:

وفیہ شیء،فقد وثقہ ابن حبان وغیرہ۔(نصب الرایۃ: ج۲ص۳۵۸)

ان کی بات میں خرابی ہے، کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امام ابن حبان رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں، اور آپ کو مجہول قرار دینا غلط ہے۔

۴۲۔امام نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ:

امام ہیثمی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، چنانچہ وہ ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط واسنادہ حسن۔(مجمع الزوائد: ۳/۳۵)

اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''المعجم الکبیر'' اور ''المعجم الاوسط'' میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی سند حسن ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ جس حدیث کو حسن قرار دے رہے ہیں وہ حدیث ''المعجم الکبیر'' وغیرہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے۔(المعجم الکبیر: ۱۳/ ۱۲۰)

۴۳۔امام حسین بن عبدالرحمان علوی المعروف بہ ابن الاہدل رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ:

امام ابن الاہدل رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے علمی مقام کی بڑی تعریف کی ہے، اور آپ کے بارے میں یہ اقرار بھی کیا ہے کہ:

واکثر العلماء علی تفضیلہ وتعظیمہ۔(شذرات الذہب: ۱/۲۹۹)

اکثر علماء امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی فضیلت اور عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

۴۴۔امام محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ:

امام محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

ممن اجمع اھل العلم علی عدالتھم وفضلھم ونبلھم مثل الامام علی بن موسی الرضی والقاضی ابی یوسف رحمھما اللہ تعالی۔(الروض الباسم: ۲/۴۱۱)

وہ حضرات جن کی عدالت،فضیلت اور بزرگی پر تمام اہل کا اجماع ہے،ان میں سے امام علی بن موسی رضا رحمہ اللہ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ بھی ہیں۔

نیز امام موصوف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ آپ ''جبالِ علم'' میں سے ہیں۔(الروض الباسم:۱/۳۱۱)

۴۵۔امام عبدالرحمان بن محمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ ۹۲۸ھ:

امام عبدالرحمان بن محمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ اکثر اہل علم امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی فضیلت وعظمتِ شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

نیز وہ آپ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہیں اور آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کرتے ہیں کہ:

وکان فقیھا عالما ،حافظا۔(التاریخ المعتبر: ۲/۳۵۴،۳۵۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فقیہ،عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

وکان مشھور الفضل وافقہ اھل عصرہ،ولم یتقدمہ احد فی زمانہ،وکان نھایۃ فی العلم والحلم والریاسۃ والقدر۔(ایضاً)

آپ فضیلت کے ساتھ مشہور اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔اور آپ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی آپ پر فوقیت نہیں رکھتا تھا،نیز آپ علم،حلم،ریاست اور قدرومنزلت میں انتہائی بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

۴۶۔امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزی رحمہ اللہ م ۱۱۶۷ھ:

امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں:

الامام الحبر،البحر،الفقیہ،الحافظ،قاضی القضات.....صاحب ابی حنیفۃ وخلیفتہ فی حلقتہ من بعدہ۔(دیوان الاسلام: ۴/۴۰۱)

واضح رہے کہ اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی سارے حضرات نے امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ چند اقوال حاضر ہیں۔

☆ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف محدثین کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔(واضح البیان فی تفسیر ام القرآن:ص ۱۰۵،۱۰۶)

نیز لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسا کہ فقہاء کے نزدیک علم وحفظ میں پختہ ہیں،ویسے ہی محدثین کے نزدیک بھی معتبر ہیں۔(ایضاً)

☆مشہور غیر مقلد عطاء اللہ حنیف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ائمہ سلف اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قابل شاگردوں میں گردانتے ہیں۔(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ:ص ۳۲۸)

نیز موصوف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فرواۃ هذا كلهم ثقاة. (ایضاً)

اس روایت کے سارے راوی (بشمول امام ابو یوسف رحمہ اللہ) ثقہ ہیں۔

☆عبدالقادر سندھی نے تصریح کی ہے کہ:

ابو یوسف امام،ثقہ،عادل،قاضی انصاری ہیں۔(مسئلہ رفع الیدین مترجم:ص ۱۰۵)

☆جمال الدین قاسمی دمشقی نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وهما البحران الزاخران،وآثارهما تشهد بسعة علمهما وتبحرهما،بل يتقدمهما على كثير من الحفاظ وناهيك "كتاب الخراج" لابي يوسف وموطا الامام محمد.(الجرح والتعديل:ص۳۱)

یہ دونوں علم کے موجزن سمندر تھے،اور ان کے آثار (روایات) ان کی وسعت علم،اور ان کے تبحر علمی پر گواہ ہیں،بلکہ اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ یہ دونوں حضرات اکثر حفاظ پر تفوق رکھتے ہیں،تجھے (ان کے علمی پایہ کو جاننے کے لیے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ''کتاب الخراج'' اور امام محمد رحمہ اللہ کی ''مؤطا'' ہی کافی ہیں۔

☆احمد شاکر نے ''کتاب الخراج'' سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

اسناده صحيح غاية في الصحة. فان ابا يوسف من ثقات ائمة المسلمين في الحديث.(حاشيه كتاب الخراج ليحي بن آدم : ص۸۵،۸۴بحواله الامام محمد بن الحسن الشيباني نابغة الفقه الاسلامي: ص۱۸۸ للدكتور على احمد الندوى)

اس حدیث کی سند انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے،کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان ائمہ مسلمین میں سے ہیں جو حدیث میں ثقہ ہیں۔

☆ ناصر الدین البانی نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت کی سند کو جید قرار دیا ہے، اور آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

فوثقه جماعة وضعفه آخرون ولم يتبين ضعفه۔ (ارواء الغليل: ۵/۲۷۳)

آپ کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے، اور کچھ لوگوں نے (تعصب سے کام لیتے ہوئے۔ن) آپ کو ضعیف کہا ہے لیکن میرے نزدیک آپ کو ضعیف کہنے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ یعنی آپ کی توثیق ہی راجح ہے۔

☆ ارشاد الحق اثری نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ کو ثقہ راویوں میں سے قرار دیا ہے۔ (تنقیح الکلام: ص ۲۷۰، ۲۷۱)

☆ محمد اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

ائمہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن جریر طبری، ابوعبدالرحمن اوزاعی، ابو یوسف، محمد، یہ سب اہلحدیث کے مجتہد ہیں۔ (تحریک آزادی فکر: ص ۴۹۰)

اس بیان میں محمد اسماعیل سلفی صاحب نے صاف تسلیم کرلیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور آپ کے ساتھی امام محمد بن حسن رحمہ اللہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح حدیث میں درجہ امامت رکھتے ہیں، اور اہل حدیث (محدثین) کے مجتہدین میں سے ہیں۔

☆ عزیز شمس صاحب نے لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔ (اللمحات: ج ا ص ۲۸)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ثقاہت اور فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں بہت بلند مقام تھا، آگے ہم اس سلسلے میں اقوال ذکر کریں گے جن سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک روایتِ حدیث میں نہایت ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں، لیکن ان اقوال کے ذکر کرنے سے پہلے ہم فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول ذہن نشین کروانا چاہتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ، امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ، امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ اور امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ جیسی شخصیات کی ... میں مقبول ہے اور ان جیسے لوگ کسی کی توثیق کے محتاج ہی نہیں ہیں۔

''فن جرح وتعدیل'' میں اُس شخص کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث ہوا کرتی ہے جو یا تو مجہول ہو، یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت وثقاہت اور امانت مشہور ومعروف ہے، اور اہل علم میں اس کی توصیف وتعریف بکثرت کی گئی

ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے اصول حدیث سے متعلق اپنی تصنیف "الکفایۃ" میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے، باب فی المحدث المشهور بالعدالة والثقة والامانة لا يحتاج الى تزكية المعدل۔ (یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے)۔ پھر امام بغدادی رحمہ اللہ اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنوانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

ومن جرای مجراهم فی نباهة الذكر واستقامة الامر، والاشتهار بالصدق والبصيرة والفهم لا يسأل عن عدالتهم، وانما يسأل عن عدالة من كان فی عداد المجهولين، او اشكل امره على الطالبين۔ (الكفاية فی علم الرواية: ص۸۶،۸۷)

اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور درستگی معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم وفراست میں شہرت رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا، کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبانِ حدیث پر مشتبہ ہو۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ م ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

عدالة الراوی تارة تثبت بتنصيص المعدلين على عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنی فيه بذالك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصا۔

(مقدمة ابن الصلاح مع شرحه التقييد والايضاح: ص۱۳۷)

راوی کی عدالت کبھی ائمہ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرتِ عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے، لہٰذا جس شخص کی عدالت ناقلینِ حدیث یا دیگر اہلِ علم میں مشہور ہو اور اس کی ثقاہت وعدالت عام وشائع ہو تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت تصریح کی ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں:

مذکورہ بالا اصول کے پیشِ نظر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کسی محدث کی توثیق وتعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کی عدالت، امانت داری، علمی برتری

اور تقویٰ وطہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے بلکہ تواتر سے ثابت ہے۔
امام حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته۔ (الروض الباسم: ج۱ص۳۰۸)

بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت، عدالت، پرہیزگاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔
نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر علمه وفضله واجمع عليه۔ (ایضاً: ج۱ص۳۱۵)

آپ کے علم وفضل وکمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔
شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ:

آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا وبیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبانِ زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہلِ شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ تھے۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸، ۲۹)

امام ابوحنیفہؒ کی روایت کو آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے:

اب جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ کی عدالت وثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماع امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں دورِ حاضر کے بعض جدید محققین کا آپ کی عدالت وثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ کی روایت کو قبول کرنے میں پس وپیش کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصولِ حدیث کی رُو سے ضروری ہے کہ آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر آپ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ امام ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ م ۴۷۶ھ راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وجملته ان الراوی لا يخلو ما ان يكون معلوم العدالة، او معلوم الفسق او مجهول الحال. فان كانت عدالته معلومة كالصحابة رضی الله عنهم، او افاضل التابعين كالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، او اجلاء الائمة كمالك وسفيان وابی حنيفة والشافعی واحمد واسحاق ومن يجری مجراهم، وجب قبول خبره ولم يجب البحث عن عدالته۔ (اللمع فی اصول الفقه: ص۷۷)

راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے، یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجہول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً حسن بصری رحمہ

اللہ، عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، عامر شعبی رحمہ اللہ، اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہیں، یا جیسے اجلّہ ائمہ مثلاً مالک رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جعیری رحمہ اللہ م ۷۳۲ھ نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ویثبت بالنص......والاستفاضۃ کالاربعۃ.(رسوم التحدیث فی علوم الحدیث: ص۱۰۰)

راوی کی عدالت (کسی محدث وامام کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے، اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ) ہیں۔

ان دو اقتباسات سے واضح ہوگیا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق وتعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدالت وثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کرسکتی:

سابقہ اصول کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ متبوعین کی عدالت وثقاہت مہر نیمروز کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا متقدا بنا دیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء وتقلید پر جمع کردیا ہے۔ امت مسلمہ (جس میں بڑے بڑے جبالِ علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتمادٰ ان کی عدالت وثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل وتوثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح وقدح ان کی عدالت وثقاہت کو کچھ متاثر کرسکتی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان رُواتِ حدیث کے زمرے میں سے قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے "قد قفزوا القنطرۃ" کہ یہ لوگ پل پار کرچکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کرچکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ م ۹۰۲ھ نے اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ سے امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وفی الجملة ترك الخوض فی مثل هذا اولی، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار یؤثر فی احد منهم قول احد، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله الیها من کونهم متبوعین مقتدی بهم، فلیعتمد هذا۔ (الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر: ۲/۱۴۷ للسخاوی، حاشیه بغیة الراغب المتمنی فی ختم النسائی: ص۶۲ للسخاوی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل عبور کر چکے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنادیا ہے، لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعی رحمہ اللہ م ۷۶۱ھ نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، چنانچہ موصوف امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

واما الکلام فی الامام ابی حنیفة، فهو مما یتعین الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، کما لا یلتفت الی ما قیل فی غیره من الائمة الکبار، لان ذلك کان من اقران لهم معاصرین، ثم ان ما صنعه الله تعالی لهم من العظمة فی قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة، وجمع القلوب علی تقلیدهم دافع لجمیع ما قیل فیهم، مع ما لهم من الفضائل الباهرة والمناقب الکثیرة رحمة الله علیهم۔ والیفکر العاقل فی نفسه ان خلقا کثیرا من الائمة المتقدمین کانوا مجتهدین، ووضعوا فی العلم عدة تصانیف، ولم یجعل الله لاحد منهم ما جعل لهذه الائمة الاربعة رضی الله عنهم من العظمة فی القلوب، والاتفاق علی تقلیدهم، والرجوع الیهم، فهذه ولایة من الله تعالی لا یتطرق الیها عزل ولا تنخدش بما یری من الاقوال التی لا تجزی شیئا، فهذا هو الذی یتعین اعتباره شرعا۔ (فتاوی العلائی: ص۲۴۶، ۲۴۵)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کبار کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے، اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان کے اقران ومعاصرینسے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھادی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دفع کر دیتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور وفکر کرے کہ (ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین گزرے ہیں جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں

نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہؒ کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین کو نصیب نہیں ہوسکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ائمہ اربعہ کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آسکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟) پس یہی بات شرعی طور پر متعین ہے۔

نامور غیر مقلد محمد اسماعیل سلفی بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (مقالات حدیث: ص ۵۲۵)

الغرض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عدالت وثقاہت کے اس عظیم مقام پر فائز ہیں ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو آپ کو کسی کی تعدیل وتوثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ کے اس مقام کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی بابت ائمہؒ کے توثیقی اقوال:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق وتعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزرا ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی روایت کو بلا چوں وچرا قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ کے ناقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ ائمہؒ کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جم غفیر نے روایت حدیث میں آپ کو صراحتاً ثقہ وقابل اعتماد قرار دیا ہے۔ سب ائمہؒ کے اقوال کا احاطہ تو یہاں مشکل ہے، البتہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بعض حضرات کے اقوال حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے بڑی تعداد میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں توثیقی کلمات منقول ہیں، جن میں سے چند اقوال باحوالہ حاضر خدمت ہیں۔

(۱) علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ احمد بن ابراہیم الدورقی رحمہ اللہ م ۲۶۴ھ سے نقل کیا ہے کہ:

سئل يحيىٰ بن معين وانا اسمع عن ابي حنيفة فقال ثقة ما سمعت احدا ضعفه. (الانتقاء: ص۱۲۷)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا، امام ابو

حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور میں نے کسی سے ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام ابن معین رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد حافظ عباس بن محمد دوری رحمہ اللہ م ۱۷۲ھ سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت يحيىٰ بن معين يقول اصحابنا يفطرون في ابي حنيفة واصحابه فقيل له اكان ابو حنيفة يكذب فقال كان انبل من ذالك۔ (جامع بيان العلم وفضله۔ (ج۲ص۱۴۸)

میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ساتھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں۔ان سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جھوٹ بولتے تھے؟انہوں نے فرمایا،وہ تو اس سے بہت زیادہ معزز تھے (پھر وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں)۔

(۳) ثقہ محدث امام ابوعبداللہ صیمری رحمہ اللہ م ۴۳۶ھ نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ علی بن حبان رحمہ اللہ سے امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما ابو حنيفة فقد حدث عنه قوم صالحون ,واما ابو يوسف فلم يكن من اهل الكذب ,كان صدوقا . فقيل له : فابو حنيفة كان يصدق في الحديث ؟ قال : نعم , صدوق۔(اخبار ابي حنيفة واصحابه : ص۸۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صالح لوگوں نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اہل کذب میں سے نہیں تھے، بلکہ صدوق (انتہائی راست باز) تھے۔ان سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں صدوق تھے؟فرمایا،ہاں،وہ حدیث میں صدوق تھے۔

(۴) امام ابن معین رحمہ اللہ کے ایک اور شاگرد حافظ احمد بن محمد بن قاسم محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت يحيىٰ بن معين يقول كان ابو حنيفة لا بأس به وكان لا يكذب وسمعت يحيىٰ يقول مرة اخرى: ابو حنيفة عندنا من اهل الصدق ولم يتهم بالكذب, ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فابىٰ ان يكون قاضيا ۔(معرفة الرجال لابن معين ,رواية ابن محرز : ص۱۱۴،۱۱۵،ت :۲۳۰,تاريخ بغداد: ج۱۳ص۴۲۱)

میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں کوئی خرابی نہیں تھی اور آپ کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔اسی طرح میں نے امام یحییٰ رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہمارے نزدیک اہلِ صدق میں سے ہیں اور آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب بھی کیا،لیکن آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

۲۔امام علی بن المدینی رحمہ اللہ م ۲۳۴ھ:

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وهشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام وهو ثقة لا بأس به۔(جامع بیان العلم وفضله: ج۲ص۱۴۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ،عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ،حماد بن زید رحمہ اللہ،ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ،وکیع بن جراح رحمہ اللہ اور عباد بن زبیر رحمہ اللہ جیسے ائمہ نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۔امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ م ۱۶۰ھ:

امام شعبہ رحمہ اللہ کے شاگرد شبابہ بن سوار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ:

كان شعبة حسن الرائی فی ابی حنیفة۔۔۔۔۔الخ۔(جامع بیان العلم وفضله: ج۲ص۱۴۹،فضائل ابی حنیفة: ص۱۳۸،عقود الجمان: ص۲۰۳)

امام شعبہ رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔

نیز امام شعبہ رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت حدیث بھی کی ہے،اور امام شعبہ رحمہ اللہ کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنا بھی غیر مقلد علماء کے نزدیک ایک مستقل دلیل ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث میں ثقہ ہیں۔کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امام شعبہ رحمہ اللہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔

چنانچہ عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

شیخ احمد شاکر (مشہور غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ محمد بن مہران سے شعبہ نے بھی روایت لی ہے اور وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں۔(القول المقبول:ص۳۸۶)

۴۔امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اور حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے سند متصل کے ساتھ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ م ۱۸۱ھ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

سمعت سفیان الثوری یقول کان ابو حنیفة شدید الاخذ للعلم ذاباعن حرم لله ان تستحل یأخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله ﷺ وبما ادرك علیه علماء الکوفة ثم شنع علیه قوم یغفر الله لنا ولهم۔(الانتقاء: ص۱۴۲،فضائل ابی

حنيفة: ص۹۹)

میں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حُدُودُاللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔آپ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو، اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پر آپ نے علمائے کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔لیکن پھر بھی لوگوں نے آپ پر (بلاوجہ) تنقید کی ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن لوگوں کی مغفرت فرمائے۔

نیز قاضی ابوالقاسم بن کاس رحمہ اللہ م ۳۲۴ھ اپنی سند کے ساتھ امام ثوری رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد بن مہاجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

سمعت سفيان الثوري يقول ان الذي يخالف ابا حنيفة يحتاج ان يكون اعلى منه قدرا او اوفر علما، وبعيد ما يوجد ذلك. (عقود الجمان: ص۱۹۰)

میں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ سے اونچے درجے کا ہو اور آپ سے زیادہ علم والا ہو، لیکن کسی میں اس خوبی کا پایا جانا بعید ہے۔

مزید برآں عبدالرحمن مبارکپوری صاحب غیر مقلد اور ان کے شاگرد نذیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

حفاظ حدیث میں سے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، ابن المدینی رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق کی ہے۔(تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۱۴۵، انوار المصابیح: ص ۱۴۶)

۵۔امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ م ۱۸۱ھ:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں کہ امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں بہت سی روایات مروی ہیں۔(الانتقاء: ص ۱۳۳) ان روایات کثیرہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے سند متصل کے ساتھ امام ابن المبارک رحمہ اللہ کے شاگرد امام احمد بن محمد السراج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابن المبارک رحمہ اللہ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر تنقید کی تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

اسكت والله لو رأيت ابا حنيفة لرأيت عقلا ونبلا. (الانتقاء: ص۱۳۳)

خاموش ہوجا۔اللہ کی قسم!اگرتو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھ لیتا تو یقیناً آپ کو ایک عقل مند اور اونچے درجے کے شخص پاتا۔
امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ایها الناس ما اسوأ ادبکم ، وما اجهلکم بالائمة وما اقل معرفتکم بالعلم واهله. لیس احد ان یقتدی به من ابی حنیفة ، لانه کان اماما تقیا نقیا ورعا عالما فقیها. کشف العلم کشفا لم یکشفه احد ببصر وفهم وفطنة وتقی. (عقود الجمان: ص۱۸۹)

اے لوگو!تم کتنے بے ادب ہو؟ائمہ کے مقام سے کس قدر ناواقف ہو؟اور علم واہلِ علم کی کتنی معرفت کم معرفت رکھتے ہو؟ کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ اقتداء کے لائق نہیں ہے،اس لیے کہ وہ امام تھے،متقی تھے نقی تھے، پرہیزگار تھے،عالم اور فقیہ تھے۔انہوں نے علم کو بصیرت،سمجھ داری،فطانت اور تقویٰ سے ایسے کھول کر بیان کیا کہ اس طرح کوئی نہیں کرسکا۔

۶۔امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ م ۱۹۷ھ:

امام حارثی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام وکیع رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ.

(مناقب ابی حنیفة للمکی: ص۱۷۲)

جو احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پائی گئی ہے،ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔
امام وکیع رحمہ اللہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو فرماتے:

حدثنا ابو حنیفة وکان ورعا عالما. (ایضاً: ص۱۰۹)

ہم سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی،اور آپ پرہیزگار اور عالم تھے۔
امام حارثی رحمہ اللہ م ۳۴۰ھ نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ سے نقل کیا ہے کہ:

کان وکیع جید الرائی فی ابی حنیفة وکان یصفه بالورع وصحة الدین. (ایضاً: ص۶۲)

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو پرہیزگاری اورصحتِ دین کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔

نیز امام نسفی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام احمد بن محمد بغدادی رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

عدل ثقة ما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووکیع. (مناقب ابی حنیفة للکردری: ص۱۰۱)

آپ سراپا عدل اور ثقہ ہیں،تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور امام

وکیع بن جراح رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۷۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ م ۱۹۸ھ:

حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے مشہور محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمہ اللہ م ۲۴۵ھ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیے تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

مه: كان ابو حنيفة اكثر الناس صلاة، واعظمهم امانة، واحسنهم مروءة. (فضائل ابي حنيفة :ص۴۸، مناقب ابي حنيفة وصاحبيه: ص۱۰)

اس سے باز آجا! امام ابوحنیفہ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے، سب سے بڑے امانتدار اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ سند متصل کے ساتھ اام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ م ۲۴۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سمعت سفيان بن عيينة يقول كان ابو حنيفة له مروءة و كثرة صلاة. (الانتقاء: ص۱۳۰)

میں نے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اچھے اخلاق اور کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔

۸۔امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ م ۱۹۸ھ:

امام ابراہیم بن جنید رحمہ اللہ م ۲۶۰ھ نے اپنے استاذ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (☐ جو امام قطان رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت يحيىٰ بن سعيد يقول انا لا اكذب الله، ربما بلغنا الشيء من قول ابي حنيفة نستحسنه، فنأخذ به. (سوالات ابن الجنيد لابن معين: ص۴۲۴)

میں نے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا، ہم (محدثین) کو بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی قول مل جاتا ہے تو ہم اس کو اچھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

نیز محدث امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ م ۳۳۵ھ اور محدث امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ م ۹۴۲ھ وغیرہ نے امام قطان رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ (فضائل ابی حنیفۃ :ص ۱۹۴، عقود الجمان: ص ۱۵۵) مشہور غیر مقلد ابویحییٰ محمد شاہجہاں پوری حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور چونکہ امام صاحب اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور وکیع بن جراح اور یحییٰ بن سعید کے طبقہ سے متقدم تھے، لہٰذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اس پر فتویٰ دیا۔ خصوصاً جبکہ ان کو امام صاحب سے کچھ علاقہ تلمذ کا بھی تھا۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد: ص ۱۷۴، ۱۷۵)

اور عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کے نزدیک امام قطان رحمہ اللہ صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بحوالہ امام عجلی لکھتے ہیں:

كان نقي الحديث لا يحدث الا عن ثقة. (مقدمه تحفة الاحوذی: ص۲۲۷)

امام یحییٰ قطان رحمہ اللہ حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی حدیث روایت کرتے تھے۔

الغرض امام قطان رحمہ اللہ کا امام صاحب رحمہ اللہ سے احادیث کی سماعت اور روایت کرنا بھی مبارکپوری صاحب کے بقول اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ امام قطان رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۹۔ شیخ الاسلام امام ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ م ۱۸۲ھ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكان هو ابصر الحديث الصحيح مني. (تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۴۰، اخبار ابی حنیفة واصحابه: ص۲۵)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔

ابوعبداللہ صیمری رحمہ اللہ م ۴۳۶ھ نے بہ سند متصل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

من جعله بينه وبين الله تعالىٰ فقد استبرء لدينه. (اخبار ابی حنیفة واصحابه: ص۸۳)

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنالے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ امام حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ م ۱۶۷ھ:

ثقہ امام حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ م ۳۳۵ھ اور حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے سند متصل کے ساتھ امام حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

كان النعمان بن ثابت فهما، عالما، مثبتا في علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله لم يعده الى غيره. (فضائل ابی حنیفة: ص۸۶، الانتقاء: ص۱۲۸)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ عقلمند، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

۱۱۔امام دارالہجرت امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ م ۱۷۹ھ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تشریف لاتے تو امام مالک رحمہ اللہ آپ کی نہایت تعظیم وتوقیر بجالاتے اور آپ کے علم کی بہت تعریف کرتے۔

چنانچہ امام ابوعبداللہ صیمری رحمہ اللہ م ۴۳۶ھ نے امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، جن کو انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔جب وہ تشریف لے گئے تو اپنے طلبہ سے فرمایا،تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟ طلبہ نے کہا ،نہیں۔فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ عراقی تھے۔اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا۔ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔

اس کے بعد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تشریف لائے تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔جب وہ چلے گئے تو فرمایا۔یہ امام سفیان ثوری تھے۔اور پھر ان کے فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ:ص ۸۱)

اسی طرح قاضی ابوالقاسم بن کأس رحمہ اللہ م ۳۲۴ھ اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے امام شافعی رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے عثمان بتی کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! درمیانے درجے کے عالم تھے۔ میں نے پوچھا، آپ نے ابن شبرمہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! فصیح اور عالم تھے۔میں نے پوچھا، آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا:

سبحان اللہ! لم ار مثلہ ،تاللہ لو قال ابو حنیفۃ ان الاسطوانۃ من ذھب ،لا قام الدلیل القیاسی علی صحۃ قولہ۔(عقود الجمان: ص۱۸۶،الانتقاء: ص۱۴۷،۱۴۶)

سبحان اللہ! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔اللہ کی قسم! اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ضرور اپنی اس بات کو کسی دلیل قیاسی سے صحیح ثابت کردیتے۔

۱۲۔امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ:

امام شافعی رحمہ اللہ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف تھے اور تمام لوگوں کو فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محتاج قرار دیتے تھے۔چنانچہ امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ م ۳۳۵ھ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ وغیرہ محدثین نے بہ سند ان سے نقل کیا ہے کہ:

الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه۔(فضائل ابی حنیفة : ص۸۷،تاریخ بغداد: ج۳ ص۳۴۵،
الانتقاء:ص۱۳۶)
تمام لوگ فقہ میں اامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں۔
نیز فرماتے ہیں:
من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة ویقول کان ابو حنیفة ممن وفق له الفقه۔
(تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۴۶)
جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محتاج ہے۔اور فرمایا،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ کی توفیق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دی گئی تھی۔
امام صیمری رحمہ اللہ نے بہ سند متصل امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:
قول ابی حنیفة اعظم من ان یدفع بالهوینا ۔(اخبار ابی حنیفة واصحابه: ص۸۷)
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بہت عظیم المرتبت ہے،اس کو ہم اپنی خواہشات سے رَد نہیں کر سکتے۔
نیز امام صیمری رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:
من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی الفقه۔ (ایضاً)
جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہو سکے گا۔
شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:
ہم بھی امام صاحب (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔اور نہ ہی امام شافعی رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے ہیں۔اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا،کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے۔(ماہنامہ الاعتصام،لاہور،۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء،ص۲۸)
اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ اپنے اشعار کے ذریعے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی مدح سرائی کرتے ہیں۔چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

لقد زان البلاد ومن علیها ... امام المسلمین ابو حنیفة
باحکام وآثار وفقه ... کآیات الزبور علی الصحیفة
فما بالمشرقین له نظیر ... ولا بالمغربین ولا بکوفة
فرحمة ربنا ابدا علیه ... مدی الایام ما قرئت صحیفه

(دیوان الامام الشافعی: ص۰۰)

تمام شہروں اوران پر بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے امام، امام ابوحنیفہ نے زینت بخشی ہے۔
احکام شرعیہ، احادیث نبویہ اور فقہ کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اوراق پر سجی ہوئی ہیں۔
آپ کی نظیر نہ مشرقی شہروں میں ہے، نہ مغربی شہروں میں اور نہ ہی کوفہ میں ہے۔
آپ پر ہمارے رب کی رحمتیں سدا بہار برستی رہیں، اور جب تک کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے۔

۱۴۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح حکومتِ وقت کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سلطانِ جابر کی بات نہ ماننے کی پاداش میں کوڑوں سے زدوکوب کیے گئے، ایسے ہی امام احمد رحمہ اللہ کو بھی فتنہ خلق قرآن کے وقت حق بات کہنے کی وجہ سے کوڑوں سے اپنا جسم لہولہان کرانا پڑا۔ جب آپ کو فتنہ خلق قرآن میں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا تو اس وقت آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سزا کو یاد کر کے اپنے غموں کو ہلکا کرتے تھے اور آپ کے لیے دعائے رحمت مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلك بکی و ترحم علی ابی حنیفة، وذلك بعد ان ضرب احمد.

(تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۲۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سزا کو یاد کرتے تو رو پڑتے اور ان کے لیے دعائے رحمت کرتے۔

یہ امام احمد رحمہ اللہ کے کوڑوں سے زدوکوب ہونے کے بعد کی بات ہے۔
امام ابوبکر مروزی رحمہ اللہ م ۲۹۲ھ کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لم یصح عندنا ان ابا حنیفة رحمه الله قال القرآن مخلوق.

ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔
میں نے کہا، اے ابوعبداللہ! (امام احمد رحمہ اللہ کی کنیت) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو علم کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس پر فرمایا:

سبحان الله هو من العلم الورع والزهد وایثار دار الآخرة بمحل لا یدرکه فیه احد، ولقد ضرب بالسیاط علی ان یلی القضاء لابی جعفر فلم یفعل.

(مناقب ابی حنیفة وصاحبیه للذهبی: ص۲۷)

سبحان اللہ! آپ واقعی علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ جس پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ کو ابوجعفر منصور کے زمانے میں عہدہ قضا قبول کرانے کے لیے کوڑوں سے زخمی کیا

گیا لیکن پھر بھی آپ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا کان فی المسئلة قول ثلاثة لم تسع مخالفتهم فقلت من هم ؟قال ابو حنیفة وابو یوسف ومحمد بن الحسن۔ (کتاب الانساب للسمعانی: ج۳ص۱۶۷)

کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کا قول مل جائے تو پھر ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ تین حضرات کون ہیں؟ فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ۔

۱۴۔امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقری رحمہ اللہ م ۲۱۳ھ:

امام عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے خصوصی لگاؤ تھا اور یہ آپ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بالسند نقل کیا ہے کہ جب یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثنا شاهنشاه۔ (تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۴۴)

ہم سے اس شخص نے حدیث بیان کی جو سب محدثین کا شہنشاہ یعنی سرخیل تھا۔

نیز امام مقری رحمہ اللہ، امام صاحب رحمہ اللہ کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثنی العالم الفقیه ابو حنیفة۔ (فضائل ابی حنیفة: ص۸۲، مناقب الائمة الاربعة للمقدسی: ۶۷)

مجھ سے عالم اور فقیہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی ہے۔

امام مقری رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ امام ابوعبدالرحمن مقری رحمہ اللہ کی مجلسِ درس میں بعض لوگوں نے ان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث سنانے کی فرمائش کی، جبکہ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ امام مقری رحمہ اللہ نے ان مخالفین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

ویحکم اتدرون من کان ابو حنیفة، ما رأیت احدا مثل ابی حنیفة۔ (الانتقاء: ص۱۴۷)

تم لوگوں پر تعجب ہے، تم جانتے ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کون تھے؟ میں نے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۵۔امام عبیداللہ بن محمد المعروف بابن عائشہ رحمہ اللہ م ۲۲۸ھ:

امام عبیداللہ بن محمد المعروف بابن عائشہ رحمہ اللہ بھی حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف

تھے اور کسی سے وہ آپ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن عبدہ رحمہ اللہ م ۲۴۵ھ قاضی ''رے'' نے اپنے والد امام عبدہ رحمہ اللہ سے، جو کہ امام ابن عائشہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، روایت کیا ہے کہ:

ایک دفعہ ہم امام ابن عائشہ رحمہ اللہ کی مجلسِ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہیے۔ امام ابن عائشہ رحمہ اللہ نے اس کو جواب میں فرمایا:

اما انکم لو رأیتموہ، وما اعرف لہ ولکم مثلاً الا ما قال الشاعر۔

تم لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے، تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

اقلوا علیہ ویحکم لا ابالکم۔

من اللئوم او سدوا المکان الذی سدا۔ (تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۶۵، تہذیب التہذیب: ج۵ص۶۳۰)

تمہارے لیے بُرا ہو اور تمہارے والدین مر جائیں، اس پر ملامت کرنا کم کرو، یا اس جگہ کو پُر کرو جس کو اس نے پُر کیا تھا۔ یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو انہوں (امام اعظم رحمہ اللہ) نے کر دکھایا۔

محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث: ص ۸۲)

۱۶۔ امام عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ م ۲۱۳ھ:

محدث کبیر امام عبداللہ بن داود خریبی رحمہ اللہ نے اپنے متعدد بیانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زبردست الفاظ میں توثیق کی ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ م ۲۴۲ھ کا بیان ہے کہ:

ان الخریبی قیل لہ رجع ابو حنیفۃ عن مسائل کثیرۃ، قال انما یرجع الفقیہ اذا اتسع علمہ۔

(تذکرۃ الحفاظ: ج۱ص۲۴۷)

امام خریبی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا۔ اس پر انہوں نے فرمایا، فقیہ رجوع اس وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہوتا ہے (لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان مسائل سے رجوع کرنا آپ کے وسیع العلم ہونے کی دلیل ہے)۔

امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے بھی امام خریبی رحمہ اللہ سے اس طرح کا قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔

(فضائل ابی حنیفۃ: ص ۸۵)

بہ سند متصل مروی ہے کہ امام خریبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

الناس فی ابی حنیفة حاسد وجاهل واحسنهم عندی حالا الجاهل۔(تاریخ بغداد: ج۱۳ ص۳۴۹،
اخبار ابی حنیفة واصحابه للصیمری: ص۸۵)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر تنقید کرنے والے لوگ دو طرح کے ہیں: ایک حاسدین ہیں جو حسد کی وجہ سے آپ پر تنقید کرتے ہیں، دوسرے وہ جاہل لوگ جو آپ کے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ اور میرے نزدیک حاسد سے جاہل اچھی حالت میں ہے۔

سند متصل کے ساتھ مروی ہے کہ ایک شخص نے امام خریبی رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ناقدین کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا:

والله ماعابوا علیه فی شیء الا انه قال فاصاب وقالوا فاخطأوا فلقد رأیتُه یسعی بین الصفا والمروة وانا معه وکانت الاعین محیطة به۔

(فضائل ابی حنیفة: ص۸۶، الجواهر المضیئه: ج۱ ص۳۷۵)

اللہ کی قسم! ان لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جس چیز میں بھی نکتہ چینی کی ہے، اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ درست تھے اور یہ لوگ غلطی پر تھے۔ میں اور امام صاحب رحمہ اللہ اکٹھے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس دوران میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب کی نظریں آپ پر جمی ہوئی تھیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں میں بڑی مقبولیت دی رکھی تھی جس کی وجہ سے حاسدین آپ پر حسد کرتے تھے)۔

نیز امام صیمری رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

کان والله ابو حنیفة انفع للمسلمین منهما۔ یعنی حماد بن سلمة وحماد بن زید۔

(اخبار ابی حنیفة واصحابه: ص۸۵)

اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ اور امام حماد بن زید رحمہ اللہ (یہ دونوں جلیل القدر محدث ہیں۔ن) سے بھی زیادہ امت مسلمہ کے لیے نفع مند تھے۔

۱۷۔ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ م ۱۸۷ھ:

عابد الحرمین امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ م ۱۸۷ھ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے بڑے مداح ہیں اور انہوں نے آپ کے علمی مقام کو بڑا سراہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

کان ابو حنیفة رجلا فقیها معروفا بالفقه مشهور ابالورع، واسع المال معروفا بالافضال علی کل من یطیف به صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنهار، حسن اللیل کثیرا لصمت قلیل

الكلام حتى ترد مسئلة في حرام اوحلال ،وكان يحسن يدل على الحق هاربا من مال السلطان واذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيحا تبعه ،وان كان عن الصحابة والتابعين ،والاقاس فاحسن القياس. (تاریخ بغداد: ج۱۳ص۳۴۰، کتاب الانساب: ج۲ص۲۹۰)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک فقیہ تھے، علم فقہ کے ساتھ معروف اور ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ اپنے پاس آنے والے حاجت مندوں پر سخاوت کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ رات دن تعلیمِ علم میں مصروف رہتے، رات کو عبادت کرتے، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی حلال یا حرام کا مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو پھر بہت اچھی طرح سے حق بات پر دلیل قائم کرتے۔ بادشاہوں کے مال سے دور بھاگنے والے تھے۔ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہوتی تو اس کی پیروی کرتے۔ اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کو لے لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور قیاس کرنے میں بڑی عمدگی دکھاتے تھے۔

۱۸۔ امام عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبعی رحمہ اللہ م ۱۸۷ھ:

امام محمد بن داؤد رحمہ اللہ م ۲۵۰ھ کا بیان ہے کہ:

ایک دفعہ عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک کتاب نکالی، جس کا وہ ہمیں درس دینا چاہتے تھے۔ اس پر اہلِ مجلس میں سے ایک شخص نے ان سے کہہ دیا کہ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے نے اس سے فرمایا:

رضيت به حيا افلا ارضى به بعد الموت. (مناقب ابی حنیفة للمکی: ۱۷۲)

میں جب امام صاحب رحمہ اللہ سے آپ کی زندگی میں راضی رہا تو اب آپ کی وفات کے بعد کیسے نہ آپ سے راضی رہوں گا۔

۱۹۔ امام ابواحمد عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ:

امام ابن عدی رحمہ اللہ شروع میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے سخت مخالف تھے اور اپنی کتاب ''الکامل'' میں علمائے احناف کے خلاف سخت تعصب کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی ضعیف کہہ ڈالا۔ لیکن جب مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ کی شاگردی اختیار کی تو پھر علمائے احناف کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اپنے سابقہ نظریات سے رجوع کرلیا، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں جو سخت ریمارکس دیے تھے، ان کے کفارہ میں آپ کی روایت کردہ احادیث کو ''مسند ابی حنیفة'' کے نام سے تالیف کیا۔ (تانیب الخطیب: ص۱۶۹)

موصوف جس زمانہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کے کٹر مخالف تھے اور اس مخالفت میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا تھا، لیکن اس مخالفت کے زمانے میں بھی انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ:

ابو حنيفة له احاديث صالحة۔ (الكامل لابن عدی بحواله توضيح الكلام : ج٢ص٢٦٣)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث درست ہیں۔

۲۰۔امام محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ:

امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زبردست توثیق کی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کوفہ کے ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (معرفت علوم الحدیث :ص ۳۲۸)

اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''المستدرک'' میں امام صاحب رحمہ اللہ کی احادیث کو استدلال اور استشہاد دونوں اعتبار سے ذکر کیا ہے، نیز امام حاکم رحمہ اللہ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وقد وصل هذا الحديث عن ابی اسحاق جماعة من ائمة المسلمين غير من ذكرناهم منهم ابو حنيفة النعمان بن ثابت ،ورقبة بن مصقلة العبدی ،ومطرف بن طريف الحارثی ،وعبد الحميد بن الحسن الهلالی وزكريا بن ابی زائدة۔ (المستدرك على الصحيحين : ج٢ص١٨٧)

اس حدیث کو مذکورہ محدثین کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ، امام رقبہ بن مصقلہ عبدی رحمہ اللہ، امام طرف بن طریف حارثی رحمہ اللہ، امام عبدالحمید بن الحسن الہلالی رحمہ اللہ، امام زکریا بن ابی زائدہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس بیان میں امام حاکم رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی حدیث سے نہ صرف یہ کہ استشہاد کیا ہے، بلکہ آپ کو ان ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے جن پر تحقیقات حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان ائمہ مسلمین میں بھی آپ کو سرفہرست ذکر کر کے گویا انہوں نے یوں کہا ہے:

تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں　　　میرے انتہائے نگارش یہی ہے

۲۱۔امام احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ:

امام عجلی رحمہ اللہ نے اپنی ''تاریخ الثقات'' (جس میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (تاریخ الثقات: رقم الترجمہ ۱۸۵۳)

۲۲۔امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ:

امام ابن شاہین رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو

''ثقات'' (ثقہ راویوں) میں شمار کرتے ہیں۔(تاریخ اسماء الثقات: رقم الترجمہ:۱۵۰۶)

نیز امام حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ م ۴۲۷ھ نے اپنی ''تاریخ جرجان'' کے آخر میں چند روات سے متعلق امام ابن شاہین رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں۔ وہاں انہوں نے ابان بن ابی عیاش کے بارے میں امام ابن شاہین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے، اور پھر ان ثقہ راویوں میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (تاریخ جرجان: ص ۲۶۵)

۲۳۔ محدث امام عبد القادر قرشی رحمہ اللہ م ۷۷۵ھ:

ثقہ بالاجماع محدث وناقد امام عبد القادر قرشی رحمہ اللہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

والاسناد اسناد صحیح وابو حنیفة ابو حنیفة. (الحاوی فی بیان آثار الطحاوی: ج۱ص۳۲۶)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو پھر ابوحنیفہ ہیں۔

یعنی امام صاحب رحمہ اللہ کی ثقاہت وجلالتِ شان ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

نیز امام قرشی رحمہ اللہ نے آپ کی ایک اور حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور لکھا ہے:

کله علماء اخیار. (ایضاً: ج۲ص۲۰۹)

اس سند کے سارے راوی باکمال اہل علم ہیں۔

۲۴۔ امام شمس الدین احمد بن خلکان شافعی رحمہ اللہ م ۶۸۱ھ:

امام ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی شاندار کتاب ''وفیات الاعیان'' میں امام اعظم رحمہ اللہ کا بڑا عمدہ اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمہ میں دیگر اہمہ سے آپ کے مناقب نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان الفاظ سے آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے:

وکان عالما، عاملا، زاهدا، ورعا، تقیا، کثیر الخشوع، دائم التضرع الی الله تعالی.

(وفیات الاعیان: ج۳ص۲۰۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، زاہد، پرہیزگار، متقی، بہت خشوع کرنے والے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

ومناقبه وفضائله کثیرة..... فمثل هذا الامام لا یشك فی دینه ولا فی ورعه وتحفظه. (ایضاً: ج۳ص۲۰۵)

آپ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔آپ جیسے امام کے دیندار، پارسا اور متقی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

۲۵۔امام ابوالحجاج یوسف بن زکی المزی رحمہ اللہ م ۷۴۲ھ:

امام مزی رحمہ اللہ نے روایان حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کی توثیق متعدد محدثین سے نقل کی ہے، اور آپ کے خلاف کسی قسم کی جرح ذکر نہیں کی۔ (تہذیب الکمال: ج۱۹ص ۱۰۲۔۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق ہی راجح ہے۔

۲۶۔امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمہ اللہ م ۹۴۳ھ:

امام خزرجی رحمہ اللہ نے امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ''تذہیب تہذیب الکمال'' کی تلخیص لکھی ہے۔اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے کا آغاز: ''امام العراق وفقیہ الامۃ'' کے القاب سے کیا، اور پھر کئی محدثین سے آپ کی توثیق نقل کی، اور آپ کے خلاف ادنیٰ سی جرح بھی ذکر نہیں کی۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال: ج ۳ص ۱۸۰)

معلوم ہوا کہ امام خزرجی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق ہی راجح ہے۔

۲۷۔امام عمادالدین اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے مناقب وفضائل میں متعدد جلیل القدر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی بڑے اعلیٰ الفاظ میں آپ کی توثیق وتوصیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

هو الامام ابوحنيفة واسمه النعمان بن الثابت التيمي مولاهم الكوفي ،فقيه العراق .واحد ائمة الاسلام ،والسادة الاعلام ، واحد اركان العلماء ،و احد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبعة. (البداية والنهاية: ج،ص۸۷)

امام ابوحنیفہ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے۔آپ عراق کے فقیہ، ائمہ اسلام اور علماء کے سرداروں میں سے ایک، بلند پایہ علماء میں سے ایک، اور ائمہ اربعہ کہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے، جن میں سے ایک ہیں۔

۲۸۔امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ:

ثقہ بالاجماع محدث وناقد امام زیلعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ اور پختہ کار محدث

ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی روایت کردہ متعدد احادیث کی اسناد کو جید قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: نصب الرایہ: ج ۳ ص ۲۴۰، ج ۴ ص ۵۳ وغیرہ)

۲۹۔امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ:

امام تبریزی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کے تذکرے میں آپ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه كان عالما عاملا ،ورعا ،زاهدا ،عابدا ،اماما في علوم الشريعة ،والغرض بايراد ذكره في هذا الكتاب ،وان لم نرو عنه حديثا في المشكاة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه۔ (اكمال في اسماء الرجال مع مشكوة المصابيح: ج۲ص۶۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے۔اگرچہ ہم نے "مشکوۃ المصابیح" میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (اکمال) میں ہم آپ کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

۳۰۔امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی رحمہ اللہ م ۷۴۴ھ:

امام ابن عبدالہادی مقدسی رحمہ اللہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں بڑی ایک عمدہ کتاب "مناقب الائمۃ الاربعۃ" کے نام سے لکھی ہے۔اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ کے تعارف کا آغاز: احد الائمۃ الاعلام اور فقیہ العراق کے القاب سے کیا۔(مناقب الائمۃ الاربعۃ: ص ۵۸۔۷۸) اور پھر تفصیل سے آپ کے مناقب بیان کیے۔

نیز انہوں نے "طبقات علماء الحدیث" میں بھی آپ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا، اور آپ کے ترجمے کا آغاز انہوں نے الامام ،فقیہ العراقیین کے القاب سے کیا۔نیز آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وكان اماما ،ورعا ،عالما ،عاملا ،متعبدا ، كبير الشان ،لا يقبل جوائز السلطان بل يتبحر ويكتسب۔ (طبقات علماء الحديث: ج۱ص۲۶۰)

آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔آپ باشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

۳۱۔امام حافظ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا ہے اور جیسے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' (جس میں آپ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا، ایسے ہی انہوں نے اس کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ غیر مقلد محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے امام صاحب کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

حافظ ذہبی آپ کی جلالت شان کے بدل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ''میزان الاعتدال'' کے شروع میں فرماتے ہیں: اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(تاریخ اہل حدیث: ص ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ ان لوگوں میں سے شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

حافظ موصوف کے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام ''تہذیب الکمال'' لکھی ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار ''تذہیب تہذیب الکمال'' کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

قد احسن شيخنا ابو الحجاج حيث لم يورد شيئا يلزم منه التضعيف۔

(تذهيب تهذيب الكمال ۹/۲۲۵)

ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ پر جرح کالعدم ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی احادیث کو نقل کر کے ان کی اسناد کو عالی قرر دیا ہے۔

مثلاً وہ آپ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

هذا اسناده متصل عال۔ (تذكرة الحفاظ ۱/۲۱۵، ترجمه امام ابو يوسف)

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

اور ''سند عالی'' کی تعریف کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد محمد حنیف ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

سند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلہ روایت جس قدر مختصر ہوگا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہوگی، اسی نسبت سے اس میں علوا بھرآئے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور فقہ حدیث امور مسلم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔ (مطالعہ حدیث: ص ۱۲۷)

اس حوالے سے یہ حقیقت بالکل آشکار ہوگئی کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور فقاہت حدیث امور مسلم میں سے ہیں۔

مزید برآں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ بڑے شاندار الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

مثلاً حافظ موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام الاعظم، فقيه العراق....الخ.

اور آپ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وكان اماما، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبدًا كبير الشان لا يقبل جوائزالسلطان بل يتبحر ويكتسب. (تذكرة الحفاظ: ج ۱ ص ۱۲۶)

آپ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

اسی طرح ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں بھی امام صاحب کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

ابوحنيفة الامام، فقيه الملة، عالم العراق. (سير اعلام النبلاء: ت ۳۹۹)

اور آپ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وسيرته تحتمل ان تفرو في مجلدين رضي الله عنه ورحمه. (ايضاً)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر رحم فرمائے۔

اسی طرح حافظ موصوف نے اپنی کتاب ''العبر'' میں بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ''فقیہ العراق اور الامام'' جیسے

القاب سے یاد کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وکان من اذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء۔

(العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۱۶۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

۳۲۔امام جمال الدین ابن تغری بردی رحمہ اللہ م ۸۷۴ھ:

امام ابن تغری بردی رحمہ اللہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کا تعارف ''الامام الامام الاعظم'' کے عظمی لقب سے کرایا ہے، اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

برع فی الفقه والرأی، وساد اهل زمانه بلا مدافعة فی علوم شتی۔(النجوم الزاهرة فی ملوك والقاهرة: ج۲ص۱۷)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا، اور آپ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

۳۳۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نسائی کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔یعنی اب آپ کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''توثیق ابی حنیفة'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ (میرے استاذ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

وفی الجملة ترك الخوض فی مثل هٰذا اولیٰ، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار یؤثر فی احد منهم قول احد، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله الیها من کونهم متبوعین مقتدی بهم، فلیعتمد هذا۔(الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر: ۲/۱۴۷للسخاوی، حاشیه بغیة الراغب المتمنی فی ختم النسائی: ص۶۲للسخاوی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل عبور کر چکے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہوسکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنا دیا ہے، لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے

ہیں جو عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت و ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سابق بن عبداللہ الرقی کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

لان الرقی احادیثہ مستقیمۃ عن مطرف وابی حنیفۃ۔ (لسان المیزان ۳/۲)

امام رقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مطرف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

ثابت ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث صحیح نہیں تھیں تو پھر امام سابق بن عبداللہ الرقی نے آپ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کر لی ہیں؟

اور زبیر علی زئی، عبدالمنان نور پوری وغیرہما کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن کہہ دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصاً الحدیث: ۳۲/ ۱۴: نور العینین ص ۵۳: نصر الباری ص ۱۷۲: القول المتین ص ۲۰ تعداد تراویح ص ۴۶)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) کہہ کر زبیر علی زئی، وعبدالمنان وغیرہما کے بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ثقہ قرار دے دیا ہے۔

نیز حافظ موصوف نے تہذیب التہذیب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتوصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

ومناقب الامام ابی حنیفۃ کثیرۃ جدا فرضی اللہ تعالی عنہ واسکنہ الفردوس آمین۔
(تہذیب التہذیب برقم: ۸۱۷)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔ آمین

۳۴۔ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ:

ثقہ بالاجماع محقق وناقد امام عینی رحمہ اللہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ ولاسیما مثل ابی حنیفۃ۔ (البنایۃ فی شرح الھدایۃ: ج۱ص۱۲۳)

ثقہ کی زیادت مقبول ہے، بالخصوص جب وہ ثقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا ہو۔

اس سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقاہت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ آپ کی روایت ہر حال میں مقبول ہے۔

۳۵۔امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمہ اللہ م ۷۶۴ھ:

امام صفدی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز: الامام، العلم (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے۔اور پھر آپ کے حق میں متعدد محدثین کے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کے علمی مقام، اور آپ کے دیگر کمالات کو خوب بیان کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے:

ولم یکن فی ابی حنیفة رضی الله عنه ما یعاب به غیر اللحن.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو آپ کو عیب دار بنائے، سوائے کلام میں ایک غلطی کے۔

پھر انہوں نے آپ کا وہ کلام ذکر کر کے خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا، اور آپ کے مؤقف کو درست قرار دیا ہے۔

(الوافی بالوفیات: ۲۷/۸۹۔۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمہ اللہ میں (روایتِ حدیث میں ضعف وغیرہ کا) کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۶۔امام محمد بن عبدالرحمن ابن الغزی رحمہ اللہ م ۱۱۶۷ھ:

امام محمد بن عبدالرحمن ابن الغزی شافعی رحمہ اللہ بھی امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو ان عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں:

الحبر (بہت بڑے عالم)، البحر (علم کے سمندر)، المجتهد، الامام الاعظم، الورع (پارسا)، الزاهد (پرہیزگار)، العابد (عبادت گزار)، التابعی الجلیل (جلیل القدر تابعی)۔۔۔۔الخ۔

(دیوان الاسلام: ج ۱ ص ۱۵۲)

۳۷۔محدث علامہ اسماعیل العجلونی شافعی رحمہ اللہ م ۱۱۶۲ھ:

علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''عقد اللآلی والمرجان فی ترجمة الامام ابی حنیفة النعمان'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بابت لکھا ہے:

فهو رضی الله عنه حافظ، حجة فقيه. (مقدمة الاربعون العجلونية: ص ۲۰)

امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث، روایتِ حدیث میں حجت اور فقیہ ہیں۔

اس بیان میں علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو حافظ الحدیث قرار دینے کے علاوہ ''حجة الحدیث'' بھی کہا ہے جو کہ ان کی طرف سے آپ کی ایک زبردست توثیق ہے، کیونکہ لفظ ''حجة'' الفاظِ توثیق میں سے ہے، اور یہ لفظ ''ثقہ'' سے

بھی اعلیٰ ہے، چنانچہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ بحوالہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الحجة فوق الثقة. (طبقات الحفاظ: ص۳۸۹)

حجت الحدیث ثقہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

قارئین! حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور ارباب جرح وتعدیل کے یہ چیدہ چیدہ توثیقی اقوال نقل کیے گئے ہیں، ورنہ اس طرح کے سینکڑوں اقوال کتب میں منقول ہیں، جن کو اختصار کے سبب ذکر نہیں کیا جا رہا، اس لیے کہ ایک انصاف پسند شخص ان مذکورہ اقوال سے ہی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ امام عالی مقام کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام تھا اور آپ کی ثقاہت وتثبت کتنی زیادہ بلند تھی؟ رہا ضدی اور متعصب تو اس کے لیے دلائل کے دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں۔ (تلخیص از امام اعظمؒ کا محدثانہ مقام)

واضح رہے کہ اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی سارے حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ثقہ تسلیم کیا ہے، چند اقوال حاضر ہیں۔

☆شمس الحق عظیم آبادی کا بیان ہے:

ایک خلق کثیر نے امام صاحب (امام ابوحنیفہ) کے فضائل وکمال اور محامد ومحاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام، لاہور ۲۷/ستمبر ۲۰۰۲ء، ص۲۹)

☆عبدالقادر سندھو نے صاف اقرار کیا ہے کہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ، عادل، عظیم امام اور حجت ہیں۔ (مسئلہ رفع الیدین مترجم: ص ۹۲)

☆محمد جوناگڑھی نے لکھا ہے:

امام صاحب پختہ اہلحدیث تھے۔ (مشکوٰۃ محمدی: ص۲۱۷)

☆محمد گوندلوی نے لکھا ہے:

باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا مروی عنہ کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ كما روى ابو حنيفة عن جابر الجعفي۔ (جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جابر جعفی سے روایت کی ہے)۔۔۔۔الخ۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۲۴)

گوندلوی کے اس قول کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ثقہ ہونے کے باوجود جابر جعفی سے روایت لی ہے جو کہ جعفی کی توثیق کو مستلزم نہیں ہے۔

معلوم ہوا گوندلوی کے نزدیک خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

☆دمشق کے مشہور عالم محمد جمال الدین قاسمی نے لکھا ہے:

وكان عالما، عاملا، زاهدا، ورعا، تقيا، كثير الخشوع، دائم التضرع. (الفضل المبين على عقد الجوهر الثمين: ص۲۴۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، زاہد، صاحب ورع، پرہیزگار، کثیر الخشوع اور ہمیشہ عاجزی کرنے والے تھے۔

☆عزیز شمس صاحب نے لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔ (اللمحات: ج ۱ص ۲۸)

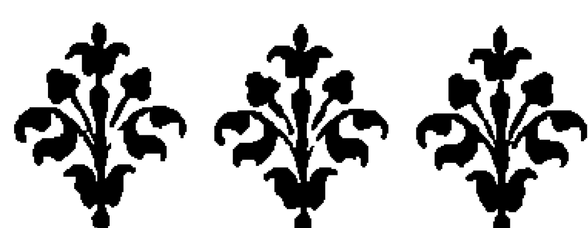
مجھے احساس ہے کہ ''کتاب الآثار'' کا مقام و مرتبہ جس بلند معیار کے کام کا تقاضا کرتا تھا، میں اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر اس سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ اب یہ جیسا کیسا بھی ہے، قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں اگر کچھ لغزشیں یا غلطیاں ہیں تو وہ میری علمی تہی دامنی یا کم فہمی کا نتیجہ ہیں، اور اگر دیکھنے والوں کو اس میں کوئی خوبی نظر آئی ہے تو وہ محض اللہ رب العزت کا احسان اور اسی کی ذرہ نوازی ہے۔

واضح رہے کہ ترجمہ، تحقیق، تخریج اور فوائد احادیث وغیرہ سب کام اللہ رب العزت کی خصوصی توفیق سے راقم الحروف نے ہی کیا ہے، البتہ احادیث پر اعراب اور عنوانات الاعتدال اکیڈمی کے دیگر رفقاء نے لگائے ہیں۔ کام کرتے وقت کتاب الآثار (بروایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ) کے تین نسخے جن میں دو مطبوعہ ہیں اور ایک قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی ہے میرے پیش نظر تھے، مگر میں نے زیادہ تر استفادہ قلمی نسخے سے ہی کیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ احادیث مبارکہ کا ترجمہ سادہ و سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ متن احادیث سے قریب تر ہو۔ اور فوائد کے لئے زیادہ تر متن حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے جو فوائد غور و فکر کے بعد سامنے آئے ان کو درج کیا گیا، البتہ بعض مقامات پر مرقات، عمدۃ القاری، مظاہر حق، معارف الحدیث، الجوہر النقی، اوجز المسالک اور دیگر شروحات کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اس حقیر کی کوشش کو قبول فرما کر عوام الناس کیلئے نافع اور راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذہ اور مشائخ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

"وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله واصحابه وعلى من اتبعهم باحسان الى يوم الدين"

نیاز احمد غفرلہ



اصطلاحاتِ محدثین

ناقل: حافظ محمد طیب حفظہ اللہ

حدیث:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں تقریر کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی نے کوئی بات کی یا کوئی کام کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بات سنی اور کام دیکھا اور اُس سے منع نہ کیا تو یہ بھی حدیث ہے کیونکہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت فرما کر اس کا جواز ثابت کر دیا اور تقریر کا لغوی معنی ثابت کرنا ہے۔

صحیح لذاتہ:

راوی حدیث میں دو صفتیں لازم ہیں۔ ایک علمی جس کو ضبط و اتقان کہتے ہیں ضبط صدر ہو یا ضبط کتاب۔ اور دوسری عملی جس کو عدالت اور تقوی کہتے ہیں۔ اگر سند کے جملہ رواۃ تام الضبط اور اعلیٰ درجہ کے عادل ہوں اور درمیان سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اس میں کوئی اور علت اور شذوذ بھی نہ ہو تو اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہ:

وہ ہے کہ اس کے راوی درجہ اُولیٰ کے رواۃ کے ہم پلہ نہ ہوں مگر ہوں ثقہ اور وہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہو۔

حسن لذاتہ:

اگر راوی میں صحیح کی باقی تمام شرطیں موجود ہوں مگر ضبط میں کچھ کمی ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص ۳۲)

حسن لغیرہ:

وہ ہے جس کے کسی راوی میں حفظ کی کمی ہو اور وہ حدیث کسی دوسری سند سے بھی مروی ہو۔ (تدریب: ص ۱۰۳)

مرفوع:

وہ حدیث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست قولاً یا فعلاً یا تقریراً ثابت ہو۔

متصل:

وہ حدیث ہے جس کی سند اول سے آخر تک ملی ہوئی ہو اور درمیان کا کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

مسند:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے سب راویوں کے نام مذکور ہوں۔

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنے کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عادۃً محال ہو۔

مشہور:

وہ حدیث ہے جو اگرچہ متواتر نہ ہو مگر ہر دور میں بہت سے راویوں نے اسے وایت کیا ہو اور دو یا دو سے زیادہ طرق سے مروی ہو۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی مقام میں کم سے کم دو راوی ہوں۔

فردِ مطلق:

وہ حدیث ہے جسکی سند میں کوئی تابعی منفرد ہو۔

فردِ نسبی:

وہ حدیث ہے جسکی سند میں تابعی کے بعد کوئی راوی اکیلا ہو۔

غریب:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی جگہ کوئی راوی اکیلا ہو محض غرابت صحت کے منافی نہیں۔ بخاری کی پہلی اور آخری دونوں حدیثیں غریب ہیں۔

موقوف:

موقوف وہ ہے جو کسی صحابی کا قول اور فعل ہو۔

مقطوع:

وہ ہے جو کسی تابعی کا قول اور فعل ہو۔

مرسل:

وہ روایت ہے جس کو کوئی تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کا نام نہ لے۔

منقطع:

وہ روایت ہے جس کی سند میں اول سے یا درمیان سے یا کہیں سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

معضل:

وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا زائد راوی لگاتار چھوٹ گئے ہوں، ورنہ منقطع ہوگی۔

مضطرب:

وہ حدیث ہے جس میں راوی مختلف ہوں کوئی راوی کا نام یا متن حدیث ایک طرح بیان کرتا ہے اور کوئی دوسری طرح اور بظاہر راوی ایک درجہ کے ہوں، اور حدیث کے ورود کا تقدم اور تاخر بھی معلوم نہ ہو۔

معنعن:

وہ حدیث ہے جس کو راوی عَن عَن کے الفاظ سے نقل کرتے ہوں۔

مسلسل:

وہ حدیث ہے جس کو بیان کرتے وقت ہر راوی اپنے استاد کے حدیث بیان کرتے وقت کی کسی صفت اور حالت کو نقل کرے وہ صفت قولی ہو یا فعلی۔ (تدریب: ص: ۳۸۰)

شاذ:

وہ روایت ہے کہ کوئی ثقہ راوی ثقات کی مخالفت کرے اور جمع وتطبیق کی کوئی معقول صورت نہ ہو۔

منکر:

وہ روایت ہے کہ ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے۔

مقبول:

وہ حدیث ہے کہ صدقِ روات کی وجہ سے جمہور کے نزدیک اس کی روایت قابل قبول ہو اور اس پر عمل واجب ہو۔

مردود:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے راویوں کا صدق راجح نہ ہو اور اس پر عمل رَوَا نہ ہو۔

معلق:

وہ روایت ہے جسکی مصنف سے شروع سند سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیئے جائیں۔

مدلس:

مدلس کا لغوی معنی چھپانا ہے اور اصطلاح میں وہ حدیث ہوتی ہے کہ اس کو کوئی ایسا راوی روایت کرتا ہو کہ وہ جس استاد سے روایت کرتا ہو اس سے ملاقات کی ہو یا اس کا ہم عصر مگر اس سے روایت کو نہ سنا ہو اور ایسے الفاظ سے بیان کرتا ہو جن سے شبہ ہوتا ہو کہ اُس سے روایت سنی ہے حالانکہ نہ سنی ہو۔

معلل:

وہ حدیث ہے کہ بظاہر تو وہ عیوب سے پاک ہو مگر اس میں طعن کا کوئی پوشیدہ سبب موجود ہو جس کو اس فن کے حاذق اور ماہر ہی سمجھ سکتے ہیں یہ ہر کہ دمہ کا کام نہیں ہے۔

مدرج:

وہ حدیث ہے جس میں راوی کا اپنا کلام درج ہو جائے اور یہ وہم پیدا ہوتا کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہے یا دو حدیثوں کے الگ الگ متن ہوں جو دو سندوں سے مروی ہوں مگر غلطی سے ان کو ایک ہی اسناد سے روایت کیا جائے۔

متابع:

اگر کسی کی روایت کو بظاہر کوئی راوی اکیلا بیان کرتا ہو مگر کوئی دوسرا راوی بھی اس روایت کے بیان کرنے میں اس کا ساتھ دیتا ہو تو متفرد راوی کو مُتابَع اور اس کی تائید کرنے والے کو مُتابِع کہتے ہیں۔

شاہد:

وہ ہے کہ کسی حدیث کا متن ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور دوسرا صحابی رضی اللہ عنہ بھی لفظاً و معنًی یا صرف معنًی اس حدیث کا مفہوم بیان کرے تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور کتب حدیث سے متابعات و شواہد کی جستجو کا نام اعتبار ہے۔

محکم:

وہ حدیث ہے جس کے مقابل اور تعارض میں کوئی اور حدیث نہ ہو۔

مقلوب:

وہ سند ہے جس میں راویوں کے ناموں میں تقدیم و تاخیر ہو جائے جیسے مرہ بن کعب اور کعب بن مرہ اور کبھی متن بھی

مقلوب ہو جاتا ہے۔

مصحف:

وہ سند ہوتی ہے جس میں تغییر نقطے کی وجہ سے ہو جیسے جسم اور حسم۔

محرف:

وہ سند ہوتی ہے جس میں تغییر شکل وصورت کی بناء پر ہو جیسے حفص اور جعفر۔

مجہول العین:

وہ راوی ہے جس کا نام مذکور ہو مگر اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو۔ اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو اور اس کو مبہم بھی کہتے ہیں۔

مختلط:

وہ حدیث ہے کہ اس کا راوی ہو تو ثقہ لیکن بڑھاپے یا نابینا ہونے کی وجہ سے یا کتب ضائع ہو جانے کی وجہ سے روایت میں گڑبڑ کر جاتا ہو۔

ضعیف:

وہ حدیث ہے جس میں کوئی راوی اختلاط، کمی حفظ اور فسق وغیرہ کے طعن سے مطعون ہو۔

موضوع:

وہ جعلی اور بناوٹی روایت ہوتی ہے جس کو کوئی کذاب راوی اور دجال راوی خود وضع کرے یا کسی سے راویت کرے اور اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کرے۔ موضوع حدیث کا بغیر تصریح وضع کے بیان کرنا حرام اور سنگین جرم ہے۔

ماخوذ از: خزائن السنن



بسم الله الرحمٰن الرحيم

١۔ كِتَابُ الْإِيْمَانِ

ا۔ ایمان کا بیان

{تقدیر لکھی جا چکی ہے، ہر شخص کو اپنی تقدیر کے موافق اعمال میسر کر دیئے جاتے ہیں}

١۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَحَدِّثْنَا عَنْ دِيْنِنَا هٰذَا كَأَنَّنَا خُلِقْنَا لَهُ اَنَعْمَلُ لِشَيْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ اَمْ لِشَيْءٍ نُسْتَقْبَلُ، قَالَ بَلْ لِشَيْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ، قَالَ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَءَ هٰذِهِ الْآيَةَ {فَأَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى} اِلٰى آخِرِ الْآيَةِ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھتے ہوئے) عرض کیا، (یا رسول اللہ!) ہمیں ہمارے دین کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرمایئے (جس پر ہمیں ایسا اطمینان ہو کہ) گویا یہ ہمارا پیدائشی دین ہے، کیا ہم جو عمل کرتے ہیں تقدیر ان پر چل چکی ہے اور قلم انہیں لکھ کر خشک ہو چکے ہیں؟ یا ہمارا عمل پہلے ہوتا ہے؟ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا کہ: ''ہمارے اعمال ان چیزوں میں سے ہیں جن پر تقدیر چل چکی اور قلم انہیں لکھ کر خشک ہو چکے۔'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر عمل کا کیا فائدہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم عمل کرتے رہو کیونکہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام آسان بھی کر دیئے گئے ہیں۔'' راوی کہتا ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی آیت "فأمامن اعطی واتقی وصدق بالحسنی''، {اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا، اور تقویٰ اختیار کیا، اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا، (تو ہم اُس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرا دیں گے)۔ اللیل۔۵،٦} کو آخر تک پڑھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۶۴۸، سنن ابن ماجہ: ۹۱، صحیح ابن حبان: ۳۹۱۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۸۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۵۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۳۰، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۱۴، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۱۳۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

اس کے پہلے تین راوی امام ابو محمد یوسف بن یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ م ۱۹۲ھ، امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ م ۱۸۲ھ اور امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ م ۱۵۰ھ روایت حدیث میں نہایت ثقہ ہیں، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے ماقبل میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ چوتھے راوی امام ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ م ۱۲۶ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۰۲) اور پانچویں راوی سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اگرچہ ہر شخص کے لئے اُس کا آخری ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں پہلے سے مقرر ہو چکا ہے، لیکن اچھے یا برے اعمال سے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی پہلے سے مقدر ہے، اور تقدیر الٰہی میں یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو جنت میں جائے گا، وہ اپنے فلاں فلاں اعمالِ خیر کے راستے جائے گا اور جو جہنم میں جائے گا وہ اپنی فلاں فلاں بداعمالیوں کی وجہ سے جائے گا، پس جنتیوں کے لئے اعمالِ خیر اور دوزخیوں کے لئے اعمالِ بد بھی مقدر و مقرر ہیں۔

(۲) تقدیر کے متعلق ایک عام وسوسہ جس کو شیطان کبھی کبھی بعض ایمان والوں کے قلوب میں بھی ڈالتا ہے، یہی ہے کہ جب سب کچھ اللہ ہی کی تقدیر سے ہو رہا ہے تو پھر دنیا میں کوئی اچھے حال میں اور کوئی برے حال میں کیوں ہے، اور آخرت میں کیوں کسی کو جنت میں اور کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟۔۔۔۔ اگر کسی صاحبِ ایمان کے دل میں کبھی یہ وسوسہ آئے، تو اسکے دفع کرنے کی آسان اور مختصر تدبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے تمام بندوں اور ساری مخلوقات پر جو کامل اختیار حاصل ہے اُس کی یاد تازہ کر لی جائے، اور سوچا جائے کہ ایسا لاشریک مالک الملک اور عدمِ محض سے وجود میں لانے والا خالق و صانع اپنی جس مخلوق کے ساتھ جو معاملہ بھی کرے، بلاشبہ وہ اُس کا حقدار ہے، وہ سب کو عذاب میں مبتلا کرے، تو کسی قانون سے اُسکو ظالم نہیں کہا جا سکتا اور اگر سب کو رحمت سے نوازے، تو یہ رحمت اُسکی محض بخشش ہی ہوگی، کیونکہ جو نیکوکار لوگ نیک اعمال کرتے ہیں انکی توفیق دینے والا، اور اعمال کرانے والا بھی وہی ہے۔ بہرحال مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اس خاص حیثیت کو اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے، تو مؤمن کے دل سے تو یہ

شبہ بالکل جاتا رہے گا، اُس کو اطمینان ہو جائے گا۔

{اللہ نے جسے پیدا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گا}

۲۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: لَوْ أَنَّ اللّٰهَ أَخَذَ مِيثَاقَ نَسَمَةٍ فِي صُلْبِ رَجُلٍ ثُمَّ صَبَّهُ عَلَىٰ صَفَاةٍ، لَأَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا تِلْكَ النَّسَمَةَ الَّتِي أَخَذَ مِنْهَا مِيثَاقَهَا۔

(امام) ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''اگر اللہ رب العزت کسی جان کا کسی شخص کی پشت میں عہد لے لیں، پھر وہ اسے (مادیہ منویہ کو) کسی چٹان پر بھی ٹپکا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے بھی اس جان کو پیدا کر دیں گے، (اس وجہ سے کہ) جو اللہ نے اس سے عہد لے رکھا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۵۶۸، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی: ج ۳ ص ۶۰۴، جزء عوالی الامام ابی حنیفۃ للحافظ شمس الدین یوسف بن خلیل الدمشقی ثم الحلبی الحنبلی: ۱۸، الاربعون من حدیث ابی حنیفۃ لابن ابن المبرد الحنبلی: ۲۹۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔

اس روایت کے راوی امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ امام حماد بن ابی سلیمان کوفی رحمہ اللہ م ۱۲۰ھ:

امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری الکوفی رحمہ اللہ، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہونے کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام اعمش رحمہ اللہ وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کے استاذ اور مشہور فقیہ اور ثقہ تابعی ہیں، آپ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص تھے، سے سماعت حدیث اور روایت حدیث کی ہے۔ ائمہ رجال اور محدثین آپ کی توثیق اور جلالت شان کے معترف ہیں۔

محدث و ناقد حافظ ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

تابعی کبیر، وثقہ ابن معین وغیرہ۔ (المغنی: ج ۱ ص ۲۸۸)

آپ بڑے تابعی ہیں، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ ہی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثقة، امام مجتهد، و كريم جواد۔ (الکاشف: ج۱ص۲۰۸)

کہ آپ ثقہ، امام، مجتہد، کریم اور انتہائی سخی تھے۔

امام ابو اسحاق شیبانی رحمہ اللہ اور امام معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حماد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حماد مجھے مغیرہ سے بھی (جو بہت بڑے ثقہ امام ہیں۔ن) زیادہ محبوب ہیں، امام الرجال یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ مغیرہ اور حماد میں کون اثبت (زیادہ پختہ) ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: حماد: نیز فرمایا کہ حماد ثقہ ہیں۔

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ آپ کو صدوق اللسان (راست باز) کہتے ہیں۔

(محصلہ تہذیب الکمال: ج ۵ ص ۱۸۸ تا ۱۹۳)

امام ابو الحسن عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں:

كوفي ثقة و كان افقه اصحاب ابراهيم۔ (تاریخ الثقات: ۳۳۱)

امام حماد کوفی ثقہ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام شعبہ رحمہ اللہ م ۱۶۰ھ فرماتے ہیں:

كان حماد احفظ من الحكم۔ (الجرح والتعديل: ج۱ص۱۳۷)

امام حماد رحمہ اللہ، امام حکم رحمہ اللہ (جو جلیل القدر فقیہ اور محدث ہیں) سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ اور آپ کو کثیر الحدیث اور امام ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ آپ کو کثیر الروایت کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۱۳)

اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

حماد بن ابی سلیمان بالاتفاق مقبول ہیں۔ (ابکار المنن: ص ۱۹۹)

بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جا بجا ان کے آثار کو ذکر فرمایا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: ۱/ ۳۷)

بقول بعض علماء امام حماد رحمہ اللہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن وہ اس کے باوجود بھی امام نخعی رحمہ اللہ کی روایتوں میں خطاء نہیں کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۱۳)

نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کے قدیم تلامذہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ امام صاحب کا امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام ثوری رحمہ اللہ سے بھی زیادہ آپ سے پرانا اور گہرا تعلق رہا ہے۔ لہٰذا امام صاحب رحمہ اللہ کی آپ سے مروی روایات پر آپ کے اختلاط (بشرط ثبوت بھی) کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲۔امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ م ۹۶ھ:

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ: مشہور فقیہ، تابعی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

کہ ان کی توثیق، جلالت شان اور فقہی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۴ ص ۴۰۱)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العراق، صاحب اخلاص اور بلند مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور وہ حدیث کو جاننے میں صراف اور نقاد تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۵۹)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

انہوں نے اگرچہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان نہیں کی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات ضرور کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی زیارت کی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵، ص ۵۲۹)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم ذکی (ذہین)، حافظ اور صاحب سنۃ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۵۲۷)

حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث بھی کی تھی۔ (ایضاً)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:

تمام محدثین (خواہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت حدیث کا انکار کیا ہو یا اقرار) سب کے سب نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (ایضاً)

علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ:

"وابراهيم تابع، ادرك اكابر التابعين وصغار الصحابة رضي الله عنهم

ابراہیم نخعی تابعی ہیں، انہوں نے اکابر تابعین اور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (المحلی: ج ۲ ص ۴۷)

نیز اہلسنت والجماعت (احناف) کے مخالفین میں سے قاضی محمد شوکانی، رئیس ندوی اور محمد گوندلوی نے بھی ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۰۔ ۳۴۳، تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲، التحقیق الراسخ ص ۱۵۵)

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ دور حاضر کے بعض جدید محققین کا امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ احادیث وآثار کو مرسل قرار دے کر ضعیف قرار دینا غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ مرسل بھی ہوں تو تب بھی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح وقابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳۔ ۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۴۸، نصب الرایہ ج ۱ ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسیل ابی داؤد ص ۴)

مگر صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث حکماً متصل ہیں، کیونکہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح طور پر اعلان کر رکھا ہے کہ اگر میں براہ راست سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے سنی ہوگی، اور جب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان میں کسی راوی کا ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے صرف اور صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔

(۱) حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان فرمادیا کرو، تو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں براہ راست سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کروں تو جان لو کہ وہ حدیث میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے سنی ہوتی ہے، اور جب میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے حدیث سنی ہوتی ہے تو میں اس کا نام ذکر کردیتا ہوں۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۱ ص ۳۴)

(۲) امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

اگر فریق مخالف کہے کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ غیر متصل ہے، تو ان سے کہا جائے گا کہ امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف اسی وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت صحیح ہوتی ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتی ہے، امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کردیا کرو، اس پر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! جب میں تم سے کہوں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں یہ بات تب کہتا ہوں جب مجھ سے وہ حدیث سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں نے بیان کی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں فلاں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے تو وہ حدیث میں نے صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۴۶۴)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ احادیث صحیح

ومتصل ہوتی ہیں اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ براہ راست سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف صرف اسی حدیث واثر کی ہی نسبت کرتے ہیں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بلاغبار صحیح وثابت ہے۔

{اسلام زمانہ شرک کے گناہوں کو مٹادیتا ہے}

۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِيْ الْكَافِرِ اِذَا ضُرِبَ حَدًّا وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ اَسْلَمَ ،قَالَ: يَهْدِمُ الْاِسْلَامُ مَاكَانَ مِنْهُ فِيْ الشِّرْكِ وَتَجُوْزُ شَهَادَتُهُ۔

ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے ''اس کافر کے بارے میں (جس نے کسی مسلمان عورت پر تہمت لگائی ہو اور) اسے حدِ (قذف) لگی ہو، پھر وہ مسلمان ہوگیا ہو۔'' فرمایا: ''اس کی گواہی معتبر ہے کیونکہ اسلام زمانہ شرک کے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ا ص ۴۷۵، رقم الحدیث: ۶۴۰، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۷۵ رقم الحدیث: ۱۶۱۹۔

تحقیق:

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) اگر کوئی کافر حدِ قذف لگنے کے بعد مسلمان ہوجائے تو اس کی گواہی ذمیوں اور مسلمانوں کے بارے میں قبول کی جائے گی کیونکہ اسے یہ حقِ شہادت اسلام کے بعد حاصل ہوا ہے۔ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۴۰)

(۲) واضح رہے کہ قبولیتِ اسلام پر، مغفرت کا تعلق گناہوں کے ساتھ ہے، ان حقوق کے ساتھ نہیں جو قرض، عاریت، امانت، خرید وفروخت کے سلسلہ میں ابھی اس کے ذمہ باقی ہیں، اسلام ان سے سبکدوش نہیں کرتا بلکہ اس کی ذمہ داری کو اور بڑھادیتا ہے۔

{بندہ جس چیز کو چھپاتا ہے اس کو اللہ بھی چادر اوڑھا دیتا ہے}

۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّهٗ قَالَ: اَسِرُّوْا مَا شِئْتُمْ! مَنْ اَسَرَّ سَرِيْرَةً خَيْرٍ اَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَاءَ هَا، وَمَنْ اَسَرَّ سَرِيْرَةً شَرٍّ اَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَاءَ هَا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''تم جو چاہو چھپاؤ۔ جو کوئی خیر کا کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر پہنا دیتا ہے اور جو کوئی شر کا کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر پہنا دیتا ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۶۵۰ رقم الحدیث: ۹۱۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۹۰ رقم الحدیث: ۷۸، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۵ ص ۳۶، ترتیب الامالی الخمیسیۃ للشجری: ج ۲ ص ۳۰۶، رقم الحدیث: ۲۵۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۰۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۷۰۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔ (وله طريق اخرى عند الطبراني)

ہیثم سے امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیر فی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

{مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے}

۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْكَلَامِ۔

ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کہ مصیبت بات کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔''

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

مسند ابن الجعد : ۱۹۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۵۵۴۷، شعب الایمان: ۴۵۹۷، اور شرح السنۃ للبغوی : ۳۵۶۲ وغیرہ میں اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

انسان کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر ضرورت کے مطابق کلام کرنا چاہیے بسا اوقات ذرا سی بات کی وجہ سے دنیا میں فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے اور ذرا سی بات کی وجہ سے آخرت کی سخت گرفت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ آخرت کے انجام سے غافل و بے پرواہ ہو کر باتیں نہ کرے۔

{زیادہ آسان بات اللہ کو زیادہ محبوب ہے}

۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا تَخَالَجَكَ اَمْرَانِ ،فَظُنَّ اَنَّ اَحَبَّهُمَا اِلَى اللّٰهِ اَيْسَرُهُمَا۔

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''جب آپ کو دو باتیں خلجان میں ڈال دیں تو ان میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوگی جو ان میں زیادہ آسان ہوگی۔''

تحقیق:

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر دو امروں میں تردد ہو تو ان میں زیادہ محبوب وہی امر ہوگا جو ان میں زیادہ آسان ہوگا، چنانچہ صحیح مسلم (۲۳۲۷) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے۔

{مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے}

۷۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ،قَالَ: اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْكَلَامِ۔

ابراہیم (نخعی تابعی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مصیبت کلام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابن الجعد: ج۱ ص ۲۹۰، رقم الحدیث: ۱۹۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۵۴۷، شرح السنۃ للبغوی: ۳۵۶۲، کنز العمال: ۷۸۶۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔

فائدہ:

بندے کو چاہیے کہ آخرت کے انجام سے غافل و بے پرواہو کر باتیں نہ کرے، منہ سے نکلنے والی بات ایسی بھی ہوسکتی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی خاص رضا ورحمت کا مستحق بنادے، اور (خدا پناہ میں رکھے) ایسی بھی ہوسکتی ہے جو اس کی رضا ورحمتِ الٰہی سے محروم کر کے جہنم میں پہنچادے۔

{بچہ جب بارہ سال کا ہوجائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں}

۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ خَطِيْرٌ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ قَالَ فِيْ الصَّبِيِّ: اِذَا كَانَ ابْنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةٍ كُتِبَ لَهُ حَسَنَاتُهُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ سَيِّأَتُهُ، حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَ كُتِبَ لَهُ حَسَنَاتُهُ وَ كُتِبَ عَلَيْهِ سَيِّأَتُهُ.

خطیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بچہ جب بارہ سال کا ہوجاتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتیں یہاں تک کہ بالغ ہوجائے، اور جب بالغ ہوجاتا ہے تو پھر اس کی نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور اس کی برائیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔

{مخلصانہ طور پر توحید ورسالت کی گواہی دینے والے کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے}

۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ: كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لاَّ

إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ! فَقَالَ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. فَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَضَعُ أُصْبُعَهُ عَلَى أَنْفِهِ وَيَقُوْلُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ۔

عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن اس دوران کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوالدرداء! جو شخص اخلاص کے ساتھ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' میں نے عرض کیا خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہوجائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر وہی بات ارشاد فرمائی، میں نے پھر وہی عرض کیا کہ خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہوجائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر وہی بات ارشاد فرمائی، میں نے پھر وہی عرض کیا کہ خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہوجائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہوجائے، اور خواہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہی ہوجائے۔''

عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ یہ حدیث ہر جمعے کو منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیان کیا کرتے تھے اور اپنی انگلی اپنی ناک پر رکھ کر فرمایا کرتے تھے: ''خواہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

السنن الکبری للنسائی : ۱۰۸۹۸، التوحید لابن خزیمۃ : ج ۲ ص ۸۱۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی : ۴۰۰۰، مسند الشامیین للطبرانی : ۲۱۱۳، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء : ج ۱ ص ۲۲۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم : ص ۱۷۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی : ۹، جامع المسانید : ج ۱ ص ۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل : ۲۷۴۹۱۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

اس کے راوی امام عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمہ اللہ کو امام ابو الفداء زین الدین قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۵۷۷۷)

فوائدومسائل:

(۱)اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ رب العزت کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت ادا کر کے اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ان دو شہادتوں کو مخلصانہ طور پر ادا کرے، (اور شک وشبہ کی کوئی بیماری اُسکے دل ودماغ کو نہ ہو، اور اسی ایمانی حالت میں اُس کو موت آئے) تو وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ جو لوگ قرآن وحدیث کے محاورہ اور طرز بیان سے کچھ واقف ہیں وہ جانتے ہیں، کہ ایسے موقعوں پر ''اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت'' ادا کرنے کا مطلب رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان کو قبول کر لینا، اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اپنا دین بنالینا ہوتا ہے اور اسی لئے ان دوشہادتوں کے ادا کرنے کا مطلب ہمیشہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ایمانی دعوت کو قبول کرلیا، اور اسلام کو اپنا دین بنالیا۔

پس رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہی ہے کہ جو شخص " لا الہ الا اللہ'' اور " محمد رسول اللہ'' کی شہادت ادا کر کے میری ایمانی دعوت کو قبول کرلے، اور اسلام کو اپنا دین بنالے، اور اس بارے میں وہ مخلص اور صاحبِ یقین ہو (تو اگر اسی حال میں وہ مرجائے گا)، تو جنت میں ضرور جائے گا۔

پس اگر کوئی شخص " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرے لیکن اسلام کو اپنا دین نہ بنائے، بلکہ کسی اور دین ومذہب پر قائم رہے، یا توحید ورسالت کے علاوہ دوسرے ایمانیات کا انکار کرے مثلاً قیامت کو یا قرآن مجید کو نہ مانے تو وہ ہرگز اس بشارت کا مستحق نہ ہوگا۔

(۲)توحید ورسالت کی شہادت ادا کر لینے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ایمانی دعوت کو قبول کر لینے اور اسلام کو اپنا دین بنالینے کے بعد اگر بالفرض کسی شخص نے گناہ بھی کئے ہوں گے، تو اگر کسی وجہ سے وہ معافی کا مستحق ہوگا، تو اللہ رب العزت گناہوں کو معاف فرما کے بغیر کسی عذاب ہی کے اُس کو جنت میں داخل کردے گا اور اگر وہ معافی کا مستحق نہ ہوگا تو گناہوں کی سزا پانے کے بعد وہ جنت میں جاسکے گا، بہرحال دینِ اسلام پر صدق دل سے ایمان رکھنے والا ہر شخص جنت میں ضرور جائے گا، اگرچہ دوزخ میں گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہی جائے۔

(۳)سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جو بار بار اپنا سوال دُہرایا، تو اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوری اور زنا کو سخت ناپاک گناہ جاننے کی وجہ سے اُن کو اس پر تعجب تھا، کہ ایسے ناپاک گناہ کرنے والے بھی جنت میں جاسکیں گے، گویا اُس وقت تک انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، آج ہم جیسوں کو سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے اس تعجب اور اس سوال کی وجہ سمجھنا اس لئے مشکل ہوگیا ہے کہ ہم

نے اسلام ہی میں آنکھ کھولی ہے، اور یہ موٹی موٹی باتیں ہم کو گھروں ہی میں معلوم ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

{گناہ کبیرہ کون کون سے ہیں؟}

۱۰۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: اَلْكَبَائِرُ مِنْ اَوَّلِ النِّسَاءِ اِلَىٰ رَأْسِ ثَلاَثِيْنَ۔

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''گناہ کبیرہ سورہ نساء کے آغاز سے لے کر آیت نمبر تیس (۳۰) تک مذکور ہیں۔''

تحقیق:

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{تبھی کامل مومن بن سکتے ہیں جب دنیا کے تمام آدمیوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو}

۱۱۔ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ بَارًّا بِوَالِدَيْهِ، فَقَالَ: اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلاَمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنْ اَمَرْتُكَ اَنْ تَقْتُلَ وَالِدَيْكَ، فَعَلْتَ؟ قَالَ: لاَ، قَالَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: لاَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: نَعَمْ، فَبَايَعَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَاِنَّا لاَ نَأْمُرُكَ اَنْ تَقْتُلَ وَالِدَيْكَ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے نبی ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں، (یہ سن کر) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم صادر کروں تو کیا تو اپنے والدین کو قتل کر دے گا؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں، (اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور) پھر دوسری مرتبہ بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وہی سوال کیا جو پہلے کیا تھا تو اس نے کہا نہیں، پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے وہی سوال کیا کہ اگر میں تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تو اپنے والدین کو قتل کر دے گا؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ جی ہاں! (آپ کے کہنے پر میں اپنے والدین کو بھی قتل کر دوں گا)، (یہ سن کر) نبی ﷺ نے اس شخص کو بیعت فرمالیا اور کہا کہ: ''ہم تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آگے اس حدیث کی سند کے رواۃ کے عدم ذکر سے اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث قبول کرتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی اور پھر اس حدیث کے مضمون کی تائید تو متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہو رہی ہے۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ نے خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

آخذ بكتاب الله ،فمالم يجد فبسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات عن الثقات....الخ.(مناقب ابي حنيفة وصاحبيه: ص٢٠)

میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کی ان احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ فرماتے ہیں:

يأخذ بما صح عنده من الاحاديث التي كان يحملها الثقات....الخ.

(الانتقاء: ص١٤٢،فضائل ابي حنيفة: ص٩٩)

کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو۔

فوائد ومسائل:

(۱) ایمان کی تکمیل جب ہی ہوسکتی ہے اور ایک مسلمان پورا مؤمن تب ہی ہوسکتا ہے، کہ دنیا کے تمام دوسرے آدمیوں سے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ، اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔

(۲) محبت کا معیار زبانی دعوٰی نہیں بلکہ اطاعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني} (آل عمران:۳۱) ''کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔''

(۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دوسروں سے زیادہ ہونے کا پتہ تب چلتا ہے جب اولاد کی محبت، والدین کی محبت یا کسی بزرگ یا دوست کی محبت کسی ایسے کام کا تقاضا کرے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو، پھر اگر نبی ﷺ کی محبت زیادہ ہوگی تو دوسروں کی ناراضی کی پروا نہیں ہوگی بلکہ انسان دوسروں کو ناراض کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور اسوہ پر عمل کرے گا، اگر دوسروں کی محبت زیادہ ہوگی تو شریعت کی مخالفت کا ارتکاب کر کے انہیں خوش کرنے کی کوشش کی جائے گی جو ایمان کے مطلوبہ معیار کے خلاف ہے۔ اسی طرح قوم اور قبیلہ کے رسم ورواج کی بھی یہی حیثیت ہے۔

{اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی}

۱۲۔ قَالَ ثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ يَكُنِ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ، فَأَمَّا الدَّارُ فَشُؤْمُهَا ضِيقُهَا وَخُبْثُ جِيرَانِهَا، وَأَمَّا الشُّؤْمُ فِي الْمَرْءَةِ فَسُوءُ خُلُقِهَا وَعُقْمُ رَحِمِهَا، وَأَمَّا الْفَرَسُ فَإِنَّهُ يَكُونُ جَمُوحًا۔

علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ گھر کی نحوست تو یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور پڑوسی اچھے نہ ہوں، عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بداخلاق اور بانجھ ہو۔، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۵۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۶۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۷۸، رقم الحدیث: ۲۳۵۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم میں اس حدیث کی سند میں علقمہ کے بعد ابن بریدہ رحمہ اللہ اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس میں سند یوں ہے:

عن ابی حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن ابن بریدۃ عن ابیہ۔۔۔۔۔۔الخ۔

(مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص۱۵۳)

ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲، ۶۹۵، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

نحوست کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، نقصان ہی نقصان کا خطرہ ہے۔ یہ ایک غلط تصور ہے۔ خصوصاً گاؤں اور دیہاتوں میں چھوت چھات اور توہمات کی اتنی صورتیں مروج

ہوتی ہیں کہ انہیں شمار کرنا آسان نہیں، شہروں اور متمدن آبادیوں میں بسنے والے لوگ بھی ان توہمات سے اپنا پیچھا اب تک نہیں چھڑا سکے، کسی یتیم بچے کے گھر میں آنے پر کوئی نقصان ہو جائے تو وہ منحوس، کسی لڑکی کے گھر میں بہو بن کر آنے پر سسرالی رشتہ داروں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ منحوس، ٹریفک حادثے کا شکار ہو جائے تو صبح سب سے پہلا دکھائی دینے والا شخص منحوس، کاروبار میں خسارہ ہو جائے تو وہ پیشہ منحوس، بیٹی کو جنم دے کر ماں فوت ہو جائے تو وہ بیٹی منحوس، اولاد ہو جانے سے ضروریات زندگی میں تنگی پیدا ہو جائے تو وہ منحوس۔

غرضیکہ ہمارے بنائے ہوئے خاکوں کے مطابق ''منحوسوں'' کا ایک طوفان ہے جو کسی کے تھامے نہیں تھمتا اور ایک ایسا سیلاب ہے جسے دنیا کا کوئی بند نہیں روک سکتا، لیکن اگر ہم اسلام کے سائبان رحمت تلے آ جائیں تو یہاں ہمیں ''نحوست'' نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی، یہاں ہمیں صرف رحمت، ہمدردی، خوش نصیبی اور خوش قسمتی ہی ملے گی جو ہماری زندگی کی تمام نحوستوں کو بھی دھو کر صاف کر دے گی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاسد اور بے بنیاد خیالات کی اصلاح کرنا تھی اس لیے فرمادیا کہ اسلام کے نظریہ حیات اور اصول زندگی کے مطابق تو کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے منحوس ہوتی ہی نہیں ہے، اگر کسی چیز میں نحوست ہو سکتی تو وہ ان تین چیزوں میں ہوتی، لیکن جب ان تین چیزوں میں ہی نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں بھی نہیں سکتی۔

ا۔ گھر میں نحوست، اگر تم سمجھتے ہو کہ گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہاں کوئی مرجائے، گھر خریدتے ہی کوئی حادثہ ہو جائے، گھر میں رہائش اختیار کرتے ہی کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، ہاں! اگر تم کسی چیز کو گھر کے حوالے سے منحوس سمجھنا ضروری خیال کرتے ہو تو وہ ضروریات کے لیے ناکافی ہونا ہے، باقی کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جانا سو اس کا تعلق ہرگز ہرگز نحوست کے ساتھ نہیں ہے۔

۲۔ عورت میں نحوست، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ جہیز کم لائے، کھانا زیادہ کھائے، کام کرنے میں سستی کرے، بچے پیدا کرنے میں چستی کرے، ہر سال ایک نئی بچی شوہر کے ہاتھ میں تھما دے، تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، اگر تم کسی چیز کو عورت کے حوالے سے منحوس سمجھنا ہی چاہتے تو وہ عورت کی بدخلقی اور اس کا بانجھ پن ہے، جب تم اسے منحوس نہیں سمجھتے تو پھر کوئی اور چیز بھی منحوس نہیں ہو سکتی۔

۳۔ گھوڑے میں نحوست، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سواری کی نحوست یہ ہے کہ اسے خریدتے ہی ایکسیڈنٹ ہو جائے، خریدتے ہی وہ چوری ہو جائے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، اگر تم کسی چیز کو سواری کے حوالے سے منحوس سمجھنا ہی ضروری خیال کرتے ہو تو وہ اس کا تمہارے قابو میں نہ آنا ہے، جب تم اسے منحوس نہیں سمجھتے تو پھر کوئی اور چیز بھی منحوس نہیں ہو سکتی۔

{قیامت کے دن ایک آدمی کے اعمال میں بادل کی مثل کوئی چیز لا کر رکھ دی جائے گی}

۱۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ : يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ السَّحَابِ اِلَى الرَّجُلِ فَيُقَالُ: هٰذَا مَا عَمِلْتَ لِلنَّاسِ مِنَ الْخَيْرِ يُعْمَلُ بِهِ بَعْدَكَ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”قیامت کے دن ایک آدمی (جو کہ اپنے اعمال کو بالکل حقیر گمان کر رہا ہوگا) کے اعمال میں بادل کی مثل کوئی چیز لا کر رکھ دی جائے گی، (جس سے اس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے گا) اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرا وہ خیر کا عمل ہے جو تو نے لوگوں کے لیے (ان کو سکھانے کی غرض سے) کیا تھا جس پر تیرے بعد عمل کیا جاتا رہا۔“

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{قیامت کے دن لوگوں کو تین ایوانوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا}

۱۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: يَقْدُمُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ دَوَاوِيْنَ: دِيْوَانٌ فِيْهِ الْحِسَابُ، وَدِيْوَانٌ فِيْهِ النَّعِيْمُ، وَدِيْوَانٌ فِيْهِ الذُّنُوْبُ، فَيُقَابَلُ بِالْحِسَابِ النَّعِيْمُ فَيَسْتَغْرِقُهَا، وَتَبْقَى الذُّنُوْبُ فَهِيَ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَغْفِرَةُ.

عون بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں کو تین دیوانوں (نامہ اعمال) کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ ایک دیوان میں نیکیاں ہوں گی، ایک دیوان میں نعمتوں کا ذکر ہوگا، اور ایک دیوان میں گناہوں کا ذکر ہوگا۔ پس نعمتوں کے دیوان کے مقابل نیکیوں کے دیوان کو رکھا جائے گا۔ نتیجتاً نعمتیں نیکیوں کو ختم کر دیں گی اور گناہ باقی رہ جائیں گے جنہیں اللہ (چاہے گا تو اپنی رحمت سے) معاف فرما دے گا، (اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۴۵۴۶، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی: ج ۸ ص ۶۲۰، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۴ ص ۲۵۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۰۲۔

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

امام ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۵۵۳)

{جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے}

۱۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب (ثریا) ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۲۸۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۴، العظمۃ لابی الشیخ الاصبہانی: ج ۴ ص ۱۲۲۰، الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی: ۱۴۰، اثارۃ الفوائد المجموعۃ فی الاشارۃ الی الفرائد المسموعۃ: ۱۵۹، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور: ج ۸ ص ۶۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

{جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والا شخص جہنمی ہے}

۱۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي رُؤْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا،فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۰۰۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۲۴۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۰۹۲، ۱۱۳۴۴، ۱۱۴۰۴، ۱۱۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲۲۹، طرق حدیث من کذب علی متعمد اللطبرانی: ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۲۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۸، ۹۔

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

ابورؤبہ سے مراد امام ابورؤبہ شداد بن عبدالرحمن قشیری رحمہ اللہ ہیں جو کہ ثقہ ہیں۔ (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۵۰۶۰، تعجیل المنفعۃ: ۴۴۸، الثقات لابن حبان: ۳۳۳۲)

فوائد و مسائل:

(۱) جھوٹ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردے اور اسے حدیث کے طور پر پیش کرے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(۲) جہنم کی آگ میں ٹھکانا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں اس کے لیے جگہ متعین ہو چکی ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرلے اور سب کو بتادے کہ اس کی بیان کردہ فلاں فلاں حدیث خودساختہ ہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

(۳) یہ حدیث متواتر ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اسے باسٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

{جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا}

۱۷۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ: بَلَغَنِي اَنَّ رَجُلاً شَتَمَ اَبَابَكْرٍ، فَحَلُمَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ، ثُمَّ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَدَّ عَلَيْهِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ! فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: شَتَمَنِيْ فَلَمْ تَقُمْ وَقُمْتَ حِيْنَ رَدَدْتُّ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ مَلَكًا كَانَ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ اَنْتَ ذَهَبَ فَقُمْتُ۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیتے رہے (اور اس شخص کو جواب نہ دیا)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، (مگر جب وہ شخص بُرا بھلا کہنے میں حد سے گزر گیا

تو) پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا اس پر نبی ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے آ گئے اور) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب وہ شخص مجھ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ وہاں سے نہیں اُٹھے، لیکن میں نے جب اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے (اس میں آپ کے نزدیک کیا حکمت تھی؟) نبی ﷺ نے فرمایا: ''(اصل بات یہ ہے کہ جب تک تم خاموش رہے تو) ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا، مگر جب تم نے خود جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا جس کی وجہ سے میں بھی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل : ۹۶۲۴، کتاب ال آداب للبیہقی : ۱۲۹، السنن الکبری للبیہقی : ۲۱۰۹۶، شرح السنۃ للبغوی : ۳۵۸۶، غایۃ المقصد فی زوائد المسند : ۲۹۰۹، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : ۱۳۶۹۸، فیض القدیر : ۸۰۷۸، جامع المسانید : ۹۰۷۵، کنز العمال : ۸۳۰۵، کتاب ال آداب للبیہقی : ۱۲۹، السنن الکبری للبیہقی : ۲۱۰۹۶، شرح السنۃ للبغوی : ۳۵۸۶، غایۃ المقصد فی زوائد المسند : ۲۹۰۹، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : ۱۳۶۹۸، فیض القدیر : ۸۰۷۸، جامع المسانید : ۹۰۷۵، کنز العمال : ۸۳۰۵۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث دیگر متعدد کتب حدیث جیسے کتاب الآداب للبیہقی، شرح السنۃ للبغوی، مسند الامام احمد وغیرہ میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

فائدہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، گویا انہوں نے اس موقع پر جواب دے کر رخصت واجازت پر عمل کیا جو ایک عام آدمی کے لیے موزوں ہے اور اس عزیمت کو ترک کیا جو اس کے مرتبہ وشان کے عین مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله

کسی بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی برائی ہے۔ پھر بھی جو کوئی معاف کر دے، اور اصلاح سے کام لے تو اُس کا ثواب اللہ نے ذمے لیا ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس شخص کی بعض باتوں کا بدلہ لے کر اور بعض باتوں پر صبر اختیار کر کے گویا دونوں پہلوؤں کی رعایت کی، مگر نگاہ نبوت میں چونکہ ان کے لئے وہ مرتبہ کمال مطلوب تھا جو ان کی شانِ صدیقیت کے مطابق ہے اس لئے ان کا اس شخص کی بعض باتوں کا جواب دے کر جزوی بدلہ لینا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آیا چنانچہ آپ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تاکہ ایک طرف تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رویہ پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہوجائے اور اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی عمل ہوجائے کہ { واذاسمعوا اللغو اعرضوا عنه }(یعنی جب وہ کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔)

{اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کرسکتی تو نظر اس سے آگے بڑھ جاتی}

۱۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ،عَنْ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،اَنَّ اَسْمَاءَ ابْنَةَ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اَلاَ اَسْتَرْقِي لِاِبْنِ اَخِيْكَ مِنَ الْعَيْنِ،قَالَ: بَلٰى،فَلَوْ اَنَّ شَيْئًاسَبَقَ الْقَدَرُ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ (آپ کے بھتیجوں کو نظر لگ جاتی ہے تو) کیا میں آپ کے بھتیجے (یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) کو دم نہ کروالیا کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کرسکتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۵۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۰، سنن الترمذی: ۲۰۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۷۹، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۵۸۷، جامع المسانید: ج ۲ ص ۳۰۶، کتاب القضاء والقدر للبیہقی: ۲۴۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۰۷۱۲، شرح السنۃ للبغوی: ۳۲۴۳، فیض القدیر: ۹۴۱۷۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

عبیداللہ بن ابی زیاد سے سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ابوالحصین عبیداللہ بن ابی زیاد القداح المکی رحمہ اللہ اور ابونجیح سے صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ابونجیح یسار ثقفی مکی رحمہ اللہ مراد ہیں اور یہ دونوں

ثقہ۔(تاریخ الثقات:۱۰۵۵،۶۷۰۷)

فوائدومسائل:

(۱) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (بن ابی طالب) کے بیٹے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے اپنے بیٹے ہیں۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو اسماء رضی اللہ عنہا سے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس خاتون سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔

(۲) نظر یا بیماری کی وجہ سے دم کرنا اور کروانا جائز ہے بشرطیکہ دم میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ یہ دم اللہ رب العزت کے ذکر یا قرآن کریم سے کیا گیا ہو،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۸۸۸)

{موت اور بڑھاپے کے سوا اللہ نے ہر بیماری کی دواء نازل کی ہے}

۱۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ،اَنَّهٗ قَالَ: مَا وَضَعَ اللّٰهُ دَاءً اِلاَّ وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً اِلاَّ السَّامَ وَالْهَرَمِ،فَعَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلُطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اللہ رب العزت نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کی دوا بھی پیدا کی ہے،سوائے موت اور بڑھاپے کے۔پس تم پر گائے کا دودھ استعمال کرنا لازم ہے کیونکہ گائے کا دودھ ہر درخت سے مل کر حاصل ہوتا ہے(اور اس میں تمام نباتی اجزاء شامل ہوتے ہیں)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی : ۱۳،مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی :۸ ،کنز العمال: ج ۱۰ ص ۳۱،رقم الحدیث:۲۸۲۱۷

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

ابوعمرو قیس بن مسلم الجدلی العدوانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ ہیں،اور حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب الاحمسی ،سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک ثقہ راوی ہیں بلکہ امام عجلی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق تو اس

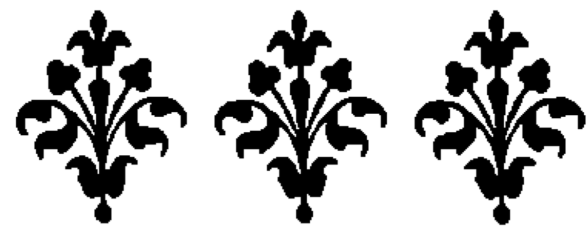
نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کی ہے۔(تاریخ الثقات:۱۴۰۱،۷۱۵)

فوائدومسائل:

(۱) علاج کرنا کرانا توکل کے خلاف نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاج کرانے کی تلقین فرمائی ہے اور خود بھی علاج کرایا ہے۔

(۲) بڑھاپا زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے جس میں قوی مضمحل ہوجاتے ہیں۔اگر بڑھاپا طاری ہوجائے تو اس کو واپس نہیں کیا جاسکتا۔اسی طرح موت کو بھی نہیں ٹالا جاسکتا۔انسان کو بوقت ضرورت ادویات کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ وہ بالکل ہی عاجز نہ ہوجائے۔

(۳) زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے گائے کا خالص دودھ انتہائی مفید ہے،اس کے نباتاتی اجزاء جو مختلف درختوں اور سرسبز وشاداب گھاس کی وجہ سے اس میں پیدا ہوجاتے ہیں،انسان کو تقویت فراہم کرتے ہیں اور مکمل غزائیت سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

١۔ کِتَابُ الْعِلم

ا۔ علم کا بیان

دینی اصطلاح اور قرآن وحدیث کی زبان سے مراد ہی علم ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے آتا ہے۔

اللہ کے کسی نبی ورسول پر ایمان لانے اور ان کو نبی ورسول مان لینے کے بعد سب سے پہلا فرض آدمی پر یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرنے اور جاننے کی کوشش کرے کہ میرے لئے یہ پیغمبر و نبی کیا تعلیم وہدایت لے کر تشریف لائے ہیں، مجھے کیا کرنا اور کیا چھوڑنا ہے۔۔۔۔۔۔سارے دین کی بنیاد اسی علم پر ہے، اس لئے اس کا سیکھنا اور سکھانا ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے۔

یہ سیکھنا سکھانا زبانی بات چیت اور مشاہدہ سے بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے قریبی دور میں تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سارا علم وہی تھا جو ان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال کے مشاہدہ سے یا اسی طرح آپ کے فیض یافتہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل ہوا تھا۔

علیٰ ہذا اکثر تابعین کا علم بھی وہی تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت وسماع سے حاصل ہوا تھا۔۔۔۔۔۔اور یہ علم نوشت وخواند اور کتابوں کے ذریعہ بھی حاصل ہوسکتا ہے، جیسا کہ بعد کے زمانوں میں اس کا عام ذریعہ کتابوں کا پڑھنا اور پڑھانا رہا اور اب بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا ہر اس شخص کے لئے فرض وواجب بتلایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اللہ کا دین اسلام قبول کرے اور اس علم کے حاصل کرنے میں محنت ومشقت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرح کا ''فی سبیل اللہ'' جہاد اور قرب الٰہی کا خاص الخاص وسیلہ اور اس بارے میں غفلت وبے پروائی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے۔

یہ علم انبیاء علیہم السلام اور خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث ہے اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے اور جو خوش نصیب بندے اس کو حاصل کریں اور اس کا حق ادا کریں وہ وارثین انبیاء ہیں، آسمان کے

فرشتوں سے لے کر زمین کی چیونٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات ان سے محبت رکھتی اور ان کے لئے دعائے خیر کرتی ہے، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے۔

اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض کے لئے استعمال کریں، وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب وعذاب کے مستحق ہیں۔۔۔۔نعوذ باللہ من شرو انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

{لوگوں کو ہر ایک مسئلے کا فتوی دینے والا پاگل ہے}

۲۰۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسَىٰ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَفْتَى النَّاسَ فِيْ كُلِّ مَا يَسْأَلُوْنَهُ عَنْهُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ فَهُوَ مَجْنُوْنٌ۔

حضرت امام موسی بن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''جو شخص لوگوں کو ہر ایک مسئلے کا جو بھی وہ اس سے دریافت کریں فتوی دے دیا کرے (سمجھ لو کہ) وہ پاگل ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۹۲۴، الابانۃ الکبری لابن بطۃ: ۳۳۴، المدخل الی السنن الکبری للبیہقی: ۷۹۸، جامع بیان العلم وفضلہ: ۲۲۰۸، ۲۲۱۳، الفقیہ والمتفقہ للبغدادی: ج ۲ ص ۴۱۶، ۴۱۷، آداب المفتی والمستفتی: ج ۱ ص ۷۵، فتاوی ابن الصلاح: ج ۱ ص ۹، اعلام الموقعین عن رب العالمین: ج ۲ ص ۱۲۷، بدائع الفوائد: ج ۳ ص ۲۷۶، الابانۃ الکبری لابن بطۃ: ۳۳۴، المدخل الی السنن الکبری للبیہقی: ۷۹۸۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح وثابت ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے۔
المدخل الی السنن الکبری للبیہقی (۷۹۸) میں یہ حدیث ایک دوسرے متصل طریق {یعنی: عبدالرحمن بن مھدی ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی وائل قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ....الخ۔} کے ساتھ مروی ہے۔

فائدہ:

(۱) اہل علم کو نامعقول، غیر ضروری اور فضول سوالات کے جوابات میں نہیں پڑنا چاہیے۔
(۲) ہمارے معاشرے میں یہ مرض تیزی کے ساتھ سرایت کرتا جا رہا ہے کہ ہر طرف فارغ لوگ بیٹھے فضول سوالات گھڑتے

رہتے ہیں جن کا نہ تو آخرت کے ساتھ تعلق ہے اور نہ دنیا میں کار آمد ہیں۔

جیسے اصحابِ کہف کے کتے کا رنگ کون سا تھا؟ اجتہادی مسائل اور ناسخ منسوخ کے مسائل میں اس طرح سوال کریں گے کہ رفع الیدین کس تاریخ کو منسوخ ہوا تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حنفی تھے، شافعی تھے، یا مالکی تھے یا حنبلی؟ سبحان اللہ کیسے احمقانہ سوالات ہیں جن پر یہ لوگ ناز کرتے ہیں۔

{اگر کوئی شخص قرآن کریم یاد نہ کرسکتا ہو تو کیا حکم ہے؟}

۲۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْيُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ السَّكْسَكِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّيْ لاَ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَتَعَلَّمَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ، فَعَلِّمْنِيْ شَيْئًا يُجْزِئُنِيْ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: هٰذَا لِلّٰهِ فَمَالِيْ؟ قَالَ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں قرآن سے کچھ یاد نہیں کرسکتا، مجھے کچھ سکھا دیجیے جو میرے لیے (قراءت قرآن سے) کفایت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم {سبحان الله، والحمدلله، ولا اله الا الله والله اكبر، ولا حول ولا قوة الا بالله} پڑھا کرو۔ "اللہ پاک ہے، اسی کی تعریف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ برائیوں سے بچنا اور نیکی کی توفیق ملنا، اللہ کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ وہ عالی ہے عظمت والا ہے۔" وہ شخص کہنے لگا: (اے اللہ کے رسول!) یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہا کرو: {اللّٰهم اغفرلی لی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی} "اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، ہدایت سے سرفراز فرما، راحت وعافیت سے نواز اور مجھے رزق دے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۸۵۱، مسند الحمیدی: ۷۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۷۹۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۱۰، ۱۹۱۳۸، سنن ابی داود: ۸۳۲، السنن الکبری للنسائی: ۹۹۸، سنن النسائی: ۹۲۴، المنتقی لابن الجارود: ۱۸۹، صحیح ابن خزیمۃ: ۵۴۴، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۸، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۳۴، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۷۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۲۵، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

اس کے راوی امام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیدہ الہلالی العامری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۵۹۰۶)

اور امام ابو اسماعیل ابراہیم بن عبدالرحمن بن اسماعیل سکسکی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود اور سنن نسائی کے (فی نفسہ) راست باز راوی ہیں۔ (میزان الاعتدال:۱۳۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان:۱۶۲۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (من تکلم فیہ وہو موثق:۶)

فوائد ومسائل:

(۱) ثابت ہوا کہ جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا ذکر سے اپنی نماز پوری کرنی چاہیے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سائل کا سوال یہ تھا کہ میں فوری طور پر کچھ یاد نہیں کر سکتا جبکہ نماز فرض ہو چکی ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔

(۲) قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص کو مذکورہ بالا ذکر بتانا دلیل ہے کہ نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مکروہ ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ بالا ذکر کی بجائے قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔

{امام شعبیؒ کا محدثانہ مقام}

۲۲۔ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ هِنْدَ عَنْ بَعْضِ اَشْيَاخِهِمْ اَنَّ عَامِرًا كَانَ يُحَدِّثُ فِيْ حَلْقَةٍ فِيْهَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنْ مَّغَازِي النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَنَّهُ لَيُحَدِّثُ حَدِيْثًا كَاَنَّهُ شَهِدَ الْقَوْمَ۔

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں مغازی کے متعلق حدیث بیان کرتے تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما (ان کی احادیث کو سن کر) فرماتے کہ یہ بعینہ اسی طرح بیان کر رہے ہیں جیسے وہاں موجود چشم دید گواہ بیان کرے۔

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کا مختصر سا تعارف:

الامام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

"ادرکت خمسمائۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم "(تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص۶۴)
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اوران کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ ''علامۃ التابعین' کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ م۱۱۰ھ نے اپنے شاگرد سے فرمایا:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج۱،ص ۶۴)

{صحابہ کرامؓ آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے}

۲۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ تَفَقَّهَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةُ رَهْطٍ ،ثَلَاثَةٌ مِّنْهُمْ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَثَلَاثَةٌ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ، فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ،وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُلْقِيْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ.

عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چھ حضرات نے فقہ کا علم حاصل کیا (اورآپس میں اس کا مذاکرہ کیا کرتے تھے) جن میں تین حضرات تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور تین حضرات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں مذاکرہ کیا کرتے تھے۔''

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ ہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ص ۶۱۹، رقم الحدیث: ۸۶۶) جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زبردست فقیہ تھے، استخراجِ مسائل اور فقہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

{جنت کے باغات یعنی اہل فقہ اہل فقہ کی مجالس سے گزرو تو میوہ خوری کرو}

۲۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: إِذَارَأَيْتُمْ رِيَاضَ الْجَنَّةِفَارْتَعُوْاأَمَاإِنَّهَالَيْسَتْ بِمَجَالِسِ الْقُصَّاصِ وَلٰكِنَّهَامَجَالِسُ اَهْلِ الْفِقْهِ۔

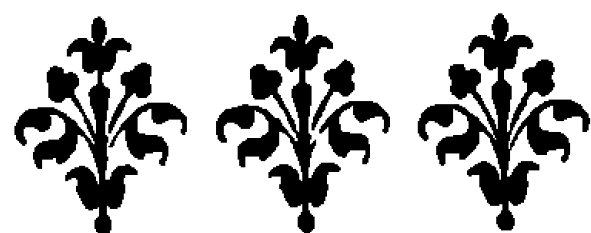
ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو تو میوہ خوری کرو، اور جنت کے باغات قصہ گو احباب کی مجالس نہیں بلکہ اہلِ فقہ کی مجالس ہیں''

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرو، جہاں لوگ علمِ فقہ سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہوں تو تم بھی شریک مجلس بن کر علم فقہ کو سیکھو۔ یہاں اہلِ فقہ کی مجالس کو جنت کے باغات اس لئے کہا گیا ہے کہ علمِ فقہ کو سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی انسان جنت کے باغات میں داخل ہونے کی سعادت سے نوازا جاتا ہے۔



بسم الله الرحمٰن الرحيم

٣۔ كِتَابُ الطَّهَارَةِ

طہارت کے مسائل

لفظ کتاب کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

کتاب، کتب سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے اور ملانے کے ہیں اور مصنفین کے نزدیک عموماً کتاب ان مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں جو مستقل حیثیت کے حامل ہوں اور وہ کئی انواع، یعنی مختلف ابواب پر مشتمل ہوں۔ چنانچہ جلیل القدر ثقہ وصدوق سنی امام علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

''لفظ الکتاب اور ابواب وہاں بولا جاتا ہے جس کے تحت انواع متعددہ ہوں اور جہاں باب ہوگا اس سے مراد نوع واحد ہوگی۔ (عمدۃ القاری: ج ۱ ص ۱۱۹)

لفظ طہارت کی لغوی تحقیق:

لفظ طہارۃ طھر یطھر کا مصدر ہے نصر وکرم سے، اس کے لغوی معنی ہیں "النظافة والتنزه من الاقذار والادناس" یعنی گندگی اور میل کچیل سے پاک وصاف ہونا۔

لفظ طہارۃ کی اصطلاحی تحقیق:

اور اصطلاح شرع میں طہارۃ کہتے ہیں "استعمال المطهرين (اى الماء والتراب) على الصفة المشروعة فى ازالة النجاسة الحقيقية او الحكمية" یعنی ازالہ حدث یا خبث کیلئے قاعدہ شرعیہ کے مطابق احد المطہرین (پانی یا مٹی) کو استعمال کرنا۔

اقسام طہارۃ اور کتاب الطہارۃ کو مؤخر کرنے کی وجہ:

طہارۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہری (۲) باطنی۔ طہارۃ باطنی جس کو ایمان سے تعبیر کرتے ہیں، بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں جیسے ہمارے مؤلف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ طہارۃ باطنی مقدم ہے۔

اور بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ چونکہ ہماری کتابوں کو پڑھنے والے حضرات مومن ہیں اور بات مومن سے ہو رہی ہے اور ایمان تو اپنی جگہ ایک ثابت شدہ چیز ہے اس لئے انہوں نے اہم العبادات نماز کی شرائط سے کتابوں کو شروع کیا ہے جیسے محمد بن علی نیموی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۲ھ) امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ)، امام ابو داود رحمہ اللہ (م ۲۷۵ھ) اور امام نسائی رحمہ اللہ (م ۳۰۳ھ) وغیرہم۔ (ملخصاً: خزائن السنن: ج ۱ ص ۲۱)

طہارت و پاکیزگی کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام:

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور طواف کعبہ جیسی عبادات کیلئے لازمی شرط ہے، بلکہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔ قرآن مجید کی آیت

"ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین"

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک وصاف رہنے والے اپنے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (بقرہ: ۲: ۲۲۲)

اور قبا کی بستی میں رہنے والے اہل ایمان کی تعریف میں قرآن مجید کا ارشاد "فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین" (اس میں ہمارے ایسے بندے ہیں جو بڑے پاکیزگی پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک وصاف رہنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ توبہ: ۹: ۱۰۸)۔ صرف ان ہی دو آیتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی بجائے خود کتنی اہمیت ہے۔

صحیح مسلم کی۔۔۔ (ایک حدیث) کے پہلے فقرے "الطھور شطر الایمان" کا گویا لفظی ترجمہ ہی یہ ہے کہ طہارت و پاکیزگی اسلام کا ایک حکم ہی نہیں بلکہ وہ دین وایمان کا ایک اہم جزو ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں اس کو "نصف ایمان" فرمایا گیا۔ ہمارے استاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی ایک نفیس تحقیق قابل ذکر ہے، اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

"کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھادی ہے کہ فلاح وسعادت جس شاہراہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں احکام ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس اس چار اصولی عنوانوں کے تحت آتے ہیں (۱) طہارت (۲) اخبات (۳) سماحت (۴) عدالت۔"

(حجة الله البالغة :باب الاصول التي يرجع اليها تحصيل الطريقة الثانية. ملخصاً)

پھر شاہ صاحب نے ان میں سے ہر ایک کی حقیقت بیان کی ہے جس کے مطالعے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ بلاشبہ ساری شریعت بس ان ہی چار حصوں میں منقسم ہے۔ یہاں ہم شاہ صاحب کے کلام کے صرف اس حصے کا

خلاصہ درج کرتے ہیں جس میں انہوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔فرماتے ہیں کہ:

ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو، جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہوجاتا ہے یا اس کو پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے یا وہ جماع وغیرہ سے فارغ ہوا ہوتا ہے وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا انقباض وتکدر اور گرانی وبے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے، پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے وہ فارغ ہوجاتا ہے اور اچھی طرح استنجا اور طہارت کر لیتا ہے یا اگر جماع سے وہ فارغ ہوا تھا تو غسل کر لیتا ہے اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے انقباض وتکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کی بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک انشراح وانبساط اور سرور وفرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

بس دراصل پہلی کیفیت اور حالت کا نام ''حدث'' (ناپاکی) اور دوسری کا نام ''طہارت'' (پاکی وپاکیزگی) ہے، اور انسانوں میں جس کی فطرت سلیم اور جن کا وجدان صحیح ہے ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں اور اپنی فطرت اور تقاضے سے ''حدث'' کی حالت کو ناپسند اور دوسری کو (یعنی ''طہارت'' کی حالت کو) پسند کرتے ہیں۔

اور نفس انسانی کی یہ طہارت کی حالت ملاء اعلیٰ یعنی ملائکۃ اللہ کی حالت سے بہت مشابہت ومناسبت رکھتی ہے کیونکہ وہ دائمی طور پر بہیمی آلودگیوں سے پاک وصاف اور نورانی کیفیات سے شاداں وفرحاں رہتے ہیں اور اسی لئے حسب امکان طہارت وپاکیزگی کا اہتمام ودوام انسانی روح کو ملکوتی کمالات حاصل کرنے اور الہامات ومنامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنادیتا ہے۔

اور اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی کی حالت میں ڈوبا رہتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت ومشابہت حاصل ہوجاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت اس میں پیدا ہوجاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱ ص ۵۴)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طہارت اور حدث دراصل انسانی روح اور طبیعت کی مذکورہ بالا دو حالتوں کا نام ہے اور ہم جن چیزوں کو حدث یا ناپاکی اور طہارت یا پاکیزگی کہتے ہیں وہ دراصل ان کے اسباب وموجبات ہیں اور شریعت ان ہی اسباب پر احکام جاری کرتی ہے اور انہی سے بحث کرتی ہے۔

امید ہے کہ طہارت کی حقیقت اور روح انسانی کیلئے اسکی ضرورت واہمیت سمجھنے کیلئے شاہ صاحب کا یہ کلام انشاء اللہ کافی ہوگا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طہارت وپاکیزگی شریعت کا پورا چوتھائی حصہ ہے۔

(ماخوذ از معارف الحدیث: ص ۲۴۔۲۵)

{چار چیزوں کو کوئی چیز ہمیشہ کے لئے ناپاک نہیں کرتی}

۲۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ قَالَ اُرَاهُ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّهُ قَالَ: أَرْبَعٌ لاَ یُنَجِّسُهُنَّ شَیْءٌ: اَلْجَسَدُ وَالْأَرْضُ وَالثَّوْبُ وَالْمَآءُ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''چار چیزوں کو کوئی چیز (ہمیشہ کے لئے) ناپاک نہیں کرتی۔ (۱) جسم (۲) زمین (۳) کپڑا (۴) پانی۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵، رفع الاشتباہ من سائل المیاہ لابن قطلوبغا: ج ۱ ص ۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۲۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں میں سے کسی پر نجاست لگ جائے اور اسے دھودیا جائے تو وہ نجاست اس سے دور ہو جاتی ہے اور وہ ناپاک نہیں رہتی۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵)

(۲) پانی سے زیادہ پانی یا بہنے والا پانی مراد ہے کہ وہ نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ (ایضاً: ۲۵)

{ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہے}

۲۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: ذَكَاةُ كُلِّ مَسْكٍ دِبَاغُهُ۔

ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہر کھال کی پاکی وطہارت اس کو دباغت دینا ہی ہے۔''

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

یہ حدیث امام ابراہیم نخعی کی مرسل روایات میں سے ہے اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳۔ ۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۴۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۴۸، نصب الرایہ ج ۱، ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسیل ابی داؤد ص ۴) اور خصوصاً اس حدیث کی تائید تو دیگر متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے بھی ہوتی ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) دباغت کا مطلب ہے چمڑے پر لگی ہوئی رطوبات کو کسی مناسب تدبیر سے خشک کرنا جیسے مٹی ملنا یا دھوپ میں ڈالنا یا نمک لگانا یا اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر کرنا۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد اس کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور اس کے چمڑے سے فائدہ اٹھانا یعنی اس کی خرید و فروخت کرنا اور اس کو دوسری ضرورتوں میں استعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ تاہم خنزیر قرآن کی نص کے مطابق نجس العین ہے اس لئے اس کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی۔

(۳) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی حدیث کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۵)

{جو چیز بھی کھال کو خراب ہونے سے روک دے وہ دباغت ہے}

۲۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ: مَا أَصْلَحْتَ بِهِ الْجِلْدَ مِنْ شَيْئٍ يَمْنَعُهُ مِنَ الْفَسَادِ فَهُوَ لَهُ دَبَاغٌ.

”حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو چیز بھی کھال کو خراب ہونے سے روک دے وہ دباغت ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی مؤقف یہی ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

{ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہی ہے}

۲۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ: ذَکَاۃُ کُلِّ جِلْدٍ دِبَاغُهٗ۔

حماد (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہر کھال کی پاکی وطہارت اس کو دباغت دینا ہی ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کا ثبوت احادیثِ مرفوعہ سے:

دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کا ثبوت احادیثِ مرفوعہ سے بھی ملتا ہے، چند احادیث تحقیق اور تخریج کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

(۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰی مَوْلَاۃٍ لِّمَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِشَاۃٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا اِنَّهَا مَیْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَکْلُهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۲)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، (ام المؤمنین حضرت) میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی کو ایک بکری بطور صدقہ دی گئی اور وہ مرگئی، پھر رسول اللہ ﷺ کا اس پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ اتار لیا، تم اس کو دباغت دیتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا، یہ بکری تو مردار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس کا کھانا حرام ہے۔ اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے یحییٰ بن یحییٰ، ابوبکر بن ابی شیبہ، عمرو الناقد اور ابن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابن عیینہ سے اس نے اس نے زہری سے اس نے عبیداللہ بن عبداللہ سے اور اس نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۶۳)

(۲)۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(آثار السنن: ۶۳)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''جب کچے چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۰۵، سنن ابی داود: ۴۱۲۳، سنن الدارقطنی: ۱۱۴، مؤطا مالک: ۱۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۰۵، السنن الکبری للبیہقی: ۶۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۳۳، شرح السنہ للبغوی: ۳۰۳۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے یحییٰ بن یحییٰ سے اس نے سلیمان بن بلال سے اس نے زید بن مسلم سے اس نے عبدالرحمن بن وعلہ سے اور اس نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۶۶)

یہ حدیث بھی صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

(۴)۔ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ يَجُرُّوْنَهَا فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَقَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَآخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ السَّكَنِ وَالْحَاكِمُ۔ (آثار السنن: ۲۴)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک (مردہ) بکری کے پاس سے ہوا جسے لوگ گھسیٹتے ہوئے لیے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کاش تم اس کی کھال اتار لیتے۔'' انہوں نے کہا: یہ تو مری ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے (چمڑے کو) پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دے گی۔'' اسے ابوداود، نسائی (رحمہما اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور (امام) ابن سکن (رحمہ اللہ) اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۴۱۲۶، سنن النسائی: ۴۲۴۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۰۸۶، شرح معانی الآثار: ۲۷۰۹، صحیح ابن حبان: ۱۲۹۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۶۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۰۸، السنن الکبری للبیہقی: ۶۲۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے احمد بن صالح سے اس نے ابن وہب سے اس نے عمرو بن حارث سے اس نے کثیر بن فرقد سے اس نے عبداللہ بن مالک بن حذافہ سے اس سے اپنی والدہ عالیہ بنت سبیع سے اور اس نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۴۱۲۶)

یہ حدیث بلحاظ سند شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے بھی تحفۃ المحتاج (ج ۱ ص ۲۲۰ ح: ۱۳۱) میں اسے حسن کہا ہے۔

(۵)۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ مِّنْ قِرْبَةٍ عِنْدَ

امْرَأَةٍ فَقَالَتْ اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ دَبَغْتِهَا قَالَتْ بَلٰى قَالَ دِبَاغُهَا ذَكَاتُهَا ـ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ـ (آثار السنن: ٦٥)

☆☆ (حضرت سیدنا) سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مشک سے جو کہ ایک عورت کے پاس تھی پانی منگایا، اس نے کہا، یہ مردار (کی کھال سے بنی ہوئی) ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دباغت نہیں دی تھی؟ اس نے عرض کیا! جی ہاں (دی تھی۔) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو دباغت دینا ہی اس کی پاکی وطہارت ہے۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند احمد بن حنبل: ۲۰۰۱۷، سنن النسائی: ۴۲۴۳، شرح معانی الآثار: ۲۷۱۱، تلخیص الحبیر: ۴۴، المسند الجامع: ۴۹۳۶۔

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

کتے کی دباغت شدہ کھال کا مسئلہ:

دور حاضر کے بعض جدید محققین نے کتے کی دباغت شدہ کھال کے مسئلے کو لے کر اہلسنت والجماعت احناف کے خلاف طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں موضوع کی مناسبت کے پیش نظر طلباء کرام کے لیے چند معروضات حاضر خدمت ہیں۔

(۱) کسی چیز کے حلال وحرام اور پاک وناپاک ہونے میں انسان کی اپنی مرضی اور اپنی عقل کا دخل نہیں، بلکہ حلال وحرام اور پاک وناپاک کا مسئلہ شریعت کے حکم کے تابع ہے سو شریعت نے جس چیز کو پاک وحلال قرار دیا ہے وہ حلال وپاک ہے اور جس چیز کو حرام وناپاک قرار دیا ہے وہ حرام وناپاک ہے۔

(۲) غلاظت وغلاظت بھرا کپڑا دونوں ناپاک ونجس ہیں لیکن ہم واضح طور پر ان کے درمیان ایک فرق محسوس کرتے ہیں کہ غلاظت خود نجاست ہے، کپڑا خود نجاست نہیں البتہ غلاظت ونجاست لگنے کی وجہ سے نجس ہوگیا ہے، غلاظت جیسی چیز کو نجس العین اور کپڑے جیسی چیز کو نجس الغیر کہا جاتا ہے، پس نجس العین وہ نجس چیز ہے جس کی ذات ہی مجسم نجاست ہو جیسے بول وبراز، شراب، دم مسفوح۔

اور نجس الغیر وہ نجس چیز ہے کہ خود اس کی ذات نجس نہیں ہوتی لیکن کسی دوسری نجاست کے لگنے کی وجہ سے اس میں نجاست آ جاتی ہے جیسے ناپاک کپڑا، ناپاک برتن وغیرہ۔ آپ کے تحت الشعور میں نجس العین چیز اور نجس الغیر کے درمیان ایک فرق اور بھی موجود ہے کہ نجس العین چیز کو پاک نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ جب اس کی ذات ہی مجسم نجاست نجاست ہے تو اس سے نجاست کو دور نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ بول و براز کو پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں البتہ نجس الغیر کو پاک کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ہم نجس کپڑے اور نجس برتن کو دھو کر اس سے نجاست کو دور کر کے پاک کر سکتے ہیں۔

(۴) یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جیسے کسی چیز کے پاک و ناپاک ہونے میں عقل کا کوئی دخل نہیں ایسے ہی نجس العین اور نجس الغیر ہونے میں بھی عقل کا کوئی دخل نہیں، پس ہر وہ چیز جس کو شریعت نے نجس العین قرار دیا ہے وہ نجس العین ہے اور جس چیز کو نجس الغیر قرار دیا ہے وہ نجس الغیر ہے۔

حیوانات میں سے شریعت نے صرف خنزیر کو نجس العین قرار دیا ہے قرآن کریم میں ہے: ''فانہ رجس'' پس تحقیق خنزیر نجاست ہے، لہٰذا اس کا گوشت، ہڈیاں، کھال، کھر وغیرہ ایک ایک چیز نجاست غلیظہ ہے اگر زندہ خنزیر چھوٹے حوض یا تالاب میں صرف پاؤں رکھ دے بلکل بالٹی میں خنزیر کے ایک دو بال بھی گر جائیں تو پانی نجس ہوجاتا ہے، جبکہ دور حاضر کے جدید محققین کے اکابرین کے نزدیک خنزیر اور اس کی ہڈیاں، پٹھے، کھر، سینگ، بلکہ خنزیر کا لعاب اور جوٹھا پاک ہے (نزل الابرار: ج ۱ ص ۳۰۔ ۴۹، عرف الجادی: ص ۱۰، بدور الاہلہ: ص ۱۶)۔

اس لئے جدید محققین کا کوئی شخص اگر بالٹی بھر کر خنزیر کے اوپر ڈال دے اور نیچے سے گلاس بھر کر پانی پی لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ حوض میں خنزیر اور آزاد خیال شخص باری باری غوطہ لگائیں تو خنزیر بھی پاک آزاد خیال شخص بھی پاک اور پانی بھی پاک۔

اہلسنت والجماعت احناف کے نزدیک تو مردار بکری، مردار مرغی، مردار چڑیا بھی ناپاک ہے لیکن جدید محققین کے اکابرین کے نزدیک مردار خنزیر بھی پاک ہے کیونکہ ان اکابر نے بغیر کسی استثناء کے مردار کو پاک کہا ہے۔

(عرف الجادی: ص ۱۰، بدور الاہلہ: ص ۱۵)

خنزیر کے علاوہ باقی جتنے بھی حرام جانور ہیں وہ نجس الغیر ہیں یعنی ان کی ذات نجس نہیں البتہ ان میں نجاست آتی ہے ایک تو موت کی وجہ سے یعنی جب جانور مرتا ہے تو موت کی وجہ سے شریعت نے اس کے جسم کو نجس قرار دیا ہے اس لئے اگر انسان یا حلال جانور بھی کنویں میں مر جائے یا مرے ہوئے کو کنویں میں ڈال دیا جائے تو کنواں نجس ہوجاتا ہے۔

دوسرے جب جسم کے اندر والی رطوبات خون، بول و براز وغیرہ جسم سے خارج ہو کر کسی چیز کو لگ جائیں، لیکن اگر ان نجس رطوبات کو زائل کر دیا جائے تو چیز پاک ہوجاتی ہے، کتے اور مردار کا چمڑا بھی نجس العین نہیں بلکہ نجس الغیر ہے کہ نجس رطوبات کی وجہ سے نجس شمار ہوتا ہے، پس جب دباغت سے ان رطوبات کو دور کر دیا جائے تو چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔

لیکن قرآن کی صریح نص کے مطابق خنزیر نجس العین ہے اس لئے اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوسکتا پس خنزیر کے چمڑے کا دباغت سے پاک نہ ہونا قرآن کی نص سے ثابت ہوا اور خنزیر کے علاوہ باقی ناپاک جانوروں کے چمڑے کا دباغت

سے پاک ہونا احادیث سے ثابت ہے۔بعض احادیث گزر چکی ہیں چند مزید حاضر خدمت ہیں:

·حدثنی ابن وعلة السبای قال سألت ابن عباس قلت انا نکون بالمغرب فیأتینا المجوس بالاسقیة فیها الماء والودك فقال اشرب فقلت ارأی تراہ فقال ابن عباس سمعت رسول الله ﷺ یقول دباغه طهورہ۔(صحیح مسلم: ج۱ص۱۵۹)

ابن وعلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم مغرب میں ہوتے ہیں تو ہمارے پاس مجوسی لوگ مشکیزوں میں پانی اور چربی لاتے ہیں (جب کہ مسلمانوں کے نزدیک مجوسی کا ذبیحہ مردار ہے) حضرت عبداللنہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اسے پی لیا کرو، پھر میں نے پوچھا کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ فرمایا (رائے نہیں بلکہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اس کو دباغت دینا ہی اس کی طہارت و پاکی ہے۔

·فقال ابن عباس قد سألنا رسول الله ﷺ عن ذٰلك فقال دباغه طهورہ۔

(صحیح مسلم: ج۱ص۱۵۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مردار چمڑے سے تیار شدہ مشکیزہ میں رکھی ہوئی چربی کے متعلق) پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چمڑے کو دباغت دینا ہی اس کی پاکی وطہارت ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایما اهاب دبغ فقد طهر۔"

جس کسی بھی کچے چمڑے کو دباغت دے دی جائے وہ چمڑا دباغت دینے سے پاک ہوجاتا ہے۔

(سنن الترمذی: ج۱ص۳۰۳)

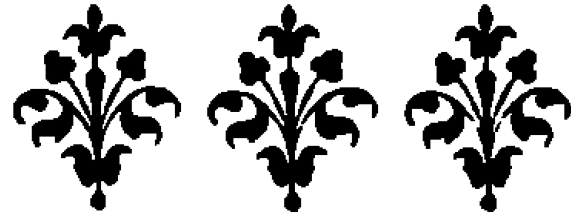
ان احادیث کے عموم سے ثابت ہوا کہ اگر کتے کے چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ بھی پاک ہوجاتا ہے الا یہ کہ کوئی جدید محقق قرآن وسنت کی کوئی صریح نص پیش کردے جس میں خنزیر کی طرح کتے کو نجس العین قرار دیا گیا ہو یا دباغت سے کتے کے چمڑے کے پاک ہونے کی نفی کی گئی ہو یا کتے کے چمڑے کو دباغت دینے اور دباغت دے کر اس کے استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہو۔

اور اگر یہ ثابت نہیں اور ہرگز ثابت نہیں اور نہ ہی ثابت کرسکتے ہیں بلکہ کتے کے نجس العین ہونے کی نفی پر مضبوط دلائل موجود ہیں سورۃ الانعام میں کتے کے ساتھ شکار کی اجازت اور کتب احادیث کے اندر کتاب الصید کی بیسیوں احادیث سے کتے کے شکار کا جواز اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے تو مردار کی طرح از روئے حدیث اس کا چمڑا بھی دباغت سے پاک ہوجاتا ہے اور پاک چمڑے کا مصلی، ڈول، مشکیزہ بنانے پر جدید محققین کو آخر کیا اعتراض ہے؟ اور کیوں ہے؟ آخر

میں اس جدید محققین کے ایک مایہ ناز محدث کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
لکھتا ہے کہ:

"حدیث "طھور کل ادیم دباغہ " (ہر چمڑے کی طہارت اس کو دباغت دینا ہے)اور" ایما اھاب دبغ فقد طھر " (جس کسی چمڑے کو بھی دباغت دے دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے) یہ دونوں حدیثیں ان جانوروں کو بھی شامل ہیں جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے کتا اور خنزیر اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔"(نیل الاوطار: ج ۱ ص ۷۵)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ جدید محققین کے نزدیک تو خنزیر کا چمڑا بھی دباغت سے پاک ہوجاتا ہے جبکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک تو خنزیر کا چمڑا کسی صورت میں بھی پاک نہیں ہوسکتا۔



ا۔ باب الوضوء

وضو کے احکام ومسائل

{وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے}

۲۹۔ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ اَبِیْ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: اَلْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ، وَالتَّكْبِیْرُ تَحْرِیْمُهَا، وَالتَّسْلِیْمُ تَحْلِیْلُهَا، وَفِیْ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ فَسَلِّمْ (یَعْنِیْ التَّشَهُّدَ) وَلَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَیْءٌ. قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ مِثْلَهُ غَیْرَ اَنَّهُ لَمْ یَرْفَعْهُ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام اسے حلال کرنے والا ہے۔ اور ہر دو رکعتوں میں سلام یعنی التحیات پڑھو اور نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔''

ہم سے ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مذکور سند کے ساتھ پہلی حدیث جیسا بیان کیا ہے، البتہ اسے مرفوع نہیں کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۶، سنن الترمذی: ۲۳۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۰۷۷، ۱۱۲۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۳۲، ۲۳۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۳۶۰، سنن الدارقطنی: ۱۳۵۶، ۱۳۷۷، المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ ص۱۳۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۹۷۱، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

ابوسفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی سعید بن مسروق ثوری رحمہ اللہ اور دیگر روات نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند الشامیین: ۱۳۶۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۹۰ وغیرہ)

اور ابونضرہ سے مراد امام منذر بن مالک عبدی بصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۳۳) نیز اس حدیث کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) وضو نماز کیلئے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۲) تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد وہ تمام افعال ممنوع ہوجاتے ہیں جو نماز کے منافی ہیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔

(۳) سلام پھیرنے کے بعد وہ تمام افعال جائز ہوجاتے ہیں جو نماز میں ممنوع تھے۔

(۴) ہر نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات پڑھا جائے۔

(۵) انفرادی نماز میں قراءت قرآن ضروری ہے۔

{سیدنا علیؓ نے اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھویا}

۳۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا وَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَامِلاً۔ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا۔

عبد خیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس طرح وضو کیا کہ (پہلے) اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین ہی مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے چہرے اور بازوؤں کو تین تین مرتبہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا، اور تین مرتبہ اپنے پاؤں کو دھویا اور پھر فرمایا کہ: ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے وضو کا کامل طریقہ دیکھنا پسند کرتا ہے، وہ جان لے کہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا یہی طریقہ کار تھا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۲۷، ۱۱۷۸، ۱۳۵۹، سنن ابی داود: ۱۱۱، مسند البزار: ۵۶۱، ۷۹۳، سنن النسائی: ۹۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۶۷۲، سنن الدارقطنی: ۲۹۸، مسند ابی روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۴، ۹۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی ابو حیہ خالد بن علقمہ ہمدانی وادعی کوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۶۳۷)

اور امام ابو عمارہ عبد خیر بن یزید کوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۷۴۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۹۲۴) لہٰذا اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا جو طریقہ بتلایا ہے بلکہ عملاً کر کے دکھایا ہے، یہی وضو کا افضل اور مسنون طریقہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں اعضائے وضو میں سے ہاتھ، منہ اور پاؤں کا تین تین مرتبہ دھونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں دو دو مرتبہ اور بعض روایات میں ایک ایک مرتبہ دھونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ہر عضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا واجب اور تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے، دو دو مرتبہ دھولیا جائے تو بھی کافی ہے۔ امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ واجب صرف ایک مرتبہ دھونا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم: ج ۱ ص ۱۱۴)

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو کرتے ہوئے ترتیب کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

۲۱. وَعَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ هِنْدَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَهُ، غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ: وَأَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلٰى صَلْعَتِهِ فَتَحَدَّرَ عَنْهَا.

ضحاک رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلی حدیث جیسا روایت کیا ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی میں پانی لیا اور اسے اپنے سر کے اگلے حصے پر بہالیا۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ دھویا}

۲۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهُ اَبْصَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَمَسَحَ رَأْسَهُ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَثْنٰى مَثْنٰى۔

اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک مرتبہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ: ''آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے، دو مرتبہ کلی کی اور دو ہی مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، (دو مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا) دو مرتبہ اپنے بازو دھوئے، دو مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا اور دو مرتبہ اپنے پاؤں دھوئے۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔

اس کے راوی امام اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ (جلیل القدر) ثقہ تابعی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۰)

فائدہ:

ثابت ہوا کہ اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ دھو لینا بھی کافی ہے۔

{اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا}

۲۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْغَسْلَةُ الْوَاحِدَةُ تُجْزِءُ اِذَا كَانَتْ سَابِغَةً۔

''ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا جبکہ انہیں اچھی طرح دھویا ہو۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیا جاتا}

۳۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ اَبِي الْحَسَنِ الزَّرَّادِ عَنْ تَمَّامٍ عَنْ جَعْفَرِبْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ أَنَّ نَاًسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ دَخَلُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَالِيَ اَرَاكُمْ قُلْحًا، اسْتَاكُوْا، فَلَوْلاَ اَنْ أَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چندلوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے تمہارے دانت زرد پیلے دیکھ رہا ہوں؟ مسواک کیا کرو، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت (وضو کے ساتھ) مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

تحقیق:

شواہدات وؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اور اس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کیلئے حکم جاری کردوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے۔ لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کیلئے اس کی پابندی مشکل ہوگی، غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی ترغیب وتاکید کا ایک عنوان ہے اور بلاشبہ بڑا مؤثر عنوان ہے۔

(۲) اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مسواک کرنا مسنون ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسواک سننِ وضو میں سے ہے یا سننِ صلوٰۃ میں سے ہے؟ اہلسنت والجماعت احناف کے نزدیک سننِ وضو میں سے ہے اور شوافع کے نزدیک سننِ صلوٰۃ میں سے ہے۔ احناف کے مسلک پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں " مع کل وضوء '' "مع الوضوء عند کل صلوٰۃ'' "مع کل وضوء ''اوران کے روایت بالمعنیٰ الفاظ آئے ہیں۔

اور شوافع کے مسلک پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ''عند کل صلوٰۃ'' اور اس کے روایت بالمعنیٰ الفاظ آئے ہیں۔ مگر شوافع کی متدل احادیث محتمل ہیں اور احناف کی متدل احادیث صریح ہیں اور ان میں وضو کی قید موجود ہے جو کہ زیادۃِ ثقہ ہے اور اصول حدیث میں زیادۃِ ثقہ مقبول ہے۔ اور حدیث کا معنیٰ زیادۃِ ثقہ کو ملحوظ رکھ کر کیا جائے گا۔ یعنی " عند کل صلوٰۃ'' کا معنیٰ "مع الوضوء عند کل صلوٰۃ'' لیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان (۱۰۶۹) کی ایک حدیث میں

"لَاَمَرْتُهُمْ مَعَ الْوُضُوْءِ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ" کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

مزید برآں سنن نسائی (۵) کی حدیث میں ہے کہ: "مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔" اس حدیث میں مسواک کو منہ پاک کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور یہ طہارت کے ساتھ ہی مناسب ہے جو وضو ہے۔ علاوہ ازیں اگر نماز کے وقت مسواک کی جائے تو بسا اوقات خون نکلے گا اور تھوکنے کیلئے صفوں کو چیرتا کہاں جائے گا؟

{وضو کرتے ہوئے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا چھوٹ جائے تو افضل یہی ہے کہ وضو دوبارہ کرلیا جائے}

۳۵۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ فِيْ الْوُضُوْءِ اَوْ غَيْرَهُ اَعَادَ الْوُضُوْءَ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "جس شخص نے وضو کرتے ہوئے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا کسی اور اعضاءِ وضو کو چھوڑ دیا ہو وہ شخص وضو دوبارہ کرے۔"

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وضو کے چار فرض ہیں (۱) منہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔ (۴) سر کا مسح کرنا۔ ان کے بغیر وضو نہیں ہوتا، ان میں سے اگر کوئی چھوٹ جائے تو وضو دوبارہ کرنا ضروری ہے، البتہ کلی کرنا اور ناک میں پانی وغیرہ ڈالنا مسنون ہیں ان میں سے کوئی اگر چھوٹ جائے اور پانی بھی موجود ہو تو افضل و مستحب یہی ہے کہ وضو دوبارہ کرلیا جائے تاکہ مکمل ثواب حاصل ہو۔

۳۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَائِشَةَ ابْنَةِ عَجْرَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ: اِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَتَمَضْمَضْ وَلَمْ يَسْتَنْشِقْ، فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَاِنْ تَرَكَ ذٰلِكَ فِي الْوُضُوْءِ لَمْ يُعِدْ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "جب آدمی نے غسل جنابت کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو یا ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو غسل دوبارہ کرے۔ اور اگر وضو کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو یا ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو وضو دوبارہ نہ کرے (یعنی دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے)۔"

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابي شيبة : ۲۰۷۱)

۳۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ اِذَا تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ فِي الْوُضُوْءِ وَالْاِغْتِسَالِ فَهُوَ سَوَاءٌ، فَعَلَيْهِ أَنْ يُّعِيْدَ۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب آدمی نے وضو کرتے ہوئے یا غسل کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو اور ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو دونوں صورتوں میں اس پر لازم ہے کہ اسے لوٹائے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابي شيبة : ۲۰۷۴)

{وضو کرتے ہوئے داڑھی کے ظاہری حصوں پر بھی ہاتھ پھیرا جائے اور تمام سر کا مسح کیا جائے}

۳۸۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْوُضُوْءِ: يَمْسَحُ ظَاهِرَ لِحْيَتِهِ مَعَ وَجْهِهِ۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وضو کرتے ہوئے چہرے کے ساتھ داڑھی کے ظاہری حصوں پر بھی ہاتھ پھیرا جائے گا۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ تَمْسَحُ الرَّأْسَ كَامِلاً۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''(وضو کرتے ہوئے) تمام سر کا مسح کیا جائے گا۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا بھی کافی ہے۔

{سر کا مسح دو مرتبہ بھی کیا جا سکتا ہے}

۴۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ ابو یوسف رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: (ایک مرتبہ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کا دو مرتبہ مسح کیا۔

تحقیق:

مرسل صحیح ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح دو مرتبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور بعض روایات میں تین مرتبہ کرنے کا ثبوت بھی موجود ہے ملاحظہ ہو مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۵۰)

{عورت اپنے سر کا مسح اسی طرح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے}

۴۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ الْمَرْأَةُ تَمْسَحُ رَأْسَهَا فِي الْوُضُوْءِ كَمَا يَمْسَحُ الرَّجُلُ۔

حماد سے رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وضو کرتے ہوئے عورت اپنے سر (کے بالوں) کا مسح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ص ۵۷، رقم الحدیث: ۴۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۴۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۱ ص ۳۱، رقم الحدیث: ۲۵۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کان سر میں شامل ہیں}

۴۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْکَرِیْمِ بْنِ اَبِی الْمُخَارِقِ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''کان سر میں شامل ہیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۲۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۴، سنن الدارقطنی: ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، السنن الکبری للبیہقی: ۳۱۱، الثالث من فوائد ابی عثمان البحیری: ۱۰

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اسے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع رحمہ اللہ، غیلان بن عبداللہ رحمہ اللہ، ہلال بن ابی اسامہ رحمہ اللہ، سعید بن مرجانہ رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی وغیرہ) نیز یہ مرفوعاً بھی ثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) کانوں کا مسح بھی سر کے مسح کے ساتھ کرنا چاہیے۔

(۲) سر کے مسح کیلئے جو پانی لیا ہے اسی پانی سے کانوں کا مسح بھی کر لیا جائے کانوں کے مسح کے لئے الگ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

{کانوں کے اگلے حصے کو اپنے چہرے کے ساتھ دھویا جائے اور پچھلے حصے کا اپنے سر کے ساتھ مسح کیا جائے}

۴۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ وَسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّهُمَا قَالاَ فِی الأُذُنَیْنِ اغْسِلْ مُقَدِّمَهُمَا مَعَ وَجْهِكَ، وَامْسَحْ مُؤَخِّرَهُمَا مَعَ رَأْسِكَ۔

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر (تابعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کانوں کے اگلے حصے کو اپنے چہرے کے ساتھ دھوؤ اور پچھلے حصے کا اپنے سر کے ساتھ مسح کرو۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر بن ہشام اسدی والبی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کیا ہے۔(تہذیب التہذیب ج ۴،ص ۱۱، ابن خلکان ج ۱،ص ۲۰۴)

{بوسہ لینے اور چھونے پر وضو ہے}

۴۴۔عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،أَنَّهُ قَالَ: فِيْ الْقُبْلَةِ وَاللَّمْسِ الْوُضُوْءُ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:’’بوسہ لینے اور چھونے پر وضو ہے۔‘‘

تحقیق:

صحیح ہے۔

عورت کو چھونے سے وضو کا بیان:

بعض حضرات نے اس طرح کی روایات کے پیش نظر یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ عورت کو چھونے اور چھیڑ چھاڑ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اور مذکورہ بالا حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی ان روایات میں وضو کا حکم استحباب کے طور پر ہے نہ کہ وجوب کے طور پر۔محقق نیموی رحمہ اللہ نے آثار السنن (بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ مَّسِّ الْمَرْأَةِ) میں فریقین کی مستدل احادیث کو جمع فرما دیا ہے۔قارئین کے استفادے کے لیے اس باب کی احادیث کو تحقیق تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

⋆⋆عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ وَطَارِقِ بْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ) قَوْلاً مَّعْنَاهُ مَادُوْنَ الْجِمَاعِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ.(آثار السنن: ۱۲۶)

☆☆ ابوعبیدہ اور طارق بن شہاب (رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن (مسعود) رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ رب العزت کے ارشاد ” اولا مستم النسآء “(یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) کا معنی، جماع سے علاوہ چھونا ہے۔اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے معرفۃ (السنن) میں نقل کیا ہے۔

تحقیق:

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو درج ذیل طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال اخبرنا ابو الولید الفقیہ قال حدثنا الحسن بن سفیان قال حدثنا ابوبکر ھو ابن ابی شیبۃ قال حدثنا ھشیم وحفص عن الاعمش عن ابراھیم عن ابی عبیدۃ قال قال عبداللہ......الخ"(معرفۃ السنن والآثار:۹۵۴)

"واخبرنا ابو عبداللہ قال حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا عثمان بن عمر عن شعبۃ عن مخارق عن طارق بن شھاب ان عبداللہ.....الخ"(ایضاً:۹۵۵)

یہ روایت معنوی لحاظ سے بہت ساری احادیث صحیحہ مرفوعہ وموقوفہ کے خلاف ہے اس کے متن کو صحیح قرار دینا محل نظر ہے۔

"وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ قُبْلَۃُ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَہٗ وَجَسُّھَا بِیَدِہٖ مِنَ الْمُلَامَسَۃِ فَمَنْ قَبَّلَ امْرَأَتَہٗ اَوْ جَسَّھَا بِیَدِہٖ فَعَلَیْہِ الْوُضُوْءُ۔ رَوَاہُ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا۔

(آثار السنن:۱۷۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ: آدمی کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اس کو ہاتھ لگانا یہ "ملامست" سے ہے لہٰذا جس شخص نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا اس کو ہاتھ لگایا تو اس پر وضو ہے۔ اسے (امام) مالک (رحمہ اللہ) نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۳۴، مسند الشافعی ۶۱، سنن الدارقطنی: ۵۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۳۱، معرفۃ السنن والآثار: ۹۴۸، شرح السنۃ للبغوی: ۱۷۷۔

سند کی تحقیق:

یہ اثر امام مالک رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"مالك عن ابن شھاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ عبداللہ بن عمر انہ کان یقول.....الخ"

(مؤطا مالك:۱۳۴)

راقم الحروف کے نزدیک یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے، کیونکہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں اور انہوں نے اسے "عَن" کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور ابن شہاب زہری کی معنعن روایات ضعیف شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام

ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"وھذا الحدیث ایضاً لم یسمعہ الزھری من عروۃ انما دلس بہ"

(شرح معانی الآثار للطحاوی:۴۲۹:باب مس الفرج ھل یجب فیہ الوضوء ام لا؟)

اسی طرح یہ حدیث زہری نے عروہ سے براہ راست نہیں سنی بلکہ انہوں نے تدلیس سے کام لیا ہے (لہٰذا غیر مقبول ہے)۔

نیز اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی ابن شہاب زہری کی عَن والی روایات کوضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ زبیر صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔'' (القول المتین: ص ۲۰)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔'' (نور العینین: ۱۱۸)

فائدہ:

بعض حضرات کے نزدیک عورت کو چھونے اور چھیڑ چھاڑ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے ان حضرات کا استدلال اللہ رب العزت کے فرمان "وان کنتم مرضی او علی سفر او جآء احد منکم من الغائط اولامستم النساء فلو تجدوا مآء فتیمموا صعیدا طیباً۔(المآئدۃ:۶)'' (اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔) سے ہے ان حضرات نے مذکورہ بالا دونوں روایات کے پیش نظر ملامست سے جماع سے علاوہ چھونا مراد لیا ہے۔ مگر صحیح و راجح یہی ہے کہ آیت میں مذکور ملامست سے مراد جماع ہے۔ اور یہ تفسیر کئی وجوہات کی بناء پر صحیح و راجح ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔"لامستم" باب مفاعلہ سے ہے جو جانبین سے فعل کا تقاضا کرتا ہے اور یہ مشارکت جماع یا مباشرت فاحشہ میں ہو سکتی ہے۔

(۲)۔۔۔ننانوے فیصد ائمہ مفسرین نے جماع ہی مراد لیا ہے۔ حتیٰ کہ حبر الامۃ، ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی جماع مراد لیا ہے۔ خلیفہ راشد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حسن رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ وغیرہم سے بھی یہی مروی ہے۔ ان حضرات کے اقوال مصنف ابن ابی شیبہ (۱۷۵۶، قولہ اولامستم النساء) تفسیر ابن جریر طبری (ج ۸ ص ۳۸۹)، اور تفسیر ابن ابی حاتم رازی (ج ۳ ص ۹۶۱) وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۳)۔۔۔قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ لمس یا مس عورتوں کی طرف منسوب ہو کر آیا ہے اس سے جماع ہی مراد ہے، مثلاً۔۔۔

"لاجناح علیکم ان طلقتم النسآء مالم تمسوھن" "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن" وغیرہ۔

(۴)۔۔۔اس تفسیر کی مؤید بہت ساری احادیث صحیحہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جن میں سے بعض آگے آرہی ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک بھی ایسی صحیح حدیث نہیں پائی جاتی جس میں عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا صراحتاً یا اشارتاً ذکر ہو۔

(۵)۔۔۔اگر ملامست سے چھونا مراد لیا جائے تو بعد از جنابت تیمم کا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لمس بالید بھی حدث اصغر ہی ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر ملامست سے مراد جماع ہو تو حدثِ اکبر میں بھی تیمم کا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۶)۔۔۔چھونا مراد لینے کی صورت میں بہت ساری احادیث کی دور از کار تاویلیں کرنی پڑیں گی یا انہیں چھوڑنا پڑے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں بلاضرورت اختیار کرنا مناسب نہیں۔

۰۰۔وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُّهُمَا وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۱۷۸)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ فرماتے تو میرے پاؤں دبا دیتے۔ میں انہیں سکیڑ لیتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو پھر بچھا لیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۲، صحیح مسلم: ۵۱۲، سنن ابی داود: ۷۱۴، مؤطا مالک: ۱۱۴، مؤطا محمد: ۲۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۴۸، سنن النسائی: ۱۶۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۸۸۸، حدیث السراج: ۹۱۲، مسند السراج: ۴۲۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۴۲۸، شرح معانی الآثار: ۲۶۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۳۴۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۱۱۳۷۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اسماعیل رحمہ اللہ سے اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس نے ابونضر رحمہ اللہ سے اس

نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔(دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۸۲)
یہ حدیث صحیحین کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) حدیث کے آخری جملہ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا عذر بیان کرنا چاہتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ پاؤں اس لئے پھیلائے رکھتی تھی کہ چراغ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔

(۲) آنحضرت ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے چھو دیتے اور نماز پڑھتے رہتے، گویا وضو اور نماز دونوں نہ ٹوٹتے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔احناف سمیت اکثر اہلِ اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

(۴) بوقت ضرورت نمازی کے آگے لیٹا ہوا ہونا، خواہ اس کی بیوی ہی ہو کوئی حرج والی بات نہیں، البتہ نمازی کے آگے سے گزرنا ایک علیحدہ چیز ہے، اس سے نماز کے خشوع میں فرق پڑے گا اور گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

٭٭وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۱۷۹)

☆☆ (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر پر نہ پایا، چنانچہ میں نے (اندھیرے میں ٹٹول کر) تلاش کیا تو میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے تلووں پر پڑا جو کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جگہ میں (سربسجود) تھے اور فرما رہے تھے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ) ''اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں۔ تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری پوری طرح تعریف نہیں کرسکتا۔ تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی تعریف خود فرمائی۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم:۴۸۶،سنن ابن ماجہ:۳۸۴۱،سنن ابی داود:۸۷۹،سنن النسائی:۱۶۹،مؤطا مالک:۵۲۷،مصنف ابن ابی شیبہ:۲۹۱۴۰،مسند اسحاق بن راہویہ:۵۴۴،مسند الامام احمد بن حنبل:۲۴۳۱۲،مسند ابی یعلی الموصلی:۴۵۶۵،صحیح ابن خزیمہ:۶۵۴،حدیث السراج:۱۹۰۲،مسند السراج:۳۱۵۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

" حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا ابو اسامة حدثني عبيدالله بن عمر عن محمد بن يحيیٰ بن حبان عن الاعرج عن ابی هريرة عن عائشة قالت.....الخ"(صحیح مسلم:۴۸۶)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چھوا اور آپ نماز پڑھتے رہے۔معلوم ہوا کو عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳) نماز تہجد بڑا افضل عمل ہے کیونکہ اس میں اللہ رب العزت کے سامنے عجز وانکسار کا زیادہ اظہار ہوسکتا ہے۔

(۲) سجدے میں پاؤں گاڑنے (سیدھے رکھنے) چاہیے۔

(۴) سجدہ نماز کا اہم ترین رکن ہے،لہٰذا نفلی نماز میں سجدے کی حالت میں خوب دعا مانگنی چاہیے۔

(۵) سجدے میں دعائیں جیسے " اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَاۤ اُحْصِیْ ثَنَاۤءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَاۤ اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ "وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔

(۶) اس طرح کی دعاؤں سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو عالم الغیب ہیں اور نہ ہی مختارِ کل، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عبد کامل اور عبد مامور (حکم الٰہی کے پابند) ہیں۔

⋯ وَعَنِ الْقَاسِمِ (رَحِمَهُ اللّٰهُ) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّيْ وَاِنِّیْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ مَسَّنِيْ بِرِجْلِهِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن:۱۸۰)

☆☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،فرماتی ہیں کہ بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی جیسے جنازہ ہوتا ہے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے پاؤں لگا کر جگادیتے۔اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی:۱۶۶،صحیح مسلم:۴۴۷،سنن ابی داود:۱۲۷،مسند الامام احمد بن حنبل:۲۴۲۷۴،مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۸۲۰،حدیث السراج:۹۰۵،مسند السراج:۴۲۳،شرح معانی الآثار:۲۶۶۱،صحیح ابن حبان:۲۳۴۳،المسند المستخرج علی صحیح مسلم:۱۶۸۶۔

تحقیق:

یہ حدیث امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

" اخبرنا محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم عن شعیب عن اللیث قال اخبرنا ابن الھاد عن عبدالرحمن بن القاسم عن القاسم عن عائشۃ۔۔۔الخ "(سنن النسائی:۱۶۶)

یہ حدیث قاسم کے طریق سے صحیح مسلم میں موجود ہے اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

"وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلاَ يَتَوَضَّأُ۔رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔" (آثار السنن:۱۸۱)

☆☆(حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسا لیتے، پھر نماز پڑھتے اور (نیا) وضو نہ فرماتے تھے۔اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند البزار:، سنن النسائی:۱۷۰،مسند الامام احمد بن حنبل:۲۴۳۲۹،سنن ابن ماجہ:۵۰۳،سنن الدارقطنی: ۴۸۴۔ ۴۹۳۔۴۹۵۔۵۱۰معرفۃ السنن والآثار:۹۸۴،التحقیق فی مسائل الخلاف:۱۶۹،جامع الاصول:۵۲۲۷۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام بزار رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

" حدثنا اسماعیل بن یعقوب بن صبیح ثنا محمد بن موسی بن اعین ثنا ابی عن عبدالکریم الجزری عن عطاء عن عائشۃ۔۔۔الخ "(مسند البزار بحوالہ التعلیق الحسن:ص۵۰)

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق کے ساتھ روایت کی ہے، چنانچہ سنن النسائی میں ہے:

"اخبرنا محمد بن االمثنیٰ عن یحییٰ بن سعید عن سفیان قال اخبرنی ابو روق عن ابراھیم التیمی عن عائشة :ان النبی ﷺ کان یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضأ "(سنن النسائی:۱۷۰)

ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں مگر سنن الدارقطنی (۵۰۰) کی روایت میں ان دونوں کے درمیان تیمی رحمہ اللہ کے والد کا واسطہ مذکور ہے، چنانچہ سنن الدارقطنی میں ہے:

"عن ابی روق عن ابراھیم التیمی عن ابیه عن عائشة.....الخ."(دیکھئے:سنن الدارقطنی:۵۰۰)

لہٰذا یہ طریق بھی متصل ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس کے متعدد طرق کتب میں موجود ہیں، اور یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔ حتیٰ کہ اہل سنت والجماعت کے مخالفین نے بھی اس حدیث کی تصحیح وتحسین کر رکھی ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے:

"واسنادہ حسن "اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔(سنن النسائی بتحقیق الزبیر:۱۷۰)

محمد امین لکھتا ہے کہ:

"امام نسائی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، مگر دارقطنی وغیرہ میں یہ روایت متصل سند سے بھی مروی ہے، لہٰذا حجت ہے۔"(سنن النسائی:۱۷۰ الفوائد الامین)

البانی کہتا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔(دیکھئے:سنن النسائی بتحقیق الالبانی:۱۷۰)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

"حدیث صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔(مسند الامام احمد بن حنبل:۲۴۳۲۹:بتحقیق الشعیب)

فائدہ:

یہ حدیث بھی اس مسئلہ کی زبردست دلیل ہے کہ عورت کو چھونے اور بوسہ وغیرہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

{سیدنا ابن عباسؓ وسیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا بوسہ لینے پر وضو کرنا ضروری نہیں ہے}

۴۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءَ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وُضُوْءٌ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"بوسہ لینے پر وضو (ضروری) نہیں ہے۔"

تحقیق:

اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۴۶۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تحقیق:

اس کے راوی ثقہ ہیں۔

{بیوی کا بوسہ لینے سے امام ابراہیمؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے}

۴۷۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يَقْدُمُ مِنَ السَّفَرِ فَتُقَبِّلُهُ عَمَّتُهُ أَوْخَالَتُهُ أَوِ امْرَأَتُهُ مِمَّنْ يَحْرُمُ نِكَاحُهَا، فَأَنَّهُ لاَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ، وَلٰكِنْ اِذَا قَبَّلَ مَنْ يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْحَدَثِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی سفر سے واپس آئے اور اس کی خالہ، پھوپھی یا کوئی ایسی عورت اس کا بوسہ لے لے جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہو تو اس سے وضو واجب نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی عورت اس کا بوسہ لے لے جس سے نکاح کرنا اس کیلئے جائز ہو تو ایسی صورت میں وضو کرنا واجب ہوگا اور یہ ایسا ہوگا جیسے وضوٹوٹ جائے حدث پیش آجائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مؤقف ہے، ہمارا اس پر عمل نہیں ہے ہم بوسہ سے وضو کو اس وقت واجب قرار دیتے ہیں جب اس کی وجہ سے مذی نکل آئے تو وضو مذی کے نکلنے کی بناء پر واجب ہوگا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۱)

{حسن بصریؒ کے نزدیک بوسہ لینے پر وضو ضروری نہیں ہے}

۴۸۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لاَ وُضُوْءَ فِيْ الْقُبْلَةِ

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''بوسہ لینے پر وضو (ضروری) نہیں ہے۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ روایت (ثقہ وصدوق راوی) یونس رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۹۰)

{ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر عضوِ تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا}

۴۹۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: اِنْ كَانَ نَجَساً فَاقْطَعْهُ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عضوِ تناسل کے چھونے سے وضو کے ضروری ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر وہ ناپاک (عضو) ہے تو اسے کاٹ ڈالو (یعنی اس کے چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۱۹، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۴۹، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۶۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ عضوِ تناسل کو چھونے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور اس کی تائید حدیث مرفوعہ سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ثقہ وصدوق محقق علامہ نیموی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ اَوْ قَالَ رَجُلٌ يَمَسُّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلٰوةِ اَعَلَيْهِ وُضُوْءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ۔ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ حَزْمٍ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُوَ اَحْسَنُ مِنْ حَدِيْثِ بُسْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ (آثار السنن: ۱۶۰)

☆☆(حضرت سیدنا) طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں) عرض کیا کہ میں نے اپنے عضو تناسل کو چھولیا ہے، یا (یہ کہا کہ) ایک شخص اپنے عضو تناسل کو نماز میں چھولے تو کیا اس پر وضو کرنا لازم ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ بھی تیرا ایک حصہ ہے۔ اسے اصحاب خمسہ نے روایت کیا ہے اور (حافظ) ابن حبان (رحمہ اللہ)، (امام) طبرانی (رحمہ اللہ)، اور ابن حزم (رحمہ اللہ) نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور (امام) ابن مدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے احسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۸۲، سنن الترمذی: ۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۲۹۵، سنن النسائی: ۱۶۵، مسند ابن الجعد: ۳۲۹۹، المنتقی لابن الجارود: ۲۱، شرح معانی الآثار: ۴۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۱۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۲۳۴، سنن ۵۴۴، حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۱۰۳، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۱۸۵۔ سنن ابی داود: ۱۸۲، سنن الترمذی: ۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۲۹۵

یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"اخبرنا هناد عن ملازم قال: حدثنا عبدالله بن بدر عن قيس بن طلق بن علي عن ابيه (رضي الله عنه) قال...الخ" (سنن النسائي: ۱۶۵)

اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے سماع کی تصریحات کے ساتھ نقل کیا ہے، چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے:

"اخبرنا بن قتيبة بعسقلان حدثنا ابن ابي السري اخبرنا ملازم بن عمرو قال حدثني عبدالله بن بدر قال حدثني قيس بن طلق قال حدثني ابي قال......الخ" (صحيح ابن حبان: ۱۱۲۰)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوالسری ہناد بن صعب بن ابی بکر تمیمی دارمی کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۶۰۴)

(۲) امام ابوعمرو ملازم بن عمرو بن عبداللہ بن بدر حنفی سحیمی یمامی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۶۳۰، تہذیب الکمال: ۶۳۲۵)

(۳) امام عبداللہ بن بدر بن عمیرہ بن حارث حنفی سحیمی یمامی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۷۵۱، تہذیب الکمال: ۳۱۷۰۵)

(۴) امام قیس بن طلق بن علی بن منذر حنفی یمامی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۳۹۶، تہذیب الکمال: ۴۹۱۰)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

ملازم کے طریق سے یہ حدیث صحیح، مستقیم الاسناد ہے اور سند اور متن دونوں کے لحاظ سے غیر مضطرب ہے۔

(شرح معانی الآثار:۴۶۱)

نیز اہلسنت والجماعت کے مخالفین جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی، عطاء اللہ ساجد اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ سنن النسائی بتحقیق الالبانی:۱۶۵

☆ سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر وبفوائد الساجد:۴۸۳

☆ مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب وغیرہ:۱۶۲۹۵

اس مرفوع حدیث سے ثابت ہوا کہ عضوِ تناسل کو چھونے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے لہٰذا جن احادیث میں اس سے وضو کا حکم یا ذکر آیا ہے وہ احادیث استحباب پر محمول ہیں۔ احناف سمیت جمہور اہلِ اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

{سیدنا علیؓ کے نزدیک بھی عضو تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا}

۵۰۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ مَسِّ الذَّكَرِ أَنَّهُ قَالَ فِیْهِ: مَا أُبَالِیْ أَیَّاهُ مَسَسْتُ أَوْ أَنْفِیْ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنے عضوِ تناسل کو چھوؤں یا اپنے ناک کو۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے}

۵۱۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِی الدَّمِ: إِذَا سَالَ مِنْ رَأْسِ الْجُرْحِ أَعَادَ الْوُضُوْءَ، وَإِذَا لَمْ یَسِلْ مِنْ رَأْسِ الْجُرْحِ فَلَیْسَ عَلَیْهِ شَیْءٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے خون کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ (کسی شخص کے) زخم کی جگہ سے بہہ پڑے تو وہ وضو دوبارہ کرے اور نہ بہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اور یہ مسئلہ متعدد احادیث صحیحہ سے ماخوذ سے ہے، چند احادیث تحقیق وتخریج کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَأَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيْ الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَلٰكِنْ دَعِيْ الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ۔ (آثار السنن)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں مستحاضہ عورت ہوں۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! وہ ایک رگ کا خون ہے جو کہ حیض کا خون نہیں۔ پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہوجائے تو اپنے آپ سے خون دھولے یعنی غسل کرلے اور نماز پڑھ۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: ''اور لیکن تو نماز کو چھوڑ دو ان ایام کی مقدار میں جن میں تمہیں حیض آتا تھا پھر غسل کرو اور نماز پڑھ لو۔''

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴۔

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوکریب سے اس نے وکیع سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا س روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۳۳)

یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

(۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آرہا ہو تو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت

ہے۔حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔

(۲) استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے، چونکہ وہ بیماری ہے، لہٰذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔

(۳)" عرق " کے معنی رگ کے ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ خون آتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دینے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلوٰۃ تو نہیں البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑے گا۔اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقضِ وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقضِ خون ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا، کیونکہ بہنے والا خون بھی رگ ہی کا ہوتا ہے۔ایک حدیث میں تو بطور قاعدہ وکلیہ آیا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ الکامل لابن عدی میں ہے:

حدثنا عبدالله بن ابی سفیان الموصلی حدثنا احمد بن الفرج حدثنا بقیة حدثنا شعبة عن محمد (والصواب: عمر ۔ن) بن سلیمان بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن عبدالرحمن بن ابان بن عثمان عن زید بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ الوضوء من کل دم سائل۔ (الکامل لابن عدی: ۲۹)

(حضرت سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔"

یہ حدیث تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام عبداللہ بن ابی سفیان موصلی رحمہ اللہ کا ثقہ راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔(دیکھئے: الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۸۷۹)

(۲) امام ابوعتبہ احمد بن فرج بن سلیمان کندی رحمہ اللہ جمہور ائمہ کرام رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں۔بعض حضرات کی آراء حاضر ہیں:

☆ امام ابن قطلوبغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔(دیکھئے: الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۵۴۴)

☆ امام مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ ۳۵۳ھ "مشہور ثقہ" کہتے ہیں۔(تہذیب التہذیب: ۱۱۸)

☆ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے "ثقہ" راویوں میں ذکر کیا ہے۔(الثقات: ۱۲۱۷۶)

☆ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء (۲۲۱) میں اسے "الشیخ المعمر المحدث " لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: "غالب روایاته مستقیمة" (سیر اعلام النبلاء: ۲۲۱) اور اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں

لکھتے ہیں: ''صحیح'' کہ یہ صحیح ہے۔ (دیکھئے: تعلیق المستدرک: ۲۸۴۳)

☆ امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ م ۳۲۷ھ لکھتے ہیں: '' محله عندنا محله الصدق ''
(الجرح والتعدیل للرازی: ۱۲۴)

☆ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:
'' هذا حديث صحيح على شرط مسلم '' یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱۰۰۸)

☆ ثقہ وصدوق امام زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ لکھتے ہیں: '' محله الصدق '' (نصب الرایہ: ج ۴ ص ۶۲۸)

☆ امام ابن عساکر رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے کہتے ہیں:
'' هذا حديث حسن غريب '' کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (البدر المنیر: ج ۲ ص ۶۲۸)

☆ اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے بھی اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ:
'' اسناده صحيح ''اس کی سند صحیح ہے۔ (تعلیق مسند السراج: ۱۰۴۵)

واضح رہے کہ امام ابوعتبہ رحمہ اللہ کے خلاف پیش کی جانے والی اکثر جروحات غیر ثابت اور بعض غیر مفسر ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہیں۔

(۳) امام بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ''معروف راویوں سے روایات نقل کرنے میں ثقہ'' ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۰)

(۴) امام ابوبسطام شعبہ بن حجاج واسطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ تقی'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۶۵)

(۵) امام عمر بن سلیمان بن عاصم بن عمر بن خطاب قرشی عدوی مدنی رحمہ اللہ سنن ابی دود، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۲۴۹)

(۶) امام عبدالرحمن بن ابان بن عثمان بن عفان قرشی مدنی اموی رحمہ اللہ بھی سنن اربعہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۷۴۶)

..وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَعُفَ رَجَعَ فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ وَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْ صَلّٰى. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۵۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ: ''جب انہیں (نماز میں) نکسیر پھوٹ پڑھتی تو باہر چلے جاتے اور وضو کرتے۔ پھر آ کر پہلی پڑھی ہوئی نماز سے آگے پڑھتے اور کلام نہ کرتے۔'' اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۸۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۱۶۱، جامع الاصول: ۳۶۰۹، الجوہر

النقی: ج ا ص ۱۴۱، نصب الرایہ للزیلعی: ج ا ص ۴۲۔

یہ حدیث امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مؤطا مالک: ۱۱۰)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ إِذَا رَعُفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ اَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ اَوْ وَجَدَ مَذْياً فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ وَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُتِمُّ مَابَقِيَ عَلٰى مَامَضٰى مَالَمْ يَتَكَلَّمْ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۵۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: "جب کسی کی نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے غالب آ جائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آ کر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بناء کرتے ہوئے) پوری کر لے، بشرطیکہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔" اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ) نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۹۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۳۶۰۹، الجوہر النقی: ج ا ص ۱۴۳، کنز العمال: ج ۸ ص ۳۰۶، جامع الاحادیث: ج ۳۶ ص ۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۹۰۲۔

یہ حدیث امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی رحمہ اللہ نے معمر رحمہ اللہ سے اس نے سالم رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۳۶۰۹)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ان احادیث صحیحہ کے مقابلے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خون نکل کر بہہ پڑے تو بھی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور ان حضرات کی طرف سے اپنے مؤقف پر بطور دلیل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منسوب وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں ہے کہ پہرہ دینے والے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو نماز کی حالت میں تین تیر مارے گے اور وہ لہولہان ہو گئے مگر انہوں نے نماز نہیں توڑی۔ (دیکھئے: سنن ابی داود: ۱۹۸) مگر ان حضرات کا اس روایت سے احکام میں استدلال کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس روایت کو نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہیں۔ (فیما اعلم) اور جب یہ متفرد ہوں تو پھر ان کی حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل اعتماد قرار دینے احباب کے ہی محقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا کہ: محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں، گویا انہوں نے مغازی

وغیرہ (وغیرہ سے مراد فضائل اعمال کی احادیث ہیں۔ ن) کی طرف اشارہ کیا، اگر حلال وحرام کا مسئلہ ہوتو ہم یہ چاہتے ہیں، عباس الدوری نے مٹھی بند کر کے بتایا (کہ ہم مضبوط احادیث چاہتے ہیں) دلائل النبوۃ: ۱/ ۳۴ وسند ہ صحیح۔ (حاشیہ ماہنامہ الحدیث: ش ۴ ص ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق بن یسار، تاریخ مغازی اور فضائل اعمال میں حجت ہیں، لیکن احکام میں وہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ زبیر علی زئی کے علاوہ غیر مقلدین کے بڑے اکابرین نے بھی یہی بات لکھی ہے مثلاً۔۔۔

شوکانی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق لیس بحجة لا سیما اذا عنعن۔ (نیل الاوطار: ۱/۱۸۰)

محمد بن اسحاق حجت نہیں بالخصوص جب وہ عن سے روایت کرے۔

البانی نے لکھا ہے کہ:

وما انفرد به ففيه نكارة فان في حفظه شيئا۔ (ارواء الغليل: ۲/۴۴)

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق متفرد ہوں، اس میں نکارت ہوتی ہے، اسلئے کہ ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

نواب صدیق حسن خان کہتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق حجت نیست۔ (دلیل الطالب: ص ۲۳۹، فتاوی علمائے حدیث: ۱/۳۶)

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں۔

عبدالرحمان معلمی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق متكلم فيه وفي حفظه شيء۔ (التنكيل: ۲/۹۶۔ ۲/۱۲۳)

محمد بن اسحاق متکلم فیہ ہیں، اوران کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ:

وهو لا يحتج بما انفرد به۔ (ابكار المنن: ص ۵۴)

یہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہے۔

شمس الحق عظیم آبادی، ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فانه انفرد به محمد بن اسحاق، وليس هو ممن يحتج به في الاحكام۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۱/۲۳)

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور وہ احکام سے متعلق روایات میں قابل حجت نہیں ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خود فریق مخالف کے اکابرین کے ہاں بھی محمد بن اسحاق احکام میں حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔لہٰذا بعض جدید محققین کا محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل حجت قرار دینے کا فیصلہ باطل ومردود ہے۔

{تری محسوس کرنے والا شخص وضو کے بعد اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے}

۵۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ: يَنْتَضِحُ بِمَاءٍ بَعْدَ الْوُضُوْءِ،فَأَذَاوَجَدَ شَيْئًامِّنْ ذَالِكَ،قَالَ: هُوَمِنَ الْمَاءِ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے تری محسوس کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:''کہ وہ وضو کے بعد (اپنی شرم گاہ پر) پانی چھڑک لے، پس جب وہ تری محسوس کرے تو سوچے کہ یہ پانی کی وجہ سے ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائدومسائل:

(۱) وضو کے بعد اگر ستر کی جگہ کپڑے کے اوپر تری کا احساس ہوتو تھوڑا سا پانی ستر کی جگہ کپڑے کے اوپر چھڑک لیا جائے تا کہ اگر اس کے بعد تری کا احساس ہوگا بھی تو یہی سمجھا جائے گہ اسی چھڑکے ہوئے پانی کی تری ہے۔

چنانچہ اس سے وسوسہ کی راہ بند ہوجائے گی اور مقصد یہی ہے کہ وسواس وخطرات کی راہ روک دی جائے تا کہ اطمینان قلب کے ساتھ عبادت میں مصروف رہا جاسکے۔

(۲) بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد شرم گاہ کے اوپر پانی چھڑکنے کی ایک وجہ تو یہی دفع وسواس ہوسکتی ہے،مگر ایک دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس سے پیشاب وغیرہ کے قطرے رُک جائیں باہر نہ آئیں۔

{پچھنے لگوانے کے بعد پچھنوں کی جگہ کو دھو کر وضو کرلیا جائے}

۵۳۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الْحِجَامَةِ: يَغْسِلُهَاوَيَتَوَضَّأُوُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے پچھنے لگوانے کے بارے میں کہا کہ (پچھنے لگوانے کے بعد) پچھنوں کی جگہ کو دھودیا جائے اور وضو کرلیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{منہ بھر کر قئے آنے یا کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے}

۵۴۔عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ اِذَاقَلَسَ الرَّجُلُ مِلْئَ فِیْهِ فَعَلَیْهِ الْوُضُوْءُ،وَاِذَا لَمْ یَکُنْ مِلْئَ فِیْهِ فَلَیْسَ عَلَیْهِ الْوُضُوْءُ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب آدمی کو منہ بھر کے قئے آئے تو اس پر وضو کرنا لازم ہے، اور منہ بھر کر نہ آئے تو اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہے۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ ص۱۴ رقم الحدیث: ۲۰، جامع المسانید للخوازمی: ج۱ ص ۲۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ ص ۴۳۳، رقم الحدیث: ۴۳۳، مصنف عبدالرزاق: ج۱ ص ۱۳۷ رقم الحدیث: ۵۲۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ ص ۴۳۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس صحیح السند اثر سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کر قے آنے یا کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور یہ مسئلہ متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

عَنْ مَّعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَآءَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِیْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْءَهُ.رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَاِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ. (آثار السنن:۱۵۶)

☆☆(حضرت) معدان بن ابی طلحہ، (حضرت سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو وضو فرمایا۔ (حضرت معدان بن ابوطلحہ فرماتے ہیں) پھر میری ملاقات دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابودرداء (رضی اللہ عنہ) نے صحیح کہا ہے اور میں نے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کیلئے وضو کا پانی انڈیلا تھا۔'' اسے اصحابِ ثلاثہ (ترمذی: ۸۷، ابوداود: ۲۳۸۱، نسائی: ۳۱۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی:۸۷،سنن ابی داود:۲۳۸۱،السنن الکبری للنسائی:۳۱۰۷،صحیح ابن خزیمہ:۱۹۵۶،شرح مشکل الآثار للطحاوی:۱۶۷۴،شرح معانی الآثار:۳۴۰۳،صحیح ابن حبان:۱۰۹۷،سنن الدارقطنی:۵۹۰،المستدرک علی الصحیحین للحاکم:۱۵۵۳،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:۱۲۱۰،سنن الترمذی:۸۷،سنن ابی داود:۲۳۸۱،السنن الکبری للنسائی:۳۱۰۷، صحیح ابن خزیمہ:۱۹۵۶،شرح مشکل الآثار للطحاوی:۱۶۷۴،شرح معانی الآثار:۳۴۰۳،صحیح ابن حبان:۱۰۹۷،سنن الدارقطنی:۵۹۰،المستدرک علی الصحیحین للحاکم:۱۵۵۳،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:۱۲۱۰۔

اسے مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا ابو عبیدۃ بن ابی السفر واسحاق بن منصور ،قال ابو عبیدۃ:حدثنا،وقال اسحاق: اخبرنا عبدالصمد بن عبدالوارث قال:حدثنی ابی عن حسین المعلم ،عن یحییٰ بن ابی کثیر ،قال:حدثنی عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی ،عن یعیش بن الولید المخزومی عن ابیہ عن معدان بن ابی طلحۃ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ۔۔۔الخ"(سنن الترمذی:۸۷)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱)امام ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج تمیمی مروزی رحمہ اللہ صحیح بخاری،صحیح مسلم،سنن ترمذی،سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے"ثقہ ثبت" راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۳۸۳)

(۲)امام ابو سہل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی:۱۰۰۳)

(۳)امام ابو عبیدہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۱۰۴۶)

(۴)حسین بن ذکوان معلم بصری عوذی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۲۹۶)

(۵)امام ابو نصر یحییٰ بن ابی کثیر طائی یمامی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے"ثقہ حسن الحدیث" راوی ہیں۔(ایضاً:۱۸۲۳)

(۶)امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی شامی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۹۷۰)

(۷)امام یعیش بن ولید بن ہشام بن معاویہ معیطی رحمہ اللہ سنن ابی داود،سنن ترمذی اور سنن نسائی کے"ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً:۱۸۷۲)

(۸)امام ابو یعیش ولید بن ہشام بن معاویہ معیطی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۱۷۸۰)

(۹)امام معدان بن ابی طلحہ یعمری کنانی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے"ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۱۶۰۳)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے بھی کئی حضرات نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے مثلاً۔۔۔

☆ شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

" اسنادہ صحیح "اس کی سند صحیح ہے۔(مسند احمد بتحقیق الشعیب: ۲۷۵۰۲)

☆ ناصر الدین لکھتا ہے:

" صحیح " یہ حدیث صحیح ہے۔(سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۲۳۸۱)

☆ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

" اسنادہ حسن....وصححه الحاکم علی شرط الشیخین ووافقه الذهبی " اس کی سند حسن ہے۔۔اسے حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کر رکھی ہے۔(سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ۲۳۸۱)

یہ حدیث اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ منہ بھر کرتے آنے یا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

{ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا}

۵۵۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ مُضْطَجِعاً حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ فجر سے پہلے پہلو کے بل ایسا سوئے کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۴۰۱، ۱۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۴۷۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۰۳۶، ۲۴۰۵۲، مسند البزار: ۱۵۸۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۴۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کردی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۴۰۹)، مسند الامام احمد بن حنبل (۲۵۰۳۶) اور سنن ابن ماجہ (۴۷۴) وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراھیم عن الاسود عن عائشة قالت کان النبی ﷺ......الخ۔

فوائد ومسائل:

(۱) اس حدیث میں پہلو کے بل سونے پر بھی وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، مگر شارحین حدیث نے صراحت کی ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (تنام عيني ولا ينام قلبي)، (صحیح البخاری: ۳۵۶۹) "میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔"

(۲) امتی کا محض نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، الا یہ کہ لیٹ کر ہو یا کسی ایسے سہارے سے ہو کہ اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وضو ایسی نیند سے ٹوٹتا ہے جس میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہوں۔

{کھانے پینے کی کوئی بھی چیز استعمال کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا}

۵۶۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ شَرِبَ اللَّبَنِ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ مَا اُبَالِيْهِ بَالَةً اَسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ۔

ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دودھ پیا اور نماز پڑھ لی (اور وضو نہیں کیا) اور پھر فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں، آسانی پیدا کرو تمہارے لئے آسانی پیدا کی جائے گی۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۶۸۶، ۶۹۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۴۱، ۶۴۲، مسند الامام ابی حنیفۃ للحصکفی: ج ۱ ص ۱۳۷ رقم الحدیث: ۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو محمد ثابت بن اسلم بنانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ صالح راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۸۰، تہذیب الکمال: ۸۱۱)

فائدہ:

اس حدیث سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ ضابطہ مستنبط کیا ہے کہ کھانے پینے کی کسی بھی چیز کو استعمال کرنے سے انسان کا

وہ وضو جو اس نے پہلے سے کر رکھا ہو، نہیں ٹوٹتا۔

{جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے}

۵۷۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ شَرَحْبِيْلَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا مَسَّتِ النَّارُ وُضُوْءٌ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔''

تحقیق:

حسن ہے، (وله طريق اخرى فانظر جامع المسانيد:۱/۲۴۵)۔

۵۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ انْتَهَسَ مِنْ عِرْقٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ہڈی سے گوشت علیحدہ کر کے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل وصحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

۵۹۔ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْبَةَ بْنِ الْمُسَاوِرِ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ أَرْطَاةَ سَأَلَ الْحَسَنَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ، فَقَالَ بَكْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيُّ نَهَسَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كَتِفٍ بَارِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً۔

شیبہ بن مساور رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے ان چیزوں سے وضو کے بارے میں پوچھا جن کو آگ نے چھوا ہو تو انہوں نے فرمایا ان کو استعمال کرنے پر وضو ہے۔ (اس پر) بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے سرد شانے سے گوشت علیحدہ کر کے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور نہ ہی پانی کو چھوا۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وللحدیث شواھد کثیر)

٦٠۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُمْ أَتَوْا بِجَفْنَةٍ مِّنْ لَحْمٍ وَخُبْزٍ،فَأَكَلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ وَفَاهُ ثُمَّ قَالَ: لَوْلاَ رِیْحُهُ مَا بَالَیْتُ أَلاَّ أَمَسَّ مَاءً،ثُمَّ صَلّٰی كَمَاهُوَ۔

علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا بڑا پیالہ لایا گیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کھایا، پھر آپ نے ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور پھر فرمایا: ''اگر اس کی ریح نہ ہوتی تو مجھے پانی کو ہاتھ بھی لگانے کی پرواہ نہ ہوتی۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے (تازہ وضو کیے بغیر ہی) اسی طرح نماز پڑھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طریق آخر عندابن ابی شیبة: ٥٣٧)

٦١۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَاأَنَّهُ قَالَ: لَوْأُتِیْتُ بِجَفْنَةٍ مِنْ لَحْمٍ وَخُبْزٍوَعَسٍّ مِنْ لَبَنِ اِبِلٍ فَأَكَلْتُ مِنْهَا حَتّٰی أَشْبَعَ وَشَرِبْتُ مِنَ اللَّبَنِ صَلَّیْتُ، وَلَمْ أَتَوَضَّأْمِنَ الطَّیِّبَاتِ۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اگر میرے پاس گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ لایا جائے اور میں اس سے پیٹ بھر کر کھالوں اور اونٹ کے دودھ سے بھرا پیالہ دیا جائے اس سے خوب سیر ہو کر پی لوں تو میں (وضو تازہ کیے بغیر ہی) نماز پڑھ لوں گا اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی وجہ سے (تازہ) وضو نہیں کروں گا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج١ص٢٥،رقم الحدیث:١٦،الادب المفرد للبخاری: ج١ص٧٠٢رقم الحدیث: ٧٧٣۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

عمرو بن مرہ سے مراد امام ابوعبداللہ عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق المرادی الجملی الکوفی رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۴۴۸) اور سعید بن جبیر سے امام ابومحمد سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی الوالبی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (الثقات للعجلی: ۵۳۳)

۶۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ: لَاوُضُوْءَ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس چیز کو آگ نے چھووا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۳۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ شَرَحْبِیْلَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: اَنَّهُ اَكَلَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا مَشْوِیًّا وَغَسَلَ یَدَیْهِ وَفَاهُ، ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''(ایک دفعہ) نبی ﷺ نے ان کے ہاں بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا اور پھر ہاتھ دھوئے کلی کی اور پھر وضو (تازہ) کئے بغیر ہی نماز پڑھ لی۔''

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شواهد كثير)

۶۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ یَحْیٰی بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْ مَاجِدٍ الْحَنَفِیِّ اَنَّهُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ قُعُوْدٌ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذْ اَقْبَلُوْا بِجَفْنَةٍ فَوُضِعَتْ فَاَكَلَ عَبْدُاللّٰهِ وَاَصْحَابُهُ وَشَرِبَ، ثُمَّ صَبَّ یَدَیْهِ مِنَ الْمَاءِ فَغَسَلَهُمَا۔

۶۵۔ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَحْیٰی بِمِثْلِهٖ۔

۶۶۔ قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ وَحَدَّثَنِی الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ السَّكْسَكِیِّ مِثْلَهُ بِاِسْنَادِهٖ۔

ابو ماجد حنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے سے بھرا ہوا بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا گیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے کھایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈال کر اپنے ہاتھوں کو دھویا (اور وضو نہیں کیا)۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة:٥٢٧)

فوائد و مسائل:

(۱) مذکورہ بالا احادیث اور آثار سے معلوم ہوا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیزوں سے وضو کا حکم یا ذکر آیا ہے ان کے بارے میں ائمہ محدثین کی دو آراء پائی جاتی ہیں۔ اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، مگر کچھ لوگوں کو منسوخ ہونے کا علم نہ ہو سکا اور وہ بدستور وضو کرنے کے قائل رہے۔۔اور دیگر بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو کرنا مستحب ہے۔

{جو شخص پہلو کے بل سویا اس پر وضو کرنا لازم ہے}

٦٧۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ نَامَ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا أَوْ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ،وَمَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو شخص کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا حالت رکوع میں یا حالت سجدہ میں سویا تو اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہے (یعنی اس کا وضو نہیں ٹوٹا)۔اور جو شخص پہلو کے بل سویا اس پر وضو کرنا لازم ہے (یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا)۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نماز کے اندر یا نماز کے باہر قیام وقعود اور رکوع وسجود کی حالت میں جو سنت کے مطابق ہو، سونا ناقضِ وضو نہیں، باقی حالات میں جیسے چت لیٹنا یا کروٹ پر لیٹنا یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا ناقضِ وضو ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْتَبِى النَّائِمِ وَلَا عَلَى الْقَائِمِ النَّائِمِ وَلَا عَلَى السَّاجِدِ النَّائِمِ وُضُوْءٌ حَتّٰى يَضْطَجِعَ فَإِذَا اضْطَجَعَ تَوَضَّأَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِى الْمَعْرِفَةِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِى التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.(آثار السنن: ١٥٢)

کہ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”محتبی (جس کے چوتڑ زمین پر ٹکے ہوئے ہوں) سونے

والے پر وضو نہیں، اور نہ سجدہ کی حالت میں سونے والے پر وضو ہے۔ حتیٰ کہ وہ پہلو کے بل لیٹ جائے جب وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو وضو کرے۔ اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے معرفۃ (السنن) میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عقلانی رحمہ اللہ) نے تلخیص میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱:۹۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۳، نیل الاوطار: ج۱ ص ۲۴۵، عون المعبود: ج۱ ص ۲۴۰، تلخیص الحبیر: ۱۶۳۔

اسے مشہور و معروف ثقہ بالاجماع محدث امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی رحمہ اللہ نے ابوالحسین بن فضل قطان رحمہ اللہ سے اس نے عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ سے اس نے یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ سے اس نے علی بن حسن بن شقیق رحمہ اللہ سے اس نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اس نے حیوہ بن شریح رحمہ اللہ سے اس نے ابوصخر رحمہ اللہ سے اس نے یزید بن قسیط رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱:۹۴۱)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوالحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل بغدادی قطان رحمہ اللہ "شیخ عالم ثقہ" راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۸۲۹)

(۲) ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ بن مرزبان فارسی نحوی رحمہ اللہ مجروح اور متکلم فیہ راوی ہیں۔ (دیکھئے: تاریخ بغداد: ۹/ ۴۳۵) خصوصاً ائمہ محدثین وفقہاء امت کے خلاف اس کی نقل کردہ جروحات اور امام یعقوب رحمہ اللہ سے نقل کردہ اس کی "کتاب المعرفۃ والتاریخ" قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر زیر بحث روایت کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر یہ روایت حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان فارسی فسوی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی کے (روایت حدیث میں) "ثقہ حافظ" راوی ہیں۔ (تقریب: ۳۱۵۶)

(۴) امام ابوعبدالرحمن علی بن حسن بن شقیق بن دینار بن مشعب عبدی مروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ حافظ" راوی ہیں۔ (تقریب: ۷۸۱۷)

(۵) امام عبداللہ بن مبارک خراسانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے "ثقہ، ثبت فی الحدیث اور صالح" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۸۷۶)

(۶) امام ابوزرعہ حیوہ بن شریح بن صفوان بن مالک تجیبی مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ، صالح" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۵۸)

(۷) امام ابوصخر حمید بن زیاد مدنی خراط رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے (فی نفسہ) "ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۳۷)

(۸) امام ابوعبداللہ یزید بن عبداللہ بن قسیط بن اسامہ بن عمیر لیثی مدنی اعرج رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۵۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ سبھی استرخاء مفاصل (جوڑ ڈھیلے پڑ جانے) کے ساتھ نیند کو ناقضِ وضو قرار دیتے ہیں۔ مگر استرخاءِ مفاصل کے معیار کے تعین میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول اور دیگر دلائل کے پیش نظر یہ معیار مقرر متعین کیا ہے کہ نماز کے اندر یا نماز کے باہر قیام و قعود اور رکوع و سجود کی حالت میں جو سنت کے مطابق ہو، سونا ناقضِ وضو نہیں، باقی حالات میں جیسے چت لیٹنا یا کروٹ پر لیٹنا یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا ناقضِ وضو ہے۔

{نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں}

۶۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَهْقَهَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: "جب آدمی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسے تو نماز اور وضو دونوں کا اعادہ کرے۔"

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ حالت نماز میں عمداً یا سہواً قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ مسئلہ متعدد احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے، اس سلسلے کی چند احادیث دیگر کتب سے تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

... عَنْ اَبِيْ مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدّٰى فِيْ حُفْرَةٍ كَانَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ فِيْ بَصَرِهٖ ضَرَرٌ فَضَحِكَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَأَمَرَ رَسُوْلُ

اللهِ ﷺ مَنْ ضَحِكَ اَنْ يُّعِيْدَ الْوُضُوْءَ وَيُعِيْدُ الصَّلٰوةَ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔(آثار السنن: ۱۵۷)

☆☆(حضرت سیدنا) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص آیا اور اس گڑھے میں گر گیا جو مسجد میں تھا اور اس کی بینائی میں کچھ نقص تھا (یعنی کم دکھائی دیتا تھا) تو اکثر لوگ حالت نماز میں ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو ہنسا ہے وہ وضو اور نماز (دونوں) لوٹائے۔ اسے (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے (معجم) کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

سند کی تحقیق:

اسے مشہور ثقہ بالاجماع محدث امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا احمد بن زهير التستري ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي ثنا محمد بن ابی نعيم الواسطی ثنا مهدی بن ميمون ثنا هشام بن حسان عن حفصة بنت سيرين عن ابی العالية عن ابی موسى۔۔۔۔الخ" (طبرانی بحوالہ التعلیق الحسن: ص۴۵)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوجعفر احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے انہیں تذکرۃ الحفاظ میں "الحافظ الحجة العلامة" اور سیر اعلام النبلاء میں "الامام الحجة المحدث البارع، علم الحفاظ اور شیخ الاسلام" جیسے القابات سے نوازا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ تذکرۃ الحفاظ: ۷۵۹

☆ سیر اعلام النبلاء: ۲۷۳۲

(۲) امام ابوجعفر محمد بن عبدالملک بن مروان بن حکم واسطی دقیقی رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں بغرض اختصار ان کے بارے میں بعض ائمہ محدثین کی آراء حاضر ہیں۔

☆ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: "ثقہ" (دیکھئے: سؤالات البرقانی: ۴۴۶، تاریخ بغداد: ۱۱۶۵)

☆ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے "ثقہ" راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات: ۱۵۵۹۲)

☆ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "صدوق" (الجرح والتعدیل: ۱۹)

☆ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "الامام المحدث الحجة" (سیر اعلام النبلاء: ۲۲۰)

(۳) امام محمد بن موسیٰ بن ابی نعیم واسطی ہذلی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کے بارے محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

☆امام احمد بن سنان قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ثقہ'' (الجرح والتعدیل:۳۴۹)
☆امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ''صدوق'' (ایضاً)
☆حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ''صدوق'' (تقریب:۶۳۳۷)

(۴) امام ابویحییٰ مہدی بن میمون ازدی معولی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں، بعض ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

☆امام ابوالحسن عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ''ثقہ'' (تاریخ الثقات للعجلی:۱۶۴۶)
☆حافظ ابن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں: ''ثقہ'' (الطبقات الکبریٰ:۳۲۸۲)
☆امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں ''ثقہ'' (الجرح والتعدیل:۷۔۱۵۴)
☆امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں: ''ثقہ'' (ایضاً:۷۔۱۵۴)
☆حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات:۱۱۱۷۰)
☆امام ابن شاہین رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ نے بھی ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات:۱۳۷۶)
☆امام شعبہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ (تاریخ الاسلام:۲۹۵)
☆حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں: " الامام الحافظ الثقه۔ ...احد الاثبات المعمرين "
(سیر اعلام النبلاء:۱۱۷۳)
☆حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ''ثقہ'' (تقریب:۶۹۳۲)

(۵)۔۔۔۔امام ابوعبداللہ ہشام بن حسان ازدی قردوسی بصری رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔
☆چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ''ثقہ'' (تاریخ ابن معین:۸۴۷)
☆امام ابوالحسن عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ''ثقہ'' (تاریخ الثقات:۱۷۳۰)

واضح رہے کہ امام ہشام رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے کتب صحاح ستہ کے ثقہ، حافظ، ثبت راوی امام مہدی بن میمون رحمہ اللہ کا اس حدیث کی سند میں سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا اصول حدیث کہ روشنی میں صحیح و قابل قبول ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ ہے اور اصول حدیث کی روشنی میں ثقہ رواۃ کی زیادتی صحیح شمار کی جاتی ہے۔

(۶) ام ہذیل حفصہ بنت سیرین انصاریہ بصریہ رحمہا اللہ کتب صحاح ستہ کی ''ثقہ تابعیہ'' راویہ ہیں۔ (تاریخ الثقات:۲۰۸۹)

(۷) امام ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے کبار تابعین میں سے ''ثقہ تابعی'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات:۱۹۸۴)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح ثابت و متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) اگر ہنسنے والا اپنے ہنسنے کی آواز خود بھی سن لے اور اس کے آس پاس والے لوگ بھی سن لیں تو اسے قہقہہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر ہنسنے والے کی ہنسنے کی آواز اتنی ہو کہ خود تو سن لے مگر ساتھ والے لوگ نہ سن سکیں تو اسے ''ضحک'' کہتے ہیں۔ اور اگر بالکل ہی آواز نہ ہو تو اسے تبسم کہا جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہنسنے سے قہقہہ لگا کر ہنسنا مراد ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں " من ضحك فی صلاۃ قهقهة۔۔۔ الخ " کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حالت نماز میں عمداً یا سہواً قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت احناف اور دیگر کئی ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۳) قہقہہ کے بغیر محض ہنسنے سے صرف نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ''جو کوئی نماز میں ہنس پڑے تو نماز لوٹائے گا وضو نہیں۔'' (دیکھئے: صحیح البخاری: ج ۱ ص ۴۶ برقم: ۱۷۵)

(۴) محض تبسم سے نہ تو وضو جاتا ہے اور نہ ہی نماز ٹوٹتی ہے اس پر بھی سب کا اتفاق ہے (فیما اعلم)۔ اور اس کی تائید میں بعض حضرات نے مسند ابی یعلی الموصلی (۲۰۶۰) اور سنن دارقطنی وغیرہ سے احادیث پیش کی ہیں۔

☆ اس باب کے متعلقہ ایک مرفوع حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو بھی نقل کر کے اس کی سندی حیثیت واضح کر دی جائے۔

☆ الکامل لابن عدی میں ہے:

"حدثناه ابن جوصاء حدثنا عطية بن بقية حدثني ابي حدثنا عمرو بن قيس السكوني عن عطاء عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ :" من ضحك فی صلاۃ قهقهة فليعد الوضوء والصلاۃ.

" (الکامل لابن عدی: ترجمہ رفیع بن مہران: ۶۷۹)

(حضرت سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا ہو وہ وضو اور نماز (دونوں) کو لوٹائے۔''

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام احمد بن عمیر بن یوسف بن موسیٰ بن جوصاء دمشقی رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں سیر اعلام النبلاء میں " الامام الحافظ الاوحد " اور تذکرۃ الحفاظ میں " الامام الحافظ " جیسے القابات سے نوازا ہے۔

(دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۲۸۵۳، تذکرۃ الحفاظ: ۷۸۷)

اورامام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ م ۳۶۰ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"کان من ثقات المسلمین" کہ ابن جوصاء ثقہ مسلمین میں سے تھا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی: ۲۱)

(۲) امام ابوسعید عطیہ بن بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ چنانچہ امام ابن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۷۸۲۵، الثقات لابن حبان: ۱۴۸۴۰)

اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ م ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

" محله الصدق " کہ ان کا مقام، مقامِ صدق ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۲۱۲۰)

(۳) امام بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔ اور معروفین سے روایت کرنے میں "ثقہ" ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰)

واضح رہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث پر بقیہ رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض غلط و مردود ہے کیونکہ بقیہ رحمہ اللہ نے اس میں بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے: الکامل: ۶۷۹)

اور اصول حدیث کی روشنی میں خصوصاً جب (اتفاقی) صدوق مدلس راوی بھی سماع کی تصریح کر دے تو تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۱ ص ۱۴۷)

(۴) امام ابوثور عمرو بن قیس بن ثور بن مازن کندی سکونی شامی حمصی رحمہ اللہ سننِ اربعہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۲۸۲)

(۵) امام عطاء بن ابی رباح مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ تابعی" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۱۲۷)

مزید برآں امام عطاء رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے براہ راست احادیث کا سماع کیا ہے، چنانچہ امام ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" سمع ...... ابن عمر " کہ عطاء نے ۔۔۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے براہ راست احادیث سنی ہیں۔

(التاریخ الکبیر للبخاری: ۲۹۹۹)

لہٰذا بعض احباب کی طرف سے عطاء کے ابن عمر سے عدم سماع کا اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے، نیز " عن عطاء بن ابی رباح عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما " کی سند سے مروی احادیث کو اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی وغیرہما نے حسن و صحیح قرار دے رکھا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق علی زئی والالبانی: حدیث نمبر ۴۰۱۹)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی بلحاظ سند بالکل صحیح ثابت و متصل ہے۔

فائدہ:

یہ صحیح صریح متصل مرفوع قولی حدیث سے بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ حالت نماز میں عمداً یا سہواً قہقہہ مارکر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس معنی کی ایک مرفوع حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے ہم بطور تائید نقل کر رہے ہیں:

" حدثني ابو عمرو محمد بن عمرو بن شهاب بن طارق الاصبهاني بجرجان كهل وافانا قديما حدثنا ابوجعفر احمد بن فورك حدثنا عبيدالله بن احمد الاشعري حدثنا عمار بن يزيد البصري حدثنا موسى بن هلال حدثنا انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ :"من قهقه في الصلاة قهقهة شديدة فعليه الوضوء والصلاة" (المعجم في اسامي شيوخ ابي بكر الاسماعيلي :١٦٧، تاريخ جرجان:٦٩٣، مختصر خلافيات بيهقي: ج١ص٣٣١)

(حضرت سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسا اس پر نماز اور وضو (دونوں) کو لوٹانا لازم ہے۔"

نوٹ:

واضح رہے کہ قہقہہ کے ناقضِ وضو والصلاۃ ہونے پر مذکورہ احادیث مرفوعہ متصلہ کے علاوہ احادیث مرسلہ متعددہ کا ایک انبار موجود ہے جنہیں سنن الدارقطنی، سنن الکبریٰ للبیہقی وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر جب یہ مسئلہ احادیث مرفوعہ متصلہ سے ثابت ہوگیا تو ان احادیث کی موجودگی میں مرسل احادیث کو نقل کرکے ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہٰذا بغرض اختصار مرسل احادیث کو نقل کرنے سے گریز کیا جارہا ہے۔

٦٩۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ إِذْ أَقْبَلَ أَعْمَى يُرِيْدُ الصَّلَاةَ، فَوَقَعَ فِيْ زُبْيَةٍ فَاسْتَضْحَكَ بَعْضُ الْقَوْمِ حَتّٰى قَهْقَهَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ۔

معبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران ایک نابینا شخص نماز میں شرکت کے ارادہ سے (قبلہ کی جانب سے) آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا بعض لوگ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، نبی ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرلے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۶۳، سنن الدارقطنی: ۶۲۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ص۱۴۰، جامع المسانید: ج۱ص۲۴۷۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

۱۔امام ابوالمغیرہ منصور بن زاذان الواسطی الثقفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۶۱۹۱)

۲۔امام ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ، صالح متبع سنت راوی ہیں۔(تاریخ الثقات:۲۷۵)

۳۔معبد سے مراد معبد بن ابی معبد الخزاعی ہیں جو کہ صغیر صحابیؓ ہیں۔ چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ م ۸۶۱ھ میں لکھتے ہیں کہ:

''اسے معبد بصری جہنی قرار دینا محل نظر ہے، (صحیح یہ ہے کہ) یہاں معبد سے مراد معبد الخزاعی ہیں جیسا کہ مسند ابی حنیفۃ میں صراحت موجود ہے اور معبد الخزاعی بلاشک وشبہ صحابی ہیں چنانچہ امام ابن مندہ رحمہ اللہ اور امام ابونعیم رحمہ اللہ نے انہیں صحابہؓ میں ذکر کیا ہے۔(فتح القدیر: ج۱ص۵۳ بحوالہ حاشیہ کتاب الحجۃ: ج۱ص۱۴۰)

نیز ثقہ بالاجماع محدث وناقد امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ م ۷۵۰ھ لکھتے ہیں:

کہ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ میں ہے کہ معبد بن ابی معبد نے نبی ﷺ کی زیارت کی ہے اور یہ صغیر صحابی ہیں اور پھر امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے منصور بن زاذان سے اس نے حسن سے اس نے معبد بن ابی معبد سے اس نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنسا ہو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرلے۔(الجوہر النقی بحوالہ حاشیہ کتاب الحجۃ: ج۱ص۱۴۰)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ سند میں معبد سے معبد بن ابی معبد خزاعی صحابیؓ مراد ہیں۔

{امام بے وضو نماز پڑھادے تو امام مقتدی دونوں نماز لوٹائیں}

۷۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ: أَنَّهُ يُعِيْدُ هُوَ وَمَنْ مَّعَهُ.

یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے، وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، وہ حماد رحمہ اللہ سے اور وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو آدمی بے وضو ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادے وہ بھی نماز دہرائے

گا اور اس کے پیچھے والے لوگ بھی دہرائیں گے۔"

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں کی نماز صحۃ بھی اور فساداً بھی دونوں لحاظ سے امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

{ابن عمرؓ ایسے جوتوں میں وضو کرتے تھے جن پر اون نہیں ہوتی تھی}

۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ: یَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! رَأَیْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعَ خِصَالٍ. قَالَ: مَاهُنَّ؟ قَالَ: رَأَیْتُكَ حِیْنَ أَرَدْتَّ أَنْ تُحْرِمَ رَكِبْتَ رَاحِلَتَكَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَأَحْرَمْتَ حِیْنَ انْبَعَثَ بِكَ بَعِیْرُكَ، وَرَأَیْتُكَ إِذَا طُفْتَ بِالْبَیْتِ لَمْ تَجُزِ الرُّكْنَ الْیَمَانِیَّ حَتّٰی تَسْتَلِمَهُ، وَرَأَیْتُكَ تُلَوِّنُ لِحْیَتَكَ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَیْتُكَ تَوَضَّأُ فِی النِّعَالِ السَّبْتِیَّةِ؟ فَقَالَ: إِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَصْنَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ.

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبید اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے، انہوں نے سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن! میں نے آپ کو چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جب احرام کا ارادہ کیا تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے، قبلہ کی طرف رخ کیا، پھر جب آپ کا اونٹ آپ کو لے کر کھڑا ہوا تو آپ نے احرام کی نیت کی (یعنی تلبیہ پڑھا) اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جب بیت اللہ کا طواف کیا تو آپ اس کے استلام سے پہلے اس سے آگے نہیں بڑھے، اور میں نے آپ کو دیکھا آپ اپنی داڑھی زرد رنگ سے رنگتے ہیں، اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؓ ایسے جوتوں میں وضو کرتے ہیں جن پر بال نہ ہوں؟ (یہ سن کر) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۶، صحیح مسلم: ۱۱۸۷، مؤطا مالک: ۱۰۳، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۴، مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۴۷۸، مسند الحمیدی: ۶۶۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۶۷۲، سنن ابی داود: ۱۷۷۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۶۹۰، صحیح ابن حبان: ۳۷۶۳، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۲۷۱۱، مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ج ا ص ۱۷۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۶۲، شعب الایمان: ۵۹۸۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۸۲۸، شرح السنۃ للبغوی: ۱۸۷۰، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ا ص ۱۸۹

تحقیق:

صحیح وثابت ہے۔(وله طرق كثير)

فوائد ومسائل:

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا چار کاموں کے متعلق سوال کرنے والے شخص کا نام عبید بن جریج رحمہ اللہ ہے جیسا کہ صحیح البخاری اور دیگر کتبِ احادیث کی روایات میں صراحت ہے۔

(۲) بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر سوار ہو کر تلبیہ پڑھا اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے نماز کے فوراً بعد تلبیہ پڑھا، ہوسکتا ہے جنہوں نے نماز کے فوراً بعد کا تلبیہ نہ سنا ہو انہوں نے اونٹنی پر سوار ہو کر پڑھا جانیوالا تلبیہ پہلی مرتبہ نیتِ احرام والا تلبیہ سمجھا ہو۔

(۳) حجر اسود کا بوسہ لیا جائے اور اگر اس کا موقعہ نہ ملے تو کوئی چیز اس پر لگا کر چوم لے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیا جائے، رکن یمانی پر جب پہنچا جائے تو اس کا بھی استلام کیا جائے، البتہ اس کا استلام بوسہ لینا نہیں بلکہ صرف ہاتھ پھیرنا ہے۔

(۴) داڑھی میں سیاہ رنگ کے علاوہ ہر طرح کا خضاب لگانا جائز ہے، احادیث صحیحہ میں سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے۔

(۵) ایسی جوتی پہن کر وضو کرنا جائز ہے جو پاؤں تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ اور ایسی جوتی پہن کر بھی جائز ہے جو دباغت دی گئی کھال یا شرعی قاعدہ کے مطابق ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال سے بنائی گئی ہو۔

{امام مسروقؒ نے وضو کے بعد پٹی پر مسح کیا تھا}

۴۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ: أَنَّهُ كَانَ مَسَحَ بِخِرْقَةٍ بَعْدَ الْوُضُوْءِ.

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے، انہوں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مسروق رحمہ اللہ نے وضو کے بعد پٹی پر مسح کیا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

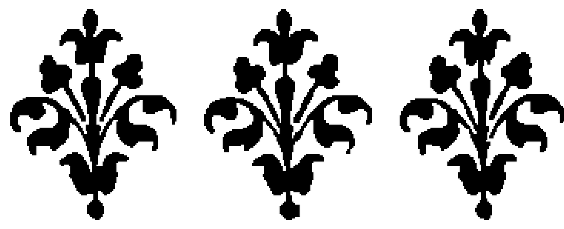
۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منتشر بن اجدع کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۵ ۲۳۴)

۲۔ امام محمد بن منتشر بن اجدع بن مالک ہمدانی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تاریخ الثقات للعجلی:۱۵۰۵)

۳۔ امام ابوعائشہ مسروق بن اجدع ہمدانی وداعی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی:۱۵۶۱)

فائدہ:

اگر کسی عضو پر زخم ہو اور اس پر پٹی باندھی ہوئی تو اس صورت میں اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو بوقت وضو اس پٹی پر مسح کر لینا بھی درست ہے۔



۲-بَابُ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ
غسل جنابت کے احکام ومسائل

{غسل کرنے کا مسنون طریقہ}

۴۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ أَفْرِغْ عَلَى يَدَيْكَ فَاغْسِلْهُمَا، ثُمَّ اَفْرِغْ بِيَمِيْنِكَ عَلَى شِمَالِكَ فَاغْسِلْ فَرْجَكَ، ثُمَّ تَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ قَدَمَيْكَ، ثُمَّ أَفْرِغْ عَلَى رَأْسِكَ وَسَائِرِ جَسَدِكَ، ثُمَّ تَنَحَّ عِنْدَ فَرَاغِكَ فَاغْسِلْ قَدَمَيْكَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: غسل جنابت کا طریقہ یہ ہے کہ (سب سے پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر انہیں دھوؤ، پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجاء کو دھوؤ اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالو، اسی طرح وضو کرو جس طرح نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے، پھر اپنے سر اور سارے جسم پر پانی ڈالو اور اس سے فارغ ہو کر غسل خانہ سے ہٹ کر اپنے پاؤں کو دھولو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

اس اثر میں غسل جنابت کا جو طریقہ بیان ہوا ہے یہ طریقہ متعدد احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے مثلاً: (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تھے تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے، پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجاء کو دھوتے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے پھر وضو فرماتے تھے، اسی طرح جس طرح نماز کیلئے وضو فرمایا کرتے تھے، پھر پانی لیتے تھے اور بالوں کی جڑوں میں انگلیاں ڈال کر وہاں پانی پہنچاتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ سمجھتے

تھے کہ آپ نے سب میں پوری طرح پانی پہنچالیا، تو دونوں ہاتھ بھر بھر کر تین دفعہ پانی اپنے سر کے اوپر ڈالتے تھے، اس کے بعد باقی سارے جسم پر پانی بہاتے تھے، اس کے بعد دونوں پاؤں دھوتے تھے۔ اسے شیخین (مسلم: ۳۱۶، بخاری: ۲۴۸) نے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن: ۹۴)

نیز (حضرت) میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ میں نے نبی کریم ﷺ کیلئے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کیلئے کپڑے سے پردہ کیا اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں پر پانی بہا کر ان کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی بہایا اور استنجا کیا پھر زمین پر ہاتھ رکھ کر رگڑا پھر اس کو دھویا، اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا مبارک چہرہ اور بازو (کہنیوں تک ہاتھ) دھوئے پھر اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور جسم پر بہا دیا، پھر (اس جگہ سے) ہٹے اور اپنے قدموں کو دھویا تو میں نے آپ کو کپڑا پیش کیا تو آپ نے اس کو نہیں لیا اور ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے چلے گئے۔ اسے شیخین (بخاری: ۲۷۶، مسلم: ۳۳۷) نے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن: ۹۵)

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ احادیث سے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے طریقے کی پوری تفصیل معلوم ہوجاتی ہے، یعنی یہ کہ آپ ﷺ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دو یا تین دفعہ دھوتے تھے (کیونکہ ان ہاتھوں ہی کے ذریعہ پورے جسم کو غسل دیا جاتا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ مقام استنجا کو بائیں ہاتھ سے دھوتے تھے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔

اس کے بعد بائیں ہاتھ کو مٹی سے مل مل کے اور رگڑ رگڑ کر خوب مانجتے اور دھوتے تھے، پھر اس کے بعد وضو فرماتے تھے (جس کے ضمن میں تین تین دفعہ کلی کر کے اور ناک میں پانی لے کر اس کی اچھی طرح صفائی کر کے منہ اور ناک کے اندرونی حصہ کو غسل دیتے تھے اور حسب عادت ریش مبارک میں خلال کر کے اس کے ایک ایک بال کو غسل دیتے اور بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچاتے تھے)۔

اس کے بعد اسی طرح سر کے بالوں کو اہتمام سے دھوتے تھے اور ہر بال کی جڑ تک پانی پہنچانے کی کوشش کرتے تھے، اس کے بعد باقی سارے جسم کو غسل دیتے تھے، پھر غسل کی اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ غسل کا سب سے زیادہ پاکیزہ اور باسلیقہ طریقہ یہی ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے دور میں فرش کچے ہوتے تھے اور غسل کا پانی پاؤں میں جمع ہوجاتا ہے۔ اسی جگہ پاؤں دھونے میں کوئی خاص فائدہ نہ تھا، لہذا آپ ﷺ ایک طرف ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے، تاہم اگر پانی جمع نہ ہوتا ہو تو اسی جگہ پاؤں دھوئے جاسکتے ہیں۔

(۳) جو آدمی ٹب وغیرہ سے چلو بھر کر پانی لینا چاہے، اسے چاہیے کہ اپنی ہتھیلیاں پہلے دھولے تاکہ پانی آلودہ نہ ہو۔

(۴) شرم گاہ دھونے کیلئے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالنا چاہیے۔

(۵) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کے بعد چہرے، ہاتھوں اور باقی بدن پر پانی کے اثرات کو کسی کپڑے جیسے تولیے یا رومال وغیرہ سے صاف کرنا ضروری نہیں، البتہ جائز ہے کیونکہ دوسری بعض احادیث میں کپڑے سے پانی خشک کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔

{غسل کے وقت عورت نے بال گندھے ہوئے اور پانی بالوں کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے تو بالوں کو کھولنا ضروری ہے}

۷۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ اغْتَسَلَتْ امْرَأَةُ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،فَقَالَ لَهَا حُذَيْفَةُ: خَلِّلِيهِ بِالْمَاءِ لاَ تُخَلِّلُهُ النَّارُ قَلِيلٌ بُقْيَاهَا۔

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے غسل کیا تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنے سر میں پانی کا خلال کرلیا کرو تا کہ آگ خشک حصوں تک نہ پہنچ سکے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۰۵۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۰۳، سنن الدارمی: ۱۱۸۷، السنن الکبری للبیہقی: ۸۵۵، کتاب الصلاۃ لابی نعیم الفضل بن دکین: ۹۶، شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی: ج ۱ ص ۷۹۲، اتحاف المہرۃ لابن حجر: ۴۱۵۲، کنزالعمال: ۲۷۳۷۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کردی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

"حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن ھمام عن حذیفۃ......الخ۔"

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۰۳)

فائدہ:

عورت کے غسل کے وقت اگر بال گندھے ہوئے ہوں اور پانی بالوں کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے تو بالوں کو کھولنا ضروری ہے، ہاں اگر سر پر پانی اس طرح ڈالا جائے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور بال اچھی طرح تر ہوجائیں تو پھر انہیں

کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔

{مرد وعورت کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہوا یا نہ ہوا ہو}

٥٧۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ الْعَرْزَمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ سَائِلاً سَأَلَهُ،فَقَالَ: يُوْجِبُ الْغُسْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلاَّ الْمَاءُ؟ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَتَوَارَتِ الْحَشَفَةُ،وَجَبَ الْغُسْلُ،اَنْزَلَ اَوْ لَمْ يُنْزِلْ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک پوچھنے والے نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ (کیا) پانی کے خروج کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا؟ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں اور حشفہ چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ا ص ۸٦، رقم الحدیث: ۹۵٦، سنن ابن ماجہ: ج ا ص ۲۰۰، رقم الحدیث: ٦١١، جامع المسانید: ج ا ص ۲۵۷۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔(وله طرق اخرى)

فوائد ومسائل:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا عضو مخصوص جب عورت کی شرم گاہ میں داخل ہو جائے خواہ حشفہ ہی غائب ہو تو ایسی صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

(۲) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ سمیت اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے۔

(۳) پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت عدم انزال کی صورت میں غسل واجب ہونے کی قائل نہیں تھی اس کے پیش نظر وہ حدیث تھی جس میں ہے کہ "الماء من الماء" (پانی پانی سے لازم ہوتا ہے)۔ جب کہ دوسری جماعت انزال وعدم انزال دونوں صورتوں میں ہی غسل واجب ہونے کی قائل تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اختلاف نمٹانے کیلئے اس مسئلہ پر امہات المؤمنین بالخصوص حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے زیر بحث مسئلہ کی تحقیق دریافت کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب شرمگاہ شرمگاہ سے مل جائے تو محض اسی سے ہی

غسل واجب ہوجاتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کردہ حدیث کے پیش نظر انزال وعدم انزال دونوں صورتوں میں غسل واجب ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بعد انزال وعدم انزال دونوں صورتوں میں غسل کے واجب ہونے پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا تھا۔

٧٦۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ۔

(حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۴۹، سنن الترمذی: ۱۰۹، مسند احمد بن حنبل: ۲۵۰۳۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۰۱، السنن الکبری للنسائی: ۹۰۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۱۷۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۷۶۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند مسلم واحمد وابن ابی شيبة)

فائدہ:

ختنے ملنے سے مراد جنسی اعضاء کا ملنا، یعنی مباشرت کا عمل مراد ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جب جنسی ملاپ کا عمل شروع کردیا جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

٧٧۔ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يَهْدِمُ الطَّلَاقَ وَيُوْجِبُ الصَّدَاقَ وَالْعِدَّةَ وَيُوْجِبُ الْحَدَّ وَلَا يُوْجِبُ صَاعاً مِنْ مَّاءٍ۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب (سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا) مہر کو واجب کرتا ہے، طلاق کو ختم کردیتا ہے، عدت کو واجب کرتا ہے اور حد کو واجب کردیتا ہے تو ایک صاع پانی (یعنی غسل جنابت) کو کیوں نہ واجب کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ا ص ۸۳ رقم الحدیث: ۷۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۲۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ا ص ۲۷۳، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳ ص ۱۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوعبداللہ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۵۳)

۲۔ امام ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

{نیند سے بیدار ہونے کے بعد تری پائی جائے تو غسل واجب ہو جائے گا}

۷۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قُمْتَ مِنَ النَّوْمِ فَوَجَدْتَ بَلَلاً فَاغْتَسِلْ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب تو نیند سے بیدار ہو کر تری پائے تو غسل کر۔''

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔ (وله طريق اخرى عند ابن ابی شيبة: ۸۶۰)

۷۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي الْمَنَامِ مَا يَرَى الرَّجُلُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَغْتَسِلُ.

ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت خواب میں وہی عمل دیکھے جو کچھ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''غسل کرے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۸۲، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، سنن النسائی: ۱۹۷، مؤطا مالک: ۱۶۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۴، مسند احمد بن حنبل: ۲۶۵۰۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۸۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخرى عند البخاري:۲۸۲،وابن خزيمة:۲۳۵وغيرهما)

فائدہ:

صحیح بخاری (۲۸۲)، مسند احمد بن حنبل (۵۶۳۶) اور صحیح ابن خزیمہ (۲۳۵) وغیرہ کی روایت میں اس حدیث میں یہ زیادتی بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے جواب میں فرمایا: ''ہاں! وہ عورت غسل کرے گی جب وہ پانی دیکھے۔''

اس زیادتی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا مطلب یہ بنا کہ محض مجامعت کا خواب دیکھ لینے سے ہی غسل واجب نہیں ہوجاتا جب تک انزال نہ ہو یا صبح اٹھنے کے بعد اس کی کوئی علامت نہ پائے یعنی سو کر اٹھنے کے بعد اگر کپڑے یا بدن میں منی لگی ہوئی دیکھی جائے تو غسل واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خواب میں جماع والا عمل بھی نظر آ سکتا ہے مگر عالم خواب میں یہ منظر دیکھنے سے غسل تب ہی واجب ہوگا جب منی نکلے۔ اگر منی نہ نکلے تو خواہ خواب میں اس نے مکمل جماع بھی کیا ہو، غسل واجب نہ ہوگا۔

{حالت جنابت میں آدمی حقیقتاً نجس نہیں ہوتا بلکہ حکماً ہوتا ہے}

۸۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ، فَبَصُرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَمَشَى اِلَى جَنْبِهِ ،فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَبَاعَدَهَا حُذَيْفَةُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: مَالَكَ؟ قَالَ: اِنِّي جُنُبٌ، قَالَ: اُدْنُ،اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ بِنَجِسٍ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) جنبی حالت میں نکلے تو راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (سے ان کا ٹکراؤ ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں دیکھ لیا اور یہ آپ کی پہلو میں چلنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ رکھنا چاہا تو یہ قدرے دور ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: میں ناپاکی کی حالت میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قریب ہو جاؤ بلاشبہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۴۵۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۴، سنن ابی داود: ۲۳۰، مسند البزار: ۲۸۹۶، ۲۹۵۵، سنن النسائی: ۲۶۸، مسند السراج: ۲۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۷۷۵، صحیح ابن حبان:

۱۳۶۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۱۸، شعب الایمان للبیہقی: ۸۵۵۰، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۰، جامع المسانید: ج ۱ ص ۱۶۳۔

تحقیق:

صحیح وثابت ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کردی ہے، چنانچہ مسند البزار (۲۹۵۵) کی روایت میں ابراہیم سے اس حدیث کی سند یوں ہے:

"عن ابراهيم عن همام عن حذيفة رضي الله عنه قال........الخ.

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار: ۲۹۵۵)

فوائد ومسائل:

(۱) "جنابت" ایک حکمی نجاست ہے، حسی نہیں، یعنی اس حالت میں انسان پر اگرچہ شرعی طور پر کچھ پابندیاں لگ جاتی ہیں مگر وہ اس طرح ناپاک نہیں ہوتا جس طرح ظاہری نجاست لگ جانے سے لباس وغیرہ کا وہ حصہ ناپاک ہوجاتا ہے جہاں نجاست لگی ہو۔

(۲) جنابت کے نجاستِ حکمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کا حکم کیا ہے اور اس پر غسل کو واجب قرار دیا ہے لہٰذا حالت جنابت میں آدمی حقیقتاً نجس نہیں ہوتا، اسلئے جنبی سے مصافحہ کرنا، اس کے پاس بیٹھنا، اس کا کھانا پینا سب جائز ہے، لیکن جنبی کیلئے کھانے پینے کیلئے وضو کرلینا مناسب ہے بلکہ اسی حالت میں سونا چاہے تب بھی وضو کرلینا مستحب ہے تاکہ مکمل طہارت نہیں تو جزوی طہارت ہی حاصل ہوجائے۔

(۳) استادوں اور بزرگوں کو اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کا خیال رکھنا چاہیے، اور ان کے حالات سے ضروری حد تک باخبر رہنا چاہیے تاکہ حسب ضرورت ان کی مدد اور رہنمائی کرسکیں۔

{ہم بستری کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں ہے}

۸۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصِيبُ مِنْ اَهْلِهِ ثُمَّ يَنَامُ وَلَا يَمَسُّ مَاءً حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ. فَاِمَّا اَنْ يَعُوْدَ وَاِمَّا اَنْ يَغْتَسِلَ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (بعض دفعہ) نبی ﷺ اپنی اہلیہ سے صحبت کرتے پھر سوجاتے اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے یہاں تک کہ نیند سے بیدار ہوجاتے۔ پھر اگر چاہت ہوتی تو دوبارہ صحبت کرتے یا پھر غسل کرلیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۶، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۷۵۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص ۱۵۷، المبسوط للسرخسی: ج۱ص ۷۳، المسند الجامع: ۱۰۶۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۲۵۸۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ:

امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرھم سے احادیث سنی ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الاسماء: برقم ۷۱۳)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

آپ نے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تاریخ الثقات: برقم ۱۲۷۲)

نیز امام ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ کے شیخ امام ابوعمرو اسود بن یزید بن قیس نخعی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۰، تہذیب الکمال: ۵۰۹)

فوائد و مسائل:

(۱) ہم بستری کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں ہے اگر انسان کچھ کھانا پینا یا سونا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرلے پھر کھائے پئے یا سوئے ویسے بلا وضو بھی یہ کام جائز ہیں۔ البتہ دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر اولیٰ و افضل یہ ہے کہ بلا وضو کئے نہ کھائے پئے نہ سوئے۔

(۲) ایک مرتبہ ہمبستری کرنے کے بعد دوبارہ ہمبستری کرنا ہو تو بلا غسل کئے بھی ہم بستری کر سکتے ہیں۔ البتہ دونوں جماعوں کے درمیان وضو کرلینا زیادہ بہتر ہے۔

{خواب میں بکثرت تری محسوس کی تر پھر اسے تلاش نہ کرو}

۸۲۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مَنْصُوْر عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ فِیْ الْبَلَلِ فِیْ النَّوْمِ اِذَا كَثُرَ عَلَیْكَ فَلَاتَلْمِسْ۔

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تو نے خواب میں بکثرت تری محسوس کی ہوتو پھر اسے مت تلاش کر (اور غسل کر)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

منصور سے مراد امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ بن ربیعہ کوفی رحمہ اللہ ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۳۹)

{اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے}

۸۳۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَاقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَغْتَسِلُ هُوَ وَبَعْضُ اَزْوَاجِهِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ یَتَنَازَعَانِ الْغُسْلَ مِنْهُ جَمِیْعاً مِّنَ الْجَنَابَةِ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے پہلے غسل کرنے میں تنازع کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، ۱۲۴۸، مسند الحمیدی: ۱۶۸، مسند ابن الجعد: ۱۵۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۰۷، صحیح البخاری: ۲۶۱، ۲۹۹، سنن ابن ماجہ: ۳۶۸، سنن ابی داود: ۷۷، سنن الترمذی: ۱۷۵۵

تحقیق:

صحیح وثابت ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ کی روایت میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فائدہ:

جس طرح عورت مرد کے استعمال سے بچے ہوئے پانی کو استعمال کر سکتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے بچے ہوئے پانی پانی کو استعمال کر سکتا ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہمارے یہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے خواہ عورت پہلے غسل کرے یا مرد عورت سے پہلے غسل کرے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

۸۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْمَسْحِ بِالْمِنْدِیْلِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ، وَقَالَ حَمَّادٌ: فَجَاءَ اِبْرَاهِیْمُ بِقِیَاسٍ قَالَ لِیْ: أَرَأَیْتَ لَوْ کُنْتَ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فَاغْتَسَلْتَ، أَکُنْتَ تَقُوْمُ حَتّٰی تَجِفَّ؟۔

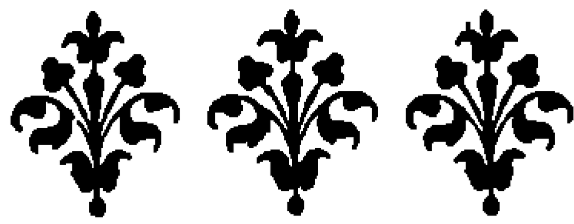
حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وضو کے بعد تولیہ سے اعضاء وضو کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے قیاس کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ بتلا اگر تو سردی کی رات میں غسل کرے تو کیا تو خشک ہونے تک کھڑا رہے گا؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وضو کے بعد تولیہ یا رومال کا استعمال کرنا جائز ہے۔



۳-بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ
موزوں پر مسح کرنے کے احکام ومسائل

۸۶۔يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوحَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ،أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ.وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّمَا قَالَ جَرِيرٌ فِي السَّنَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (راوی حدیث) ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا یہ عمل اسی سال والا بیان کیا ہے جس سال نبی ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷، سنن ابی داود: ۱۵۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۶۸، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۹۵۔

تحقیق:

بلاغبار صحیح وثابت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کردی ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن الاعمش قال سمعت ابراهيم يحدث عن همام بن الحارث قال رأيت جرير بن عبدالله.....الخ. (صحيح البخاري: ۳۸۷)

فائدہ:

اگر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں تو شرائط کے مطابق مسح کرنا جائز ہے۔ اور موزوں پر مسح کا جواز احادیث

متواترہ قطعیہ سے ثابت ہے۔

☆ چنانچہ ثقہ بالاجماع محدث ونا قد امام ابومحمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ نے نصب الرایہ میں ۴۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء ذکر کئے ہیں۔(نصب الرایہ: ج ۱ ص ۱۶۲ تا ۱۷۱)

☆ ثقہ بالاجماع محقق، امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ نے نخب الافکار میں ۶۶ رواۃ کے نام ذکر کئے ہیں۔(نخب الافکار: ج ۱ ص ۵۱۰ تا ۵۱۴)

☆ محمد بن جعفر کتانی م ۱۳۴۵ھ نے ۶۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء ذکر کیے ہیں۔(نظم المتناثر: ج ۱ ص ۶۰،۶۱)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ نے الدرایہ میں ۴۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کیے ہیں۔(الدرایہ: ج ۱ ص ۷۰ تا ۷۶)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے تلخیص الحبیر میں اپنی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

له طرق كثيرة عن المغيرة ذكر البزار انه روى عنه من نحو ستين طريقا وذكر ابن مندة منها خمسة واربعين والاحاديث فى باب المسح كثيرة وهو كما قال فقد قال الامام احمد فيه اربعون حديثا عن الصحابة مرفوعة وموقوفة وقال ابن ابى حاتم فيه عن احد واربعين وقال ابن عبد البر فى الاستذكار عن النبى ﷺ المسح على الخفين نحو اربعين من الصحابة....ذكر ابو القاسم ابن مندة اسماء من رواه فى تذكرته فبلغ ثمانين صحابيا.(التلخيص الحبير: ج ۱ ص ۴۱۵)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مسح علی الخفین کی حدیث کی اسناد بہت ہیں محدث بزار (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ۶۰ سندوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔(حافظ) ابن مندہ (رحمہ اللہ) نے ان میں سے ۴۵ کا ذکر کیا ہے اور موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث بہت ہیں۔

(امام) احمد (رحمہ اللہ) نے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوع وموقوف ۴۰ حدیثیں ہیں، ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ۴۵ کا ذکر کیا ہے اور (حافظ) ابن عبدالبر مالکی (رحمہ اللہ) نے الاستذکار میں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مسح علی الخفین نقل کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ۴۰ ہیں۔۔۔۔اور (امام) ابوالقاسم ابن مندہ (رحمہ اللہ) نے ۸۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کیے ہیں۔

☆ امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

وفيه الحكم الجليل الذى يفرق بين اهل السنة واهل البدع وهو المسح على الخفين لا ينكره الا مخذول اومبتدع خارج عن جماعة المسلمين اهل الفقه والآثر لا خلاف بينهم فى ذلك بالحجاز والعراق والشام وسائر البلدان الا قوما ابتدعوا فانكروا المسح على الخفين. (فتح

المسالك بتبويب التمهيد على المؤطا مالك: ج١ص٣٨٥)

اس حدیث میں ایک ایسا عظیم حکم ہے جس کے ذریعے اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق کیا جاتا ہے وہ مسح علی الخفین ہے اس کا صرف اور صرف وہی منکر ہے جو مدد الٰہی سے محروم ہے یا وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے اس کے متعلق حجاز، عراق، شام اور تمام دنیا کے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں مگر ایک بدعتی قوم نے مسح علی الخفین کا انکار کیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وعمل بالمسح على الخفين ابوبكر وعمر عثمان وعلى (رضى الله عنهم)وسائر اهل بدر والحديبية وغيرهم من المهاجرين والانصار وسائر الصحابة والتابعين اجمعين وفقهاء المسلمين فى جميع الامصار وجماعة اهل الفقه والاثر كلهم يجيز المسح على الخفين فى الحضر والسفر للرجال والنساء

مسح علی الخفین پر ابوبکر، عمر، عثمان، علی (رضی اللہ عنہم)، اور تمام بدری اور حدیبیہ والے صحابہ اور ان کے علاوہ سب مہاجرین وانصار اور تمام صحابہ (رضی اللہ عنہم) وتابعین نے اور ہر جگہ کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور اہل فقہ اور محدثین حضرات کی سب جماعتوں نے موزوں پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔

مذکورہ اقوال نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کی احادیث متواتر ہیں ائمہ محدثین اور شارحین اور فقہاء امت میں سے جس کے سامنے مسح علی الخفین کے جس قدر روات سامنے آئے اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تعداد تحریر فرمائی ہے۔

راقم الحروف کو ۲۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مل سکے ہیں جن سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء اور کتب حدیث کے حوالہ جات نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعالیٰ کے اسماء ہم پیش کر رہے ہیں ان کی روایات کی فرداً فرداً تحقیق ہم نے نہیں کی، محض ناقلین پر اعتماد کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں اگر ان میں سے چند روایات غیر ثابت بھی ہوں تو اس سے تواتر کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

موزوں پر مسح کی احادیث کے رواۃ صحابہؓ کے نام

نمبر شمار	نام راوی/صحابی رضی اللہ عنہ	حوالہ
۱	حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	صحیح البخاری: ج۱ص۳۰

۲	حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۳۳
۳	حضرت سیدنا عمرو بن ابی امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۳۳
۴	حضرت سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۵۶
۵	حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ	صحیح مسلم: ج ا ص ۱۳۳
۶	حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۱۳۴
۷	حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۱۳۵
۸	حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۱۳۵
۹	حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	سنن ابن ماجہ: ج ا ص ۴۲
۱۰	حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۴۲
۱۱	حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۴۲
۱۲	حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۴۱
۱۳	حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۴۱
۱۴	حضرت سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۴۱
۱۵	حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ	ج ا ص ۴۱
۱۶	حضرت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	سنن ابی داود: ج ا ص ۲۱
۱۷	حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۲۱
۱۸	حضرت سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ	سنن الترمذی: ج ا ص ۲۷
۱۹	حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ	مصنف ابن ابی شیبہ: ج ا ص ۱۷۵
۲۰	حضرت سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ا ص ۱۷۶
۲۱	حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	صحیح ابن حبان: ج ۴ ص ۱۵۳
۲۲	حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ	المعجم الصغیر للطبرانی: ج ۲ ص ۲۰۴
۲۳	حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	المعجم الاوسط للطبرانی: ج ا ص ۳۰۸
۲۴	حضرت سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۰ ص ۲۱۸

۲۵	حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۸ ص ۱۲۲
۲٦	حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	مسند البزار: ج ۱ ص ۲٦۷
۲۷	حضرت سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۲ ص ٦۹
۲۸	حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۲ ص ۱۲۱
۲۹	حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	ایضاً: ج ۲ ص ۱٦۴
۳۰	حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱ ص ۱۷۱
۳۱	حضرت سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۱۸۷
۳۲	حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۲ ص ۲۵
۳۳	حضرت سیدنا شرید بن سوید رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۷ ص ۳۱۸
۳۴	حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ	معجم ابن عساکر: ج ۱ ص ۲۴۳
۳۵	حضرت سیدنا بدیل رضی اللہ عنہ	معرفۃ الصحابہ: ج ۴ ص ٦۹
۳٦	حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۷ ص ۴۸۴
۳۷	حضرت سیدنا زید بن خریم رضی اللہ عنہ	الاصابہ: ج ۲ ص ٦۰۴
۳۸	حضرت سیدنا ابومریم مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	معرفۃ الصحابہ: ج ۱۷ ص ۳۱۰
۳۹	حضرت سیدنا ابوعوسجہ مسلم رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱۷ ص ۳۱۰
۴۰	حضرت سیدنا یسار رضی اللہ عنہ	الاصابہ: ج ٦ ص ٦۷۹
۴۱	حضرت سیدنا ام سعد رضی اللہ	معرفۃ الصحابہ: ج ۲۴ ص ۲۰۹
۴۲	حضرت سیدنا عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ	مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۵۸۱
۴۳	حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۳
۴۴	حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۲
۴۵	حضرت سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۵
۴٦	حضرت سیدنا عصمہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۱
۴۷	حضرت سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ	مسند الحارث: ج ۱ ص ۵۱۲۲

۴۸	حضرت سیدنا شبیب بن غالب رضی اللہ عنہ	الاصابہ: ج ۳ ص ۳۱۳
۴۹	حضرت سیدنا صفوان بن عبید رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۳ ص ۴۳۵
۵۰	حضرت غنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۵ ص ۳۴۸
۵۱	حضرت سیدنا مہران رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۶ ص ۲۳۲
۵۲	حضرت سیدنا یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۲ ص ۲۶۲
۵۳	حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	نظم المتناثر: ج ۱ ص ۶۱
۵۴	حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۵	حضرت سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۶	حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۷	حضرت سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۸	حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۹	حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۶۰	حضرت سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۶۱	حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ	نصب الرایہ: ج ۱ ص ۱۷۱
۶۲	حضرت سیدنا اوس رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۱۷۱
۶۳	حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ	المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۶ ص ۲۱۴
۶۴	حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما	ایضاً: ج ۵ ص ۱۱
۶۵	حضرت سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ	الضعفاء للعقیلی: ج ۴ ص ۲۰۸
۶۶	حضرت سیدنا عبدالرحمن بن بلال رضی اللہ عنہ	نصب الرایہ: ج ۱ ص ۱۷۲
۶۷	حضرت سیدنا مالک بن قحطم رضی اللہ عنہ	تاریخ بغداد: ج ۱۱ ص ۳۲۶
۶۸	حضرت سیدنا مالک بن سعد رضی اللہ عنہ	معرفۃ الصحابہ: ج ۱۷ ص ۲۶۸
۶۹	حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا	سنن الدارقطنی: ج ۱ ص ۱۹۴
۷۰	حضرت سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہا	تاریخ واسط: ج ۱ ص ۵۰

۷۱ حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ — تاریخ دمشق: ج ۵۱ ص ۲۴۱

۷۲ حضرت سیدنا ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ — الاصابہ: ج ۷ ص ۱۶۱

موزوں پر مسح کے منکر کا حکم:

بعض حضرات کا خیال ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث سنداً مشہور اور متواتر کے قریب ہیں ان حضرات کے ہاں موزوں کے مسح کے منکر کا حکم یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے، اہل سنت سے خارج ہے اور اہل بدعت میں سے ہے اور اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ موزوں پر مسح کے متعلقہ احادیث سنداً و معنی دونوں طرح متواتر ہیں اس لحاظ سے موزوں پر مسح کا منکر کافر ہے۔

چنانچہ التقریر والتحبیر (لابن امیر الحاج م ۸۷۹ھ) اور تیسیر التحریر (لامیر بادشاہ م ۹۷۲ھ) دونوں میں نقل کیا گیا ہے کہ:

(حافظ) ابن عبدالبر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر ہیں اور (امام) کرخی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ ہم ایسے آدمی پر کفر ثابت کرتے ہیں جو موزوں پر مسح کا قائل نہیں۔ (دیکھئے: التقریر والتحبیر: ج ۴ ص ۸۹، تیسیر التحریر: ج ۳ ص ۵۴)

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ موزوں پر مسح کا منکر کافر ہے۔

۸۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ اَبِيْ اُمَيَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَاِنَّمَا أَسْلَمَ جَرِيْرٌ بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ''میں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اور سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷، سنن ابی داود: ۱۵۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۶۸، مستخرج ابی عوانۃ: ۶۹۵۔

تحقیق:

بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کردی ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن الاعمش قال سمعت ابراهيم يحدث عن همام بن الحارث قال رأيت جرير بن عبدالله.....الخ. (صحيح البخاري: ٣٨٧)

٨٨۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحٍ هَانِئٍ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ الْمَسْحِ، فَقَالَتْ: سَلْ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ. فَسَأَلْتُ عَلِيًّا، فَقَالَ امْسَحْ.

شریح بن ہانی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھوتو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم (علی) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ (انہیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے اور) وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے، پس میں نے ان سے (اس مسئلہ کے بارے میں) پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ''موزوں پر مسح کرو (کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی کیا کرتے تھے۔ن)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۲، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۴۶، مسند ابن الجعد: ۲۵۵۶، مسند احمد بن حنبل: ۷۴۷، سنن الدارمی: ۷۴۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۶۰، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۴۶، مسند ابن الجعد: ۲۵۵۶۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو محمد حکم بن عتیبہ کندی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۳۱۵، تہذیب الکمال: ۱۴۳۸)

۲۔ امام ابو عروہ قاسم بن مخیمرہ ہمدانی کوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۸۲۵، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۷۱)

۳۔ امام ابو المقدام شریح بن ہانی بن یزید بن نہیک کوفی رحمہ اللہ بھی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۷۲۹)

۸۹۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شامی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا، اس کی آستینیں تنگ تھیں (جس کی وجہ سے وہ اتر نہ سکا)، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ جبے کے نیچے سے نکالے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۵۵، صحیح البخاری: ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن النسائی: ۱۲۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۱۷۰، سنن الدارمی: ۷۴۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۴۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۴۸۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

۹۰۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ نَبَاتَةَ الْجُعْفِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ امْسَحْ۔

حنظلہ بن نباتہ جعفی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "مسح کرو۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۲۶، ۵۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۹۱

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند الطحاوي، والبيهقي، وابن ابي شيبة)

۹۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِى الْجَهْمِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،

أَنَّهُ قَالَ:: قَدِمْتُ عَلَى غَزْوِ الْعِرَاقِ، فَإِذَا سَعْدٌ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: إِذَا قَدِمْتَ، عَلَىٰ عُمَرَ فَسَلْهُ، قَالَ: فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: رَأَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ فَمَسَحْنَا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں ایک غزوہ کے سلسلے میں عراق آیا تو وہاں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے پایا، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب تم (اپنے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو تو ان سے اس کے متعلق پوچھنا، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں واپس (اپنے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی کرتے ہیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸باب المسح علی الخفین، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۶۳، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ، ۱۸۷۳، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۲۶، ۵۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۱۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم قرشی عدوی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۲۳۷، الکاشف: ۶۵۲۳)

{موزوں پر مسح کی مدت کا بیان}

۹۱۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ سَافَرَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَكَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: لِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ۔

حضرت امام محمد بن عمرو بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے، کہ انہوں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر کیا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کرتے تھے۔ نیز سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: موزوں پر مسح کی مدت مقیم کیلئے ایک دن ایک رات اور مسافر کیلئے تین دن، تین رات مقرر ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۱۳باب المسح علی الخفین، مصنف عبدالرزاق: ۷۹۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۹۲۶، مسند البزار: ۱۵۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام محمد بن عمرو بن حارث بن ابی ضرار رحمہ اللہ ثقہ تابعی ہیں۔ (الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۲۲۲، مغانی الاخیار: ۵۲۲، الثقات لابن حبان: ۱۰۴۷۶)

۹۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْجَدَلِیِّ عَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَنَّهُ قَالَ فِی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ: لِلْمُقِیْمِ یَوْمٌ وَّلَیْلَةٌ، وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْهِنَّ۔

سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''موزوں پر مسح کی مدت مقیم کیلئے ایک دن، ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۱۵، مسند ابن الجعد: ۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۸۶۸، سنن ابی داود: ۱۵۷، المنتقی لابن الجارود: ۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۳۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳۵، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۷۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابوعبداللہ الجدلی رحمہ اللہ سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابی داود کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۷۴۷، الکاشف: ۱۱۷۶، تقریب: ۸۲۰۷)

فوائد ومسائل:

(۱) اس صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت ہوا کہ مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کیلئے مقیم سے زیادہ ہے۔

(۲) اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن، تین رات یعنی بہتر ۷۲ گھنٹے تک اور مقیم ایک دن، رات یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے تک وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے صرف مسح پر اکتفاء کرسکتا ہے۔

(۳) اور یہ مسح کی مدت وضو جاتے رہنے کے بعد پہلے مسح سے شمار کی جائے گی۔

(۴) ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث جس میں تین دن سے زیادہ مدت کا ذکر ہے، شدید ضعیف ہے۔ اکثر محدثین جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر قوی دلائل پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اسے موضوع تک گردانا ہے۔

(۵) مسح کا طریقہ اس طرح ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو تر کرکے ان کے پوروں کو موزے کے اوپر والی جانب پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔

(۶) بے وضو ہونے کی صورت میں اگر موزہ اتار لیا جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے اور اختتام مدت کے بعد بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۹۳۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْخُفِّ مَرَّةً وَّاحِدَةً مَّعَ الْأَصَابِعِ إِلَى السَّاقِ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: موزے پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ (کی پانچوں انگلیوں کو تر کرکے ان کے پوروں کو موزے کی واپر والی جانب پاؤں کی) انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۴۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْجُرْمُوقَيْنِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة: ۲۰۰۱)

۹۵۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ يَنْزِعُ أَحَدَهُمَا: إِنَّهُ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ وَيُصَلِّي.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اور موزوں پر مسح کرنے کے بعد ایک بھی موزہ اتار دے تو وہ صرف پاؤں دھو لے اور نماز پڑھ لے۔''

تحقیق:

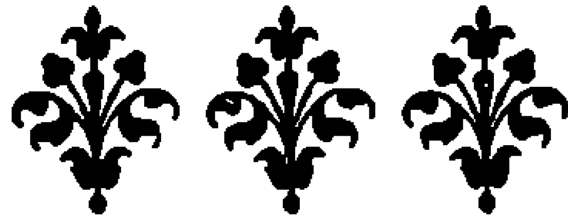
اس کی سند صحیح ہے۔

۹۶۔ **يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يُجْنِبُ وَعَلَيْهِ الْجَبَائِرُ، قَالَ: يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا،وَ كَذٰلِكَ اِنْ تَوَضَّأَ مَسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ.**

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص جنبی ہو جائے اور اس کے زخم پر پٹی بندھی ہوئی تو وہ (بوقت غسل) پٹی پر مسح کرے گا، اسی طرح اگر وہ وضو کرے تو بھی پٹی پر مسح کر لے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۴-بَابُ التَّيَمُّمِ
تیمم کے احکام ومسائل

۹۷-يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَفَشَتِ الْجِرَاحَاتُ فِي أَصْحَابِهِ، ثُمَّ ابْتُلُوا بِالْإِحْتِلَامِ، فَشَكَوا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ: {وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفرٍ}، (النساء: ۴۳) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تھے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو زخم لگے جو کہ پھیل گئے اور پھر انہیں احتلام ہوا تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت {وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفرٍ} آخر تک نازل ہوئی۔ (اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا (اس مٹی سے) مسح کرلو۔ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے۔)

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله طريق اخرى عند ابن جرير فى التفسير: ج۸ص۴۰۰)

۹۸-يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الْمَرِيضِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَغْتَسِلَ، أَوْ بِهِ جِرَاحَةٌ، أَوِ الْحَائِضِ الَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ الْغُسْلَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسَافِرِ الَّذِي لَا يَجِدُ الْمَاءَ: يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے بیمار شخص کے لئے جو غسل کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اسے زخم لگا ہو (جسے پانی سے بچانا ضروری ہو) یا حائضہ جو غسل کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو فرمایا: ''وہ اس مسافر کی مانند ہے جسے پانی نہ ملے اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآ ثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ا ص ۴۳ رقم الحدیث: ۲۸ باب الوضوء لمن بہ قروح، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۷۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

ایسا بیمار شخص جس کو پانی کا استعمال نقصان پہنچاتا ہو، یا غسلِ جنابت یا غسلِ حیض سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو یا بیماری بڑھنے یا پھیلنے کا خدشہ ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے خواہ حالتِ سفر میں یا حالتِ اقامت میں۔

۹۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ،أَنَّهُ قَالَ: يَتَيَمَّمُ الرَّجُلُ الصَّعِيْدَ اِذَا كَانَ بِهِ مَرَضٌ أَوْ جُدَرِيٌّ لاَ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّغْتَسِلَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص مریض ہونے کی وجہ سے یا جسم پر پھوڑے ہونے کی وجہ سے غسل نہ کرسکتا ہو تو (پاک) مٹی سے تیمم کرلے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآ ثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ا ص ۴۳ رقم الحدیث: ۲۸ باب الوضوء لمن بہ قروح، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۷۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْمُسَافِرِ الَّذِيْ لَيْسَ مَعَهُ مَاءٌ، فَلَهُ أَنْ يُّجَامِعَ امْرَأَتَه وَيَتَيَمَّمَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے مسافر کے بارے میں جس کے پاس پانی نہ ہو یہ فرمایا کہ: ''اس مسافر کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے تیمم کرلے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ التَّيَمُّمِ: يَضْرِبُ بِيَدَيْهِ الصَّعِيْدَ ثُمَّ يَنْفُضُهُمَا، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ، ثُمَّ يَضْرِبُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يَنْفُضُهُمَا، ثُمَّ يَمْسَحُ ذِرَاعَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''(ایک دفعہ) اپنے ہاتھوں کو (پاک) مٹی پر مارو اور پھر انہیں جھاڑ کر اپنے چہرے کا مسح کرو، پھر دوبارہ ہاتھوں کو (پاک مٹی پر) مارو اور جھاڑ کر کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کا مسح کرو۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۳باب التیمم، مصنف عبدالرزاق: ۸۲۲باب کم یصلی بتیمم واحد، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ص۱۵۹ فی التیمم کم یصلی بہ من صلاۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۲۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرہ کیلئے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سمیت جمہور اہلِ اسلام کا یہی مؤقف ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث تخریج اور تحقیق کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

۰۰وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۱۸۷)

(حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیمم دو ضربوں سے ہوتا ہے، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کیلئے کہنیوں تک۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین: ٦٣٨، سنن الدارقطنی: ٦٩١، السنن الکبری للبیہقی: ٩٩٩، عمدۃ القاری للعینی: ج ٤ ص ٢٠، التحقیق فی مسائل الخلاف: ٢٧٨، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ٤٢٧، نصب الرایۃ: ج ١ ص ١٥١، تلخیص الحبیر: ٢٠٨، الدرایۃ: ٥٩

سند کی تحقیق:

امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

" وحدثنا علی بن حمشاذ وابوبکر بن بالویه قالا: ثنا ابراهیم بن اسحاق، ثنا عثمان بن محمد الانماطی، ثنا حرمی بن عمارة عن عزرة بن ثابت عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی ﷺ.....الخ

"(المستدرك على الصحيحين: ٦٣٨)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام علی بن حمشاذ بن سختویہ بن نصر العدل رحمہ اللہ "ثقہ حافظ" راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ٣٠٦٨)

محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی، عبدالباقی بن قانع وغیرہم نے بھی اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ٦٩١)

(۲) امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر حربی رحمہ اللہ رحمہ اللہ بھی " ثقہ" راوی ہیں۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ٦٩١، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ٩٤٧) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ٨٤٧ھ نے تو انہیں " الشیخ الامام الحافظ العلامة، شیخ الاسلام " جیسے بلند پایا القابات سے نوازا ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ١٧٣)

(۳) امام ابوالقاسم عثمان بن محمد بن سعید رازی دمشقی انماطی رحمہ اللہ سنن ابی داود کے راوی ہیں۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ٣٨٥ھ انہیں " ثقہ" لکھتے ہیں۔ (سنن الدارقطنی: ٦٩١) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ٨٤٧ھ " شیخ " کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ٣٠٠) اور امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر کسی ایک بھی محدث نے کلام نہیں کیا۔ (تلخیص الحبیر: ج ١ ص ٤٠٥)

(۴) امام ابوروح حرمی بن عمارہ بن ابوحفصہ بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے " ثقہ" راوی ہیں۔ (الکاشف: ٩٨٠)

(۵) امام عزرہ بن ثابت بن ابی زید انصاری بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے " ثقہ" راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ٣٩١٩)

(۶) امام ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے " ثقہ تابعی" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ١٥٠٢)

داود ارشد نامی ایک شخص نے اس حدیث پر ابوزبیر رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض کیا ہے۔ (دیکھئے: حدیث اور اہل تقلید: ج ١ ص ٣١١-٣١٢) مگر تدلیس کا اعتراض کرنا خود داود صاحب کے ہم مسلک محققین کی تحریرات کی روشنی میں بھی غلط ہے کیونکہ اگر ابوزبیر رحمہ اللہ کا عنعنہ مضر ہے بھی تو اس حدیث کے متعدد شواہدات پائے جاتے ہیں جنہیں سنن الدارقطنی اور شرح

معانی الآثار وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے، اور داود صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی اور دیگر حضرات نے صراحت کر رکھی ہے کہ شواہدات سے تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔ مزید برآں راقم الحروف کے پاس دو سو سے زائد ایسی روایات کی فہرست موجود ہے جنہیں ابوزبیر مکی رحمہ اللہ نے عَن کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس کے باوجود داود صاحب کے اکابرین نے انہیں صحیح قرار دے رکھا ہے لہٰذا جرحی نشتر چلانے سے پہلے کم از کم داود صاحب کو اپنے اکابرین کی کتابوں کا ہی مطالعہ کر لینا چاہیے۔

(۷) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند و متن بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث کی سند صحیح ہے۔'' (دیکھئے: مستدرک حاکم مع التعلیق: ۶۳۶)

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ:

''اس حدیث کی سند صحیح ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (الدرایہ: ۵۹)

.. وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَةٌ وَاِنِّیْ تَمَعَّكْتُ فِی التُّرَابِ فَقَالَ اضْرِبْ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ بِهِمَا اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۱۸۸)

☆☆ (حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس طرح مارو، اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) مارا اور چہرے کا مسح کیا پھر (دوبارہ) اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) مارا اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا۔'' اسے (امام) حاکم (رحمہ اللہ)، (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۳۷، سنن الدارقطنی: ۶۹۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۲، السنن الکبری للبیہقی ۹۹۸، شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ج ۱ ص ۶۸۹، نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱ ص ۱۵۳۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام حاکم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

" وحدثنا علی بن حمشاذ العدل وابوبکر بن بالویہ قالا: ثنا ابراهيم بن اسحاق الحربي، ثنا ابو نعيم، عن عزرة بن ثابت عن ابي الزبير عن جابر قال جآء رجل الى رسول الله ﷺ..... الخ"

(المستدرك للحاكم: ٦٣٧)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام علی بن حمشاذ بن سختویہ بن نصر العدل رحمہ اللہ "ثقہ حافظ" راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ٣٠٦٨)

فہد، محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی اور عبدالباقی بن قانع وغیرہم نے بھی اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار: ٦٨٢، سنن الدارقطنی: ٦٩٢)

(۲) امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر حربی رحمہ اللہ رحمہ اللہ بھی "ثقہ" راوی ہیں۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ٦٩١، الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ٩٤٧) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ٧٤٨ھ نے تو انہیں " الشيخ الامام الحافظ العلامة، شيخ الاسلام" جیسے بلند پایہ القابات سے نوازا ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ١٧٣)

(۳) امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے " ثقہ ثبت فی الحدیث " راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ١٣٥١)

(۴) امام عزرہ بن ثابت بن ابی زید انصاری بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ٣٩١٩)

(۵) امام ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ تابعی" راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ١٥٠٢)

(٦) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیبا بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح متصل مرفوع وثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور پھر اس کے سنن الدارقطنی وغیرہ میں متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ اور متعدد ائمہ حدیث نے اسے صحیح بھی کہا ہے مثلاً۔۔۔

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ م ٤٥٨ھ لکھتے ہیں کہ:

" اسناده صحیح " اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی: ٩٩٨)

امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں کہ:

عن جابر بن عبداللہ عن النبی ﷺ باسناد صحیح۔ (المستدرك للحاكم: ٦٣٦)

یہ حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ:

"صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔ (التعلیق من تلخیص الذہبی علی المستدرک: ۶۳۷)

تنبیہ:

واضح رہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ مستدرک حاکم کی روایت میں " عن جابر قال جآء رجل الی رسول اللہ ﷺ..... الخ " کے صریح الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ لہٰذا بعض حضرات کا اسے موقوف خیال کرنا غلط ومردود ہے۔

..وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ التَّيَمُّمِ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَمَسَحَ بِهِمَا يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرٰى فَمَسَحَ بِهِمَا ذِرَاعَيْهِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ١٨٩)

نافع (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے تیمم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ ہاتھوں اور چہرے کا مسح کیا اور دوسری مرتبہ ہاتھوں کو زمین پر مارا تو ان کے ساتھ بازوؤں کا مسح کیا۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

یہ اثر امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے متعدد طرق کے ساتھ نقل کیا ہے جنہیں شرح معانی الآثار میں دیکھا جا سکتا ہے اور یہ اثر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔

..وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَيَمَّمَ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً فَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً أُخْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَلَا يَنْفُضُ يَدَيْهِ مِنَ التُّرَابِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ١٩١)

(حضرت) سالم (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب (کبھی بھی) تیمم کرتے تو اپنے ہاتھوں کو ایک دفعہ (زمین پر) مارتے اور ان سے اپنے چہرے کا مسح کرتے پھر دوبارہ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) مارتے پھر ان سے کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کا مسح کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں کو نہیں جھاڑتے تھے۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ٦٩٤، مصنف عبدالرزاق: ٨١٧۔

تحقیق:

یہ اثر بھی بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

(۲) مذکورہ بالا احادیث مرفوعہ وموقوفہ سے ثابت ہوا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرہ کیلئے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سمیت جمہور اہلِ اسلام کا یہی مؤقف ہے۔ جمہور کے مقابلے میں بعض حضرات نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب ہے چہرہ اور کلائی تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ اور اس سلسلے میں ان حضرات نے سیدنا عمار رضی اللہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جمہور نے اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بوجہ جنابت کے لاحق ہونے کے اپنے قیاس سے زمین پن لوٹ پوٹ ہوتے رہے، جب حضورِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لوٹ پوٹ ہونے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انما كان يكفيك ان تضرب بيديك الارض" اس واقعہ سے معلوم پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو تیمم کا پورا طریقہ تعلیم نہیں فرما رہے تھے بلکہ طریقہ تیمم کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا، مسند البزار (١٣٨٤) میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہی ایک حدیث میں دو ضربات کا ذکر ہے جس سے اس توجیہ کی تائید وتصویب ہوتی ہے۔ مزید برآں خصوصاً ائمہ دین کی تقلید سے بیزار حضرات کو تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنے کا سرے سے حق ہی حاصل نہیں۔ ہے کیونکہ ہماری مستدل احادیث میں تیمم کیلئے دو ضربیں آئی ہیں اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بقول فریق مخالف ایک ضرب کا ذکر ہے اور دوسری کا ضرب کا ذکر نہیں جو کہ عدم ذکر ہے۔ اور متعدد تقلید سے بیزار حضرات نے یہ اصول لکھا ہے کہ عدم ذکر نفیِ ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا۔

چنانچہ داود ارشد لکھتا ہے کہ:

عدم ذکر نفیِ ذکر کو مستلزم نہیں ہے، یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث میں سے وہ بات ثابت بھی ہو۔ (حدیث اور اہلِ تقلید: ج ١ ص ١٤١)

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ ثبوتِ ذکر کے بعد عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔ (نور العینین: ١٤٠)

لہٰذا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فریق مخالف کے مسلمہ اصول کی روشنی میں دوسری ضرب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: فِيْ الْمَرْأَةِ تَطْهُرُ فِيْ السَّفَرِ وَلاَ تَجِدُ مَاءً، قَالَ: تَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو عورت سفر میں پاک ہو جائے (یعنی حیض وغیرہ کا خون آنا بند ہو جائے) اور اسے پانی میسر نہ ہو تو وہ تیمم کر لے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ يُصَلِّيْ الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ أَبَدًا مَّالَمْ يَجِدِ الْمَاءَ أَوْ يُحْدِث حَدَثًا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اس وقت تک تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے جب تک اس کو پانی نہ مل جائے یا حدث (تیمم توڑنے والی چیز) پیش نہ آ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج۱ ص ۴۸، رقم الحدیث: ۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ ص ۱۴۷، رقم الحدیث: ۱۷۱۰

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جب کوئی شخص تیمم کرے تو اس کا تیمم اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک پانی نہ مل جائے یا حدث (تیمم توڑنے والی چیز) پیش نہ آ جائے۔

۱۰۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا مَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ الرِّجَالِ أَوْمَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ، تُيَمَّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالصَّعِيْدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی عورت نہ ہو)، یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی اور مرد نہ ہو) تو ان دونوں

میں سے ہر ایک کو مٹی کے ساتھ تیمم کروایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث: ۶۱۳۳ باب الرجل یموت مع النساء، والنساء مع الرجال۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِی الصَّلَاةِ عَلَی الْجَنَائِزِ یَحْضُرُهَا الرَّجُلُ وَلَیْسَ عَلٰی وُضُوْءٍ؛ قَالَ: یَتَیَمَّمُ وَیُصَلِّیْ عَلَیْهَا۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص نماز جنازہ کے لئے حاضر ہو مگر اس کا وضو نہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھ لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۵ باب الغسل من غسل المیت، مصنف عبدالرزاق: ۶۲۷۷ باب الصلاۃ علی الجنائز علی غیر وضوء، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۳ ص ۳۰۵ فی الرجل یخاف ان تفوتہ الصلاۃ علی الجنائز وھو غیر متوضیٔ۔

۱۰۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُخْرِجُ اِلَیْهَا رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَکِفٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَتَغْسِلُهُ وَهِیَ حَائِضٌ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حالت اعتکاف میں ہوتے تو (بعض دفعہ) اپنا سر مسجد سے نکالا کرتے تھے اور یہ (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو دھو دیا کرتی تھیں حالانکہ یہ حالتِ حیض میں ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ اثر ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶، صحیح البخاری: ۲۰۳۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۴۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۸۰، سنن الدارمی: ۱۱۰۶، سنن النسائی: ۲۷۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۸۹۲، المعجم الاوسط

للطبرانی:۵۶۹۶، مسند ابی حنیفۃ: ۴۷

تحقیق:

صحیح وثابت ہے۔

صحیح بخاری، سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل اور المعجم الاوسط للطبرانی وغیرہ کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے درمیان اسود رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فائدہ:

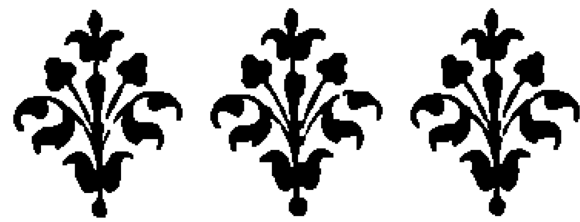
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا، یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنا سر مبارک اسی دروازہ سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ کا سر مبارک دھو دیتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۱۰۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِثْلَهُ.

عروہ رحمہ اللہ نے بھی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی حدیث کے مثل روایت کیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۵-بَابُ الْحَيْضِ
حیض کے احکام ومسائل

فائدہ:

واضح رہے کہ حیض اور استحاضہ کے بارے میں عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

ا۔ مبتدعہ:

وہ عورت ہے جس کی بلوغت ابتداءِ حیض سے ہی شروع ہو اور پھر مرضِ استحاضہ میں مبتلا ہو گئی ہو کہ دم حیض کے بعد خون کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

۲۔ معتادہ:

وہ عورت جس کی حیض کے سلسلہ میں عادت مقرر ہو، پھر استحاضہ شروع ہو گیا، مگر اسے اپنی عادت معلوم ہو، جن عورتوں میں خون زیادہ ہوتا ہے وہ مرطوب مزاج ہوتی ہیں، ان کو عموماً دس دن اور متوسط مزاج کو پانچ چھ دن اور جو قلتِ دم کا شکار ہوں ان کو تین چار دن تک آتا رہتا ہے۔

۳۔ متحیرہ:

وہ عورت جو حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کرنے میں حیران ہو، کبھی خون آ جاتا ہو اور کبھی رک جاتا ہو، فقہ کی کتابوں میں ''الطہر المتخلل بین الدمین'' کا مسئلہ اسی سے متعلق ہے۔ بحر الرائق، بدائع الصنائع، خلاصۃ الفتاویٰ اور شامی میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ نے " الاستحاضة فی بیان الاستحاضة'' کے نام سے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۴۔ متمیزہ:

ہمارے نزدیک اس کا کوئی درجہ نہیں، یہ بات اس پر مبنی ہے کہ دمِ حیض کی رنگت ہے کہ نہیں، مراد وہ عورت ہے جو دمِ حیض اور دمِ استحاضہ میں رنگوں کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے امتیاز کر سکتی ہو۔ (ماخوذ از: توضیح السنن: ج ا ص ۳۲۸)

۱۰۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهَا: نَاوِلِیْنِی الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَتْ: اِنِّیْ حَائِضٌ، فَقَالَ: اِنَّ حَیْضَتَكِ لَیْسَتْ بِیَدِكِ!!.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''مجھے مسجد سے چٹائی تھمادو۔'' تو انہوں نے کہا: میں حیض سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۹۸، سنن ابی داود: ۲۶۱، سنن الترمذی: ۱۳۴، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۴۱۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۴۳۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۸۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۲۹۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۶۸۶، السنن الکبری للبیہقی: ۸۸۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۴۱۷، شرح السنۃ: ۳۲۰

تحقیق:

صحیح وثابت ہے۔ (وله طرق اخری عند مسلم وابی داودوالترمذی)

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۳۲) میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اورام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسود رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کورحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

یہ خون آرہا ہوتو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض کا خون آنا بند ہوجائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہوجاتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حائضہ مسجد سے باہر کھڑی ہوکر مسجد کے اندر سے کوئی چیز اٹھالے تو جائز ہے کیونکہ ایام والی عورت کو مسجد کے اندر جانا منع ہے نہ کہ مسجد کے اندر ہاتھ داخل کرنا بھی۔

۱۰۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَیَّامَ اَقْرَائِهَا، وَتَغْتَسِلُ إِذَا مَضَتْ أَیَّامُهَا، وَتَغْتَسِلُ فِیْ آخِرِ وَقْتِ الظُّهْرِ فَتُصَلِّیْهَا، ثُمَّ تُصَلِّیْ

الْعَصْرَ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِيْ آخِرِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ فَتُصَلِّيْهَا وَتُصَلِّيْ الْعِشَاءَ الآخِرَةَ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ وَتُصَلِّيْ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مستحاضہ کے بارے میں ابراہیم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا: ''یہ حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دے گی اور ایام حیض گزرنے کے بعد غسل کرے گی بایں طور پر کہ وہ ظہر کے آخری وقت میں غسل کر کے ظہر کی نماز پڑھے گی، پھر عصر کی نماز اس کے اول (مستحب) وقت میں پڑھے گی، پھر مغرب کے آخری وقت میں غسل کر کے مغرب کی نماز پڑھے گی اور عشاء کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھے گی (اور پھر رکی رہے گی یہاں تک کہ جب فجر کا وقت ہو جائے تو) پھر فجر کے لئے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں یہ اثر معمول بہ نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں معمول بہ وہ احادیث ہیں جن میں ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی اور اخیر وقت میں نماز پڑھے گی، ہمارے یہاں اس پر ایامِ حیض گزرنے پر صرف ایک مرتبہ غسل واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۹)

اس اقتباس میں امام شیبانی رحمہ اللہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض احادیث آثار السنن سے تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ حاضر خدمت ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَأَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَلٰكِنْ دَعِي الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ۔

(آثار السنن: ۱۱۴)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں مستحاضہ عورت ہوں۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! وہ ایک رگ کا خون ہے جو کہ حیض کا خون نہیں۔ پس جب حیض

آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے آپ سے خون دھو لے یعنی غسل کر لے اور نماز پڑھ۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: "اور لیکن تو نماز کو چھوڑ دو ان ایام کی مقدار میں جن میں تمہیں حیض آتا تھا پھر غسل کرو اور نماز پڑھ لو۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو کریب سے اس نے وکیع سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۳۳)

یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آ رہا ہو تو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔

(۲) استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے، چونکہ وہ بیماری ہے، لہٰذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔

(۳) "عرق" کے معنی رگ کے ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ خون آتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دینے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلوٰۃ تو نہیں البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑے گا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقضِ وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقضِ خون ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا، کیونکہ بہنے والا خون بھی رگ ہی کا ہوتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِي حُبَيْشٍ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اُسْتَحَاضُ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ بِحَيْضٍ وَّلٰكِنَّهُ عِرْقٌ فَاِذَا اَقْبَلَ الْحَيْضُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ عَدَدَ اَيَّامِكِ الَّتِي

كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَتَوَضَّأِيْ لِكُلِّ صَلوٰةٍ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۱۱۵)

☆☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ مجھے مہینہ یا دو مہینے تک استحاضہ آتا ہے، تو آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ ہے، پس جب حیض آجائے تو نماز کو چھوڑ دو اتنے دن جتنے دن تمہیں حیض آتا تھا اور جب یہ (ایام) گزر جائیں تو غسل کرو اور (پھر) ہر نماز کیلئے وضو کرو۔ اسے (حافظ) ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۵۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴، نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱ ص ۲۰۳، البدر المنیر: ج ۳ ص ۱۱۲، البدر المنیر: صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴، نصب الرایہ للزیلعی: ج ۱ ص ۲۰۳، البدر المنیر: ج ۳ ص ۱۱۲۔

سند:

یہ حدیث (حافظ) ابن حبان رحمہ اللہ نے محمد بن احمد بن نصر خلقانی سے اس نے محمد بن علی بن حسن بن شقیق سے اس نے اپنے والد سے اس نے ابوحمزہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴)

فوائد و مسائل:

(۱) جن احادیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دیا گیا ہے ان میں " تتوضأ لکل صلوٰۃ " اور ان کے ہم معنی الفاظ میں "لام" توقیت کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے اور وقت کے اندر اس سے جتنے چاہے فرض و نفل پڑھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سمیت جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے۔ واضح رہے کہ "لام" کے توقیت کیلئے استعمال ہونے کی کلام عرب میں کافی مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً " آتیك لصلاۃ الظھر " ای لوقت صلاۃ الظھر " اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: " اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس " " ای وقت دلوك الشمس "

(۲) اس حدیث میں وضو کرنے کے سلسلے میں امر کا صیغہ وارد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ پر ہر نماز (کے وقت) کیلئے وضو کرنا ضروری ہے۔ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے تاہم امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے مگر از روئے دلائل امام مالک رحمہ اللہ کا موقف کمزور ہے۔

وَعَنْهَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلاً وَّاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن:۱۱۶)

☆☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحاضہ عورت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے پھر ایک مرتبہ غسل کرے (اور) پھر ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے۔ اسے ابن حبان (۱۳۵۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

یہ حدیث امام ابن حبان رحمہ اللہ نے محمد بن احمد بن نصر سے اس نے محمد بن علی بن حسن بن شقیق سے اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے ابوعوانہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابن حبان: ۱۳۵۵)

۱۱۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَوَّلَ مَا جَالَسْتُ ابْنَ عَبَّاس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اِذْ جَآءَهُ كِتَابٌ مِنَ امْرَءَةٍ مِنْ قُرَيْش اِنِّيْ قَدِ اسْتُحِضْتُ فَلاَ يَنْقَطِعُ عَنِّيْ الدَّمُ، قَالَ سَعِيْدٌ: فَقَرَأْتُهُ، فَقَالَ لِيْ: هَلْ قَرَأْتَهُ قَبْلَهَا؟ فَقُلْتُ: لاَ، فَقَالَ: لَقَدْ أَعْجَبَتْنِيْ قِرَاءَتُكَ لَهُ فَشَغَلَنِيْ ذٰلِكَ عَنْ فَهْمِهِ، قَالَ: أَعِدْ عَلَيَّ، فَأَعَدْتُّ عَلَيْهِ، قَالَ: فَكَتَبَ اِلَيْهَا تَدَعُ الصَّلاَةَ فِيْ أَيَّامِ أَقْرَائِهَا، فَاِذَا مَضَتْ اغْتَسَلَتْ، ثُمَّ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلاَةٍ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں پہلی مرتبہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تو قریش کی ایک خاتون کا خط سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، (جس میں لکھا تھا) میں استحاضہ کا شکار عورت ہوں مجھ سے خون منقطع نہیں ہوتا (تو میرے لئے کیا حکم ہے؟)۔ سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے یہ خط (تیزی سے) پڑھ کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے یہ خط اس سے قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ: بِذٰلِكَ كَانَ حَمَّادٌ يَأْخُذُ، وَأَمَّا أَنَا فَأَرَى أَنْ تَتَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلاَةٍ وَلاَ تَغْتَسِلُ. پہلے پڑھا ہے؟ تو میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے (روانگی اور تیزی کے ساتھ) خط پڑھنے کی وجہ سے میں تعجب میں پڑ گیا اور سمجھنے سے قاصر رہا لہٰذا اس خط کو دوبارہ پڑھ کر سنایئے۔ سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے آپ کو دوبارہ پڑھ کر سنایا تو آپ نے جواب میں لکھا کہ اپنے حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے اور جب یہ ایام گزر جائیں تو غسل کرے اور پھر ہر نماز کے لئے غسل کرے۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حماد رحمہ اللہ اسی اثر کو اختیار کرتے تھے مگر میری رائے یہ ہے کہ وہ عورت ہر نماز کے

وقت کے لئے وضوتو کرے گی مگر غسل نہ کرے گی (یعنی ایام حیض گزرنے پر صرف ایک مرتبہ ہی غسل کرنا واجب ہے ہر نماز کے وقت کرنا ضروری نہیں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۳ باب المستحاضۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۶۸، ۱۳۷۰ باب المستحاضۃ کیف تصنع؟، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۶۰، ۶۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة وعبدالرزاق)

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ اثر استحباب پر محمول ہے۔

۱۱۱۔ يُوسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ،قَالَ: حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ عَنْ عَامِرٍ ،عَنْ قُمَيْرَ امْرَأَةِ مَسْرُوْقٍ: أَنَّهَا ذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ، فَأَمَرَتْهَا أَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ حَيْضِهَا، وَتَغْتَسِلَ لِطُهْرِهَا ،وَتَتَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَتَحْتَشِيَ۔

مسروق رحمہ اللہ کی بیوی قمیر رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ استحاضہ کا شکار ہیں۔تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے حکم دیا کہ حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے (اور ایام گزرنے کے بعد) پاک حاصل کرنے کے لیے (ایک بار) غسل کرے اور ہر نماز کے وقت وضو کیا کرے اور کپڑا باندھ لیا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۷۲، رقم الحدیث: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳۵۹، باب المستحاضۃ کیف تصنع؟۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة: ۱۳۵۹)

۱۔ امام ابو عبداللہ اسماعیل بن ابی خالد بجلی احمسی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے روایت حدیث میں ثقہ تابعی راوی

ہیں۔(تہذیب الکمال:۴۳۹۹،تاریخ الثقات:۸۴)

۲۔ امام عامر شعبی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

۳۔ قمیر بنت عمرو کوفیہ رحمہا اللہ سنن ابی داود اور سنن نسائی وغیرہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔

(تہذیب الکمال:۷۹۱۲،تاریخ الثقات للعجلی:۲۱۱۰)

۱۱۲۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِيْ حُبَيْش رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: إِذَاأَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيْ الصَّلَاةَ،فَإِذَا أَدْبَرَتِ الْحَيْضَةُ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ، حِيْنَ شَكَتْ اِلَيْهِ اِنِّيْ أُسْتَحَاضُ فَلاَ اَطْهُرُ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:'' جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے آپ سے خون دھو لے یعنی غسل کر لے اور نماز پڑھ۔ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ میں مستحاضہ عورت ہوں، میں پاک نہیں رہتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳،صحیح البخاری:۳۲۵،سنن ابن ماجہ:۶۲۱،سنن ابی داود:۲۸۲،سنن الترمذی:۱۲۵،مؤطا مالک: ۱۹۸،مسند الحمیدی:۱۶۰،مسند ابن الجعد:۲۶۷۶،مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴،صحیح البخاری:۳۲۵،سنن ابن ماجہ:۶۲۱، سنن ابی داود:۲۸۲،سنن الترمذی:۱۲۵،مؤطا مالک:۱۹۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۳۔يُوسُفُ قَالَ قَالَ اَبُوْ يُوسُفَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَهُ،غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَاذَهَبَ أَيَّامُ حَيْضِكِ فَاغْتَسِلِيْ وَتَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ،وَبِهِ كَانَ يَأْخُذُ.

ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی مذکور سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی حدیث کے مثل بایں الفاظ روایت کیا ہے:''جب تیرے حیض کے ایام گزر جائیں تو غسل کر اور ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کر۔''اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسی حدیث کو اختیار کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِيْ الْمَرْأَةِ تَطْهُرُ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ، قَالَ: تَقْضِيْ الصَّلَاةَ الَّتِيْ طَهُرَتْ فِيْ وَقْتِهَا وَحْدَهَا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس عورت کے بارے میں جو سورج کے غروب ہونے سے پہلے پاک ہو جائے، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا: ''کہ وہ عورت صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گی جس نماز کے وقت میں وہ پاک ہوئی۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج۱ص۵۴، باب الحائض فی صلاتہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۱۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ النُّفَسَاءِ وَالْحَائِضِ: تَقْتَدِيْ بِأَيَّامِ نِسَائِهَا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے نفاس والی اور حیض والی عورتوں (جن کا وقتِ نفاس وحیض متعین نہ ہو) کے بارے میں یہ فرمایا: ''وہ اپنے قبیلے کی عورتوں کے دنوں کا اندازہ کریں گی (یعنی اتنے دن نفاس شمار کریں گی)۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی : ۵۴،باب النفساء والحبلی تری الدم ،جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۲۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آتا ہے۔امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مذکورہ اثر جمہور کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے۔چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

یہ اثر ہمارے ہاں معمول بہ نہیں ہے،ہمارے نزدیک ایسی عورت چالیس دن تک نفاس والی شمار ہوگی ،اگر خون چالیس دن سے زائد آئے تو غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے گی،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۵۴)

الغرض جمہور کے نزدیک نفاس والی عورت کو چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ نفاس کا شمار ہوگا اگر اس سے پہلے بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھے گی ایسی صورت میں نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے لیکن اگر خون بند نہیں ہوا تو چالیس دن تک نفاس شمار ہوگا نماز معاف اور روزہ بعد میں قضاء رکھے گی،اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہا تو چالیس دن نفاس کے اور باقی استحاضہ ہوگا چالیس دن گزرنے کے بعد غسل کر کے ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز ادا کرے گی اور رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھے گی۔

۱۱۶۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ الْمَرْأَةِ تَطْهُرُ فِيْ وَقْتِ صَلَاةٍ، قَالَ تَقْضِيْهَا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس عورت کے بارے میں جو نماز کے وقت میں پاک ہو جائے یہ فرمایا:''کہ وہ عورت اس نماز کی قضاء کرے گی۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۵۴، باب الحائض فی صلاتہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِیْ الَّذِیْنَ لَا یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ اِلاَّ اٰیَةً وَنَحْوَهَا: الرَّجُلُ یُجْنِبُ، وَالرَّجُلُ یُجَامِعُ، وَالرَّجُلُ فِیْ الْحَمَّامِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کریں گے سوائے ایک آیت یا اس کے قریب قریب۔ (وہ لوگ یہ ہیں ایک تو) وہ شخص جو جنبی ہو جائے (دوسرا) عورت سے ہمبستری میں مشغول شخص۔ (تیسرا) حمام میں موجود شخص۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث: ۲۸۱ باب القراءۃ فی الحمام والجنب، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۱ ص ۱۱۴ باب الرجل یذکر اللہ وھو علی الخلاء او ھو یجامع۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

قرآن کریم کو وضو کر کے باادب بیٹھ کر پڑھنا چاہیے کھڑے کھڑے چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتے ہیں، البتہ ناپاک اور گندگی کے مقامات پر تلاوت سے منع کیا گیا۔ ہے، حمام بھی چونکہ طہارت کی جگہ ہوتی ہے وہاں میل کچیل دور کیا جاتا اور جنابت کا غسل ہوتا ہے اس لئے وہاں تلاوت سے منع کیا گیا ہے، بیت الخلاء کی دعا بھی بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پہلے پڑھنی چاہیے ندر داخل ہو کر زبان سے نہیں پڑھنی چاہیے۔

یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ فِیْ الْحُبْلٰی تَرَی الدَّمَ فِیْ حَبَلِهَا وَعِنْدَ الطَّلْقِ: اِنَّهَا تَتَوَضَّأُ وَتُصَلِّیْ حَتّٰی تَلِدَ، وَمَا صَنَعَتِ الْحُبْلٰی مِنْ شَیْئٍ فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسی حاملہ جسے حالت حمل میں اور درد زہ میں (بچے کی

پیدائش سے پہلے) خون آئے کے بارے میں یہ فرمایا کہ: وہ وضو کر کے بچے کے پیدا ہونے تک نماز پڑھتی رہے، اور حاملہ نے جو (دردزہ کی حالت میں) وصیت کی ہوگی (اور پھر اس کا انتقال ہوگیا ہو) تو اس کی وصیت تہائی میں نافذ ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حاملہ کو ایام حمل میں یا ولادت کے وقت بچہ پیدا ہونے سے پہلے جو خون آتا ہے وہ استحاضہ ہوتا ہے حاملہ کو حیض نہیں آیا کرتا کیونکہ حمل کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور حیض ونفاس رحم سے آتا ہے اس کے برخلاف استحاضہ فرج وشرم گاہ سے آتا ہے۔ ایام حمل میں اگر کسی عورت کو خون آنے لگے تو اس سے نماز روزہ ساقط نہ ہوگا نماز بھی پڑھے گی اور روزے بھی رکھے گی ورنہ گناہگار ہوگی، دردِزدہ نہایت شدید ہوتا ہے وضع حمل کے موقع پر عورت جانکنی کے عالم میں ہوتی ہے ایسے موقعہ پر اگر عورت کوئی وصیت کرتی ہے اور وضع حمل کے دوران اس کا انتقال ہوجائے تو تہائی مال میں وصیت جاری ہوگی۔

۱۱۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُّمْسِكَ الرَّجُلُ الدَّرَاهِمَ الْبِيْضَ مَعَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ اِذَا كَانَتْ فِيْ صُرَّةٍ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی وضو کے بغیر سفید دراہم (چاندی) کو اپنے پاس رکھے جبکہ وہ تھیلی میں بند ہوں (کیونکہ لوگوں کے لیے اپنے خرچ کے لیے انہیں پاس رکھنا مجبوری ہے)۔''

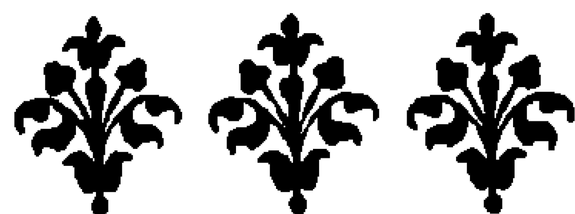
تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۵۱ رقم الحدیث: ۳۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۳۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۱

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



٦-بَابُ الأنجَاسِ

ناپاکیوں کا بیان

١٢٠۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِیْ غَسْلِ الدُّبُرِ وَالذَّکَرِ: بِدْعَةٌ وَلَنِعْمَ الْبِدْعَةُ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شرم گاہ اور آلہ تناسل کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ یہ نوایجاد ہے، اور کیا ہی اچھی نوایجاد اور بدعت ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت لغوی اور شرعی بدعت۔

لغوی بدعت:

لغوی بدعت ہر اُس نوایجاد کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئی ہو، عام اس سے کہ وُہ عبادت ہو یا عادت۔ اور اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح۔

شرعی بدعت:

شرعی بدعت وہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً، فعلاً، صراحۃً اور اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو۔ یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعتِ ضلالہ اور بدعت قبیحہ اور بدعتِ سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ان البدعة علی قسمین بدعة لغوية وبدعة شرعية فالاول هو المحدث مطلقاً عادة كانت اوعبادة وهی التی يقسمونها الی الاقسام الخمسة والثانی وهو ما زيد علی ماشرع من حيث الطاعة بعد انقراض الازمنة الثلاثة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا ولا صريحا ولا

اشارة وهي المراد بالبدعة المحكوم عليها بالضلالة۔ (ترويج الجنان والجنه ص١٦١)

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لغوی بدعت، اور دوسری شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر نو ایجاد کا نام ہے جو عبادت یا عادت، اور اسی بدعت کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت ہے جو طاعت کی مد میں کسی مشروع امر پر زیادت (یا کمی) کی جائے، مگر ہو قرونِ ثلاثہ کے ختم ہونے کے بعد اور یہ زیادتی شارع کے اذن سے نہ ہو، نہ اس پر شارع کا قول موجود ہو اور نہ فعل نہ صراحت اور نہ اشارہ، اور بدعت ضلالہ سے یہی مراد ہے۔

بدعت حسنہ وقبیحہ کی مزید بحث کے لئے ارشاد الساری (ج ۳ ص ۳۴۴)، عمدۃ القاری (ج ۵ ص ۳۵۶)، نووی: شرح مسلم (ج ا ص ۲۸۵) اور مدخل (ج ۲ ص ۲۵۷) وغیرہ کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والتحقيق انها ان كانت مما تندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة وان كانت مما تندرج تحت مستقبح والا فهي من قسم المباح وقد تنقسم الى الاحكام الخمسة۔

(فتح الباری: ج۴ص۲۱۹)

تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت، شریعت کی کسی پسندیدہ دلیل کے تحت داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی اور اگر وہ شریعت کی کسی غیر پسندیدہ دلیل کے تحت داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی، ورنہ مباح ہوگی اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہے۔

اسی کے قریب قریب عبارت علامہ عینی رحمہ اللہ کی ہے۔ ملاحظہ ہو عمدۃ القاری (ج ۵ ص ۳۵۶)

اب اس بات پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ مستحسن فی الشرع کیا ہے اور مستقبح فی الشرع کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ فرماتے ہیں کہ:

البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا او سنة او اجماعا او اثرا عن بعض اصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعة ضلالة وبدعة لم تخالف شيئا من ذلك فهذه قد تكون حسنة لقول عمر رضي الله عنه نعمت البدعة هذه۔

(موافقة صريح المعقول الصحيح المنقول لابن تيميه على منهاج السنة: ج۲ص۱۲۸)

بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بدعت ہے جو کتاب یا سنت یا اجماع یا کسی صحابی کے اثر کے مخالف ہو ایسی بدعت گمراہی ہے اور دوسری بدعت وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے مخالف نہ ہو۔ تو ایسی بدعت کبھی اچھی ہوتی ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہی اچھی نو ایجاد اور بدعت ہے۔

(اور یہ تو واضح ہے کہ) مخالفت جیسے قول میں ہوتی ہے، اسی طرح فعل میں بھی مخالفت ہوتی ہے۔ جو کام آنحضرت

ﷺ نے باوجود دواعی واسباب کے ترک کیا اور خیر القرون نے بھی اُسے ترک کیا تو وہ یقیناً بدعت اور ضلالت ہوگا۔ کیونکہ وہ کتاب وسنت اور اجماع خیر القرون اور قیاس صحیح کے مخالف ہے، اور جو ان میں سے کسی دلیل میں داخل ہو تو وہ کبھی اچھا ہوگا، جس پر ثواب ملے گا اور کبھی صرف مباح ہوگا جس پر نہ ثواب ہوگا نہ عقاب۔

علامہ قاضی ابراہیم الحنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور اگر آپ کے زمانہ میں سبب موجود ہو لیکن کسی عارضی وجہ سے متروک ہوا اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا ہو تو ایسے امر کا احداث بھی جائز ہے جیسے قرآن کا جمع کرنا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کی حیات میں یہ مانع تھا کہ وحی برابر آتی رہتی تھی، اللہ تعالیٰ جو چاہتا تھا بدل دیتا تھا، حضور ﷺ کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا اور جس فعل کا سبب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو اور باوجود اس کے حضور ﷺ نے نہ کیا ہو، تو ایسا کام کرنا اللہ تعالیٰ کے دین کو بدلنا ہے؟ کیونکہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی، تو سرورِ کائنات ﷺ اس فعل کو خود ضرور کرتے یا ترغیب فرماتے اور جب آپ نے نہ خود کیا نہ کسی کو ترغیب دی، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے۔'' (نفائس الابرار ترجمہ مجالس الابرار: ص ۱۲۷)

مجالس الابرار کے اس حوالے اور مذکورہ بالا عبارتیں پیش نظر رکھ کر بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تعریف یوں ہوگی:

بدعت حسنہ وہ دینی کام جس کا مانع آنحضرت ﷺ کے بعد زائل ہو گیا ہو، یا اس کا داعیہ، محرک اور سبب بعد کو پیش آیا ہو اور کتاب وسنت واجماع وقیاس سے اس پر روشنی پڑتی ہو اور ان میں سے کسی دلیل سے اس کا ثبوت ملتا ہو وہ بدعت حسنہ اور بالفاظ دیگر لغوی بدعت ہوگی جو مذموم نہیں ہے۔ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ وغیرہ کی عبارتیں اس پر صراحت سے دلالت کرتی ہیں (جنہیں راہ سنت میں تفصیل کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے) اور جس چیز کا محرک اور داعیہ اور سبب آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھا مگر آپ نے وہ دینی کام نہیں کیا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ نے بھی باوجود کمال عشق ومحبت اور محرکات واسباب کے نہیں کیا تو وہ کام بدعت قبیحہ اور بدعت سیئہ اور بدعت شرعیہ کہلائے گا جو ہر حالت میں مزموم اور ضلالت وگمراہی ہوگا۔ باقی غیر مجتہد کا اجتہاد خصوصاً اس زمانہ میں ہرگز کسی بدعت کو حسنہ نہیں قرار دے سکتا۔

چنانچہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے:

''در نصاب الفقہ می آرند ہر آنچہ بدعت حسنہ مجتہداں قرار دادہ ہماں صحیح است واگر کسے دریں زمانہ چیزے بدعت حسنہ قرار دہد خلاف است زیرا کہ در مصفی میگوید کہ کل بدعۃ ضلالۃ فی زماننا''

(انتہی)، (فتاویٰ جامع الروایات والجنۃ ص ۶۰)

یعنی نصاب الفقہ میں ہے کہ بدعت حسنہ وہ ہے جس کو حضرات مجتہدین نے بدعت حسنہ قرار دیا ہو۔ اور اگر کوئی شخص اس زمانہ میں کسی چیز کو بدعت حسنہ قرار دے گا تو وہ حق کے خلاف ہے کیونکہ مصفّی میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں ہر

بدعت گمراہی ہے۔

اس عبارت سے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح ہوگئی کہ بدعت حسنہ صرف وہی ہوگی۔ جس میں حضرات مجتہدین کا اجتہاد کارفرما ہوگا، اور اجتہاد وقیاس صرف اُن احکام اور مسائل میں ہی ہوسکتا ہے جو غیر منصوص ہوں اور ان کے دواعی اور اسباب آنحضرت ﷺ اور خیر القرون میں موجود نہ ہوں بلکہ بعد کو ظہور پذیر ہوئے ہوں۔ اس نئی تہذیب کے زمانہ میں جو شخص بدعت کو حسنہ قرار دیتا ہے، اس کا قول سراسر باطل ومردود ہے۔ اور ایسی چیز کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور یہی وہ بدعت ہے جس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (وغیرہ) فرماتے ہیں کہ:

''چیزے کہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند۔'' (مکتوبات حصہ سوم ص ۷۲)

یعنی جو چیز مردود ہے وہ حسن اور خوبی کہاں سے پیدا کرے گی؟ (تلخیص از راہ سنت)

۱۲۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ ثَقِيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يَزِيْدُ عَلَى أَنْ يَّتَمَسَّحَ بِعُوْدٍ مِنْ أَرَاكٍ إِذَا بَالَ۔

قبیلہ ثقیف کے ایک شخص سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرنے کے بعد عضو کو لکڑی سے صاف کرنے کے سوا کچھ بھی نہ کرتے تھے (یعنی عضو کو لکڑی سے مسح کر کے صاف کرتے اور پھر دھوتے نہ تھے)۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وله شواهد عند ابن ابی شيبة: ۵۹۰، والبيهقی: ۵۴۰)

۱۲۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ (والصواب: ابی وقاص۔ن) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، مَاتَصْنَعُ؟ إِنَّ هٰذَا لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكَ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک صاحب کے پاس سے گذر ہوا جو اپنے آلہ تناسل کو دھو رہا تھا، انہوں نے فرمایا: ''افسوس ہے تجھ پر! تو کیا کر رہا ہے؟ یہ تجھ پر فرض نہیں کیا گیا ہے۔''

تحقیق:

مرسل صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے بعد آلہ تناسل کا دھونا فرض نہیں ہے، البتہ زیادہ پسندیدہ بات یہی کہ دھولیا جائے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبۃ (۶۰۰) میں مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:" احمد الیکم غسل الاحلیل "، تمہارے لئے آلہ تناسل کے سوراخ کو پانی سے دھونا بہت اچھا ہے۔

۱۲۳۔ وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَنَحَا الْقَوْمُ عَنْهُ وَقَامَ فَتَفَاجَّ حَتَّى رَقَّ لَهُ الْقَوْمُ خَوْفًا أَنْ يُّصِيْبَهُ الْبَوْلُ، ثُمَّ بَالَ قَائِمًا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ کا کچھ لوگوں کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ سے گزر ہوا (آپ کے ساتھ صحابہؓ بھی تھے، اور جب آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو) لوگ آپ سے دور ہو گئے، چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر اس قدر رانیں کشادہ کیں کہ آپ کو پیشاب لگ جانے کے خوف سے لوگوں پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے کھڑے کھڑے ہی پیشاب کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص ۲۲۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۴، کتاب الآثار روایۃ ابی نعیم: ۷۳، صحیح البخاری: ۲۲۴، صحیح مسلم: ۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵، سنن ابی داود: ۲۳، سنن النسائی: ۱۸، المنتقی لابن الجارود: ۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۲، مستخرج ابی عوانہ: ۴۹۹، شرح معانی الآثار: ۶۸۰۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخری)

مسند ابی حنیفہ میں یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ منقول ہے:

عن ابی حنیفة عن حماد (عن ابراهیم. ن) عن ابی وائل عن المغیرة......الخ۔

(مسند ابی حنیفة روایة ابی نعیم: ج۱ص۸۴)

فوائد و مسائل:

۱۔ پیشاب کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس حاجت سے بیٹھ کر فراغت حاصل کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ بیٹھ

کر پیشاب کرنے کی تھی جیسا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بغیر کسی عذر کے) کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو، آپ (ہمیشہ) بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۷۹ وسندہ حسن)

۲۔ اس مقام پر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیوں کیا؟ اس کی متعدد وجوہات مصنفین حضرات نے ذکر کی ہیں مثلاً۔۔۔

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ اور امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مابضہ کی تکلیف تھی۔ (المستدرک للحاکم: ۶۴۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۹) لغت میں مابضہ کے معنی گھٹنا کے درد کے ہیں۔ اور امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے ایک وجہ یہ بھی نقل کی ہے کہ نیچے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ اگر بیٹھتے تو کپڑے پلید ہو جاتے۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اگرچہ عمومی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ بول و براز کے سلسلے میں کافی دور تشریف لے جاتے تھے۔ مگر یہاں قریب ہی سباطۃ قوم پر آپ کے پیشاب کرنے کی وجہ امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمائی ہے:

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ امور المسلمین میں مصروف تھے کافی دیر گزر چکی تھی بول نے تنگ کیا ہوا تھا دور تشریف لے جاتے تو تکلیف کا خطرہ تھا اس لئے قریب ہی پیشاب کیا۔ (شرح صحیح مسلم: ج۱ ص ۱۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حالات میں لوگوں کے قریب بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّ الْمُشْرِکِیْنَ قَالُوْا لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُمْ یَسْتَهْزِءُ وْنَ: اِنَّا لَنَرَی صَاحِبَکُمْ یُعَلِّمُکُمْ کَیْفَ تَأْتُوْنَ الْخَلَاءَ، قَالُوْا: أَجَلْ، قَالُوْا: فَکَیْفَ یَأْمُرُکُمْ؟ قَالُوْا: یَأْمُرُنَا أَلاَّ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِفُرُوْجِنَا، وَلَانَسْتَنْجِیَ بِأَیْمَانِنَا، وَلاَ بِرَجِیْعٍ، وَلاَ بِعَظْمٍ، وَأَ لاَ نَسْتَنْجِیَ بِدُوْنِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں یہ بھی بتلاتے ہیں کہ تم بیت الخلاء کس طرح جایا کرو، ان کا مقصد مذاق اڑانا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، جی ہاں! انہوں نے ان سے تفصیل دریافت کی تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف شرم گاہ کر کے نہ بیٹھیں اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کریں اور یہ کہ ہم تین سے کم پتھروں سے استنجا نہ کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم : ۲۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶، سنن ابی داود : ۷، سنن الترمذی: ۱۶، سنن النسائی: ۴۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۶۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ : ۱۶۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۷۰۳، المنتقی لابن الجارود: ۲۹، صحیح ابن خزیمۃ: ۷۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۵۷۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۴۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۰۸۰، سنن الدارقطنی: ۱۴۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۰، معرفۃ السنن: ۸۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند مسلم وابی داود وغیرهما)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ابراہیم سے آگے اس کی سند یوں مروی ہے:

....عن ابراهيم عن عبدالرحمن بن يزيد عن سلمان رضی الله عنه...الخ.(صحیح مسلم: ۲۶۲)

فوائد ومسائل:

جس طرح کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اسی طرح پاخانہ پیشاب بھی ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دی ہیں اسی طرح پاخانہ و پیشاب اور طہارت واستنجا کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ یہ مناسب ہے اور یہ نامناسب، یہ درست ہے اور یہ نادرست۔۔۔ مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہدایات اس باب میں دی ہیں وہ چار ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ قضائے حاجت کیلئے اس طرح نہ بیٹھا جائے کہ قبلے کی طرف منہ ہو۔ دیگر متعدد احادیث صحیحہ کے مطابق قبلے کی طرف پشت کرنا بھی منع وناجائز ہے۔ اور یہ ممانعت عام ہے۔ لہٰذا شہر ہو یا جنگل یا کھلا میدان یا چار دیواری ہر صورت میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا منع ہے جمہور اہل اسلام کا یہی مؤقف ہے۔ اور یہ ممانعت قبلے کے ادب واحترام کے پیش نظر ہے۔ ہر مہذب آدمی جس کو لطیف اور روحانی حقیقتوں کا کچھ شعور واحساس ہو۔ پیشاب یا پاخانے کے وقت کسی مقدس اور محترم چیز کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا بے ادبی اور گنوارہ پن سمجھتا ہے۔

۲۔ دوسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دی کہ داہنا ہاتھ جو عام طور پر کھانے پینے، لکھنے پڑھنے، لینے دینے وغیرہ سارے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اور جس کو ہمارے پیدا کرنے والے نے پیدائشی طور پر بائیں ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور خاص فوقیت بخشی ہے اس کو استنجے کی گندگی کی صفائی کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔ یہ بات بھی ایسی ہے کہ ہر مہذب آدمی جس کو انسانی شرف کا کچھ شعور واحساس ہے، اپنے بچوں کو یہ بات سکھانی ضروری سمجھتا ہے۔

۳۔ تیسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دی کہ استنجے میں صفائی کیلئے کم از کم تین پتھر استعمال کرنے چاہئیں، اور یہ تین پتھر

استعمال کرنے کا حکم دیگر احادیث کے پیش نظر مستحب ہے۔ اگر دو پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے تو دو پر بھی اکتفاء جائز ہے۔ مگر عام حال یہی ہے کہ تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ اسکو صفائی کیلئے تین سے بھی زیادہ پتھروں کی ضرورت ہے تو اپنی ضرورت کے مطابق زیادہ استعمال کرے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حدیثوں میں استنجے کیلئے خاص پتھر کا ذکر اسلئے ملتا ہے کہ عرب میں پتھر کے ٹکڑے ہی اس مقصد کیلئے استعمال ہوتے تھے، ورنہ پتھر کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ مٹی کے ڈھیلے اور اسی طرح ہر ایسی پاک چیز سے یہ کام لیا جا سکتا ہے جس سے صفائی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو اس کا استعمال اس کام کیلئے نامناسب نہ ہو۔

۴۔ چوتھی ہدایت آپ ﷺ نے اس سلسلے میں یہ دی کہ کسی جانور کی گری پڑی ہڈی سے اور اسی طرح کسی جانور کے خشک فضلے سے یعنی لید وغیرہ سے استنجا نہ کیا جائے۔ کیونکہ لید بذات خود نجس ہے اور ہڈی جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ مزید برآں زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگ ان چیزوں سے بھی استنجا کر لیا کرتے تھے اسلئے رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً اس سے منع فرما دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا سلیم الفطرت اور صاحب تمیز آدمی کے نزدیک بڑے گنوارپن کی بات ہے۔

۱۲۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّكُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطاً۔ وَكَانُوْا يَبْعُرُوْنَ بَعْرًا۔

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم نرم پاخانہ کرتے ہو جب کہ تم سے پہلے لوگ اونٹ کی مینگیوں جیسا سخت پاخانہ کیا کرتے تھے (لہٰذا تم پتھر سے صاف کرنے کے بعد پانی کا بھی استعمال کیا کرو)۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۵۱۷، ۵۱۸، باب الجمع فی الاستنجاء بین المسح بالاحجار، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج۱ ص۲۱۹، البدر المنیر: ج۲ ص۳۷۵، البنایہ شرح الہدایہ: ج۱ ص۷۵۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ہیثم سے امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

نیز ہیثم کی امام عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ نے متابعت بھی کررکھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ : ۱۶۳۴)

فائدہ:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۶۳۴) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے: "فاتبعوا الحجارة بالماء" کہ پتھر سے صفائی کے بعد پانی کا بھی استعمال کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں پتھر وغیرہ کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کرنا چاہیے۔

۱۲۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمَنِيُّ وَالدَّمُ وَالْبَوْلُ اِذَا كَانَ مِقْدَارَ الدِّرْهَمِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَالِكَ لَمْ يُعِدْ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''منی، خون یا بول (وغیرہ) ایک درہم کی مقدار ہو تو نماز کا اعادہ کرو، اور اگر ایک درہم سے کم ہو تو اعادہ نہ کرو۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: اِذَا كَانَ الدَّمُ أَقَلَّ مِنَ الدِّرْهَمِ فَصَلَّى فِيْهِ الرَّجُلُ لَمْ يُعِدْ، وَإِذَا كَانَ مِثْلَ الدِّرْهَمِ أَعَادَ۔

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایک درہم سے کم خون کپڑے پر لگا ہو اور آدمی اس میں نماز پڑھ لے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر بقدر درہم لگا ہو تو نماز کا اعادہ کرلے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نماز کے لئے ایک درہم سے کم پر معافی فقہاء کرام رحمہم اللہ نے پتھروں سے استنجاء والی احادیث سے اخذ کی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ پتھر اور ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مجفف اور منشف ہیں تو موضع نجاست کا نجس ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے اس لئے متعدد فقہاء نے ایک درہم سے کم پر معافی لکھی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ حدیث اذا استیقظ احدکم من منامہ کے فوائد میں لکھتے ہیں کہ:

منها ان موضع الاستنجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلاة۔

اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔(شرح مسلم :ص۱۳۶)

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فی شرح المنية ان القليل عفو اجماعا اذا الاستنجاء بالحجر كان بالاجماع وهو لا يستأمل النجاسة والتقدير بالدرهم مروى عن عمر وعلى وابن مسعود وهو مما لا يعرف بالراء فيحمل على السماع. وفى الحلية القدير بالدرهم وقع على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعى بقوله انهم استنكروا ذكر المقاعد فى مجالسهم فكنوا بالدرهم. (شامی ج۱ص۲۳۱)

شرح منیہ میں ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے استنجاء کرنا بالا جماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا اور درہم کا اندازہ حضرت عمر و علی وابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لئے سماع پر محمول ہوگا اور حلیہ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایتاً درہم سے تعبیر کیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔یعنی اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں، خود فقہاءؒ نے صراحت کی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے:

عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله.

(درمختار بحوالہ آفتاب محمدی: ص۲۵۹)

شارع نے بقدر درہم معاف کیا ہے اگر چہ مکروہ تحریمی ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

شیخ عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اشار الى العفو بالنسبة الى صحة الصلاة فلا ينافى الاثم.

(عمدۃ الرعایۃ: ج۱ص۱۵۰بحوالہ آفتاب محمدی: ص۲۵۹)

کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔

اور یہ اجازت بھی اس صورت میں ہے کہ جب کپڑا دھونے کے لئے پانی یا دوسرا کپڑا نہ ملے۔اگر پانی میسر ہے اور وقت بھی ہے تو اسے دھو لینا چاہیے۔چنانچہ فتاوی غیاثیہ (ص ۱۳) میں ہے:

نماز شروع کی اور دیکھا کہ کپڑے میں قدرے درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع

کرکے کپڑا دھوڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہوجائے تاکہ اس کے فرض یقیناً ادا ہوجائیں۔

۱۲۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: اِذَا ذَبَحَ الرَّجُلُ الشَّاةَ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ فَأَصَابَهُ الدَّمُ ،فَلْيَغْسِلْ مَا أَصَابَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب آدمی باوضو ہو اور بکری ذبح کرے اور اس کو خون لگ جائے تو جہاں خون لگا ہوا سے دھولے۔(وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۷، باب مایعاد من الصلاۃ و ما یکرہ منہا، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۹۲ فی الرجل یذبح ایتوضا۔۔۔الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِبَوْلِ كُلِّ ذِیْ كَرِش.

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جگالی کرنے والے جانور کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۳۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲۳۵، ۱۲۳۸۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند ابن ابى شيبة وعبدالرزاق وغيرهما)

۱۳۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَبْوَالَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، وَيَشْتَدُّ فِيْهِ اِذَاأَصَابَ ثَوْبَ اِنْسَانٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اونٹ اور گائے کے بول کو مکروہ سمجھتے تھے اور کسی انسان کے

کپڑے کو لگنے کی صورت میں کافی سختی کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ كَانَ یَكْرَهُ بَوْلَ مَا یُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔

"حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ان جانوروں کے پیشاب کو مکروہ سمجھتے تھے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔"

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

حلال جانوروں کے پیشاب کا حکم اور اختلاف مذاہب:

حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ اس سلسلے میں دو مذہب مشہور ہیں۔

فریق اول کا مؤقف:

ایک فریق کا کہنا ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مؤقف ہے۔

فریق ثانی کا مؤقف:

جب کہ اس کے مقابلے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل اسلام کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔

فریق اول کے مؤقف پر دلائل اور ان کے جوابات:

فریق اول کے مؤقف پر حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے مگر ان دونوں روایات سے استدلال باطل و مردود ہے کیونکہ یہ دونوں روایات شدید ضعیف ہیں۔ ان کی تحقیق درج ذیل ہے:

...عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا اُكِلَ لَحْمُهُ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَضَعَّفَهُ (آثار السنن:۵۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان جانوروں کے پیشاب میں کوئی مضائقہ نہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔" اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ۴۶۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۴۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۹۶۶، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۸۴، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۱۱۲، البدر المنیر: ج۱ ص ۵۷۲، اتحاف المہرہ لابن حجر: ۳۱۰۱، کنز العمال: ۲۶۵۰۳۔
اسے ابوبکر احمد بن محمد بن اسماعیل آدمی نے عبداللہ بن ایوب مخرمی سے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن ایوب مخرمی نے یحییٰ بن بکیر سے اس نے سوار بن مصعب سے اس نے مطرف بن طریف سے اس نے ابوالجہم سے اور اس نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۴۶۰)
یہ حدیث جمہور ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بلحاظ سند شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے جو کہ شدید مجروح ہے۔ (دیکھئے: تاریخ اسلام للذہبی: ۱۲۴ وغیرہ) ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ یہ حدیث باطل وموضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے جو کہ تمام اہل نقل کے نزدیک متروک ہے اور اس کی روایت کے ترک پر سب کا اتفاق ہے اور یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔
(المحلیٰ بالآثار لابن حزم: ج۱ ص ۱۸۰)

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ۴۶۱، فوائد تمام للرازی: ۱۰۵۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۴۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۹۶۶، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۸۵، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۱۱۲، الدرایہ: ۸۵۔
اسے ابوسہل بن زیاد نے سعید بن عثمان اہوازی سے اس نے عمرو بن حصین سے اس نے یحییٰ بن العلاء سے اس نے مطرف سے اس نے محارب بن دثار سے اور اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۴۶۱)
یہ حدیث بھی بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں پائے جانے والے دو راوی سخت مجروح ہیں۔
۱۔ ابوعثمان عمرو بن حصین عقیلی۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۴۳۴۸، میزان الاعتدال: ۶۳۵۱)
۲۔ یحییٰ بن العلاء رازی بجلی۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۶۸۹۵، میزان الاعتدال: ۹۵۹۱)
مزید برآں اس فریق کے مؤقف پر حدیث عرنیین کو بھی بطور دلیل ذکر کیا جاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ اور عکل کے چند افراد جو عرفات میں رہتے تھے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا صحرائی اور بدوی ہونے کی وجہ سے مدینہ کی شہری ہوا ان پر راست نہ آئی اور بیمار ہو گئے ان کو پیٹ کے ایک باطنی مرض نے آ گھیرا جسے استسقاء کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں زکوٰۃ کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا:
"اشربوا من البانہا وابوالہا۔"
ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۷۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۸۸)

مگر اس حدیث سے بھی مطلقاً پیشاب کی پاکی پر استدلال غلط ومردود ہے۔ کیونکہ امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ کے تحقیق کے مطابق اس حدیث میں بول پینے کا حکم علاج کی ضرورت کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے عمدۃ القاری: ج ا ص ۹۲۰، تلخیص الحبیر: ۳۷) اور وحی کے ذریعے اس کے ساتھ شفاء ہونے کا علم آپ ﷺ کو ہو گیا تھا۔ ضرورت اور غیر ضرورت کی حالت جدا ہوتی ہے جیسے حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت ہے ویسے نہیں۔

فریق ثانی کے مؤقف پر دلائل:

فریق ثانی کی طرف سے حلال جانوروں کے پیشاب کی ناپاکی پر ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں مطلقاً پیشاب کو ناپاک کہا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، مثلاً۔۔۔۔

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَکْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ"

(عذاب قبر زیادہ تر پیشاب (سے احتیاط نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔) (دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۳۴۸)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عامۃ عذاب القبر من البول۔"

(پیشاب کے چھینٹوں سے بچو) کیونکہ عمومی عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(دیکھئے: المستدرک للحاکم: ۶۵۴، سنن دار قطنی: ۴۶۶)

احناف کے مخالفین میں سے شوکانی نے بھی ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

"یہ حدیث بغیر کسی قید کے مطلقاً پیشاب (کے چھینٹوں وغیرہ) سے بچنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (امام) ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی حق ہے۔" (ملخصاً: نیل الاوطار: ج ا ص ۱۰۷)

حرام اور ناپاک اشیاء سے علاج کا حکم:

اس مقام پر ایک یہ مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے کہ آیا حرام اشیاء سے علاج کا کیا حکم ہے؟ حرام اور ناپاک چیزوں سے علاج کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

حنابلہ کا مؤقف:

اہلسنت والجماعت حنابلہ حرام چیزوں سے علاج کرنے کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ثقہ وصدوق امام ابومحمد ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ولا يجوز التداوي بمحرم ولا بشيء فيه محرم مثل البان الأتن ولحم شيء من المحرمات ولا شرب الخمر للتداوي به لما ذكرنا من الخبر۔

(المغني، كتاب الاطعمة ج۱۱ص۸۳)(والشرح الكبير ج۱۱ص۱۰۸)

حرام چیزوں سے علاج جائز نہیں، اور نہ ہی ایسی چیز سے جس میں حرام چیز شامل ہو جیسے گدھیوں کے دودھ سے اور حرام جانوروں کے گوشت سے علاج کرنا، اور علاج کیلئے شراب پینا بھی جائز نہیں جیسا کہ ہم نے حدیث سے بیان کیا۔

شوافع کا مؤقف اور ان کی دلیل:

اہلسنت والجماعت شوافع کے نزدیک ایسے محرمات سے علاج کرنا درست ہے جس میں نشہ نہ ہو، بشرطیکہ وہی چیز اس بیماری کے علاج کیلئے متعین ہو، لہٰذا نشہ آور چیز سے علاج کرنا ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

مذهبنا جواز التداوي بجميع النجاسات سوى المسكر....دليلنا حديث العرنيين وهو في الصحيحين كما سبق وهو محمول على شربهم الابوال للتداوي كما هو ظاهر الحديث، وحديث" لم يجعل شفاء كم " محمول على عدم الحاجة اليه بأن يكون هناك ما يغني عنه ويقوم مقامه من الادوية الطاهرة وقال البيهقي ،هذا الحديثان ان صحا حملا على النهي عن التداوي بالمسكر وعلى التداوي بالحرام من غير ضرورة للجمع بينهما وبين حديث العرنيين۔

(المجموع شرح المهذب ج۹ص۵۲)

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ سوائے نشہ آور چیز کے تمام ناپاک چیزوں سے علاج جائز ہے۔ ہماری دلیل "حدیث العرنیین" ہے جو صحیحین میں مذکور ہے، یہ حدیث ان لوگوں کے علاج کے طور پر پیشاب پینے پر محمول ہے جیسا کہ ظاہر حدیث یہی ہے اور حدیث شریف میں یہ جو الفاظ آئے ہیں کہ " لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم "۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں شفاء نہیں رکھی جو تم پر حرام کی گئی ہیں، یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب علاج کیلئے اس کے متبادل کوئی دوسری پاک چیز بھی موجود ہے جو اس حرام چیز سے مستغنی کرنے والی ہے۔
امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر (ممانعت والی) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہوں تو ان ممانعت والی حدیثوں کو "تداوي بالمسكر " سے نہی پر محمول کیا جائے گا اور بلاضرورت تداوی بالحرام والی صورت پر محمول کیا جائے گا تاکہ احادیث کے درمیان اور حدیث عرنیین کے درمیان تطبیق ہو سکے۔

حدیث عرنیین درج ذیل ہے:

عن انس بن مالك رضى الله عنه ان نأسا من عرينة قدموا على رسول الله ﷺ المدينة فاجتووها فقال لهم رسول الله ﷺ: ان شئتم ان تخرجوا الى ابل الصدقة فتشربوا من البانها وابوالها۔ (مسلم، كتاب القسامة، باب حكم المحاربين والمرتدين)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، وہ لوگ سوزش کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تو حضورِ اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مدینہ سے باہر صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

مالکیہ کا مؤقف:

اہل سنت والجماعت مالکیہ کا مؤقف اس مسئلہ میں تقریباً حنابلہ کی طرح ہے، لہٰذا ان کے نزدیک تداوی بالمحرم کسی حال میں جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ م ۶۷۱ھ لکھتے ہیں:

وان كانت الميتة قائمة بعينها فقد قال سحنون لا يتداوى بها بحال ولا بخنزير، لان منها عوضا حلالا، بخلاف المجاعة وكذلك الخمر لا يتداوى بها۔ (تفسير قرطبى، سورة بقرة: ۲۱۳)

اگر مردہ جانور بعینہ موجود ہو تو اس کے بارے میں امام سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ کسی حال میں علاج نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی خنزیر سے علاج کیا جائے گا۔

امام مواق رحمہ اللہ اپنی کتاب ''التاج والاکلیل'' میں کہتے ہیں:

واما التداوى بها (اى بالخمر) فمشهور المذهب انه لا يحل، واذا قلنا: انه لا يجوز التداوى بها لا يجوز استعمالها للضرورة فالفرق ان التداوى لا يتيقن البرء بها۔

(التاج والاكليل للمواق: ج۳ص۲۳۳)

شراب سے علاج کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے کہ حلال نہیں، اور جب ہم نے یہ کہا کہ اس سے علاج کرنا جائز نہیں تو اس کا معنی یہ ہیں کہ ضرورت کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں، فرق یہ ہے کہ اس سے علاج کے نتیجے میں صحت حاصل ہو جانا یقینی نہیں ہے۔

احناف کا مؤقف:

اس مسئلہ میں اہلسنت والجماعت علماءِ احناف کے اقوال مختلف ہیں۔ تاہم اکثر علماءِ احناف نے (بامر مجبوری) حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ ماہر معالج یہ بتائے کہ اس مریض کیلئے اس کے علاوہ کوئی اور دواء نہیں ہے، چنانچہ

مشہور ثقہ بالاجماع امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم مصری رحمہ اللہ ۹۷۰ھ فرماتے ہیں:

وقد وقع الاختلاف بین مشایخنا فی التداوی بالمحرم ،ففی النھایۃ عن الذخیرۃ :الاستشفاء بالحرام یجوز اذا علم ان فیہ شفاء ولم یعلم دواء آخر۔ (البحر الرائق: ج۱ص۱۱۵)

یعنی ہمارے مشائخ کے درمیان ''تداوی بالمحرم'' کے مسئلے میں اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ ''نہایہ'' میں ''ذخیرہ'' سے یہ منقول ہے کہ حرام سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے اندر شفاء ہے اور کسی دوسری دواء کے بارے میں علم نہ ہو۔

واضح رہے کہ جو فقہاء کرام رحمہم اللہ حرام اور ناپاک چیزوں سے علاج کو جائز قرار دیتے ہیں وہ حدیث عرنیین سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حرام اشیاء سے علاج ناجائز ہونے پر دلائل:

جو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ'' تداوی بالمحرم ''کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں، وہ درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

..عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تتداووا بالحرام ۔(ابو داود، کتاب الطب،باب الادویۃ المکروھۃ)

☆☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دواء دونوں نازل فرمائی ہیں اور ہر بیماری کیلئے دوا ہے، لہٰذا علاج کرو اور حرام سے علاج مت کرو۔

..عن عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہ ان طبیبا سئل النبی ﷺ عن ضفدع یجعلھا فی دواء فنھاہ النبی ﷺ عن قتلھا ۔ (ایضاً)

☆☆ حضرت عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے حضورِ اقدس ﷺ سے مینڈک کے بارے میں سوال کیا کہ کیا میں اس کو دواء میں شامل کرسکتا ہوں؟ تو حضورِ اقدس ﷺ نے اس کے قتل سے منع فرمایا۔

..عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الدواء الخبیث ۔ (ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ناپاک دواء کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

..عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ذکر طارق بن سوید او سوید بن طارق ،سأل النبی ﷺ عن الخمر فنھاہ ثم سألہ فنھاہ فقال لہ:یانبی اللہ !انھا دواء ،قال النبی ﷺ لا ولکنھا داء ۔

(ایضاً:وابن ماجہ فی الطب، رقم:۳۵۰۰،والدارمی فی الاشربۃ،۳۸:۲، رقم ۲۱۰۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے استعمال کے بارے میں سوال کیا، آپ نے منع فرمادیا، دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر منع فرمادیا، انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تو ایک دواء ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نہیں بلکہ یہ بیماری ہے۔

۱۰۰اخبرنا احمد بن علی بن المثنی حدثنا ابو خیثمة حدثنا جریر عن الشیبانی عن حسان بن مخارق قال:قالت ام سلمة اشتکت ابنة لی فنبذت لھا فی کوز فدخل رسول اللہ ﷺ وھو یغلی فقال:ما ھذا؟فقلت:ان ابنتی اشتکت فنبذت لھا ھذا،فقال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یجعل شفاء کم فی حرام۔(اخرج ابن حبان فی صحیحه،وراجع:موارد الظمآن للھیثمی ص۳۳۹،رقم:۳۹۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بیٹی بیمار ہوگئی تو میں نے ایک کوزہ میں اس کیلئے نبیذ بنائی، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس نبیذ میں ابال آرہا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میری بیٹی بیمار ہوگئی ہے، اس لئے میں نے اس کیلئے نبیذ بنائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حَرام کے اندر تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی ہے۔

حرام اشیاء سے علاج کے جواز کے قائلین کی طرف سے جواب:

جو اہل علم حضرات حرام اشیاء سے (بامر مجبوری) علاج کے جواز کے قائل ہیں، وہ مندرجہ بالا احادیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث اور آثار ''حالت اختیار'' پر محمول ہیں۔ حالت اختیار کا مطلب یہ ہے کہ اس مرض کی دوسری دواء کے بارے میں علم ہو۔ ثقہ بالاجماع امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ نے ''عمدۃ القاری'' (ج ۱ ص ۲۹۰) میں، ثقہ بالاجماع شارح حدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے ''بذل المجہود'' (ج ۱۶ ص ۱۹۹) میں اور ثقہ وصدوق محقق علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ''معارف السنن'' (ج ۱ ص ۲۷۸) میں اسی جواب کو اختیار کیا ہے۔

اور ثقہ وصدوق محقق شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ''امانی الاحبار'' میں بھی ان احادیث کا یہی جواب دیا ہے۔ امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی قرطبی ظاہری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اضافہ بھی فرمایا ہے کہ:

جآء الیقین باباحة المیتة والخنزیر عند خوف الھلاك من الجوع ،فقد جعل تعالیٰ شفاء نا من الجوع المھلك فیما حرم علینا فی تلك الحال ونقول :نعم ان الشیئ مادام حراما علینا فلا شفاء لنا فیه فاذا اضطررنا الیه فلم یحرم علینا حیلئذ بل ھو حلال فھو لنا حینئذ شفاء ،وھذا ظاھر الخبر۔

یعنی اگر بھوک سے ہلاک ہوجانے کا خوف ہوتو اس وقت مردار اور خنزیر کا مباح ہونا یقینی ہے، اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے والی بھوک کے وقت ایسی چیز کے اندر ہمارے لئے شفاء رکھی ہے جو اس حالت میں ہمارے اوپر حرام تھی، اور ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے جب تک کوئی چیز ہم پر حرام ہوگی، اس وقت تک اس کے اندر ہمارے لئے شفاء نہیں ہوگی، لیکن جب ہم اس کے استعمال کی طرف مجبور ہوجائیں گے تو اس وقت وہ چیز ہم پر حرام نہیں رہے گی بلکہ وہ حلال ہوجائے گی، لہٰذا اس وقت وہ چیز ہمارے لئے شفاء بن جائے گی، یہ بات بالکل واضح ہے۔

اختصار کے پیش نظر صرف انہی معروضات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ تفصیل کیلئے راقم الحروف کی کتاب تنقیح السنن (اردو شرح آثار السنن) ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِسُؤْرِ السِّنَّوْرِ، اِنَّمَا هِيَ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بلی کے جھوٹے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ بلی گھر میں رہنے والا جانور ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بلی کا جھوٹا پاک ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، چند احادیث ترجمہ، تخریج اور فوائد کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ: فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوْءًا، قَالَتْ: فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَأَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ! فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(آثار السنن: ۱۲)

☆☆ کبشہ بنت کعب بن مالک (رحمہا اللہ) سے روایت ہے اور وہ (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے کے نکاح میں تھیں کہ (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس تشریف لائے، وہ کہتی ہیں: پس

میں ان کیلئے پانی کا برتن انڈیلنے لگی۔ کہتی ہیں اتنے میں ایک بلی آئی تو انہوں نے اس بلی کیلئے برتن کو جھکا دیا یہاں تک کہ بلی نے (پانی) پی لیا۔ کبشہ (رحمہا اللہ) کہتی ہیں: ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) نے مجھے دیکھا کہ میں انہیں (تعجب سے) دیکھ رہی ہوں تو کہا اے بھتیجی! کیا تجھے تعجب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بلی ناپاک نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے پاس آنے جانے والوں میں سے ہیں، یا یہ فرمایا کہ آنے جانے والیوں میں سے ہیں۔ اسے اصحاب خمسہ اور ترمذی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۷۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷، سنن الترمذی: ۹۲، سنن النسائی: ۶۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۴، صحیح ابن حبان: ۱۲۹۹، مؤطا مالک: ۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۳، مسند الحمیدی: ۴۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۵، مسند احمد بن حنبل: ۲۲۵۸۰، سنن الدارمی: ۷۶۳، المنتقی لابن الجارود: ۶۰، مستدرک حاکم: ۵۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۵۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۷۷۰۔

اور بلحاظ متن شواہدات کی بناء پر کم از کم حسن درجہ کی ہے اسے متعدد حضرات جیسے امام ابو عبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ اور امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) خسر محرم رشتوں میں سے ہے اس سے پردہ نہیں اور خدمت اس کا حق ہے۔

(۲) جانوروں سے حسن معاملہ حسن اخلاق کا حصہ اور اجر کا باعث ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے مگر دیگر احادیث سے بلی کے جوٹھے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس باب کی تمام احادیث کے پیش نظر بلی کا جوٹھا مع الکراہت پاک ہے۔ یعنی اگر دوسرا پانی میسر نہ آئے تو اس کا استعمال بالکل درست ہے۔

(۴) اسلام سہولت اور آسانی والا دین ہے۔ بلی کے گھروں میں بکثرت داخل ہونے کی وجہ سے ہر گھڑی اس سے برتنوں کی حفاظت مشکل ہے اس لئے اس کے بارے میں حکم قدرے نرم دیا گیا ہے۔

۲۔ وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارِ التَّمَّارِ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّيْ، فَاَشَارَتْ اِلٰى اَنْ ضَعِيْهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عليكم، وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّاُ بِفَضْلِهَا۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ۔ (آثار السنن: ۱۳)

☆☆ داود بن صالح بن دینار التمار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کی مالکہ نے اسے (یعنی ام داود کو) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ہریسہ (ایک قسم کا کھانا) دے کر بھیجا تو اس نے انہیں نماز پڑھتے پایا۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ رکھ دے۔ چنانچہ (اسی دوران میں) ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ کھا گئی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے وہیں سے کھانا شروع کر دیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نجس نہیں ہے، یہ تو گھومنے پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔'' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے جھوٹے پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ اسے (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۷۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۰۰۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۳، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۲۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۷۸۱، شرح السنہ للبغوی: ج ۲ ص ۷۰۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی راویہ ام داود بن صالح مجہول ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۱ ص ۲۴۸) مزید برآں اس کا راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔۔۔

۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لیس بشیء'' کہ یہ کچھ نہیں ہے۔

۲۔ امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ: ''لیس بالقوی'' یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔

۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ:: وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطاء کار بتلاتے ہیں۔

۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "لایحتج بہ" کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال :۱۱/ ۵۲۷، ۵۲۸، تہذیب التہذیب: ۳/ ۱۷۴، ۲۷۴، الجرح والتعدیل: ۵/ ۳۹۵)

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/ ۲۰۷)

۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: "لیس بشیء" یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہم کر جاتا ہے اور باطل روایات نقل کرتا ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کر جاتا ہے۔ (میزان الاعتدال :۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۲۷۲)
۸۔امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔(میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۲۷۲)
اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:
کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۷۹)
زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:
جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)
۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابوزرعہ جن کی تعریف میں نزیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: وہ ابوزرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔سب سے پہلا لفظ یہ ہے ''ابوزرعۃ الرازی احد الائمۃ الحفاظ۔'' الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)
زبیر علی زئی لکھتے ہیں: امام ابوزرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)
یہ ابوزرعہ غیر مقلدین کے انتہائی ممدوح امام فرماتے ہیں کہ:
عبدالعزیز دراوردی سیئ الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۲۷۲)
سلطان محمود ضیاء لکھتے ہیں کہ:
کاذب، سیئ الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات المحدثین: ص ۲۰)
محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:
سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۱۴)
ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سیئ الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ۲/ ۶۳۰، ابکار المنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)
الغرض (باقرار مخالفین احناف) عبدالعزیز دراوردی پر جرح مفسر ہے لہٰذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔
نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے دراوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ نذیر حسین دہلوی اس کی ایک

روایت کو نا قابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگر چہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔(فتاوی نذیریہ: ۳/۲۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی دراوردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور دراوردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔لہٰذا ان کا اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔(القول المقبول:ص ۵۵۸۔طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دراوردی ضعیف ہیں۔(ایضاً: ۳۸۲)

الغرض اس روایت کی مذکورہ بالا سند ضعیف ہے۔

۳۔وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یُغْسَلُ الْاِنَاءُ اِذَا وَلَغَ فِیْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ،وَاِذَا وَلَغَتْ فِیْهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً۔رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ۔

(آثار السنن: ۱۴)

☆☆(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے جب کہ اس میں کتا منہ مار جائے (اور) پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے، اور جب اس (برتن) میں بلی منہ مار دے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔(امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی:۹۱،شرح مشکل الآثار للطحاوی:۲۶۵۰،التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی:۶۴،الالمام باحادیث الاحکام:۹،تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف:۱۴۴۲۶،تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی:۶۷،نصب الرایہ للزیلعی:ج۱ص۱۳۵۔

اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ نے اس سے امام ابومحمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ نے اور اس سے امام ابوعبداللہ سوار بن عبداللہ بن سوار بن عبداللہ بصری قاضی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے،اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱)امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔(الجرح والتعدیل للرازی:۶۵۱۸)

(۲)امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔(تہذیب الکمال للمزی:۸۳۸ ۲۶)

(۳)امام ابومحمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ بخاری و مسلم اور سنن اربعہ کے ''ثقہ صدوق'' راوی تھے۔

(الجرح والتعدیل للرازی:۱۸۴۵)

(۴) امام ابوعبداللہ سوار بن عبداللہ بن سوار بن عبداللہ بصری قاضی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔ (تہذیب الکمال للمزی: ۲۶۳۸)

۴۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: طُهُوْرُ الْإِنَاءِ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْهِرُّ أَنْ يُغْسَلَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَآخَرُوْنَ، وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: هٰذَا صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۱۵)

☆☆ (سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب برتن میں بلی منہ ڈال جائے تو برتن کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک یا دو مرتبہ دھویا جائے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۱، سنن الدارقطنی: ۱۸۶، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۷۱، فوائد تمام للرازی: ۱۳۶۷، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۱۶۶، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والمسانید: ج ۱ ص ۳۲۴۔

اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابوخالد قرہ بن خالد سدوسی رحمہ اللہ نے اس سے امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک النبیل رحمہ اللہ نے اور اس سے امام ابوبکرہ بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبیداللہ بکراوی قاضی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۵۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔ اس کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱) امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔ (کمامر) (الجرح والتعدیل للرازی: 1518)

(۲) امام ابوخالد قرہ بن خالد سدوسی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ۷۴۷)

(۳) امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک النبیل رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ کثیر الحدیث'' راوی تھے۔

(تہذیب الکمال للمزی: ۲۹۲۷)

(۴) امام ابوبکرہ بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبیداللہ بکراوی قاضی رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی تھے۔

(الثقات لابن حبان: ۱۲۷۰۳، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستہ لابن قطلوبغا: ۲۰۵۵)

۵۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْهِرُّ فِي الْإِنَاءِ فَأَهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. قَالَ النَّيْمَوِيُّ: وَالْمَوْقُوْفُ أَصَحُّ فِي الْبَابِ. (آثار السنن: ۱۶)

☆☆ (سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ: جب بلی برتن میں منہ ڈال جائے تو اس پانی کو پھینک دو

اور اس برتن کو ایک مرتبہ دھولو۔(امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(حافظ) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس سلسلہ میں موقوف روایت صحیح تر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۴۴، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۸۰، کنز العمال: ۲۷۵۲۶۔

اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ نے اور اس سے امام معمر بن راشد ازدی حدانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔(دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۳۴۴، سنن الدارقطنی: ۲۰۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔(کمامر)(الجرح والتعدیل للرازی: ۱۵۱۸)

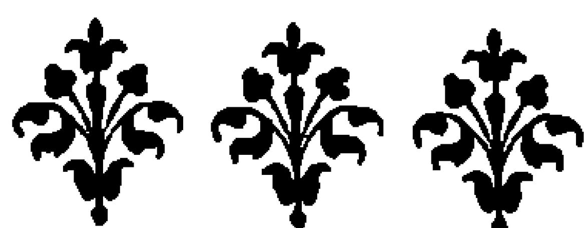
(۲) امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔(کمامر)

(تہذیب الکمال للمزی: ۲۶۳۸)

(۳) امام معمر بن راشد ازدی حدانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی تھے۔(تہذیب الکمال للمزی: ۶۱۰۴)

فائدہ:

حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے مگر حدیث نمبر ۳، ۴، ۵ سے بلی کے جوٹھے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس باب کی تمام احادیث کے پیش نظر صحیح یہی ہے کہ بلی کا جوٹھا مع الکراہت پاک ہے۔ یعنی اگر دوسرا پانی میسر نہ آئے تو اس کا استعمال بالکل درست ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ مع الکراہت پاک ہے اور راجح قول کے مطابق کراہت تنزیہی ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک بلا کراہت پاک ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے بطور دلیل حدیث نمبر ۳، ۴، (اور) ۵ پیش کی جاتی ہیں جن میں بلی کے جھوٹے کو پاک کرنے کا کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب بلی کا گوشت نجس ہے تو لعاب بھی نجس ہوگا لہٰذا جوٹھا بھی نجس ہونا چاہئے کیونکہ لعاب گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے مگر علت طواف کی طرف سے اس کے حکم میں تخفیف ہوگئی اور حکم عین نجاست سے کراہت کی طرف منتقل ہوگیا۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی طرف سے حدیث نمبر ۱۔ ۲ کے الفاظ ''انہا لیست بنجس'' سے استدلال کیا جاتا ہے مگر عرض ہے کہ یہ احادیث بیان جواز پر محمول ہیں اس طرح بظاہر متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق ہوجاتی ہے۔



۴- کِتَابُ الصَّلَاۃِ

نماز سے متعلق احکام ومسائل

لفظ کتاب کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

کتاب، کتب سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے اور ملانے کے ہیں اور مصنفین کے نزدیک عموماً کتاب ان مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں جو مستقل حیثیت کے حامل ہوں اور وہ کئی انواع، یعنی مختلف ابواب پر مشتمل ہوں۔ چنانچہ جلیل القدر ثقہ وصدوق سنی امام علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

''لفظ الکتاب اور ابواب وہاں بولا جاتا ہے جس کے تحت انواع متعددہ ہوں اور جہاں باب ہوگا اس سے مراد نوع واحد ہوگی۔'' (عمدۃ القاری شرح بخاری: ج۱ص۱۱۹)

لفظ صلوٰۃ کے لغوی معانی:

لفظ صلوٰۃ لغوی اعتبار سے کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً۔۔۔

☆ صلوٰۃ بمعنی دعا سے مشتق ہے۔

☆ صلوٰۃ بمعنی صلہ سے مشتق ہے اور صلہ تعلق کو کہا جاتا ہے کیونکہ صلوٰۃ عابد اور معبود کے درمیان ایک تعلق اور رابطہ ہے۔

☆ صلوٰۃ بمعنی رحمت سے مشتق ہے۔

☆ صلوٰۃ بمعنی ''تحریک الصلوین'' سے ماخوذ ہے۔

☆ صلوٰۃ بمعنی ''قوام'' سے مشتق ہے۔

ان کے علاوہ اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لفظ صلوٰۃ کا اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں ''صلوٰۃ'' اس مخصوص عبادت کو کہا جاتا ہے جسے مخصوص وقت میں مخصوص آداب وشرائط کیساتھ ادا کیا جائے۔

نماز کی عظمت واہمیت اور اس کا امتیاز:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، کمالات واحسانات اور اس کی تقدیس وتوحید کے بارے میں جو کچھ بتلاتے ہیں اور اس کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کا پہلا قدرتی اور بالکل فطری تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے حضور میں اپنی فدویت وبندگی، محبت وشیفتگی اور محتاجی ودریوزہ گری کا اظہار کر کے اس کا قرب اور اس کی رحمت ورضا حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کی یاد سے اپنے قلب وروح کیلئے نور اور سرور کا سرمایہ حاصل کرے۔ نماز کا اصل موضوع دراصل یہی ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز اس مقصد کے حصول کا بہترین وسیلہ ہے۔ اسی لیے ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پالا حکم نماز ہی کا رہا ہے۔ اور اسی لئے اللہ کی نازل کی ہوئی آخری شریعت (شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز کے شرائط وارکان اور سنن وآداب اور اسی طرح کے مفسدات ومکروہات وغیرہ کے بیان کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری طاعت وعبادت کو بھی نہیں دی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم ان الصلوۃ اعظم العبادات شأنا واوضحها برهانا واشهرها في الناس وانفعها في النفس ولذلك اعتنى الشارع ببيان فضلها وتعيين او قاتها وشروطها واركانها وآدابها ورخصها ونوافلها اعتناء عظيما لم يفعل في سائر انواع الطاعات وجعلها من شعائر الدين." (ص۱۸۶)

یعنی ۔۔۔۔ نماز اپنی عظمت شان اور مقتضائے عقل وفطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خداشناس وخداپرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف ومشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کیلئے سب سے زیادہ نفع مند ہے اور اسی لئے شریعت نے اس کی فضیلت اس کے اوقات کی تعیین وتحدید اور اس کے شرائط وارکان اور آداب ونوافل اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے جو عبادات وطاعات کی کسی دوسری قسم کے لیے نہیں کیا اور انہی خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر نماز کے اجزاء اصلیہ اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واصل الصلوۃ ثلثة اشياء ان يخضع القلب عند ملاحظة جلال الله وعظمته ويعبر اللسان عن تلك العظمة وذالك الخضوع بافصح عبارة وان يؤدب الجوارح حسب ذلك الخضوع."

یعنی نماز کے اصل عناصر تین ہیں۔ ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی لاانتہا عظمت وجلال کے دھیان سے سرافگندہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظمت وکبریائی اور اپنی عاجزی وسرافگندگی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے

ادا کرے۔ اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کیلئے استعمال کرے۔

پھر اسی سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:

" اما الصلوٰة فهي المعجون المركب من الفكر المصروف تلقاء عظمة الله۔ ...ومن الادعية المبينة اخلاص عمله لله توجيهه وجهه تلقاء الله وقصر الاستعانة فی الله ومن افعال تعظيمية كالسجود والركوع يصير كل واحد عضد الآخر ومكمله والمنبيه عليه۔"

یعنی نماز کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا تفکر و استحضار۔ دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے اعمال خالص اللہ کیلئے ہیں اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کر چکا ہے اور اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہے اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کی طرف دعوت و ترغیب کا ذریعہ بنا رہتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

"والصلوٰة معراج المؤمنين معدة للتجليات الاخروية۔ ...وسبب عظيم لمحبة الله ورحمته۔ ...واذا تمكنت من العبد اضمحل في نور الله وكفرت عنه خطاياه۔ ...ولا شيء انفع من سوء المعرفة منها اذا فعلت افعالها واقوالها على حضور القلب والنية الصالحة۔ ...واذا جعلت رسما مشهورا نفعت من غوائل الرسوم نفعا بينا وصارت شعارا للمسلم بتميز به من الكافر۔ ...ولا شيء في تمرين النفس على انقياد الطبيعة للعقل وجريانها في حكمه مثل الصلوٰة۔" (ج۱ص۷۳،۷۲)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب نے نماز کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات اور تاثیرات بیان کی ہیں:

☆ اول یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الٰہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں، ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔

☆ دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کے حصول کا وسیلہ ہے۔

☆ سوم یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نور الٰہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی کچیلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے)۔

☆چہارم یہ کہ نماز جب حضور قلب اور صادق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات و وساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دوا ہے۔ پنجم یہ کہ نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لیے ایک معروف و مقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنادیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر و شرک اور فسق و ضلال کی بہت سی تباہ کن رسوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا، جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جا سکتا ہے۔

☆ششم یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی یہ تمام خصوصیات و تاثیرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ارشادات سے اخذ کی ہیں اور ہر ایک کا حوالہ بھی دیا ہے۔۔۔۔نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کے امتیاز کے بارے میں جو کچھ مذکورہ بالا اقتباسات میں شاہ صاحب نے فرمایا ہے ہم اس کو بالکل کافی سمجھتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(ماخوذ از معارف الحدیث: ج ۳ ص ۷۷)

{نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے}

۱۳۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَصُوْمُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَّلَا يُصَلِّيْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا، تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے، ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

{اگر مشرق تمہارے بائیں طرف اور مغرب دائیں طرف ہو تو ان کے درمیان کا سارا حصہ قبلہ ہے}

۱۳۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا جَعَلْتَ الْمَشْرِقَ عَنْ يَّسَارِكَ وَالْمَغْرِبَ عَنْ يَّمِيْنِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر مشرق تمہارے بائیں طرف اور مغرب

تمہارے دائیں طرف ہوتو ان کے درمیان کا سارا حصہ قبلہ ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کا تعلق مدینہ منورہ کے باشندوں سے ہے، کیونکہ مدینہ منورہ سے قبلہ جنوب کی طرف واقع ہے جب آدمی وہاں قبلہ رخ کھڑا ہو، مغرب دائیں ہاتھ ہو اور مشرق بائیں ہاتھ تو رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: {وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره۔البقرة: ١٥٠} ،(اور تم جہاں کہیں ہو اپنے چہرے اُسی کی طرف رکھو۔) پس دنیا بھر کے لوگوں کو قبلہ کی جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کافی ہے، عین کعبہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔

{حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں}

١٣٣۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (عَنِ الْاَسْوَدِ.ن)،أَنَّ النَّبِيَّ ﷺقَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مُرِيْ أَبَابَكْر اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَرْسَلَتْ، فَقَالَ: قُوْلِيْ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ رَقِيْقٌ،مَتٰى أَقُوْمُ مَقَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِﷺيَشُقُّ عَلَيَّ،فَقُوْلِيْ لَهُ يَأْمُرُ عُمَرَ،فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مُرِيْ أَبَابَكْر يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ،فَأَرْسَلَتْ اِلَيْهِ، فَأَرْسَلَ اِلَيْهَا أَنْ أَغْنُوْنِيْ أَنْتِ وَحَفْصَةُ وَقُوْلاَ لَهُ: اِنَّ اَبَابَكْر رَقِيْقٌ،فَمَرَّ عُمَرُفَقَالَ: اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرِيْ اَبَابَكْر!! قَالَ: وَاُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ،فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺمِنْ نَّفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ اِلَى الصَّلاَةِ بَيْنَ اثْنَيْنِ،فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: اِنَّكَ لاَ تَسْتَطِيْعُ اَوْ تَشُقُّ عَلٰى نَفْسِكَ؛قَالَ: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلاَةِ، حَتّٰى دَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَ اَبُوْبَكْرحِسَّ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ،فَأَوْمَأَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ: ان مَكَانَكَ، فَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ اَبُوْبَكْر عَنْ يَّمِيْنِهِ،فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَبَّرَ اَبُوْبَكْر وَكَبَّرَ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِ اَبِيْ بَكْر، فَكَانَ اَبُوْبَكْر يُصَلِّيْ بِصَلاَةِ النَّبِيِّ ﷺ،وَيُصَلِّي النَّاسُ بِصَلاَةِ اَبِيْ بَكْر.

اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب نبی ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک دن) نبی ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھیج دیا (کہ نبی ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)، انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ میرے والد بہت بوڑھے اور نرم دل

ہیں، جب میں رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوں گا (اور آپ ﷺ کو ان کی جگہ پر نہ پاؤں گا) تو مجھ پر رقت طاری ہو جائے گی۔ اس لئے تم نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو نبی ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا (کہ آپ ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ تم اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اکٹھے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں لہٰذا آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم (عورتیں) تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" راوی کا بیان ہے کہ جب نماز کھڑی ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس فرمائی تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر (مسجد میں) تشریف لے جانے لگے تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے یا عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو تکلیف ہوگی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، آپ ﷺ جب دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اشارہ کے ذریعے پیچھے ہٹنے سے منع فرمادیا اور (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں) بیٹھ گئے، اب نبی ﷺ تکبیر کہتے اور (نبی ﷺ کی تکبیر پر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۲۹، صحیح البخاری: ۶۸۷، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن النسائی: ۸۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۰۷۹، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۰۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۱۳، سنن الدارمی: ۱۲۹۲، المنتقی لابن الجارود: ۱۳، صحیح ابن خزیمۃ: ۲۵۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۶۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۱۱۶

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند البخاری ومسلم والنسائی وغیرھم)

فوائد ومسائل:

۱۔ یہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی ﷺ نے صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کبری (خلافت) کے منصب پر فائز کیا۔

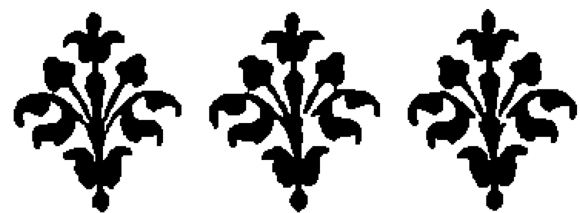
۳۔ امہات المؤمنین کے اصرار کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں فرمایا، اس لیے قائد کو چاہیے کہ جو فیصلہ اسے دلائل کی روشنی میں بہتر اور صحیح محسوس ہو، اس پر پختگی سے قائم رہے، اپنے ساتھیوں کے اصرار سے فیصلہ تبدیل نہ کرے۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کو سہارا دے کر مسجد لانے والوں کی بابت مختلف روایتوں میں مختلف نام مذکور ہیں سنن ابن ماجہ (۱۲۳۴) وغیرہ کی ایک روایت میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک آدمی کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری (۶۸۷) کی روایت میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

ان دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ ان کے درمیان اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور نامعلوم آدمی آپ ﷺ کو گھر سے مسجد تک اور اس سے آگے نماز کی جگہ تک حضرت، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے یا پھر دو الگ الگ واقعات پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (فتح الباری: ۲/۲۰۱، حدیث: ۶۶۵)

۵۔ ''لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے'' مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں کھڑے تھے، اس لیے حضور اکرم ﷺ جو فعل کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے دوسری مقتدی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ لہٰذا جن احادیث میں آیا ہے کہ ''جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۱۴۲) وہ احادیث منسوخ ہیں اور مذکورہ حدیث ان کے لیے ناسخ ہے۔



۷۔ بَابُ الْاَذَانِ
اذان کے احکام ومسائل

{اذان کے متعلقہ سیدنا بریدہؓ کی مفصل حدیث}

۱۳۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰهُ حَزِیْنًا، قَالَ: وَکَانَ الرَّجُلُ ذَا طَعَامٍ یُجْتَمَعُ اِلَیْهِ، قَالَ: فَانْطَلَقَ حَزِیْناً لِمَا رَأٰی مِنْ حُزْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَتَرَكَ طَعَامَهُ وَمَا کَانَ یَجْتَمِعُ اِلَیْهِ، وَدَخَلَ مَسْجِدَهُ یُصَلِّیْ، فَبَیْنَاهُوَ کَذٰلِكَ اِذْنَعَسَ فَأَتَاهُ اٰتٍ فِیْ النَّوْمِ، فَقَالَ: هَلْ عَلِمْتَ مَاحَزَنَ نَفْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؛ قَالَ لَا، قَالَ: فَهُوَ لِهٰذَا النَّاقُوْسِ، قَالَ: فَأْتِهِ فَأْمُرْهُ اَنْ یَّأْمُرَ بِلَالاً أَنْ یُّؤَذِّنَ، قَالَ: فَعَلَّمَهُ الأَذَانَ: اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مَرَّتَیْنِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَیْنِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ مَرَّتَیْنِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ مَرَّتَیْنِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ، وَعَلَّمَهُ الْاِقَامَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ فِیْ آخِرِ ذٰلِكَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، کَأَذَانِ النَّاسِ وَاِقَامَتِهِمْ۔ قَالَ: فَذَهَبَ الْاَنْصَارِیُّ وَقَعَدَ عَلٰی بَابِ النَّبِیِّ ﷺ، فَمَرَّ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: اُسْتَأْذِنْ لِیْ۔ فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَقَدْ رَأٰی مِثْلَ ذٰلِكَ، فَأَخْبَرَ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ لِلْاَنْصَارِیِّ، فَدَخَلَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِیْ رَأٰی، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: قَدْ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَکْرٍ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ بِلَالاً یُؤَذِّنُ بِذٰلِكَ۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھا، اس انصاری کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھتا تو اس کے پاس ایک مجمع لگ جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھ کر وہ بھی غمگین ہو کر چلا گیا، اور کھانا بھی چھوڑ دیا اور وہ مجمع بھی جو اس کے پاس لگا کرتا تھا، اور مسجد جا کر نماز پڑھنے لگے۔ وہ اسی حال میں تھا کہ اسے اونگھ آ گئی، خواب میں اس کے پاس

ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے غمگین ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! اس نے کہا دراصل وہ اس اذان کے معاملے میں متفکر ہیں اس لیے ان کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیں، پھر اس نے خواب ہی میں اذان کے یہ کلمات سکھا دیے۔ (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ) ''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔'' دو مرتبہ۔ (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' دو مرتبہ۔ (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهُ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' دو مرتبہ۔ (حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ) ''نماز کیلئے آؤ۔'' دو مرتبہ۔ (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) ''کامیابی کے لیے آؤ۔'' دو مرتبہ۔ (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَاۤ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ) ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔'' اس کے بعد اسے اقامت کے کلمات بھی اسی طرح سکھائے اور کہا کہ البتہ اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد یوں کہنا: (قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ) یہ اذان اور اقامت کے وہی کلمات ہیں جو لوگوں میں آج تک رائج ہیں، بہر حال جب وہ انصاری اپنے خواب سے بیدار ہوا تو نبی ﷺ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً وہاں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو انصاریؓ نے کہا کہ میرے لیے بھی اجازت لیجیے گا، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے مطلع کر کے انصاریؓ کے لیے اجازت مانگی، چنانچہ انصاریؓ نے اندر آ کر خواب کا سارا واقعہ سنایا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ ابوبکر نے بھی ہمیں ایسا ہی خواب سنایا ہے۔'' پھر نبی ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی طرح اذان دینے کا حکم دیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور خواب دیکھنے والے یہ انصاری صحابی سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

۱۔ امام ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲، تہذیب الکمال: ۴۰۱۸)

۲۔ امام سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۶۰۴، تہذیب الکمال: ۲۴۹۵)

فائدہ:

اذان کی ابتداء، ترجیع اور غیر ترجیع، اذان و اقامت کے کلمات دوہرے ہیں یا اکہرے؟ اس سلسلے میں متعدد احادیث مروی ہیں، ہم اس سلسلے کی جملہ احادیث تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْماً فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْساً مِّثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ بُوْقاً مِّثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوَلاَ تَبْعَثُوْنَ رَجُلاً يُّنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بَلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۲۳)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ اکٹھے ہوتے اور نماز کے وقت کا اندازہ لگاتے تھے۔ نماز کیلئے بلایا نہیں جاتا تھا۔ تو ایک دن انہوں نے اس مسئلے کے بارے میں بات چیت کی۔ چنانچہ کسی نے کہا: عیسائیوں جیسا ناقوس (گھنٹہ) بنالو۔ کسی نے کہا: بلکہ یہودیوں جیسا نرسنگا بنالو۔ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم (نماز کے وقت) کوئی آدمی (گلیوں میں) کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال! اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔'' اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۴، صحیح مسلم: ۳۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۶۳۵۷، سنن الترمذی: ۱۹۰، سنن النسائی: ۶۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱، مسند السراج: ۳۵، مستخرج ابی عوانہ: ۹۴۶، سنن الدارقطنی: ۹۱۱، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۳۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۰۰، مشکاۃ المصابیح: ۶۴۹۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

"حدثنا محمود بن غیلان، قال: حدثنا عبدالرزاق، قال: اخبرنا ابن جریج، قال: اخبرنی نافع، ان ابن عمر.....الخ" (صحیح البخاری: ۶۰۴)

فوائد ومسائل:

(۱) جس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تھے۔

(۲) پہلی دو تجویزوں کو قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس میں غیر مسلموں سے مشابہت تھی جبکہ دینی امور میں غیر مسلموں سے مشابہت درست نہیں۔

(۳) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کا حکم دینا اذان کی مشروعیت سے پہلے کی بات ہے۔ وہ گلیوں میں (الصلاۃ جامعۃ) ''نماز تیار ہے۔'' کی آواز دیتے تھے۔ بعد میں سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں اذان دکھائی گئی تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے پر مقرر کیا گیا۔ یہ بعد کی بات ہے۔ اگر اس اعلان سے اذان مراد ہو تو یہ روایت مختصر ہوگی جس میں اس سے قبل کافی عبارت محذوف ہے مگر یہ بظاہر بعید توجیہ ہے، پہلی بات درست ہے۔

(۴) دیگر بعض احادیث میں آگ کی تجویز کا بھی ذکر ہے مگر اسے بھی رد کر دیا گیا کیونکہ یہ مجوس کا مذہبی نشان ہے، اور پھر آگ

ہر وقت نظر بھی نہیں آتی اور بارش وغیرہ میں اسے جلانا بھی انتہائی مشکل کام ہے۔

(۵) اذان کھڑے ہو کر دینا مشروع ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ذَکَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَکَرُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَۃَ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۲۲۴)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ (جلانے) اور گھنٹی کا ذکر کیا تو یہود و نصاریٰ (کے طریقوں) کا (بھی) ذکر کیا۔ پس (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۳، صحیح مسلم: ۳۷۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۲۰۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۰۱، سنن الدارمی: ۱۲۳۰، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، سنن ابی داود: ۵۰۸، سنن الترمذی: ۱۹۳، سنن النسائی: ۶۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۷۹۲، المنتقی لابن الجارود: ۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۶، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۴، مسند السراج: ۳۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمران بن میسرة، حدثنا عبدالوارث، حدثنا خالد الحذاء، عن ابی قلابة، عن انس بن مالك... الخ" (صحیح البخاری: ۶۰۳)

فوائد و مسائل:

جن احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علماء احناف کی تین آراء پائی جاتی ہیں:

(۱) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے، نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی دو، دو دفعہ کہا کرتے تھے جیسا کہ آگے احادیث آ رہی ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ لکھتے ہیں کہ:

ثم ثبت هو من بعد على التثنية فی الاقامة بتواتر الآثار فی ذلك فعلم ان ذلك هو ما امر به۔ (شرح معانی الآثار: ۸۳۵)

پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مستقل عمل اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہنے کا رہا جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے شوکانی نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۴۔ باب صفۃ الاذان۔۔۔)

جبکہ نواب صدیق حسن خان اور ان کے صاحبزادے نورالحسن نے تسلیم کیا ہے کہ اصولی طور پر اقامت کے الفاظ دوہرے کہنا راجح ہے۔ (ملخصاً: الروضۃ الندیۃ ۱/۷۹، عرف الجادی: ص ۲۵)

(۲) اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اقامت ایک، ایک بار کہنے والی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اقامت ایک، ایک بار کہنا بھی جائز ہے تاہم دوسری متواتر حدیث کے پیش نظر مسنون وافضل یہی ہے کہ اقامت کے کلمات دو، دو دفعہ کہے جائیں۔

(۳) اور ایک گروہ نے تطبیق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن احادیث میں اقامت میں ایتار کا بیان ہے ان میں ایتار اقامت سے ایتار الکلمات نہیں بلکہ ایتار الصوت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اقامت میں ایک قسم کے دوکلموں کو ملا کر ایک ہی سانس میں ادا کرنا اور اس کو حدرًا پڑھنا مراد ہے بخلاف اذان کے کہ اس میں ترسیل ہے یعنی ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو علیحدہ سانس لیکر ادا کرنا۔ اس توجیہ سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِرَبِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَّجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوْساً فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ يَاعَبْدَاللّٰهِ اَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ فَقَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَذَكَرَ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ قَالَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَآئَهٗ يَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا اَرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۲۲۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس سے ایک آدمی گزر رہا ہے، ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس سے لوگوں کو نماز کیلئے بلائیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو اس سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: تم یوں کہا کرو: اللہ اکبر، اللہ اکبر، پھر اس نے اذان واقامت کو ذکر کیا۔ (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا آپ کو بتلایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان

شاء اللہ سچا خواب ہے۔تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اسے وہ کلمات بتاتے جاؤ جو تم نے دیکھے ہیں۔وہ اذان کہے گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز والا ہے۔'' چنانچہ میں بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور انہیں وہ الفاظ بتاتا گیا اور وہ اذان کہتے گئے۔(حضرت سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے،انہوں نے اسے سنا تو (جلدی سے) چادر گھسیٹتے ہوئے آئے،کہنے لگے:قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اے اللہ کے رسول!میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے جیسے کہ اسے دکھایا گیا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تعریف اللہ ہی کیلئے ہے۔'' اسے (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) اور (امام) احمد (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود:۴۹۹،مسند الامام احمد بن حنبل:۱۶۴۷۷،سنن ابن ماجہ:۷۰۶،سنن ابی داود:۴۹۹،المنتقی لابن الجارود:۱۵۸،مختصر الاحکام للطوسی:۱۷۳،صحیح ابن حبان:۱۶۷۹،السنن الکبری للبیہقی:۱۸۳۵،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۲۳،الاحادیث المختارۃ:۳۴۴۔

اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن منصور الطوسی، حدثنا یعقوب، حدثنا ابی، عن محمد بن اسحاق، حدثنی محمد بن ابراهیم بن الحارث التیمی، عن محمد بن عبدالله بن زید بن عبدربه، قال: حدثنی ابی عبدالله بن زید.....الخ (سنن ابی داود:۴۹۹)

اس روایت کا ابتدائی متن (کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے) اور اقامت ایک،ایک بار کہنے والا متن بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اسے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہے جو کہ حالت انفراد میں قابل اعتماد نہیں۔اور پھر اس کا ابتدائی بیان اور اقامت والا بیان بظاہر احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنانے کا حکم دیا تھا جبکہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ نصاری کی چیز ہے''۔اسی طرح اس میں اقامت ایک،ایک بار کہنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث صحیحہ میں اقامت دو،دو دفعہ کہنے کا ذکر ہے،تاہم اس میں نقل کردہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاَذَانَ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً

ارَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا ارَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَاَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ بِتَثْنِيَةِ التَّكْبِيْرِ. (آثار السنن: ۲۲۶)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے اذان سکھلائی اور فرمایا: (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر) ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔'' (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا ارَّسُوْلُ اللّٰهِ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' پھر دوبارہ کہے: (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' (حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة) ''نماز کیلئے آؤ، نماز کیلئے آؤ۔'' (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاح) ''کامیابی کے لیے آؤ، کامیابی کے لیے آؤ۔'' (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔'' (امام) نسائی (رحمہ اللہ)، (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے اسے ''اللہ اکبر'' دو دفعہ کہنے کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۶۳۱، سنن ابن ماجہ: ۷۰۸، سنن ابی داود: ۵۰۲، صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن الترمذی: ۱۹۱، ال آحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۷۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۷۶، سنن الدارمی: ۱۲۳۲، صحیح ابن خزیمہ: ۳۷۷، مسند السراج: ۴۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال: انبأنا معاذ بن هشام قال: حدثني ابي، عن عامر الاحول، عن مكحول، عن عبدالله بن محيريز، عن ابي محذورة....الخ (سنن النسائي: ٦٣١)

فوائد و مسائل:

(۱) اس مقام پر اس حدیث کو مختصر نقل کیا گیا ہے تاہم دیگر روایات و کتب احادیث میں اسے قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جن میں یہ وضاحت بھی آتی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے، سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل دیئے تھے) خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ہی ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہوگئی، نماز کا وقت ہو جانے پر حضورِ مکرم ﷺ کے مؤذن نے اذان دی، ہم سب اس اذان سے منکر اور متنفر تھے، اس لئے ہم سب ساتھی مذاق اور تمسخر کے طور پر اذان کی نقل کرنے لگے اور میں نے بالکل مؤذن ہی کی طرح خوب بلند آواز سے نقل کرنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو آواز پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ہم سب کو بلوا بھیجا، ہمیں لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ تم میں وہ کون ہے جس کی آواز بلند تھی؟ (سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میرے سب ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور بات سچی بھی تھی، حضور ﷺ نے میرے باقی ساتھیوں کو تو چھوڑنے کا حکم دے دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر پھر اذان کہو، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ نے جس اذان دینے کا حکم دیا تھا، اس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض میرے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی، یعنی میرا دل معاذ اللہ آپ ﷺ کی نفرت اور بغض سے بھرا سے بھرا ہوا تھا، لیکن میں اپنے گمان کے مطابق مجبور اور بے بس تھا، اس لئے ناچار حکم کی تعمیل کیلئے کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود اذان سکھلانی شروع کی، جب میں اذان ختم کر چکا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں چاندی تھی اور میرے سر کے اگلے حصے پر آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک رکھا اور پھر آپ ﷺ نے دستِ مبارک میرے چہرہ پر اور پھر میرے سامنے کے حصہ پر پھیرا اور یوں دعا دی: "بارك الله فيك وبارك الله عليك۔" حضور ﷺ کی اس دعا اور دستِ مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفر کی وہ لعنت دور ہوگئی اور ایمان اور محبت کی دولت مجھے نصیب ہوگئی، اور میں نے عرض کیا کہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا مؤذن بنا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ! اب ہم تمہیں حکم دیتے ہیں، اب مسجد حرام میں تم اذان دیا کرو۔

(۲) اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ صراحت بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے (ناصیہ) پر جہاں دستِ مبارک رکھا تھا، وہ وہاں کے اپنے بالوں کو کبھی کٹواتے نہیں تھے، بعض شارحین کا کہنا ہے کہ جیسے بال نہ کٹوانا ان کی عاشقانہ ادا تھی، اسی طرح ترجیع (یعنی شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا) بھی ان کی عاشقانہ ادا تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا علم تھا لیکن آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے اذان میں ترجیع بھی جائز ہے۔ مگر ترجیع سنتِ جاریہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اذان عموماً ترجیع کے بغیر ہی ہوتی تھی اور اکثر احادیث اذان ترجیع کے بغیر مروی ہیں جن میں سے بعض

آگے آ رہی ہیں، خود سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث میں بغیر ترجیع جفت اذان واقامت مروی ہے۔(دیکھئے:المسند المستخرج علی صحیح مسلم:ح ۸۳۵)

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۲۲۰)

☆☆(حضرت سیدنا) ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے انہیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔اسے (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۹۲، صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داود: ۵۰۲، سنن النسائی: ۶۳۰، شرح معانی الآثار: ۸۰۶، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۸۱، المنتقی لابن الجارود: ۱۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۷۲۸۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ قال: حدثنا همام، عن عامر الاحول، عن مکحول، عن عبداللہ بن محیریز، عن ابی محذورة......الخ (سنن الترمذی: ۱۹۲)

فوائد ومسائل:

(۱) اذان میں ترجیع ہو تو اس کے کلمات انیس بنتے ہیں اور ترجیع نہ ہو تو پندرہ بنتے ہیں، اس حدیث کی بناء پر اذان کو انیس کلمات یعنی ترجیع کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث وآثار کے پیش نظر سنتِ جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر یعنی پندرہ کلمات کے ساتھ کہی جائے۔حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں چار مؤذن تھے:

(۱) مکہ مکرمہ میں سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ۔

(۲،۳) مدینہ منورہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔

(۴) قباء میں سیدنا سعد قرظی رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب حضرات اذان کے کلمات پندرہ کہا کرتے تھے اور سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث پندرہ کلمات کے ساتھ مروی ہے۔(دیکھئے: المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۸۳۵)

(۲)" قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ " کے اضافے سے اقامت کے کلمات سترہ بن جاتے ہیں اور اقامت کے کلمات کو بھی دو دفعہ کہنا ہی سنت جاریہ ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن:۲۲۸)

☆☆ (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن نے (اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ) کہ، تم میں سے بھی جس کسی نے (اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ) کہا، پھر مؤذن نے (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ) کہا: اس نے بھی (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ) کہا، پھر مؤذن نے (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کہا، اس نے بھی (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کہا، پھر مؤذن نے (حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ) کہا اور اس نے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ) کہا (برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہے)، پھر مؤذن نے (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کہا، اور اس نے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ) کہا، پھر مؤذن نے (اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ) کہا، اس نے بھی (اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ) کہا، پھر مؤذن نے (لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ) اور اس نے بھی (لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ) (صدقِ) دل سے کہا تو جنت میں داخل ہو گیا۔ اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۸۵، سنن ابی داود: ۵۲۷، مسند البزار: ۲۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴۱۷، مستخرج ابی عوانہ: ۹۹۳، شرح معانی الآثار: ۸۸۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۸۴۳، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۴۷، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۲۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۹۴۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثني إسحاق بن منصور، أخبرنا أبو جعفر محمد بن جهضم الثقفي، حدثنا إسماعيل بن جعفر، عن عمارة بن غزية، عن خبيب بن عبد الرحمن بن إساف، عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، عن أبيه، عن جده عمر بن الخطاب......الخ" (صحيح مسلم: ۳۸۵)

فوائد و مسائل:

(۱) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے کسی طریق کے متن میں بھی ترجیع (یعنی شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنے اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنے) کا ذکر نہیں ہے اور دیگر متعدد احادیث میں یہ مضمون صراحت

کے ساتھ آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اذان ''مثنیٰ مثنیٰ'' یعنی دوہرے کلمات کے ساتھ ہوتی تھی۔اذان مثنیٰ مثنیٰ تب ہی بنتی ہے جب ترجیع نہ ہو ترجیع کی صورت میں اذان کا بڑا حصہ یعنی شہادتین مثنیٰ مثنیٰ نہیں رہتا بلکہ ''اربع مرات'' بن جاتا ہے۔لہٰذا سنتِ جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر ہو۔

(۲) مؤذن کے کلمات کو اسی طرح دہرا کر جواب دینا مستحب ہے، تاہم حیعلتین کے جواب میں (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ) پڑھا جائے گا۔

(۳) اذان دو حیثیتوں کی جامع ہے، ایک یہ کہ وہ نماز باجماعت کا اعلان اور بلاوا ہے دوسرے یہ کہ وہ ایمان کی دعوت و پکار اور دین حق کا منشور ہے۔پہلی حیثیت سے اذان سننے والے اور ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز میں شرکت کیلئے تیار ہو جائے اور ایسے وقت مسجد میں پہنچ جائے کہ جماعت میں شریک ہو سکے۔اور دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جزو اور ہر کلمے کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اور اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمان عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا جواب دینے کی اور اس کے بعد دعا میں پھر کلمہ شہادت پڑھنے کی اپنے ارشادات میں جو تعلیم و ترغیب دی ہے اس کی خاص حکمت یہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَدْ هَمَّ بِالْبُوْقِ وَاَمَرَ بِالنَّاقُوْسِ فَنُحِتَ فَأُرِيَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقُلْتُ لَهُ يَا عَبْدَاللّٰہِ تَبِيْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قُلْتُ اُنَادِيْ بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ قُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا رَاٰى قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَاٰى رُؤْيَا فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ اِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِيْ بِهَا قَالَ فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ رَاٰى۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبُخَارِيُّ فِيْمَا حَكَاهُ عَنْهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الْعِلَلِ۔ (آثار السنن: ۲۲۹)

☆☆ حضرت سیدنا) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نرسنگا بجوانے کا ارادہ فرمایا، اور ناقوس (کی تیاری) کا حکم دیا تو وہ تراش لیا گیا۔ (اس کے بعد) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے (خواب میں) دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ایک مرد نظر آیا، وہ ناقوس اٹھائے ہوا تھا۔ میں نے اسے (خواب میں) کہا: اللہ کے بندے! ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا: آپ اس کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ نماز کا اعلان کروں گا۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ یوں کہیں: (اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ) ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔'' (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ، اَشْھَدُ اَنْ لآَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔'' (حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ) ''نماز کیلئے آؤ، نماز کیلئے آؤ۔'' (حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ) ''کامیابی کے لیے آؤ، کامیابی کے لیے آؤ۔'' (اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ) ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔'' (حضرت) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (بیدار ہوئے تو گھر سے) نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نظر آیا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کے پاس ناقوس تھا۔ (اس طرح) پوری بات بتائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے۔'' (پھر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا:) ''تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور انہیں یہ الفاظ بتلاؤ۔ اور بلال (رضی اللہ عنہ) (ان الفاظ کے ساتھ بلند آواز سے) اعلان کردیں کیونکہ تمہاری نسبت ان کی آواز بلند ہے۔'' میں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں انہیں (اذان کے الفاظ) بتاتا گیا اور وہ (اس کے مطابق) اذان کہتے گئے۔ (حضرت) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اذان کی) آواز سنی تو وہ بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! قسم ہے اس اللہ کی مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے جیسا انہیں (عبداللہ رضی اللہ عنہ کو) آیا ہے۔ اسے (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ)، (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) اور (امام) احمد (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔ اور (امام) ترمذی (رحمہ اللہ)، ابن خزیمہ (رحمہ اللہ) اور بخاری (رحمہ اللہ) نے ''جیسا کہ (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے کتاب العلل میں بخاری سے نقل کیا ہے۔'' اسے صحیح قرار دیا ہے

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۷۰۶، سنن ابی داود: ۴۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۴۷۷، سنن ابی داود: ۴۹۹، المنتقی لابن

الجارود: ۱۵۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۳۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۲۳، الاحادیث المختارۃ: ۳۴۴۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو عبید، محمد بن عبید بن میمون :حدثنا محمد ابن سلمۃ الحرانی : حدثنا محمد بن اسحاق: حدثنا محمد بن ابراھیم التیمی ،عن محمد بن عبداللہ بن زید، عن ابیہ.......الخ

(سنن ابن ماجۃ: ۷۰۶)

اس روایت کا ابتدائی متن (کہ نبی کریم ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے) اور اقامت ایک، ایک بار کہنے والا متن بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اسے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہے جو کہ حالت انفراد میں قابل اعتماد نہیں۔ اور پھر اس کا ابتدائی بیان اور اقامت والا بیان بظاہر احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنانے کا حکم دیا تھا جبکہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ نصاریٰ کی چیز ہے"۔ اسی طرح اس میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث صحیحہ میں اقامت دو، دو دفعہ کہنے کا ذکر ہے، تاہم اس میں نقل کردہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

فائدہ:

اگرچہ اس حدیث کا ابتدائی متن بلحاظ سند ضعیف ہے۔ مگر اس میں بیان شدہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی احادیث اس باب میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہیں ان کی احادیث میں اذان ترجیع کے بغیر پندرہ کلمات کے ساتھ ہی منقول ہے ان کی احادیث کے کسی طریق کے متن میں بھی ترجیع نہیں ہے۔ (فیما اعلم)۔ لہٰذا سنتِ جاریہ عدم ترجیع ہی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ بَعْضُهُمْ اِلَّا الْاِقَامَةَ. (آثار السنن: ۲۳۰)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں۔ اسے جماعت نے روایت کیا ہے اور بعض نے " الا الاقامۃ " کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۳، صحیح مسلم: ۸۷۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۲۰۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۰۱، سنن الدارمی: ۱۲۳۰، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، سنن ابی داود: ۵۰۸، سنن الترمذی: ۱۹۳، سنن النسائی: ۶۲۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۷۹۲، المنتقی لابن الجارود: ۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۶، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۴، مسند السراج: ۳۶۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمران بن میسرۃ، حدثنا عبدالوارث، حدثنا خالد الحذاء، عن ابی قلابۃ، عن انس بن مالک۔۔۔۔الخ"(صحیح البخاری: ۶۰۳)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اِنَّمَا کَانَ الْاَذَانُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَالْاِقَامَۃُ مَرَّۃً مَّرَّۃً غَیْرَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔(آثار السنن: ۲۳۱)

☆☆(حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان دو، دو بار ہوتی اور اقامت ایک ایک بار ہوتی تھی سوائے اس کے کہ وہ کہتے "قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔"

اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ)، (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) اور (امام) نسائی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۵۶۹، سنن ابی داود: ۵۱۰، سنن النسائی: ۶۲۸-۶۶۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۷۴، شرح معانی الآثار: ۸۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۴، سنن الدارقطنی: ۹۱۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۰۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۶۰، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۰۵۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبۃ، سمعت ابا جعفر، یحدث عن مسلم ابی المثنیٰ، عن ابن عمر۔۔۔۔۔الخ"(سنن ابی داود: ۵۱۰)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ طَافَ بِیْ وَاَنَا نَائِمٌ رَّجُلٌ فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَذَکَرَ الْاَذَانَ بِتَرْبِیْعِ التَّکْبِیْرِ بِغَیْرِ تَرْجِیْعٍ وَّالْاِقَامَۃَ فُرَادٰی اِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ

وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۲۳۲)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عالم خواب میں ایک شخص نے میرے پاس چکر لگایا اوراس نے کہاتم اس طرح کہو: اللہ اکبر پھراس نے اذان کا ذکر کیا۔ چار بار تکبیر کے ساتھ بغیر ترجیع کے اورا قامت ایک ایک بار سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۴۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۴۷۷، سنن ابن ماجہ: ۷۰۶، سنن ابی داود: ۴۹۹، المنتقی لابن الجارود: ۱۵۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۹، السنن الکبری للبیہقی: ۱۸۳۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۲۳، الاحادیث المختارۃ: ۳۴۴۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن منصور الطوسی، حدثنا یعقوب، حدثنا ابی، عن محمد بن اسحاق، حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی، عن محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ، قال: حدثنی ابی عبداللہ بن زید۔۔۔۔ الخ (سنن ابی داود: ۴۹۹)

اس روایت کا ابتدائی متن (کہ نبی کریم ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے) اور اقامت ایک، ایک بار کہنے والا متن بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اسے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہے جو کہ حالت انفراد میں قابل اعتماد نہیں۔ اور پھر اس کا ابتدائی بیان اور اقامت والا بیان بظاہر احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنانے کا حکم دیا تھا جبکہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ نصاریٰ کی چیز ہے''۔ اسی طرح اس میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث صحیحہ میں اقامت دو، دو دفعہ کہنے کا ذکر ہے، تاہم اس میں نقل کردہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

فائدہ:

جن احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علماء احناف کی تین آراء پائی جاتی ہیں:

(۱)۔۔۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے، نبی ﷺ کی وفات

کے بعد بھی دو، دو دفعہ کہا کرتے تھے جیسا کہ آگے احادیث آ رہی ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان واقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ لکھتے ہیں کہ:

ثم ثبت هو من بعد على التثنية في الاقامة بتواتر الآثار في ذلك فعلم ان ذلك هو ما امر به. (شرح معانی الآثار: ۸۳۵)

پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مستقل عمل اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہنے کا رہا جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

شوکانی غیر مقلد نے بھی سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۴۔ باب صفة الاذان۔۔۔) جبکہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد اور ان کے صاحبزادے نور الحسن غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ اصولی طور پر اقامت کے الفاظ دوہرے کہنا راجح ہے۔ (ملخصاً: الروضۃ الندیۃ ۱/۹۷، عرف الجادی: ص ۲۵)

(۲)۔۔۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اقامت ایک، ایک بار کہنے والی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اقامت ایک، ایک بار کہنا بھی جائز ہے تاہم دوسری متواتر حدیث کے پیش نظر مسنون وافضل یہی ہے کہ اقامت کے کلمات دو، دو دفعہ کہے جائیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ رائے زیادہ مناسب ہے۔

(۳)۔۔۔ اور ایک گروہ نے تطبیق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن احادیث میں اقامت میں ایتار کا بیان ہے ان میں ایتار اقامت سے ایتار الکلمات نہیں بلکہ ایتار الصوت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اقامت میں ایک قسم کے دو کلموں کو ملا کر ایک ہی سانس میں ادا کرنا اور اس کو حدراً پڑھنا مراد ہے بخلاف اذان کے کہ اس میں ترسیل ہے یعنی ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو علیحدہ سانس لیکر ادا کرنا۔ اس توجیہ سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ زَیْدِ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ رَجُلًا قَامَ وَعَلَیْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلٰی جِذْمَةِ حَآئِطٍ فَاَذَّنَ مَثْنٰی وَاَقَامَ مَثْنٰی. رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ.

(آثار السنن: ۲۳۳)

☆☆ (تابعی کبیر) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ: عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص ہے جو سبز رنگ کی دو چادریں اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ دیوار پر کھڑا ہو گیا اور اس نے دو، دو مرتبہ اذان کے کلمات کہے اور دو، دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہے۔ اسے

(امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۱۹۳۹، شرح معانی الآثار: ۸۲۴۔۸۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۱۷۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۷۵، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۳۶۹، الاوسط لابن المنذر: ۱۱۷۹، المحلی بالآثار: ج ۲ ص ۱۹۱۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
"نا وکیع، قال: نا الاعمش، عن عمرو بن مرۃ، عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، قال: حدثنا اصحاب رسول اللہ ﷺ، ان عبداللہ بن زید..... الخ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)
یہ حدیث بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، چنانچہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ م ۷۰۲ھ اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ م ۷۹۵ھ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:
"ھٰذا رجال الصحیحین ومتصل علی مذھب الجماعۃ فی عدالۃ الصحابۃ، وان جھالۃ اسماء ھم لتضر۔" (نصب الرایۃ: ۱/۲۶۷، فتح الباری لابن رجب: ۳/۴۰۷)
اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور اس کی سند محدثین کی جماعت کے نزدیک متصل ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں اور ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔
حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ اور ناصر الدین البانی غیر مقلد م ۱۴۲۰ھ نے بھی صراحت کی ہے کہ:
"اس حدیث کی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔" (دیکھئے: محلیٰ ۳/ ۹۸، احکام الاذان والاقامۃ: ص ۸۵)
اس حدیث میں امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ نے امام اعمش رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۱۷۰، شرح معانی الآثار: ۱/ ۹۳، احکام الاذان والاقامۃ للالبانی: ۵۱) اور پھر اس حدیث کے متعدد صحیح شواہدات بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) مذکورہ بالا حدیث اور اس طرح کی دیگر کئی احادیث صحیحہ میں جفت اذان اور جفت اقامت کا ذکر ہے لیکن ان احادیث میں یہ مذکور نہیں کہ اذان میں ترجیع (شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا) بھی ہے۔ ویسے بھی اذان جفت تب ہی بنتی ہیں جب ترجیع نہ ہو ترجیع کی صورت میں اذان کا بڑا حصہ یعنی شہادتین مثنیٰ مثنیٰ نہیں رہتا بلکہ "اربع مرات" بن جاتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کا یہ نظریہ باطل ہو جاتا ہے کہ جفت اقامت تب ہی مسنون ہے جب اذان میں ترجیع بھی ہو۔ اہلسنت والجماعت کے مخالفین مین سے ناصر الدین البانی م ۱۴۲۰ھ نے بھی

بڑی سختی سے اس نظریہ کا رد کیا ہے، اور یہ وضاحت کی ہے کہ حدیث کی رُو سے بغیر ترجیع اذان اور جفت اقامت بھی ثابت ہے۔(احکام الاذان والاقامۃ: ص ۸۷۔۸۸)

مزید برآں ناصر الدین البانی نے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے اس نظریہ کا بھی بڑی سختی سے رد کیا ہے کہ جفت اقامت منسوخ ہے۔(ایضاً)

(۲) جفت اذان واقامت مسنون وافضل ہے۔جن بعض احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے وہ احادیث جواز پر محمول ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰى فِي الْمَنَامِ الْاَذَانَ فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ عَلِّمْهُ بِلَالًا فَاَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَاَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَقَعَدَ قَعْدَةً. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆☆(تابعی کبیر) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) ہی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ (کلماتِ اذان) بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو، تو انہوں نے اذان دی اور جفت کلمات کہے، اور اقامت کہی تو بھی جفت کلمات کہے۔اور (دونوں کے درمیان) تھوڑی دیر بیٹھے۔اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

"حدثنا علی بن شیبۃ قال: ثنا یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری قال: ثنا الاعمش، عن عمرو بن مرۃ، عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قال: اخبرنی اصحاب محمد ﷺ، ان عبداللہ بن زید.....الخ"

(شرح معانی الآثار: ۸۲۴)

یہ حدیث بھی بلحاظ سند تغلیباً بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کے شیخ امام ابوالحسن علی بن شیبہ بن صلت بن عصفور سدوسی بصری رحمہ اللہ کو حافظ ابن قطلوبغا رحمہ اللہ نے ثقہ رواۃ میں ذکر کر کے امام مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ صدوق راوی ہیں۔(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۸۰۲۷)، اور امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے ان کی احادیث کو مستقیمہ یعنی درست قرار دیا ہے۔(تاریخ بغداد: ۶۲۸)

اور یحییٰ بن یحییٰ نیسابوری سے مراد امام ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر تمیمی حنظلی رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے "ثقہ" راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۶۹۴۳)

اوراس حدیث کی سند کے باقی رواۃ بھی بالاتفاق صحیحین کے ثقہ راوی ہیں۔لہٰذا یہ حدیث بھی بلاغبار صحیح وثابت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ الْعُمَیْسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهُ اُرِیَ الْاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی وَالْاِقَامَةُ مَثْنٰی مَثْنٰی قَالَ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ عَلِّمْهُنَّ بِلَالًا قَالَ فَتَقَدَّمْتُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اُقِیْمَ۔ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْخِلَافِیَاتِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِی الدِّرَایَةِ اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔(آثار السنن:۲۳۵)

☆☆عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں اذان دو،دومرتبہ کلمات کہنے کے ساتھ اور اقامت بھی دو،دومرتبہ کلمات کہنے کے ساتھ دکھائی گئی،عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس کی اطلاع دی،تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر (اقامت کے وقت) میں آگے بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے اقامت کہنے کا حکم دیا۔اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے خلافیات میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مختصر خلافیات بیہقی: ج ا ص ۵۰۵،نصب الرایہ: ج ا ص ۲۷۰،الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ا ص ۱۱۵،معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۴۱۵۷۔

وَعَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَذَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَکَانَ اَذَانُهٗ وَاِقَامَتُهٗ مَثْنٰی مَثْنٰی۔ رَوَاهُ اَبُوْ عَوَانَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ وَهُوَ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ۔ (اثار السنن:۲۳۶)

☆☆(سیدنا) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اذان سنی،آپ ﷺ کی اذان اور اقامت جفت،جفت کلمات تھی۔اسے (امام) ابوعوانہ (رحمہ اللہ) نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل قوی ہے۔

اسے امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمر بن شبة قال: ثنا عبدالصمد بن عبدالوارث قال: ثنا شعبة، عن المغيرة، عن الشعبي، عن عبدالله بن زيد الانصاري.....الخ"(مستخرج ابی عوانہ: ۹۶۵)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱)امام ابوزید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید بن رائطہ نمیری رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۲۵۵)

(۲) امام ابوسہل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات: ۱۰۰۳)

(۳) امام ابو بسطام شعبہ بن حجاج واسطی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ''ثقہ متقی'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ٦٦٥)

(۴) امام ابوہشام مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱٦۲۲)

(۵) امام ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

(٦) سیدنا ابومحمد عبداللہ بن زید بن عبدربہ بن ثعلبہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ (تقریب: ۳۳۴۲)

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ایک بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، خود فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا لقاء اور سماع ممکن ہے اور ان کا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سماع اور لقاء کا ممکن ہونا ہی اتصال سند کیلئے کافی ہے کیونکہ اصول حدیث کی روشنی میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان امکان لقاء اور امکان سماع ہی ضروری ہے ثبوتِ لقاء یا ثبوتِ سماع ضروری نہیں۔ لہٰذا اصول حدیث کی روشنی میں یہ حدیث صحیح ثابت و متصل ہے علامہ نیموی رحمہ اللہ کا اسے مرسل کہنا صحیح نہیں۔ اگر بفرض محال امام موصوف نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہ کیا ہو اور مرسل بھی ہو تو یہ حدیث مرسل معتضد شمار ہوگی کیونکہ دیگر احادیثِ صحیحہ متصلہ سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور مرسل معتضد سب کے نزدیک حجت ہے۔ اور امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی رحمہ اللہ م ۲٦۱ھ کے نزدیک تو امام شعبی رحمہ اللہ کی مراسیل مطلقاً صحیح ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

مرسل الشعبی صحیح، لا یرسل الا صحیحا صحیحا۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۷۵۱)
(امام) شعبی (رحمہ اللہ) کی مرسل صحیح ہے کیونکہ وہ صرف صحیح حدیث کا ہی ارسال کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشَرَةَ کَلِمَةً وَالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ کَلِمَةً۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۲۳۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔ اسے (امام) ترمذی (رحمہ اللہ)، (امام) نسائی (رحمہ اللہ) اور (امام) دارمی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۹۲، صحیح مسلم: ۷۹۳، سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داود: ۵۰۲، سنن النسائی: ٦۳۰، شرح معانی الآثار: ۸۰٦، صحیح ابن حبان: ۱٦۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۸۱، المنتقی لابن الجارود:

۱۶۲،المعجم الکبیر للطبرانی:۶۷۲۸۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے،امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ قال: حدثنا همام ،عن عامر الاحول ،عن مکحول ،عن عبداللہ بن محیریز ،عن ابی محذورة......الخ (سنن الترمذی: ۱۹۲)

فوائدومسائل:

(۱)اذان میں ترجیع ہوتو اس کے کلمات انیس بنتے ہیں اور ترجیع نہ ہوتو پندرہ بنتے ہیں،اس حدیث کی بناء پر اذان کو انیس کلمات یعنی ترجیع کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث وآثار کے پیش نظر سنت جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر یعنی پندرہ کلمات کے ساتھ کہی جائے۔حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چار مؤذن تھے:

(۱) مکہ مکرمہ میں سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ۔

(۲،۳)۔مدینہ منورہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔

(۴)۔قباء میں سیدنا سعد قرظی رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب حضرات اذان کے کلمات پندرہ کہا کرتے تھے اور سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث پندرہ کلمات کے ساتھ مروی ہے۔(دیکھئے:المسند المستخرج علی صحیح مسلم:۸۳۵)

(۲)" قد قامت الصلوٰة ،قد قامت الصلوٰة " کے اضافے سے اقامت کے کلمات سترہ بن جاتے ہیں اور اقامت کے کلمات کو بھی دو دفعہ کہنا ہی سنت جاریہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاَذَانَ تِسْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً وَّالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً اَلْاَذَانُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَذَكَرَهُ بِالتَّرْجِيْعِ مُفَسَّرًا قَالَ وَالْاِقَامَةُ سَبْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ. رواهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۲۳۸)

☆☆(سیدنا)ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اذان انیس کلمے اور اقامت سترہ کلمہ سکھائی۔اذان یہ ہے۔اللہ اکبر اللہ اکبر۔پھر انہوں نے ترجیع کے ساتھ اذان مفصل ذکر کی اور فرمایا اقامت سترہ کلمات۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اسے (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ) اور (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داود: ۵۰۲، سنن الترمذی: ۱۹۲، سنن النسائی: ۶۳۰، المنتقی لابن الجارود: ۱۶۲، شرح معانی الآثار: ۸۳۱، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۷۲۸، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۱۶۲، سنن الدارقطنی: ۹۰۹۔

اور صحیح و ثابت اور مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے ہے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال حدثنا عفان قال: حدثنا ھمام بن یحییٰ، عن عامر الاحول، ان مکحولا، حدثہ ان عبداللہ بن محیریز، حدثہ ان ابا محذورۃ، حدثہ قال...... الخ"

(سنن ابن ماجہ: ۷۰۹)

فوائد و مسائل:

(۱) اس مقام پر اس حدیث کو مختصر نقل کیا گیا ہے تاہم دیگر روایات و کتب احادیث میں اسے قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جن میں یہ وضاحت بھی آتی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے، سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل دیئے تھے) خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ہی ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہوگئی، نماز کا وقت ہو جانے پر حضورِ مکرم ﷺ کے مؤذن نے اذان دی، ہم سب اس اذان سے منکر اور متنفر تھے، اس لئے ہم سب ساتھی مذاق اور تمسخر کے طور پر اذان کی نقل کرنے لگے اور میں نے بالکل مؤذن ہی کی طرح خوب بلند آواز سے نقل کرنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو آواز پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ہم سب کو بلوا بھیجا، ہمیں لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ تم میں وہ کون ہے جس کی آواز بلند تھی؟ (سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میرے سب ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور بات سچی بھی تھی، حضور ﷺ نے میرے باقی ساتھیوں کو تو چھوڑنے کا حکم دے دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر پھر اذان کہو، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ نے جس اذان دینے کا حکم دیا تھا، اس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض میرے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی، یعنی میرا دل معاذ اللہ آپ ﷺ کی نفرت اور بغض سے بھرا سے بھرا ہوا تھا، لیکن میں اپنے گمان کے مطابق مجبور اور بے بس تھا، اس لئے ناچار حکم کی تعمیل کیلئے کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود اذان سکھلانی شروع کی، جب میں اذان ختم کر چکا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں چاندی تھی اور میرے سر کے اگلے حصے پر آپ

ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا اور پھر آپ ﷺ نے دستِ مبارک میرے چہرہ پر اور پھر میرے سامنے کے حصہ پر پھیرا اور یوں دعا دی: ''بارك الله فيك وبارك الله عليك۔'' حضور ﷺ کی اس دعا اور دستِ مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرکی وہ لعنت دور ہوگئی اور ایمان اور محبت کی دولت مجھے نصیب ہوگئی، اور میں نے عرض کیا کہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا مؤذن بنا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ! اب ہم تمہیں حکم دیتے ہیں، اب مسجد حرام میں تم اذان دیا کرو۔

(۲) اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ صراحت بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے (ناصیہ) پر جہاں دستِ مبارک رکھا تھا، وہ وہاں کے اپنے بالوں کو کبھی کٹواتے نہیں تھے، بعض شارحین کا کہنا ہے کہ جیسے بال نہ کٹوانا ان کی عاشقانہ ادا تھی، اسی طرح ترجیع (یعنی شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا) بھی ان کی عاشقانہ ادا تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا علم تھا لیکن آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے اذان میں ترجیع بھی جائز ہے۔ مگر ترجیع سنتِ جاریہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اذان عموماً ترجیع کے بغیر ہی ہوتی تھی اور اکثر احادیث اذان ترجیع کے بغیر مروی ہیں، خود سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث میں بغیر ترجیع جفت اذان و اقامت مروی ہے۔

(دیکھئے: المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ح ۸۳۵)

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَحْذُوْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى مَثْنٰى. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ. (آثار السنن: ۲۳۹)

☆☆ عبدالعزیز بن رفیع (رحمہ اللہ) بیان فرماتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان دوہری اور اقامت دوہری کہتے ہوئے سنا۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا ابن خزيمة، قال: ثنا محمد، قال: ثنا شريك، عن عبدالعزيز بن رفيع، قال سمعت ابا محذورة.....الخ" (شرح معانی الآثار: ۸۳۸)

راقم الحروف کے نزدیک یہ حدیث بلحاظ سند قدرے کمزور ہے کیونکہ اس کا راوی قاضی شریک ضعیف ہے اس پر مفسر جروحات موجود ہیں، مگر مخالفین احناف کو قاضی شریک پر اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ مخالفین احناف نے اس کی متعدد روایات کو صحیح و حسن قرار دے رکھا ہے مثلاً۔۔۔۔۔۔ زبیر علی زئی نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے خلاف شریک نخعی رحمہ اللہ کا ایک قول پیش کر کے اس کو صحیح السند قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ۱۹/ ۱۵) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر زبیر علی زئی صاحب نے اس کی روایت کو بلحاظ سند حسن کہا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۷۷) اور صادق سیالکوٹی نے بھی صلوٰۃ الرسول میں شریک نخعی رحمہ اللہ کی متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔ مزید برآں زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے کہ سیدنا ابومحذورہ

رضی اللہ عنہ ترجیع کے بغیر بھی اذان دیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش۱۱۹ ص۵۱)

وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُثَنِّيْ الْاَذَانَ وَيُثَنِّيْ الْاِقَامَةَ وَكَانَ يَبْدَءُ بِالتَّكْبِيْرِ وَيَخْتِمُ بِالتَّكْبِيْرِ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۲۴۰)

☆☆ اسود بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ دہری اذان اور دہری اقامت کہتے تھے اور وہ تکبیر کے ساتھ شروع کرتے، تکبیر کے ساتھ ختم کرتے تھے۔ اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ)، (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) اور (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۸۲۶، سنن الدارقطنی: ۹۴۰، نصب الرایۃ للزیلعی: ج۱ ص۲۶۹، اتحاف المہرۃ لابن حجر: ۲۴۲۶۔

اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

" اخبرنا عبدالرزاق قال: اخبرنا معمر، عن حماد، عن ابراھیم، عن الاسود بن یزید ان بلالا.....الخ "(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۰)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتب صحاح ستہ کے (روایت حدیث میں فی نفسہ) "ثقہ" راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۴۱۵)

(۲) امام ابوعروہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۱۰۴)

(۳) امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان مسلم اشعری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۳۳۱) بقول بعض امام حماد رحمہ اللہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن وہ اس کے باوجود بھی امام نخعی رحمہ اللہ کی روایتوں میں خطاء نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے: تہذیب التہذیب: ۳/ ۱۷) یہی وجہ ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ ان کی ایک روایت جو حماد سے عبدالاعلیٰ بن ابی الشمارور نے روایت کی ہے، کو صحیح حسن کہا ہے۔ (سنن دارقطنی مع التعلیق المغنی: ۲/ ۱۹۸) اسی طرح امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے " حماد عن ابراھیم عن الاسود.....الخ " کے طریق سے مروی ایک حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک مع التعلیق: ح ۲۱۲۳) معلوم ہوا کہ امام حماد رحمہ اللہ کی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تمام احادیث صحیح ہیں۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین نے بھی "حماد عن ابراہیم" کے طریق سے مروی احادیث کو صحیح و حسن قرار دے رکھا ہے۔ مثلاً "حماد عن ابراہیم" کے طریق سے مروی ایک حدیث کی سند کے بارے میں ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

یہ سند عمدہ ہے اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حماد بن ابی سلیمان فقیہ پر کلام مضر نہیں ہے۔
(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ :۱۹۱)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۱: ۲۴)
حسین سلیم اسد لکھتا ہے کہ:
اسنادہ صحیح۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (تعلیق مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۶۶)
(۴) امام ابوعمران ابراہیم بن یزید نخعی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۴۵)
(۵) امام ابوعمرو اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۰۰)
مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، نیز اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ فانظر الطحاوی: ۸۲۴۔

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۲۴۱)

☆☆ سوید بن غفلہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے ہوئے سنا ہے۔ اسے طحاوی (۸۲۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا لَمْ يُدْرِكِ الصَّلٰوةَ مَعَ الْقَوْمِ أَذَّنَ وَأَقَامَ وَيُثَنِّي الْإِقَامَةَ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۲۴۳)

☆☆ یزید بن ابی عبید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جب جماعت کے ساتھ نماز نہ پاتے تو اذان اور اقامت کہتے اور دوہری اقامت کہتے تھے۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ۹۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸، شرح معانی الآثار: ۸۳۶۔

تحقیق:

اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:
"حدثنا ابو عمر القاضی، ثنا ابن الجنید، نا ابو عاصم، عن یزید بن ابی عبید، عن سلمۃ بن الاکوع.... الخ" (سنن الدارقطنی: ۹۳۲)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔امام ابوعمر محمد بن یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد بن زید ازدی بغدادی قاضی رحمہ اللہ ''ثقہ فاضل'' راوی ہیں۔

(تاریخ بغداد: ۱۷۹۸، تاریخ اسلام: ۷۸۴)

(۲)۔۔۔امام ابوجعفر محمد بن احمد بن جنید دقاق بغدادی رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی ہیں۔

(الثقات لابن حبان: ۱۵۶۳۹، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ لابن قطلو بغا: ۹۲۸۹)

(۳)۔۔۔امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم بن ضحاک نبیل شیبانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(تاریخ الثقات: ۷۱۰)

(۴)۔۔۔امام ابوخالد یزید بن ابی عبید اسلمی حجازی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً: ۱۸۴۹)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

تقلید ائمہ سے بیزار ایک صاحب نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے، اس میں ایک راوی محمد بن سعدان ہے جسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابوحاتم الرازی نے کہا: ''شیخ''۔(دیکھئے: میزان الاعتدال: ۲/۳۸۵)

لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔(بلفظہ ماہنامہ الحدیث: شمارہ نمبر ۱۲۰، ص ۵۶)

الجواب:

اس حدیث کی سند میں محمد بن سعدان نام کا کوئی راوی نہیں ہے، مذکور صاحب نے حسب عادت دھولہ دیا ہے۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ ثَوْبَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ مُرْسَلٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆☆(ثقہ وصدوق تابعی) ابراہیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ (سیدنا) ثوبان (رضی اللہ عنہ دہری اذان اور دہری اقامت کہتے تھے۔ اسے طحاوی (۸۳۷) نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل ہے۔

وَعَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيْفَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ ذُكِرَ لَهُ الْاِقَامَةُ مَرَّةً مَّرَّةً فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ اِسْتَخَفَّهُ الْاُمَرَاءُ الْاِقَامَةُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۲۴۵)

☆☆ فطر بن خلیفہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مجاہد (بن جبر تابعی رحمہ اللہ) کے سامنے ایک دفعہ اقامت کا ذکر

کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جسے حکمرانوں نے کم کر دیا ہے۔ اقامت تو دو، دو دفعہ ہے۔ اسے عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۳، شرح معانی الآثار: ۸۳۹۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یزید بن سنان قال: ثنا یحییٰ بن سعید القطان قال: ثنا فطر بن خلیفة، عن مجاهد. ......الخ" (شرح معانی الآثار: ۸۳۹)

یہ اثر بلحاظ سند تغلیباً بخاری کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوخالد یزید بن سنان بن یزید بن ذمال قرشی اموی بصری رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (مغانی الاخیار: ۲۶۸۵)

(۲) امام ابوسعید یحییٰ بن سعید قطان بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۸۰۷)

(۳) امام ابوبکر فطر بن خلیفہ قرشی مخزومی کوفی حناط رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ''ثقہ صالح الحدیث'' راوی ہیں۔

(الجرح والتعدیل: ۵۱۲)

(۴) امام ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی مخزومی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۳۸)

{سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان (لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ) پر ختم ہوتی تھی}

۱۳۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: كَانَ آخِرَ اَذَانَ بِلاَلٍ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان (لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ) پر ختم ہوتی تھی۔''

تخریج:

یہ روایت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱۴۵، ۲۱۵۶، سنن النسائی: ۶۵۰، سنن الدارقطنی: ۰ ۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث شواہد)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ سنن النسائی میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراھیم عن الاسود عن بلال قال کان آخر الاذان.....الخ۔(سنن النسائی:۶۵۰)

فائدہ:

آخری کلمات ضبط کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ابتداء پر قیاس کرتے ہوئے اللہ اکبر چار دفعہ اور لا الٰہ الا اللہ کو دیگر کلمات پر قیاس کرتے ہوئے دو دفعہ نہ کہہ دے یا شروع میں اشہد کا اضافہ نہ کرے۔ چونکہ یہ آخری کلمات باقی اذان کے انداز سے مختلف ہیں، اس لیے انہیں خصوصاً ضبط کیا۔

{عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے}

۱۳۶۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَّلَا اِقَامَةٌ۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۴ باب الاذان، مصنف عبد الرزاق: ۵۰۲۱ باب ہل علی المراۃ اذان، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اذان واقامت زور سے کہی جاتی ہے اس کے ذریعے دوسروں کو نماز کی دعوت دی جاتی ہے اور عورتوں کو آواز پست رکھنے کا حکم ہے، ان کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے عورت نہ اذان دے گی اور نہ ہی اقامت کہے گی۔

{اذان کے دوران بات کرنا مکروہ ہے}

۱۳۷۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُؤَذِّنِ: يُدْخِلُ أُصْبُعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَيَدُوْرُ اِذَا فَرَغَ مِنَ الشَّهَادَةِ.قَالَ حَمَّادٌ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ: أَيَتَكَلَّمُ الْمُؤَذِّنُ فِيْ اَذَانِهِ وَاِقَامَتِهِ؟ فَلَمْ يَقُلْ يَتَكَلَّمُ، وَلَمْ يَقُلْ لَا يَتَكَلَّمُ،وَاَنَا اَكْرَهُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ۔

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مؤذن اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالے اور قبلہ کی طرف منہ کرے اور کلمات شہادت سے فارغ ہو کر (حی علی الصلاۃ، اور علی الفلاح پر) اپنا منہ اِس طرف اور اُس طرف لے جائے۔'' حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مؤذن اذان کے دوران بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے نہ تو یہ کہا کہ کرسکتا ہے اور نہ ہی یہ کہا کہ نہیں کرسکتا، البتہ میں اذان کے دوران بات کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) اذان قبلہ رخ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ اسی طرح" حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح " کہتے وقت دائیں بائیں چہرے کو پھیرنا بھی سنت ہے۔

(۲) اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں داخل کرنا بھی مشروع ہے اور کانوں میں انگلیاں داخل کرنے کے کئی فائدے ہیں مثلاً۔

☆ کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے آواز بلند ہو جاتی ہے۔

☆ کوئی بہرہ آدمی مؤذن کو ایسی حالت میں دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ نماز کیلئے اذان دی جا رہی ہے۔

☆ دوسروں کے اختلاط سے مؤذن محفوظ رہتا ہے۔

(۳) اذان کے دوران بات نہیں کرنی چاہیے۔

{لوگ صفوں میں کب کھڑے ہوں}

۱۳۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ اَنَّهٗ قَالَ: اِذَاقَالَ الْمُؤَذِّنُ: حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، قَامَ الْقَوْمُ فِی الصُّفُوْفِ.

طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مؤذن کے حی علی الفاح کہنے پر لوگ صفوں میں کھڑے ہو جائیں۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۲۶)

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص پہلے کھڑا نہیں ہوسکا ہے تو کم ازکم حی علی الفلاح پر تو اسے لازمی کھڑا ہوجانا چاہیے، عام حالات میں افضل یہی ہے کہ شروع سے ہی کھڑے ہوکر صفیں درست کرلینی چاہیے۔

{ایک سفر کے دوران حضور ﷺ اور صحابہؓ کی نماز قضاء ہونے کا واقعہ}

۱۳۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَرَّسَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ فَلَمْ یُوْقِظْهُمَا اِلاَّ حَرُّ الشَّمْسِ، فَقَامُوْا فَاَمَرَ بِلاَلاً فَاَذَّنَ، فَصَلَّوْا رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ اَمَرَ بِلاَلاً فَاَقَامَ الصَّلاَةَ، فَصَلّٰی بِالنَّاسِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک سفر کے دوران) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ رات کے آخری حصے میں آرام کیلئے اترے (اوران پر نیند غالب آ گئی) اورانہیں سورج کی گرمی کے سواکوئی چیز بیدارنہ کرسکی، چنانچہ سب حضرات کھڑے ہوئے (وضوکیا) اورآنحضرت ﷺ کے حکم پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اورسب نے دورکعت (سنت) ادا کیں اور پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اورآپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۵۳۴، سنن النسائی: ۶۲۳، صحیح ابن خزیمۃ: ۹۸۸، حدیث السراج: ۱۵۶۸، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۰۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۸۹، صحیح ابن حبان: ۲۶۵۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۵۳۲، شرح السنۃ: ج ۲ ص ۳۱۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس کی سند ذکر کردی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمة عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه......الخ۔(جامع المسانید: ج۱ص۹۵)

فوائد ومسائل:

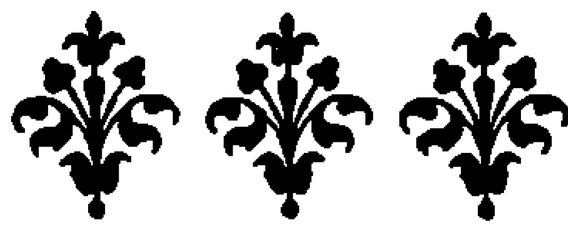
۱۔ یہ حدیث یہاں پر اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہے، صحیح مسلم (۶۸۱) کی مفصل روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضاء نماز اس جگہ نہیں پڑھی بلکہ آپ نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا جب آگے پہنچ کر سورج بلند ہو گیا تو آپ نے نماز قضاء کی۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آنکھ کھلتے ہی قضاء نماز نہیں پڑھی بلکہ اس کو کچھ مؤخر کر کے اس جگہ سے روانہ ہو گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسی جگہ پہنچ کر نماز پڑھنا چاہتے تھے، جہاں پانی دستیاب ہو، یا یہ وجہ تھی کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھلی وہ نماز کیلئے وقت کراہت تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کراہت کو نکالنے کے لئے نماز کو کچھ اور مؤخر کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جگہ سے فوراً منتقل ہو جانا چاہیے جہاں حکم خداوندی کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو یا کسی ممنوع بات کا ارتکاب ہو گیا ہو اگرچہ وہ ارتکاب قصداً نہ ہوا ہو۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی قضاء نماز ادا کرنے سے پہلے جو دو رکعتیں پڑھیں وہ سنتیں تھیں اور مسئلہ یہی ہے کہ اگر آنکھ نہ کھلنے یا کسی اور سبب سے فجر کی نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے اور پھر اس کی قضاء زوال آفتاب سے پہلے ادا کی جائے تو اس کے ساتھ سنت کی دو رکعتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔



۸-بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ

اوقات نماز کا بیان

۱۴۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَبْصَرَ رَجُلاً يُّصَلِّيْ حِيْنَ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ صَلَاتَهُ لِيْ بِفِلْسَيْنِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سورج میں سرخی آنے کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''میرے نزدیک اس شخص کی اس (نفل) نماز سے دو سکے بہتر ہیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثارروایة الامام محمد: ۱۵۳باب ما یعاد من الصلاة وما یکره منها،مصنف عبدالرزاق: ۳۹۵۴باب الساعة التی یکره فیها الصلاة،مصنف ابن ابی شیبة: ۷۳۶۷من کان ینهی عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها۔

تحقیق:

صحیح ہے اور حکماً متصل ہے۔

۱۴۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ اِلاَّ مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِيْ مَحْرَمٍ. قَالَ: وَنَهٰى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِيَامِ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ، وَقَالَ: لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِيْ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے۔ اور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے

بعد سے لے کر غروب شمس تک (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمر عبدالملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۳۵)

۲۔ امام ابو الغادیہ قزعہ بن یحییٰ البصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۸۶)

فوائد ومسائل:

۱۔ شوہر یا محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے حتیٰ کہ بغیر محرم کے عورت پر حج بھی فرض نہیں ہوتا۔

۲۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔

۳۔ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا بے سود ہے مسجد حرام (بیت اللہ) کہ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور مسجد نبوی کہ وہاں ایک نماز کا ثواب بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار اور بعض کے مطابق دس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ کہ وہاں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے ان کے علاوہ ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری کی طرف سفر کرنا بے سود ہے، جو ثواب ایک مسجد میں ملتا ہے وہ دوسری میں بھی ملے گا پھر سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ ہاں طلب علم، دعوت وتبلیغ، زیارت قبر نبوی ﷺ، وغیرہ کے لیے سفر کر سکتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا تو افضل ومستحب ہے جیسا کہ ایک حسن حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔'' (سنن الدارقطنی: ۲۶۹۵)

۴۔ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم اس سلسلے کی دیگر احادیث بھی تحقیق، تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

چند مزید احادیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ

الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ اَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا. (آثار السنن: ٦٨٩)

☆☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن جب اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ میں میں چند لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے ہوئے اٹھ جاتے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ اسے شیخین (بخاری: ٦٢٥، مسلم:) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں تک کہ نو وارد شخص مسجد میں داخل ہوتا تو ان دو رکعت کے پڑھنے والوں کی کثرت کو دیکھنے سے یہ گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ٦٢٥، مسلم: ٨٣٧، سنن النسائی: ٦٨٢، مسند الامام احمد بن حنبل: ١٣٩٨٣، سنن الدارمی: ١٤٨١، مسند البزار: ٦٨١٩، صحیح ابن خزیمۃ: ١٢٨٨، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ٥٤٩٩، صحیح ابن حبان: ٢٤٨٩، السنن الکبری للبیہقی: ٢٢٨١، معرفۃ السنن والآثار: ٥٢٩٥

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت عمرو بن عامر الانصاری عن انس بن مالك.....الخ۔ (صحيح البخاری: ٦٢٥)

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ٦٩٠)

☆☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہم (ابتداء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کے راوی مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ) میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دیکھتے تھے، نہ تو ہمیں پڑھنے کا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے۔ اسے مسلم (٨٣٦) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ٨٣٦، سنن ابی داود: ١٢٨٢، مسند ابی یعلی الموصلی: ٣٩٥٦، مسند السراج: ٦١٢، مستخرج ابی عوانۃ: ١٣٥٤، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ٥٤٩٦، سنن الدارقطنی: ١٠٥٠، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ١٨٨٥، السنن الکبری للبیہقی: ٤١٧٥، معرفۃ السنن والآثار: ٥٢٩٦

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وابو کریب جمیعا عن ابن فضیل قال ابوبکر حدثنا محمد بن فضیل عن مختار بن فلفل قال سألت انس بن مالك.....الخ۔(صحیح مسلم : ۸۳۶)

وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرِ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغُلُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۶۹۱)

☆☆ مرثد بن عبداللہ یزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابوتمیم کے بارے میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں، وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے (ابتدائی) زمانہ میں ہم بھی اسی طرح کرتے تھے، (مرثد کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: اب آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصروفیت نے۔ اسے بخاری (۱۱۸۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۷۴، شرح السنۃ للبغوی: ۸۹۵، شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۱۴۴، فتح الباری: ج ۲ ص ۲۰۸، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۸۶، جامع الاصول: ۴۱۱۳، خلاصۃ الاحکام: ۱۸۳۲، نصب الرایہ: ج ۲ ص ۱۴۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن یزید هو المقرء قال حدثنا سعید بن ابی ایوب قال حدثنی یزید بن ابی حبیب قال سمعت مرثد بن عبداللہ الیزنی.....الخ۔(صحیح البخاری: ۱۱۸۴)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔(آثار السنن: ۶۹۲)

☆☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر آپ نے تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔'' اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۷، مسلم: ۸۳۸، ابن ماجہ: ۱۱۶۲، ابوداود: ۱۲۸۳، ترمذی: ۱۸۵، نسائی: ۶۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۷، صحیح مسلم: ۸۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲، سنن ابی داود: ۱۲۸۳، سنن الترمذی: ۱۸۵، سنن النسائی: ۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۹۰، سنن الدارمی: ۱۴۸۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۸۷، مسند السراج: ۱۵۴۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۵۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن یزید قال حدثنا کھمس بن الحسن عن عبداللہ بن بریدۃ عن عبداللہ بن مغفل.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۶۲۷)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِاَبِيْ دَاوُدَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

(آثار السنن: ۶۹۳)

☆☆ انہی (یعنی سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے اس بات کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔'' اسے بخاری (۱۱۸۳) نے روایت کیا ہے اور ابوداود (۱۲۸۱) کی روایت میں ہے کہ: ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔''

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۳، سنن ابی داود: ۱۲۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۲، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۷۱ مسند الرویانی: ۸۹۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۸۹، حدیث السراج: ۵۰۴، مسند السراج: ۶۱۱، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۸، سنن الدارقطنی: ۱۰۴۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲/۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن الحسین عن عبداللہ بن بریدۃ قال حدثنی عبداللہ المزنی عن النبی ﷺ.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۳)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ خَافَ اَنْ يَّحْسِبَهَا النَّاسُ سُنَّةً وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۹۴)

☆☆ انہی (عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح (۱۵۸۸) میں اور محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل (ج ۱ ص ۷۷) میں

روایت کیا ہے اور مروزی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: پھر آپ نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا جس کا جی چاہے اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا پہلے مباح تھا بعض صحابہؓ ابتداء میں پڑھا کرتے تھے مگر یہ اباحت باقی نہیں رہی بعد میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ اس سلسلے کی احادیث آگے ہم نقل کرنے والے ہیں اور مذکورہ منقولہ احادیث میں سے پہلی حدیث اور دیگر احادیث اس دور پر محمول ہے جب مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مباح تھا، اور یہ بھی کبھی کبھار ہوا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ مغرب جلدی پڑھتے تھے اور یہ کبھی کبھار پڑھنا بھی اُس وقت تھا جب اباحت تھی پھر جب اباحت باقی نہ رہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان نوافل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ سنن ابی داود میں بسند صحیح مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو بھی یہ دو رکعات پڑھتے نہیں دیکھا۔ (سنن ابی داود: ۱۲۸۴) یہ عہد نبوت کے آخری دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

نیز کشف الاستار میں ہے:

حدثنا عبدالواحد بن غیاث ثنا حیان بن عبیداللہ عن عبداللہ بن بریدة عن ابیه ان النبی ﷺ قال بین کل اذانین صلاة الا المغرب. قال البزار لا نعلم احدا یرویه الا بریدة ولا رواه الا حیان وهو بصری مشهور لیس بأس. (کشف الاستار عن زوائد البزار: ح۶۹۳)

یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔ یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دو رکعتوں کی اباحت باقی نہ رہی۔

عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا یُّصَلِّیْهِمَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدِ الْکَشِّیُّ فِیْ مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۹۵)

☆☆ جناب طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے پڑھتا ہو۔ اسے عبد بن حمید الکشی (۸۰۴) اور ابوداود (۱۲۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا سلیمان بن داود عن شعبة عن ابی شعیب قال سمعت طاوسا یقول سئل ابن عمر ....الخ۔

(المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۸۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۸۴)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث عہد نبوت کے آخری دور پر محمول ہے۔یعنی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری دور میں کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ رکعات پڑھتے نہیں دیکھا ہے کیونکہ صحابہؓ انہیں ترک کر چکے تھے۔

وَعَنْ حَمَّادٍ قال سألت ابراهيم عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَهَانِيْ عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُصَلُّوْهَا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْآثَارِ وَاِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ وَّرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ (آثار السنن: ۶۹۶)

☆☆ حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے۔اسے محمد بن حسن نے کتاب الآثار (۱۴۵) میں روایت کیا ہے اس کی سند منقطع ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو حنیفة عن حماد قال سألت ابراهیم.....الخ۔(کتاب الآثار: ۱۴۵)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بلاغبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ .رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

(آثار السنن: ۶۹۷)

☆☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔اسے شیخین (بخاری:۵۹۱، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۴، مسند الحمیدی: ۱۹۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۶۵، حدیث السراج: ۲۳۲۸، مسند السراج: ۱۵۳۳، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۱۳، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۲، مشکاۃ المصابیح: ۱۱۷۸

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابي جميعا عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة.....الخ۔(صحيح مسلم : ۸۳۵)

وَعَنْهَا قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَّكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ ۔رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔(آثار السنن: ۶۹۸)

☆☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ دو نمازیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے خفیہ، نہ اعلانیہ۔ فجر سے قبل دو رکعتیں اور عصر کے بعد دو رکعتیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۹۲، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۲، صحیح مسلم: ۸۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۲۶۲، السنن الکبری للنسائی: ۳۷۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق: ۱۸۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۹۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۴۰، سنن النسائی: ۵۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا الشيباني قال حدثنا عبدالرحمن بن الاسود عن ابيه عن عائشة.....الخ۔(صحيح البخاري: ۵۹۲)

وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَنَّهُ شَغَلَ عَنْهُمَا اَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَثْبَتَهُمَا وَكَانَ اِذَا صَلّٰى صَلَاةً اَثْبَتَهَا ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۹۹)

☆☆ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعات کے بارے میں پوچھا جو اللہ کے رسول ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ پھر ایک دن کسی مصروفیت میں آپ سے یہ دو رکعت رہ گئیں یا آپ بھول بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد انہیں پڑھا۔ اور آپ جب کوئی نماز ایک دفعہ پڑھ لیتے تو اس پر پابندی فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۸۱۶، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۶۸، صحیح ابن خزیمۃ:

۱۲۷۸، مسند السراج: ۱۵۵۱، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۱۳۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن ایوب وقتیبۃ وعلی بن حجر قال ابن ایوب حدثنا اسماعیل وھو ابن جعفر اخبرنی محمد وھو ابن ابی حرملۃ قال اخبرنی ابو سلمۃ انہ سأل عائشۃ ...... الخ۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵)

فائدہ:

عصر کے بعد یہ دو رکعات آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی اور صرف آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھی۔ دوسرے لوگوں کو عصر کے بعد نفل پڑھنا درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے امتیوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا تھا اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۴۰۰)

☆☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کئی ایک صحابہ سے جن میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے ان سب سے زیادہ محبوب تھے، یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسے شیخین (مسلم: ۸۲۶، بخاری: ۵۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۶، صحیح البخاری: ۵۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، سنن الترمذی: ۱۸۳، سنن النسائی: ۵۶۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۴۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۲۷۲، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۶۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۲۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۱۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۷۰

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا داود بن رشید واسماعیل بن سالم جمیعا عن ھشیم قال داود حدثنا ھشیم اخبرنا منصور عن قتادۃ قال اخبرنا ابو العالیۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ... (صحیح مسلم: ۸۲۶)

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۴۰۱)

☆ ☆ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔'' اسے شیخین (بخاری: ۵۸۶، مسلم: ۸۲۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۷، صحیح البخاری: ۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۹، سنن النسائی: ۵۶۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۳۹۵۸، مسند الحمیدی: ۷۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۴۸، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۹۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۶۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۹۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني حرملة بن يحيىٰ اخبرنا ابن وهب اخبرني يونس ان ابن شهاب اخبره قال اخبرني عطاء بن يزيد الليثي انه سمع ابا سعيد الخدري.....الخ. (صحيح مسلم: ۸۲۷)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۰۲)

☆ ☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۸۸، مسلم: ۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۸، صحیح مسلم: ۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۸، سنن النسائی: ۵۶۱، مؤطا مالک: ۲۵۰، مؤطا محمد: ۹۲۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۵۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۹۷۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۱۲۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سلام قال حدثنا عبدة عن عبيدالله عن خبيب عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة.....الخ. (صحيح البخاري: ۵۸۸)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ

مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّأَحْمَدُ.

(آثار السنن: ۲۰۳)

☆☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جا جب تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑھے (یعنی ٹھیک دو پہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ اسے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۷، السنن الکبری للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاۃ المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنی احمد بن جعفر المعقری حدثنا النضر بن محمد حدثنا عکرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبدالله ابو عمار ویحییٰ بن ابی کثیر عن ابی امامة قال عکرمة ولقی شداد ابا امامة وواثلة وصحب انسا الی الشام واثنی علیه فضلا وخیرا عن ابی امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمی.... الخ۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲)

فوائد ومسائل:

(۱) حدیث کے الفاظ ''جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے'' کا تعلق مکہ و مدینہ اور ان کے گرد و نواح سے ہے، کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔

(۲) ''سورج کے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلنے'' کا مطلب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا سر آفتاب کے نزدیک کر لیتا ہے، اسی طرح غروب آفتاب کے وقت کرتا ہے، اس کے اس طرز عمل کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کفار کے اس طرز عمل کے ذریعہ وہ اپنا گمان یہ رکھتا ہے کہ لوگ میری عبادت کر رہے ہیں، اسی طرح وہ اپنے تابعداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ یہ لوگ آفتاب کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت میری عبادت کر رہے ہیں اور میرے سامنے ماتھے ٹیکتے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں تاکہ مسلمانوں کی عبادت شیطان کو پوجنے والوں کی عبادت کے اوقات میں نہ ہو۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اِقْرَءْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَّسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَّهَا اَنَّا اُخْبِرْنَا اِنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ كُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ قُوْلِيْ لَهُ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاَنَّهُ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۰۳)

☆☆ کریب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن ازہر نے انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا، ہم سب کی طرف سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا

اورنماز عصر کے بعد دورکعتوں کے بارے میں اُن سے پوچھنا اوران سے کہنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دورکعتیں پڑھتی ہیں اور تحقیق ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دورکعتوں سے منع فرمایا ہے اورابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یہ دورکعتیں پڑھنے والوں کی پٹائی کرتا تھا، کریب نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو وہ پیغام پہنچادیا جوانہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا۔ام المؤمنین نے کہا،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں نے ان کے پاس جا کرانہیں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول بتادیا،انہوں نے مجھے واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی طرح کا پیاغام دے کر بھیجا جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا توام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب عصر پڑھتے تو یہ دورکعتیں بھی پڑھتے ، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار میں سے قبیلہ بنی حرام کی عورتیں تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک بچی بھیجی، میں نے بچی سے کہا، آپ کے ایک جانب کھڑی ہوکر آپ سے کہنا، آپ سے ام سلمہ کہتی ہے کہ ،اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کو ان دورکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو آپ سے (تھوڑی دیر) پیچھے ہٹ کر(کھڑی ہو) جانا،اس بچی نے ایسا ہی کیا، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا،وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا،فرمایا:''اے ابوامیہ کی بیٹی !تم نے مجھے عصر کے بعد دورکعتوں کے بارے میں دریافت کیا ہے،میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے ،انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دورکعتوں سے مشغول رکھا تو یہ وہ دورکعتیں تھیں۔اسے شیخین (بخاری: ۱۲۳۳،مسلم: ۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری : ۱۲۳۳، صحیح مسلم : ۸۳۴،سنن ابی داود : ۱۲۷۳،سنن الدارمی : ۱۴۶۷، مستخرج ابی عوانۃ : ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۸۰۸، صحیح ابن حبان : ۱۵۷۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم : ۱۸۸۰، السنن الکبری للبیہقی ۴۳۹۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی : ۵۱۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو عن بکیر عن کریب ان ابن عباس......الخ.(صحیح البخاری: ۱۲۳۳)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَّقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهَا يَعْنِيْ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.(آثار السنن: ۵۰۰)

☆☆ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ: ''تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنے گھر کے باہر لوگوں کے سامنے) یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔اسے بخاری (۵۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۵۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۲۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۹۰۸، ۱۶۹۱۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۵۷، ۴۳۷۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۶، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۰۳، نصب الرایۃ: ۱/ ۲۵۰

اور بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن ابان قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان یحدث عن معاویة قال......الخ۔(صحیح البخاری: ۵۸۷)

فوائد ومسائل:

(۱) اس حدیث کے الفاظ ''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا'' کا دیگر احادیث کے پیش نظر مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر سے باہر لوگوں کے سامنے یہ دو رکعتیں کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔

(۲) اس باب کی مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ امتیوں کے لیے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔

۱۴۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَخِّرُوا الظُّهْرَ يَوْمَ الْغَيْمِ، وَقَدِّمُوا الْعَصْرَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس دن ابر چھایا ہوا ہو اس دن ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے اور عصر کی نماز کو مقدم کر کے پڑھو۔''

تحقیق:

صحیح مرسل معتضد ہے۔

۱۴۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ: أَنَّهُ كَانَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلٰى مَكَّةَ أَنَاخَ وَلَوْ عَلٰى حَجَرٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام اسود رحمہ اللہ مکہ کی طرف عازم سفر ہوتے اور جب بھی نماز کا وقت ہو جاتا تو وہیں پڑاؤ ڈالتے خواہ پتھر پر نماز کیوں نہ پڑھنی پڑتی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۲۱۱ رقم الحدیث: ۸۲۵۰، ۸۲۵۱ من کرہ الجمع بین الصلاتین من غیر عذر، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۲ ص ۱۰۴، الاسود بن یزید النخعی۔۔۔۔۔الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۴۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ. أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَهُ كَانُوْا يُؤَخِّرُوْنَ الْعَصْرَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کا یہ عمل دراصل احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے سے چند احادیث مع التحقیق حاضر ہیں:

چند احادیث مرفوعہ:

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَشَدَّ تَعْجِيْلاً لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِيْلاً لِلْعَصْرِ مِنْهُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۰۴)

☆☆ (ام المؤمنین) سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز تمہاری نسبت زیادہ جلدی پڑھتے تھے، اور تم عصر کی نماز آپ ﷺ کی نسبت زیادہ جلدی پڑھتے ہو۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸: ۲۶۴۷۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۹۹۲، مسند السراج: ۹۸۱، جامع الاصول: ۳۲۸۶، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۱۸۱۸۴، جمع الفوائد من جامع الاصول ۱۰۱۵۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل بن علیۃ عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ....الخ " (سنن الترمذی: ۱۶۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوالحسن علی بن حجر بن ایاس بن مقاتل سعدی مروزی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے " حافظ ثقہ مامون " راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶: ۴۰۳۶)

(۲) امام ابوبشیر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی المعروف با بن علیۃ رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے " ثقہ " راوی ہیں۔ (ایضاً: ۴۱۷)

(۳) امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے " ثقہ " راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۰۷)

ابن جریج رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مسند الامام احمد بن حنبل: ۸: ۲۶۴۷)

(۴) امام عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے " تابعی ثقہ " راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۸: ۲۶۴۷)

ثابت ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: ۱۶۱)

فوائد و مسائل:

(۱) واضح ہے کہ بعض حضرات وقت ہو جانے پر جلد ہی عصر کی نماز پڑھ لیتے تھے اسی لئے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم عصر کی نماز آپ ﷺ کی نسبت زیادہ جلدی پڑھ لیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ وقت ہو جانے کے بعد عصر کی نماز میں تاخیر فرماتے تھے۔ لہٰذا عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے، امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو " باب ماجاء فی تاخیر صلاۃ العصر " کے تحت ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ترمذی: ۱۶۱)

(۲) واضح رہے کہ اس میں اتنی زیادہ تاخیر بھی نہیں کرنی چاہیے کہ آفتاب زرد ہو جائے کیونکہ آفتاب زرد ہو جائے تو پھر عصر کا مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اہلسنت والجماعت احناف کا بھی یہی مؤقف ہے کہ نمازِ عصر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے اور اس مؤقف کی تائید میں کئی اور احادیث و آثار بھی کتب میں پائے جاتے ہیں بعض مع التحقیق حاضر ہیں:

حدثنا محمد بن عبدالرحمن العنبری، حدثنا ابراھیم بن ابی الوزیر، حدثنا محمد بن یزید الیمامی، حدثنی یزید بن عبدالرحمن بن علی بن شیبان، عن ابیہ، عن جدہ علی بن شیبان قال:

قدمنا علی رسول الله ﷺ المدینة فکان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیة۔

(سنن ابی داود: ۴۰۸)

☆ (حضرت سیدنا) علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے جب تک کہ سورج سفید اور شفاف ہوتا۔

بطور الزام کے عرض ہے کہ تقلید سے بیزار حضرات کو اس حدیث کے راوی ''محمد بن یزید یمامی'' اور اس کے شیخ ''یزید بن عبدالرحمن بن علی بن شیبان'' کو مجہول قرار دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کر کے سکوت کیا ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی اور تقلید سے بیزار حضرات کے نزدیک امام ابوداود رحمہ اللہ جس حدیث کو اپنی سنن میں نقل کر کے سکوت کریں اور اس پر کسی قسم کی جرح نہ کریں تو وہ حدیث امام ابوداود رحمہ اللہ کے نزدیک حسن یا صحیح ہوتی ہے۔

چنانچہ شوکانی م ۱۲۵۵ھ لکھتا ہے کہ:

"ان جماعة من ائمة الحدیث صرحوا بصلاحیة ما سکت عنه ابوداود للاحتجاج"

(نیل الاوطار: ۱/۳۹۱)

ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث پر امام ابوداود سکوت کرتے ہیں وہ حجت پکڑنے کے قابل ہوتی ہے۔

بدیع الدین راشدی ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے۔ امام صاحب سکوت اس حدیث پر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قابل احتجاج ہوتی ہے۔ (مقالات راشدیہ: ج ۳ ص ۴۹۲)

ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

امام ابوداود رحمہ اللہ کا حدیث پر سکوت اختیار کرنا امام ابوداود کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تنقیح الکلام: ص ۳۴۵)

احمد شاکر نے بھی امام ابوداود رحمہ اللہ کے سکوت کے سلسلے میں مذکورہ اصول کو تسلیم کیا ہے۔

(الباعث الحثیث: ص ۵۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ زیر بحث حدیث مخالفین کے بقول امام ابوداود رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔ مخالفین کے ہی محقق زبیر علی زئی نے یہ قاعدہ و ضابطہ کئی جگہوں پر تسلیم کیا ہے کہ:

اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: الحدیث ۳۲/ ۱۴، نور العینین ص ۵۳، نصر الباری: ص ۱۷۲، القول المتین: ص ۲۰)

لہٰذا ثابت ہوا کہ باصول فریق مخالف اس حدیث کے راوی ''محمد بن یزید یمامی'' اور اس کے شیخ ''یزید بن عبد الرحمن بن علی بن شیبان'' ثقہ ہیں اور مخالفین کو انہیں مجہول قرار دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث کتب ستہ میں سے سنن ابی داود میں موجود ہے اور مخالفین کے امام عبد الستار دہلوی نے لکھا ہے کہ:

اہلحدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے محل موقع پر قابل عمل اور دلائق تسلیم ہیں۔

(فتاوی ستاریہ: ۲/ ۵۷)

نیز یہ حدیث کتب خمسہ میں سے سنن ابی داود میں موجود ہے اور زبیر علی زئی غیر نے لکھا ہے کہ:

حافظ ابو طاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا مشرق و مغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

(بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُکُمْ فِیْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَیْنَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُکُمْ وَمَثَلُ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی کَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فَقَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ اِلٰی نِصْفِ النَّھَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْیَھُوْدُ اِلٰی نِصْفِ النَّھَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ نِّصْفِ النَّھَارِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی مِنْ نِّصْفِ النَّھَارِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیْرَاطٍ قِیْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ یَّعْمَلُ لِیْ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰی قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَا لَکُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ فَغَضِبَ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ عَمَلاً وَاَقَلُّ عَطَآءً قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَھَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنَّہٗ فَضْلِیْ اُعْطِیْہِ مَنْ شِئْتُ۔ (صحیح البخاری: ۳۴۵۹)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا درمیانی وقت۔ علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود و نصاریٰ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کیلئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان

سے کہے کہ کوئی ہے جو دو پہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر) ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، (چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے) یہود نے دو پہر تک ایک ایک قریاط پر کام کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دو پہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، چنانچہ یہود کے بعد نصاریٰ نے دو پہر سے عصر کے وقت تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، اور پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو نمازِ عصر سے سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا۔ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو! (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروبِ آفتاب تک کام کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو تمہارا اجر دوگنا ہے، (اور اسی وجہ سے کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے، لیکن مستحق دوگنے اجر کے قرار پائے ہو) یہود و نصاریٰ بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں لیکن اجر و ثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا، کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے۔ (یعنی میں نے جو تمہاری اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا کیا اس میں کچھ کمی کی ہے؟) یہود و نصاریٰ نے کہا: نہیں، (ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے۔ لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟) پروردگار نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل و احسان ہے جس کو چاہوں زیادہ دوں۔ (میں فاعل ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں)۔

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔ امام المحدثین محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو مؤطا میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"هٰذا الحديث يدل على ان تأخير العصر افضل من تعجيلها ،الا ترى انه جعل ما بين الظهر الى العصر اكثر مما بين العصر الى المغرب فى هذا الحديث ،ومن تعجل العصر كان ما بين الظهر الى العصر اقل مما بين العصر الى المغرب ،فهٰذا يدل على تأخير العصر ،وتأخير العصر افضل من تعجيلها ،مادامت الشمس بيضآء نقية لم تخالطها صفرة. وهو قول ابى حنيفة رحمه الله ،والعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالىٰ." (مؤطا مالك برواية محمد: ١٠٠٨)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عصر کا تاخیر سے پڑھنا جلد پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس حدیث میں ظہر و عصر کے درمیان جو وقت ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو عصر اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور جس نے عصر میں جلدی کی تو ظہر و عصر کے درمیان کا وقت اس وقت سے کم ہو جائے گا، جو عصر و مغرب کے درمیان ہے۔ اس لئے یہ حدیث عصر کی تاخیر پر دلالت کرتی ہے اور عصر کی تاخیر اس کے جلد پڑھ لینے سے افضل ہے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف ہے اور ابھی زرد نہ ہوا ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کا یہی

قول ہے۔

حدثنا ابوبکر محمد بن احمد بن بالويه الجلاب، ثنا محمد بن شاذان الجوهری. ثنا المعلیٰ بن منصور، ثنا عبدالرحيم بن سليمان، ثنا ابو اسحاق الشيبانی، عن العباس بن ذريح، عن زياد بن عبدالرحمن النخعی قال كنا جلوسا مع علی رضی الله عنه فی المسجد الاعظم والكوفة يومئذ اخصاص، فجاء ه المؤذن، فقال: اجلس فجلس، ثم عاد فقال ذلك، فقال علی: هٰذا الكلب يعلمنا بالسنة. فقام علی فصلی بنا العصر، ثم انصرفنا فرجعنا الی المكان الذی كنا فيه جلوسا، فجثونا للركب فتزور الشمس للمغيب نتراءاها۔ (المستدرك علی الصحيحين: ۶۹۰)

☆☆ زیاد بن عبدالرحمن نخعی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ کی) سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور کوفہ ان دنوں میں دارالخلافہ تھا، اس دوران مؤذن آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹھ جا'' پس وہ بیٹھ گیا، پھر اس نے دوبارہ یہی بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت کی تعلیم دینے آیا ہے (حالانکہ ہم تو اس سے سنت کو زیادہ جانتے ہیں۔) اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر ہم اس جگہ کی طرف لوٹ گئے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنوں کے بل بیٹھے اور سورج اس وقت غائب ہونے کیلئے تبدیل ہو رہا تھا جبکہ ہم اسے (تبدیل ہوتے ہوئے) دیکھ رہے تھے۔

یہ اثر بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ابو عبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ دونوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز اتنی مؤخر کر کے پڑھی کہ نہایت تھوڑے ہی وقت کے بعد سورج زرد پڑ گیا اور لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی عصر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے اور اگر عصر کی نماز جلدی پڑھنا سنت و افضل ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مؤذن سے ایسے سخت کلمات نہ فرماتے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (ح: ۳۳۰۸) کی ایک روایت میں بھی یہی آیا ہے کہ ''ان علیا كان يؤخر العصر۔۔۔۔الخ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کو تاخیر سے پڑھتے تھے۔

حدثنا وكيع عن علی بن صالح، واسرائيل، عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن يزيد، عن عبدالله انه كان يؤخر العصر۔ (مصنف ابن ابی شيبه: ۳۳۱۰)

عبدالرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ: (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

اس اثر کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)امام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح رؤاسی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ عابد'' راوی ہیں۔(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۷)
(۲)امام اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) ''ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً: ۷۷)
(۳)امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً: ۱۲۷۲)
(۴)امام ابوبکر عبدالرحمن بن یزید بن قیس نخعی کوفی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً: ۹۹۳)
مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے ،مصنف عبدالرزاق (ح:۲۰۸۹) میں یہ اثر ایک دوسرے طریق کے ساتھ بھی مروی ہے اور اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔البتہ بعض احادیث وآثار میں نماز عصر تعجیل سے اور اول وقت میں پڑھنے کا ذکر آتا ہے مگر وہ احادیث وآثار مذکورہ بالا احادیث وآثار کی روشنی میں بیان جواز اور بعض اوقات پر محمول ہیں۔

حدثنا وکیع عن الاعمش،عن ابراهیم قال:کان من قبلکم اشد تأخیرا للعصر منکم۔

(مصنف ابن ابی شیبه:۳۳۱۲)

☆(جلیل القدر ثقہ وصدوق تابعی) ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ:تم سے پہلے لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ) عصر کی نماز تم سے دیر سے پڑھتے تھے۔

یہ اثر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔اور مصنف عبدالرزاق اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں ایک دوسرے طریق کے ساتھ بھی مروی ہے۔(دیکھئے:مصنف عبدالرزاق ح:۲۰۴۲،شرح معانی الآثار ح:۱۱۵۴)

اس باب میں اور بھی احادیث وآثار پائے جاتے ہیں مگر بغرض اختصار انہیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور نماز عصر کو اول وقت کی بجائے تاخیر سے پڑھنے کی تائید اجماع امت سے بھی ہوتی ہے،اس لیے کہ تمام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ نمازِ عصر کو تاخیر سے یعنی مثلِ ثانی کے بعد پڑھا جائے جیسا کہ جلیل القدر ثقہ وصدوق امام ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے تصریح کی ہے کہ:

"وقد اجمع العلماء علی ان من صلی العصر والشمس بیضاء نقیة لم تدخلها صفرة فقد صلاها فی وقتها المختار،وفی ذلك دلیل علی ان مراعاة المثلین عندهم استحباب۔"

(التمهید شرح المؤطا:۳/۳۸۳)

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جس وقت سورج سفید اور شفاف تھا،اور اس پر زردی نہیں آئی تھی،تو اس شخص نے عصر کی نماز کو اُس کے مختار (پسندیدہ) وقت میں پڑھا۔اور اس میں دلیل ہے کہ تمام علماء کے نزدیک (عصر کی نماز پڑھتے وقت) مثلین (کہ آدمی کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے اس کے دوگنا

ہوجائے) کی رعایت رکھنا مستحب ہے۔

۱۴۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: أَخِّرُوْا الظُّهْرَ فِيْ يَوْمِ الْغَيْمِ وَعَجِّلُوْا الْعَصْرَ وَأَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس دن ابر چھایا ہوا ہو اس دن ظہر کی نماز تاخیر سے اور عصر کی نماز جلدی سے پڑھو اور مغرب کی نماز کو بھی قدرے تاخیر سے پڑھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۴۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ غَادِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ نَظَرَ اِلَيْهِ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

ابو غادیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد (نفل) نماز پڑھنے پر لوگوں کو مارا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۶۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۳۶، حدیث السراج: ۵۰۵، مسند السراج: ۱۱۵۸، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۳۵۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله طرق آخرى عند ابن ابي شيبة وعبدالرزاق والسراج، وابي نعيم وغيرهم)

۱۔ امام ابو عمر عبدالملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۳۵) اور انہوں نے امام ابو الغادیہ رحمہ اللہ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، چنانچہ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں ہے:

عن ابن التيمي قال سمعت عبد الملك بن عمير يقول حدثني ابو غادية قال رأيت عمر بن الخطاب يضرب الناس على الركعتين بعد العصر۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۹۶۶)

۲۔ امام ابو الغادیہ قزعہ بن یحییٰ البصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۸۶)

۱۴۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:
أَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ (يَعْنِيْ الظُّهْرَ) فِيْ الْحَرِّ عَنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جہنم کی لپٹ (یعنی سخت گرمی) میں نماز (ظہر) کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ٦٦، مصنف ابن ابی شیبۃ: ٣٢٨٨، مصنف عبدالرزاق: ١٨٥٤، ٢٠٦٠، شرح معانی الآثار للطحاوی: ١١٣١۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (وله طرق اخرى عند ابن ابی شيبة وعبدالرزاق والطحاوی)

فائدہ:

اس اثر میں جو مضمون وارد ہوا ہے یہ مضمون احادیث مرفوعہ میں بھی موجود ہے، چند احادیث مع التحقیق حاضر ہیں:

چند احادیث مرفوعہ:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔ (آثار السنن: ۱۹۶)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب گرمی کی شدت ہو تو ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔'' اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ٥٣٦، صحیح مسلم: ٦١٥، سنن ابن ماجہ: ٦٧٧، سنن ابی داود: ٤٠٢، سنن الترمذی: ١٥٧، سنن النسائی: ٥٠٠، مؤطا مالک: ٢٨، مؤطا محمد: ١٨٣، مسند ابی داود الطیالسی: ٢٤٢١، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٤٩، مسند الحمیدی: ٩٧١، مسند ابن الجعد: ٣٣٠٠، مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٨١، مسند الامام احمد بن حنبل: ٧٢٤٦، سنن الدارمی: ١٢٤٣، مسند ابی یعلی الموصلی: ٥٨٧١، المنتقی لابن الجارود: ١٥٦، صحیح ابن خزیمہ: ٣٢٩۔

اور باجماع امت صحیح وثابت ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا علی بن عبداللہ المدینی قال حدثنا سفیان قال حفظناہ من الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ.....الخ"(صحیح البخاری:۵۳۶)

فوائدومسائل:

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون وافضل ہے۔احناف سمیت جمہور اہل اسلام کا یہی مؤقف ہے اور جن احادیث میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنے کا ذکر ہے وہ احادیث سردی کے موسم پر محمول ہیں۔

(۲) گرمی میں نماز کو تاخیر سے ادا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ گرمی کی شدت نماز میں توجہ اور خشوع سے رکاوٹ بنتی ہے،اس لئے گرمی کی تخفیف کے وقت نماز زیادہ توجہ سے ادا کی جاسکے گی۔

(۳) دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں اس کے کچھ تو ظاہری اسباب ہوتے ہیں جنہیں ہم خود بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور کچھ باطنی اسباب ہوتے ہیں جو ہمارے احساس وادراک کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔انبیاء کرام علیہم السلام کبھی کبھی بذریعہ وحی ان کی طرف اشارے فرماتے ہیں،اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ:''گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔'' یہ اسی قبیل کی چیز ہے۔

گرمی کی شدت کا ظاہری سبب تو آفتاب ہے اور اس بات کو ہر شخص جانتا ہے اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا،لیکن عالم باطن اور عالم غیب میں اس کا تعلق جہنم کی آگ سے بھی ہے،اور یہ ان حقائق میں سے ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی معلوم ہوتے ہیں۔

دراصل ہر راحت اور لذت کا مرکز اور سرچشمہ جنت ہے،اور ہر تکلیف ومصیبت کا اصل خزانہ اور سرچشمہ جہنم ہے،اس دنیا میں جو کچھ راحت ولذت یا تکلیف ومصیبت ہے وہ وہیں کے لامحدود خزانہ کا کوئی ذرہ اور اسی اتھاہ سمندر کا کوئی قطرہ اور وہیں کی ہواؤں کا کوئی جھونکا ہے،اور اس کو اس مرکز ومخزن سے خاص نسبت ہے۔

اسی بنیاد پر اس حدیث میں گرمی کی شدت کو جہنم کی تیزی اور اس کے جوش وخروش سے منسوب کیا گیا ہے،اور اصل مقصد بس اتنا ہے کہ گرمی کی شدت کو جہنم سے ایک خاص نسبت ہے اور وہ غضب خداوندی کا ایک مظہر ہے اور خنکی وٹھنڈک رحمت خداوندی کی لہر ہے اس لیے جس موسم میں نصف النہار کے وقت سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز تاخیر کر کے ایسے وقت میں پڑھی جائے جب گرمی کی شدت ٹوٹ جائے وقت کچھ ٹھنڈا ہو جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ لِلظُّھْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۱۹۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے پس مؤذن نے ظہر کیلئے اذان دینی چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈا کر، پھر اس نے اذان دینا چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ (جب) ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے، پس جب گرمی کی شدت ہو تو ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھو۔'' اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹، صحیح مسلم: ۶۱۶، سنن ابی داود: ۴۰۱، سنن الترمذی: ۱۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۴۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۷۶، حدیث السراج: ۱۵۵۵، مسند السراج: ۱۰۳۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۱۷، صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۶۰، شرح السنۃ للبغوی: ۳۶۳۔

یہ حدیث بھی باجماع امت صحیح وثابت ہے اور متعدد طرق سے مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

" حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبة قال حدثنا مهاجر ابو الحسن مولی لبنی تیم الله قال سمعت زید بن وهب عن ابی ذر الغفاری قال کنا مع النبی فی سفر.....الخ"

(صحیح البخاری: ۵۳۹)

فوائد ومسائل:

(۱) یہ حدیث بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون وافضل ہے۔

(۲) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ گرمی میں ظہر کو تاخیر سے ادا کرنے کا حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو دور سے آتے ہوں منفرد اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کیلئے یہ حکم نہیں ہے۔ مگر یہ توجیہ بالکل غلط ومردود ہے کیونکہ احادیث میں نماز ظہر کو موسم گرما میں تاخیر سے ادا کرنے کی علت دور سے آنا نہیں بلکہ گرمی کی شدت بتلائی گئی ہے۔

۱۳۶۔ وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَجْتَمِعْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ كَمَا اجْتَمَعُوْا عَلَى التَّنْوِيْرِ بِالْفَجْرِ، وَالتَّكْبِيْرِ بِالْمَغْرِبِ، وَلَمْ يُثَابِرُوْا عَلٰى شَيْءٍ مِنَ التَّطَوُّعِ كَمَا ثَابَرُوْا عَلٰى أَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ اس انداز میں کبھی کسی مسئلے پر

متفق نہیں ہوئے جتنا اتفاق ان کا فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنے پر تھا اور مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے پر تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اس طرح ہمیشگی کسی بھی نفلی عبادت پر اختیار نہیں کی جس طرح انہوں نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت (سنت) اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھنے پر اختیار کی تھی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے، واضح رہے کہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ماخوذ ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ فجر کو اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے مگر یہ مؤقف کمزور ہے، ہم فریقین کے دلائل کو آثار السنن سے مع التحقیق پیش کرتے ہیں، تاکہ دونوں رخ قارئین کے سامنے آ سکیں۔

چند مزید احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَآءَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن:۲۱۱)

☆☆) (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر پڑھنے چادریں اوڑھ کر آتی تھیں۔ پھر (بعض دفعہ) نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸، صحیح مسلم: ۶۴۵، سنن ابی داود: ۴۲۳، سنن الترمذی: ۱۵۳، سنن النسائی: ۵۴۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۳۸، مسند السراج: ۶۱۶، مؤطا مالک: ۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۶۲، مسند الحمیدی: ۱۷۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۹۱، شرح معانی الآثار: ۱۰۴۷، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۵۱۴، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۷۱۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن بکیر، قال: اخبرنا اللیث، عن عقیل، عن ابن شہاب، قال: اخبرنی عروۃ بن الزبیر، ان عائشۃ... الخ"۔ (صحیح البخاری: ۵۷۸)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۱۲)

☆☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی مکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو، عصر کی نماز جبکہ سورج روشن ہوتا، مغرب کی نماز جبکہ سورج غروب ہوتا اور عشاء کی نماز اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھاتے اور اگر لوگ کم ہوتے تو مؤخر فرماتے اور (بعض دفعہ) صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھاتے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۵، صحیح مسلم: ۶۴۶، سنن النسائی: ۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۱۰۳، مسند السراج: ۱۱۷۲، شرح معانی الآثار: ۹۲۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۴۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۴۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا مسلم بن ابراهيم، قال: حدثنا شعبة، عن سعد بن ابراهيم، عن محمد بن عمرو وهو ابن الحسن بن علي، قال: سألنا جابر بن عبدالله۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۵۶۵)

فوائد ومسائل:

(۱) مذکورہ بالا دونوں احادیث اور دیگر احادیث وآثار جن میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا ذکر ہے کے پیش نظر بعض حضرات کا یہ مؤقف ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ومستحب ہے، مگر یہ مؤقف غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث وآثار بیانِ جواز پر محمول ہیں یعنی اندھیرے میں نمازِ فجر پڑھنا جائز ہے، آپ ﷺ کبھی کبھی بیانِ جواز کیلئے اسے اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان احادیث وآثار کی اس کے علاوہ اور بھی توجیہات کی گئی ہیں مثلاً۔۔۔

☆ بلاشبہ آپ ﷺ کبھی کبھی اسے اندھیرے میں پڑھا دیا کرتے تھے لیکن عوام کی سہولت کیلئے آپ ﷺ نے ہی بذات خود اپنی امت کو اسے خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے لہٰذا امت کیلئے اسے خوب روشنی میں ہی پڑھنا افضل وبہتر ہے۔

☆ فعلی احادیث اندھیرے میں یا روشنی میں پڑھنے کے بارے میں بظاہر متعارض ہیں جبکہ قولی احادیث میں خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور ان میں کوئی ظاہری تعارض نہیں ہے لہٰذا روشنی میں پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

(۲) احناف سمیت جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک امت کیلئے افضل ومسنون یہی ہے کہ جب اندھیرا ختم ہو جائے اور

خوب روشنی پھیل جائے جائے تو اسے پڑھا جائے آپ ﷺ عموماً اسے روشنی میں ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس پر احادیث ہم آگے نقل کرنے والے ہیں اور پھر اسے اندھیرے میں پڑھنے کی بجائے روشنی میں پڑھنے سے ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

نوروا بصلاة الفجر ،فانه اعظم للاجر۔ (سنن الدارمی: ۱۲۱۸)

نماز فجر خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَصَلَّیْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَهٗ یَحْسِبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی: الظُّهْرَ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حِیْنَ یَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَاَیْتُهٗ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَیْضَآءُ قَبْلَ اَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَیَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فَیَاْتِیْ ذَا الْحُلَیْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَیُصَلِّی الْمَغْرِبَ حِیْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَیُصَلِّی الْعِشَآءَ حِیْنَ یَسْوَدُّ الْاُفُقُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حَتّٰی یَجْتَمِعَ النَّاسُ وَصَلَّی الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلّٰی مَرَّةً اُخْرٰی فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ کَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِیْسَ حَتّٰی مَاتَ لَمْ یَعُدْ اِلٰی یُسْفِرَ ،رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَفِیْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَالزِّیَادَةُ غَیْرُ مَحْفُوْظَةٍ۔ (آثار السنن: ۲۱۳)

☆☆ (سیدنا) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے نماز کے اوقات کی اطلاع دی اور میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی۔ آپ یہ بیان کرتے ہوئے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو شمار کر رہے تھے۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز ظہر پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا اور سخت گرمی کے وقت اکثر اوقات مؤخر بھی کر لیتے تھے۔ اور میں نے آپ کو دیکھا آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ سورج اونچا اور سفید ہوتا تھا، زردی آنے سے پہلے پہلے۔ آدمی نماز پڑھ کے نکلتا اور غروب سے پہلے پہلے ذوالحلیفہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔ اور مغرب کی نماز پڑھتے جس وقت کہ سورج غروب ہو جاتا اور عشاء پڑھتے جبکہ افق مغرب سیاہ ہو جاتا اور کبھی مؤخر بھی کر دیتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور فجر کی نماز آپ نے ایک بار اندھیرے میں پڑھی اور ایک دفعہ خوب روشنی میں پڑھی۔ اور پھر اس کے بعد آپ کی نماز اندھیرے میں ہی ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور اور کبھی خوب روشن نہ کی۔'' اسے (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے اور اس میں (ثُمَّ کَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِیْسَ حَتّٰی مَاتَ لَمْ یَعُدْ اِلٰی یُسْفِرَ کے'') الفاظ کی زیادتی محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۳۹۴، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۹، سنن الدارقطنی: ۹۸۶، التمہید لابن عبدالبر: ج ۸ ص ۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۴ ص ۱۶۵، شرح ابن ماجہ لمغلطای: ج ۱ ص ۹۴۷۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا محمد بن سلمة المرادی، حدثنا ابن وهب، عن اسامة بن زيد الليثی، ان ابن شهاب، اخبره، ان عمر.......الخ" (سنن ابی داود: ۳۹۴)

یہ حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی اسامہ بن زید لیثی پر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مفسر جروحات کی ہیں، مگر افسوس ہے کہ بعض جدید محققین نے اپنے مسلک کو سہارا دینے کیلئے اس حدیث کو حسن قرار دے رکھا ہے، حالانکہ اسامہ بن زید لیثی کو خود فریق مخالف کے اکابرین بھی خصوصاً حالت انفراد میں قابل اعتبار نہیں سمجھتے، چنانچہ ناصرالدین البانی (جو کہ زبیر علی زئی کے نزدیک محدث العصر، اور امام المحدثین تھے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ۱۲۸) نے اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، چنانچہ وہ اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد فی حفظه ضعف۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج ۱ ص ۱۳، ح ۴۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

نتوقف عن الاحتجاج بما تفرد به۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحه: ۴۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ متفرد ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ (جن کو فریق مخالف اپنا پیشوا کہا کرتے ہے۔) اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد هذا ضعيف لا يحتج بحديثه، متفق على انه كذلك۔

(الاحكام فی اصول الاحكام: ۵/۱۲۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اور دوسری کتاب میں رقمطراز ہیں:

وهو ضعيف جدا۔ (المحلی بالآثار: ۸/۱۳)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ (جن کو فریق مخالف حافظ الدنیا کہا کرتے ہیں۔) نے بھی اس کو " سیء الحفظ " برے حافظے والا قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۴۹۲)

حافظ بوصیری رحمہ اللہ بھی حفظ اور ضبط کے لحاظ سے کمزور کہتے ہیں۔(زوائد ابن ماجہ:ص۱۶۶)
اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ م ۷۹۵ھ (جن کے حوالے فریق مخالف بڑے شوق سے پیش کیا کرتا ہے۔) اس کو غیر حافظ کہتے ہیں۔(فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۵۹۹)

زبیر علی زئی نے بعض حضرات سے اس کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر بعض حضرات کا اسے ثقہ قرار دینا فریق مخالف کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل وتوثیق قبول نہیں ہوتی۔ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کی ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے حافظے اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔(نور العینین:ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

سی ء الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔(ایضاً:ص۵۹)

کیا یہاں اسامہ کے بارے میں بھی فریق مخالف کے محققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جا سکتی؟ جسے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے برے حافظے والا کہا ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث اسامہ کے علاوہ دیگر متعدد راویوں نے بھی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے ان راویوں میں اکثر اسامہ کی بنسبت بہت زیادہ ثقہ اور انتہائی پختہ ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں "ثُمَّ کَانَتْ صَلوٰتُہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ التَّغْلِیْسَ حَتّٰی مَاتَ لَمْ یَعُدْ اِلیٰ یُسْفِرَ" کے زائد الفاظ نقل نہیں کیے ہیں۔چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ:

"اس حدیث کو زہری سے معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں انہوں نے اسامہ کے نقل کردہ زائد الفاظ نقل نہیں کیے۔"(سنن ابی داود، ملخصاً: ۳۹۴)

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

ھٰذہ الزیادۃ لم یقلھا غیر اسامۃ بن زید۔۔۔الخ۔(صحیح ابن خزیمہ:۳۵۲)

یہ زیادتی اسامہ بن زید کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کی۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں زائد الفاظ نقل کرنے میں اسامہ بن زید لیثی متفرد ہے، اسے ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے محققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کسی

صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ وضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت وتفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ واتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ واتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہٰذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے ، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

نیز واضح رہے کہ متعدد محدثین جیسے امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ اور امام ابو الحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ وغیرہ نے بھی اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۹۴، فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۱۰)

اور پھر اسامہ کی یہ حدیث خود فریق مخالف کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ جبکہ فریق مخالف سرخی کو شفق کہتا ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

فی هذا الخبر دلالة علی ان الشفق البیاض ،لا الحمرة ،لان فی الخبر :ویصلی العشآء حین یسود الافق ،وانما یکون اسوداد الافق بعد ذهاب البیاض الذی یکون بعد سقوط الحمرة۔

(صحیح ابن خزیمه: ۳۵۲)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلٰوةً لِّغَیْرِ مِیْقَاتِهَا اِلاَّ صَلٰوتَیْنِ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَّی الْفَجْرَ قَبْلَ مِیْقَاتِهَا ۔رَوَاهُ الشَّیْخَانِ، وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ

(آثار السنن: ۲۱۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے علاوہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو کوئی نماز وقت کے خلاف پڑھتے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے (مزدلفہ میں، کمافی روایۃ الحمیدی: ح ۱۱۴) مغرب اور عشاء کی نماز کو (حقیقتاً) جمع کیا (یعنی ایک ساتھ پڑھیں) اور فجر کی نماز (عام معمول کے) وقت سے پہلے پڑھی۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور مسلم کی (ایک) روایت میں ہے کہ اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے یعنی اندھیرے میں پڑھی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ، صحیح مسلم: ۱۲۸۹، مسند الحمیدی: ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۳۷،

سنن ابی داود: ۱۹۳۴، مسند البزار: ۱۹۰۶، سنن النسائی: ۳۰۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۵۴، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۰۶، شرح معانی الآثار: ۹۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۵۱۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ،حدثنا ابی ،حدثنا الاعمش قال:حدثنی عمارۃ ،عن عبدالرحمن،عن عبداللہ رضی اللہ عنہ....الخ"(صحیح البخاری: ۱۶۸۲)

فوائد ومسائل:

(۱) دونمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں، تاہم عرفات اور مزدلفہ میں بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں۔(دیکھئے: شرح المسلم: ج ۱ ص ۴۱۷)، لہٰذا فجر کی نماز وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ معمول کے وقت سے قبل اندھیرے میں پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی عمومی عادت مبارکہ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھنے کی نہ تھی بلکہ روشنی میں پڑھنے کی تھی۔ چنانچہ امام سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یعنی فی غیر وقتھا الذی کان یصلیھا فیہ قبل ذٰلک۔(مسند الحمیدی: ۱۱۴)

مطلب یہ ہے کہ پہلے جس وقت میں پڑھا کرتے تھے اُس معمول کے وقت سے پہلے پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعاً فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ كُلَّ صَلٰوةٍ وَّحْدَهَا بِأَذَانٍ وَّإِقَامَةٍ وَالْعِشَآءَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبُ وَالْعِشَآءُ فَلَا يَقْدُمُ النَّاسُ جَمْعاً حَتّٰى يُعْتِمُوْا وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ۔ (آثار السنن: ۲۱۵)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گئے، پھر جب مزدلفہ آئے تو آپ نے دونمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہم نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان تناول فرمایا، پھر صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی آپ نے فجر کی نماز پڑھی ،کیفیت یہ تھی کہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ صبح صادق طلوع ہوگئی ہے اور بعض کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ طلوع نہیں

ہوئی۔اس کے بعد (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تھا) یہ دونوں نمازیں اس مقام پر اپنے وقت سے ہٹادی گئیں یعنی مغرب اور عشاء، پس لوگ مزدلفہ عشاء سے پہلے نہ آئیں اور فجر کی نماز اس وقت (کردی گئی)۔اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: جب صبح صادق طلوع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، (سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ: یہ دونمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹادی جاتی ہیں، جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے وقت پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۳۔۱۶۷۵ ،شرح معانی الآثار: ۱۰۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۳۹۹،شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۳۹، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۳ ص ۱۷، المسند الجامع: ۹۰۹۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبداللہ بن رجاء، حدثنا اسماعیل، عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن یزید، قال خرجنا مع عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۱۶۸۳)

اور محقق نیموی رحمہ اللہ نے بخاری کی دوسری جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا عمرو بن خالد، حدثنا زهير، حدثنا ابو اسحاق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یقول: حج عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۱۶۷۵)

فوائد ومسائل:

(۱) دونمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں بلکہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیے، تاہم مزدلفہ میں (اور دیگر دلائل کی روشنی میں) عرفات میں (بھی) جمع کرنا بالاتفاق جائز ہے۔عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا جائے گا۔

(۲) عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون وافضل ہے مگر حج کے دنوں میں مزدلفہ کے مقام پر اسے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَسْفِرُوْا لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ اَوْ قَالَ لِاُجُوْرِكُمْ ۔ رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔ (آثار السنن: ۲۱۶)

☆☆ (حضرت سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اسے (امام) حمیدی (رحمہ اللہ) اور اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۴۱۳، سنن الترمذی: ۱۵۴، سنن النسائی: ۵۴۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۱، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ص ۱۴، مسند الشافعی: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹، مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۲۷۹، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۴۲۲، سنن الدارمی: ۱۲۵۴، ال آحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۰۹۰، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰۔

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے اور کئی طرق کے ساتھ مروی ہے، امام حمیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا الحمیدی قال: ثنا محمد بن عجلان، عن عاصم بن عمر بن قتادۃ، عن محمود بن لبید، عن رافع بن خدیج ان رسول اللہ ﷺ.....الخ" (مسند الحمیدی: ۴۱۳)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی حمیدی مکی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۲۷۰)

ان کی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام محمد بن یوسف رحمہ اللہ وغیرہم نے متابعت کر رکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند الشافعی: ۱۵۱

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن الدارمی: ۱۲۴۳ وغیرہ

(۲) امام سفیان بن عیینہ ہلالی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۷۷)

ان کی بھی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام یحییٰ رحمہ اللہ وغیرہ نے متابعت کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆مصنف عبدالرزاق:۲۱۵۹

☆سنن النسائی:۵۴۸ وغیرہ

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات:۱۴۸۴)

انہوں نے عاصم بن عمر سے بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کی ہے (دیکھئے:سنن النسائی:۵۴۸) اور پھر ایک جماعت جیسے یزید بن عیاض اور ابوخالد الاحمر رحمہما اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆مسند ابن الجعد:۲۹۵۷

☆مصنف ابن ابی شیبہ:۳۲۴۲ وغیرہ

(۴) امام ابوعمر عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان ظفری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(تہذیب الکمال:۳۰۲۰)

(۵) امام ابونعیم محمود بن لبید بن عقبہ بن رافع انصاری اشہلی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات:۱۵۴۲)

واضح رہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) اس حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور یہ مضمون کئی صحابہ سے کئی سندوں سے مروی ہے، لہٰذا عام حالات میں امت کیلئے مسنون اور افضل یہی ہے کہ اسے روشنی میں پڑھے۔ البتہ رمضان میں فجر جلدی پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز اختتام سحری کے بعد جلدی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھاتے اور پھر نمازِ فجر پڑھ لیتے تھے، راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقت ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: قدر خمسين اوستين آية. یعنی جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔(صحیح البخاری:ح۵۷۵)

(۲) بعض حضرات نے اپنے مسلک کو بچانے کیلئے غلط اقوال کا سہارا لیتے ہوئے اسفار کا مفہوم یہ بناڈالا ہے کہ فجر واضح ہوجائے۔(دیکھئے: مترجم بلوغ المرام مع شرح المبارکفوری:ج۱ص۱۴۷، ط۔دارالسلام) مگر یہ مفہوم بالکل غلط ہے اور سرے سے سننے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ اسفار کا مطلب دیگر روایات کی روشنی میں بالکل واضح ہے، چنانچہ سنن الدارمی میں یہ حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ نوروا بصلاۃ الفجر .فانہ اعظم للاجر .

(سنن الدارمی:۱۲۱۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز فجر کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

نور بصلاۃ الصبح حتیٰ یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار .

فجر کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔

اتنی صریح اور واضح روایات کے ہوتے ہوئے اسفار کا مفہوم فجر واضح ہو جائے بناڈالنا سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ عَنْ رِّجَالٍ مِّنْ قَوْمِہِ الْاَنْصَارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا اَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَاِنَّہُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ . رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّیْلَعِیُّ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ . (آثار السنن: ۲۱۷)

☆☆ محمود بن لبید (رحمہ اللہ) نے اپنی انصار قوم کے کئی حضرات (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔“ اسے (امام) نسائی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور حافظ زیلعی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

صحیح ہے اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے محققین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الزبیر والالبانی: ح ۵۵۰)

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"اخبرنی ابراھیم بن یعقوب قال: حدثنا ابن ابی مریم قال: اخبرنا ابو غسان قال: حدثنی زید بن اسلم .عن عاصم بن عمر بن قتادۃ .عن محمود بن لبید .عن رجال من قومہ الانصار ....الخ"

(سنن النسائی: ۵۴۹)

فائدہ:

”عن رجال من قومہ الانصار“ میں انصار سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ (ج۱ ص۲۱) میں ”عن رجال من قومہ من اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا .....الخ“ کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْ ھُرَیْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خُدَیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّیْ رَافِعَ بْنَ خُدَیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِبِلَالٍ نَوِّرْ بِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ حَتّٰی یُبْصِرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِھِمْ مِنَ

الْإِسْفَارِ۔ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَّابْنُ عَدِيٍّ وَّالطَّيَالِسِيُّ وَإِسْحَاقُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ .وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن:۲۱۸)

☆☆ (سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ''صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔ اسے (امام) ابن ابی حاتم، (امام) ابن عدی (رحمہ اللہ)، (امام) طیالسی (رحمہ اللہ)، (امام) اسحاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ: ۸۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۴۱۴، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۳۸۵، کتاب الحجۃ للشیبانی: ج ۱ ص ۲۱، معجم الصحابہ للبغوی: ج ۲ ص ۲۵۵، معرفۃ الصحابہ لابن مندہ: ج ۱ ص ۵۹۰، انساب الاشراف للبلاذری: ۴۹۲۔

محقق نیموی رحمہ اللہ نے جن کتب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ان میں اگرچہ یہ حسن لغیرہ درجہ کی سند کے ساتھ منقول ہے مگر امام المحدثین احفظ واتقن فقیہ ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ م ۱۸۹ھ نے کتاب الحجۃ میں اسے انتہائی ایک مضبوط، مختصر اور پختہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

"اخبرنا سلام بن سليم .قال حدثني هرير بن عبدالرحمن بن رافع بن خديج قال سمعت جدي رافع بن خديج الانصاري يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: يا بلال !نور بالفجر مايرى القوم مواقع نبلهم ."(کتاب الحجة على اهل المدينة : ج ۱ ص ۲۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو الاحوص سلام بن سلیم حنفی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ، متبع سنت'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۶۴۵)

(۲) امام ہریر بن عبدالرحمن بن رافع بن خدیج انصاری رحمہ اللہ سنن ابی دواد وغیرہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۶۵۶۱، الکاشف: ۵۹۴۹، میزان الاعتدال: ۹۲۱۶، التکمیل فی الجرح والتعدیل: ۸۰۲)

(۳) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ بَيَانَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِّثْنِيْ بِوَقْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلٰوتَيْكُمُ الْأُوْلٰى وَالْعَصْرَ وَكَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ عِنْدَ

غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعِشَآءَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ وَيُصَلِّي الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَفْتَحُ الْبَصَرُ كُلُّ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَقْتٌ اَوْ قَالَ صَلٰوةٌ۔ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

(آثار السنن: ۲۱۹)

☆☆ بیان (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضور ﷺ کی نمازوں کے اوقات سے مطلع کیجئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ظہر اور تمہاری عصر کی نمازوں کے اوقات کے درمیان پڑھتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اس وقت پڑھتے تھے جب ہر چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب خوب روشنی ہوجاتی)، پھر فرمایا کہ ان کے درمیان میں نمازوں کے اوقات ہیں۔ اسے (امام) ابو یعلی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) ہیثمی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۰۴، الاحادیث المختارۃ: ۱۵۷۷، مجمع الزوائد: ۱۶۸۴، التاریخ الکبیر للبخاری: ۱۹۴۸، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۷۹۳، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی: ۱۸۵۔

امام ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا احمد بن حاتم، حدثنا معتمر بن سلیمان، قال: حدثنی رجل یقال له: بیان قال: قلت لانس......الخ" (مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۰۴)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو جعفر احمد بن حاتم بن یزید طویل حناط بغدادی رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۲۰۴۳، تعجیل المنفعۃ: ۲۶)

(۲) امام ابو محمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰۲)

(۳) امام ابو سعید بیان بن جندب رقاشی بصری رحمہ اللہ کو "ثقہ" راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۲۱۳۵)

معلوم ہوا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مقدسی رحمہ اللہ م ۶۴۳ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ بلحاظ سند صحیح ہے۔ (دیکھئے: الاحادیث المختارۃ: ۱۵۷۷)

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْفِرُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهُ اَفْقَهُ لَكُمْ اِنَّمَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَخْلُوْا بِحَوَائِجِكُمْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ

وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن:۲۲۰)

☆☆جبیر بن نفیر (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہمیں (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز (ایک دفعہ) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نماز کو خوب روشنی میں پڑھا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے لئے زیادہ سمجھ کی بات ہے، تم تو (بس) یہ چاہتے ہو کہ اپنی ضروریات کیلئے (جلد) فارغ ہو جاؤ۔اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے یہ اثر درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا احمد بن داود ،قال:ثنا محمد بن المثنیٰ ،قال:ثنا عبدالرحمن بن مهدی ،قال:ثنا معاوية بن صالح،عن ابی الزاهرية،عن جبير بن نفير.....الخ"(شرح معانی الآثار:۱۰۹۵)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱)امام ابوعبداللہ احمد بن داود بن موسیٰ سدوسی بصری رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔
(تاریخ ابن یونس المصری:۵۱،مغانی الاخیار:۴۵)

(۲)امام ابوموسیٰ محمد بن مثنی بن عبید عنزی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" روای ہیں۔(تہذیب الکمال:۵۵۷۹)

(۳)امام ابوسعید عبدالرحمن بن مہدی بن حسان عنبری بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سننِ اربعہ کے "ثقہ ثبت" راوی ہیں۔
(تقریب:۴۰۱۸)

(۴)امام ابوعمرو معاویہ بن صالح بن حدیر حضرمی حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات:۱۵۹۴)

(۵)امام ابوالزاہریہ حدیر بن کریب حضرمی حمصی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم،سنن ابی داود،سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۲۶۲)

(۶)امام ابوعبدالرحمن جبیر بن نفیر بن مالک حضرمی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔(ایضاً:۲۰۱)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِهٖ اَسْفِرْ(بِالْفَجْرِ).رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن:۲۲۱)

☆☆علی بن ربیعہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مؤذن (ابن التیاح) سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھ۔اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ)،(امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۴، کتاب الحجہ علی اہل المدینہ : ج ۱ ص ۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۶۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۷۴، کتاب الصلاۃ لابی نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۴ ص ۴۳۳۔

اور بلحاظ سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور امام ابو نعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل کے ساتھ منقول ہے:

"اخبرنا سعید بن عبید الطائی، عن علی بن ربیعة الوالبی عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه....الخ" (کتاب الحجة علی اهل المدینة واللفظ له. کتاب الصلاة لابی نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو الہذیل سعید بن عبید طائی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۵۷)

(۲) امام ابو المغیرہ علی بن ربیعہ بن نضلہ اسدی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۸۵)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۲۲)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ)، (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار: ۱۰۹۲۔۹۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۸۱، کتاب الصلاۃ لابی نعیم: ۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۹۔

یہ اثر مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے اور صحیح و ثابت ہے، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا وکیع، عن سفیان، عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن یزید، قال.....الخ"

(مصنف ابن ابی شیبة: ۳۲۴۹)

فائدہ:

واضح رہے کہ مذکورہ احادیث و آثار کے علاوہ اس باب میں اور بھی بے زیادہ احادیث و آثار پائے جاتے ہیں اور احادیث اسفار متواترات میں شمار کی جاتی ہیں۔

۹-بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

نماز شروع کرنے کا بیان

{وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے}

۱۴۷۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: اَلْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ، وَالتَّكْبِيْرُ تَحْرِيْمُهَا، وَالتَّسْلِيْمُ تَحْلِيْلُهَا، وَفِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَسَلِّمْ (يَعْنِي التَّشَهُّدَ) وَلَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَيْءٌ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام اسے حلال کرنے والا ہے۔ اور ہر دو رکعتوں میں سلام یعنی التحیات پڑھو اور نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔''

۱۴۸۔ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ مِثْلَهُ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَرْفَعْهُ۔

ہم سے ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مذکور سند کے ساتھ پہلی حدیث جیسا بیان کیا ہے، البتہ اسے مرفوع نہیں کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۶، سنن الترمذی: ۲۳۸، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۰۷۷، ۱۱۲۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۳۲، ۲۳۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۳۶۰، سنن الدارقطنی: ۱۳۵۶، ۱۳۷۷، المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص ۱۳۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۹۷۱، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

ابوسفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی سعید بن مسروق ثوری رحمہ اللہ اور دیگر رواۃ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند الشامیین: ۱۳۶۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۹۰ وغیرہ)

اور ابونضرہ سے مراد امام منذر بن مالک عبدی بصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۳۳) نیز اس حدیث کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) وضو نماز کیلئے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۲) تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد وہ تمام افعال ممنوع ہو جاتے ہیں جو نماز کے منافی ہیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔

(۳) سلام پھیرنے کے بعد وہ تمام افعال جائز ہو جاتے ہیں جو نماز میں ممنوع تھے۔

(۴) ہر نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات پڑھا جائے۔

(۵) انفرادی نماز میں قراءت قرآن ضروری ہے۔

{ابتدائے نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کیا جائے}

۱۴۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: ارْفَعْ يَدَيْكَ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ، وَلَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِيمَا سِوَاهَا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تم ابتدائے نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله طريق اخرى عند ابن ابى شيبة: ۱/۲۶۷)

{صرف سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے}

۱۵۰۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَافْتِتَاحِ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَعَرَفَاتٍ وَجُمَعٍ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے، نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت)، وتروں میں قنوت کے شروع میں، عیدین کی نماز میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۵۳، شرح معانی الاثار للطحاوی: ۳۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۵۱۷۵، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۳۰۰ باب العیدین۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی: ۷۲۶)

مسئلہ ترک رفع الیدین:

واضح رہے کہ مسئلہ رفع الیدین میں کئی طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے ایک اختلاف متنازعہ رفع یدین کے دوام کا ہے۔ خصوصاً دور حاضر کے اسلاف بیزار حضرات کا دعویٰ ہے کہ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کی بتداء میں رفع یدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے موت تک کرتے رہے حتیٰ کہ پوری زندگی میں کسی نماز کی کسی ایک رکعت میں بھی اس رفع یدین کو ترک نہیں فرمایا۔

اسلاف بیزار حضرات نے بہت سی کتابوں میں یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے رہے مثلاً دیکھئے:

۱۔ صلوٰۃ الرسول: ص ۲۳۲

۲۔ القول المقبول: ص ۴۱۴

۳۔ نور العینین: ص ۳۲۸

۴۔ فتاوی ثنائیہ: ج ۱ ص ۶۳۸ وغیرہ۔

اس کے بالمقابل علمائے احناف و مالکیہ سمیت جمہور اہل اسلام کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہے مگر

اسے وفات تک کرتے رہنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

لہٰذا فریق مخالف کو چاہیے کہ وہ ایسی احادیث پیش کریں جن میں یہ مضمون ہو کہ رکوع کا رفع یدین رسول اللہ ﷺ موت تک کرتے رہے ہیں۔ ایسی احادیث ان کے دعویٰ کے موافق ہوسکتی ہیں مگر ہماری معلومات کے مطابق صحیح یا حسن احادیث کے ذخیرہ میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ مضمون ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رکوع والا رفع یدین کیا ہے۔

جمہور کے دلائل:

ہم پہلے جمہور کے دلائل مع التحقیق پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد فریق مخالف کے شبہات پر بحث کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

{احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ}

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م۲۷۹ھ فرماتے ہیں کہ:

حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبدالله (بن مسعود) الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة وفى الباب عن البراء بن عازب قال ابوعيسى حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ پس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھائی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کے باب میں حضرت سیدنا براء ※ بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، اور (مذکورہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اور اس رفع یدین کے چھوڑنے کے قائل بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور (جلیل القدر ثقہ محدث) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اہل کوفہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱) مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۳۷

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱:۲۴۴

(۳) سنن النسائی: ۱۰۲۶، ۱۰۵۸

(۴) سنن الترمذی: ۲۵۷

(۵) سنن ابی داود: ۸۴۷

(۶) مسند احمد بن حنبل: ۳۶۸۱، ۴۲۱۱

(۷) شرح معانی الآثار: ۱۳۴۹

(۸) المحلی بالآثار: ۲۴۲

(۹) سنن الکبریٰ للنسائی: ۶۴۹

(۱۰) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۳۱

(۱۱) مختصر الاحکام للطوسی: ج ۲ ص ۱۰۳

(۱۲) تاریخ بغداد: ۶۱۲۸

(۱۳) المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۶۰

(۱۴) جامع المسانید لابن کثیر: ج ۷ ص ۲۶۱

(۱۵) اتحاف الخیرۃ المهرۃ: ج ۱۰ ص ۳۹۲

(۱۶) التمہید لابن عبد البر: ج ۹ ص ۲۱۵

(۱۷) تیسیر الوصول: ج ۱ ص ۳۲۶

(۱۸) نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۳۹۴

(۱۹) التحقیق فی مسائل الخلاف: ج ۱ ص ۳۳۲

(۲۰) معرفۃ السنن والآثار: ج ۲ ص ۴۹۷

فوائد:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل باتیں ثابت اور واضح ہوئیں۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ حسن صحیح ہے۔

تنبیہ:

سنن الترمذی میں ''حسن'' کے ساتھ ''صحیح'' کا لفظ ''سنن الترمذی'' کے قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے۔ اس نسخہ کے متعلق احمد شاکر لکھتا ہے کہ:

"وھی نسخة جيدة يغلب عليها الصحة وخطؤها قليل" کہ یہ نسخہ عمدہ ہے جس میں صحت غالب اور خطاء کم ہے، اس نسخہ کی کتابت "۳ رجب ۲۶۷ھ" کو مکمل ہوئی ہے۔ (مقدمہ شرح ترمذی ج ا ص ۱۲۔ ❀ دار الحدیث القاھرہ) اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں احادیث کے اختتام پر دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ کے بقول دائروں میں نقطے اصل نسخے سے مراجعت کے بعد لگائے جاتے ہیں۔ (ملخصاً: اختصار فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، الجامع فی اخلاق الراوی ج ا ص ۲۷۳) اس سے معلوم ہوا کہ دار الکتب المصر یہ کی لائبریری کا قلمی سنن الترمذی کا یہ عمدہ اور نفیس نسخہ سنن ترمذی کے اصل نسخے سے مراجعت شدہ ہے۔

احمد محمد شاکر نے بھی اس نسخے میں "حسن" کے بعد "صحیح" کے لفظ کا موجود ہونا ذکر کیا ہے۔ نیز ثقہ بالا جماع محدث ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ اور محمد صدیق نجیب آبادی نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ (ملخصاً شرح ہدایہ للعینی ج ا ص ۶۶۳ و شرح سنن ابی داود للعینی ج ۳ ص ۳۴۳ ارقم: ۷۲۹، انوار المحمود شرح ابی داود ج ا ص ۲۵۸ بحوالہ نور الصباح ج ا ص ۱۰۵) اسی طرح سنن ترمذی کے متعدد نسخوں مثلاً۔۔۔

(۱) نسخہ علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ: (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ: ج ا ص ۲۵۷۔ ۲۶۴)

(۲) نسخہ عبد اللہ بن سالم البصری رحمۃ اللہ علیہ: (حاشیہ نصب الرایہ: ج ا ص ۳۹۴، ۳۹۵)

(۳) نسخہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: (شرح سفر السعادۃ)

(۴) نسخہ شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ: (شرح ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

(۵) نسخہ ابن عساکر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ج ۲ ص ۴۰)

وغیرہ میں ترک رفع یدین کا باب بھی موجود ہے۔ فریق مخالف کے احباب میں سے احمد محمد شاکر، شعیب الارناوط اور زہیر الشاویش نے بھی سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے۔ (شرح ترمذی ج ا ص ۴۰، حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴) مگر صد افسوس! محمد جونا گڑھی نے سنن ترمذی میں ترکِ رفع یدین کے باب اور عطاء اللہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کا انکار کر رکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو دلائل محمدی ص ۳۹ حصہ دوم مطبوعہ ۱۳۵۲ھ و تعلیقات سلفیہ ج ا ص ۱۰۳)

(۲)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع یدین کی روایت مروی ہے۔

(۳)۔۔۔ترک رفع یدین بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک ہے۔

(۴)۔۔۔اہل کوفہ جن میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل ہیں ترکِ رفع یدین پر متفق ہیں۔

سند کی تحقیق:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کی واضح شہادت کے بعد اب حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابوعیسیٰ اور وطن کی نسبت ''بوغی'' اور ''ترمذی'' ہے، علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباؤ واجداد شہر ''مرو'' کے باشندے تھے پھر خراسان کے شہر ''ترمذ'' میں منتقل ہو گئے، جو دریائے جیحوں کے کنارے ایک مشہور شہر تھا اس شہر سے بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا ہوئے، اس لئے اس کو ''مدینۃ الرجال'' کہا جاتا تھا، اس شہر سے چند فرسخ کے فاصلہ پر ''بوغ'' نامی قصبہ آباد تھا امام ترمذی ۲۰۹ھ میں اسی قصبہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے ان کو ''بوغی'' بھی کہتے ہیں۔ اور ترمذی بھی لیکن چونکہ بوغ، ترمذ کے مضافات میں واقع تھا اس لئے ترمذی کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کے لئے ''حجاز، مصر، شام، کوفہ، خراسان، اور بغداد'' وغیرہ کے سفر کئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے علم حاصل کیا۔ جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بوداود سجستانی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن المثنی رحمۃ اللہ علیہ، ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ، قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، محمود بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں عقل وخرد کی آنکھیں کھولی تھیں اس وقت ہر طرف حدیث کا ذوق وشوق عام تھا، قدرتی طور پر ان کی بھی توجہ اسی فن کی طرف مبذول ہوئی، لیکن اس کے ساتھ ان کو علم تفسیر سے بھی فطری لگاؤ تھا، فقہ سے بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی علم تفسیر میں ان کی سمجھ بوجھ کا اندازہ ان احادیث اور آثار سے ہوتا ہے جو انہوں نے ابواب تفسیر میں قرآنی آیات کے سلسلے میں جمع کی ہیں ان کے فقہی ذہن اور استنباط مسائل کے سلسلے میں لوگ ان کی جامع کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں جسے صرف احادیث ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فقہی کتاب بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں مختلف ائمہ کے مذاہب ودلائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بقول امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متفق علیہ، ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۸۷) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت وعدالت پر پوری امت کا اجماع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی، اور اپنے وطن ترمذ ہی میں ۲۷۹ھ میں انتقال فرما گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲) امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ

امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ صحیح مسلم وسنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

متعدد ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ صدوق (سچا) قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی ج ۳۰ ص ۳۱۲)

(۲) امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۹)

(۳) امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ امام ھناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ کو "الکوفی الحافظ احد العباد، الحافظ القدوۃ الزاھد شیخ الکوفۃ، الامام الحجۃ القدوۃ" وغیرہ لکھتے ہیں۔

(تاریخ اسلام ج ۵ ص ۱۲۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۶۵)

(۴) امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔

(ملاحظہ ہو معانی الاخیار ج ۳ ص ۱۸۶)

(۵) امام احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ ان کو "الحافظ الصالح" لکھتے ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۱۴)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲۵ھ بھی ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۷۴)

(۳) امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تیسرے راوی امام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح الکوفی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔

متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح وثناء اور تعدیل وتوثیق فرمائی ہے مثلاً......

(۱) امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں "الامام الحافظ الثبت محدث العراق" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۳ رقم ۲۸۴)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں "ثقۃ حافظ عابد" (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۴)

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں "وکان ثقۃ مامون عالماً رفیعاً کثیر الحدیث حجۃ" (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۶۵)

(۴) امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں "ثقۃ امام متفق علیہ"

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ج ۲ ص ۵۷۰)

(۵) حافظ ابوزکریا محی الدین یحیٰی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۴۴ رقم ۶۶۸)

(۶) حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں "ثقۃ عابد صالح ادیب من

حفاظ الحدیث " (تاریخ الثقات ج ا ص ۴۶۴ رقم:۱۷۶۹)

(۷) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں "ما رایت افضل من وکیع... ویفتی بقول ابی حنیفۃ " کہ میں نے امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی افضل شخص نہیں دیکھا ہے، اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳۷ رقم ۸۶۹۹، مغانی الاخیار ج ۳ ص ۱۳۶ ارقم ۲۵۰۶)

(۸) حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں "کان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثاً کثیراً " کہ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی سب حدیثیں ان کو یاد تھیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ حدیثیں امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تھیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۴۹ طبع مصر وفی طبعۃ ج ۲ ص ۱۰۸۲ ارقم ۲۱۰۹ باب ماجاء فی ذم القول فی دین......الخ)

فائدہ:

یاد رہے عبدالرحمن مبارکپوری نے از راہ تعصب بغیر کسی دلیل کے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، اور ٹھوس حوالوں کو مسخ کرتے ہوئے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہو جایا کرتا تھا، نہ یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور رائے پر فتویٰ دیتے تھے (محصلہ تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۷) لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے اس لیے کہ اگر انکا راجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوتا تو عبارت یوں ہوتی "یفتی کرائی ابی حنیفۃ وکقول ابی حنیفۃ" لیکن الفاظ "برائی ابی حنیفۃ وبقول ابی حنیفۃ" ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ الغرض امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور قول پر فتویٰ دیتے تھے (یعنی ان کے مقلد تھے) مذکورہ بالا ٹھوس حوالوں کے مقابلے میں منکرین تقلید (محمود) لاکھ جتن کریں وہ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کی صف سے ہرگز نہیں نکال سکتے۔

(۴) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن اربعہ وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ ایک جلیل القدر امام اور ناقد ہیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً......

(۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں" الامام شیخ الاسلام سید الحفاظ، شیخ الاسلام، امام الحفاظ سید العلماء العاملین فی زمانہ"
(تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۱۹۰، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۸۲)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں" ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة"
(تقریب التہذیب ج۱ ص ۲۴۴ رقم ۲۴۴۵)

(۳) امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں امیر المومنین تھے۔ (ملخصاً تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۱۹۱ رقم ۱۹۸)

(۴) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں" وکان ثقة ماموناً ثبتاً کثیر الحدیث حجة"
(الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۷۱)

(۵) امام ابوالحسن عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں" ثقة کوفی رجل صالح زاهد عابد ثبت فی الحدیث"
(تاریخ الثقات ج۱ ص ۱۹۰ رقم ۵۷۱)

(۶) حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں" وکان اماماً من ائمة المسلمین وعلماً من اعلام الدین مجمعاً علی امامته بحیث یستغنی عن تزکیته مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع والزهد" (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۵۴ رقم ۴۷۶۳)

(۷) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ فرماتے ہیں کہ حلال وحرام کا علم رکھنے والا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات الفقہاء للشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ج۱ ص ۸۴)

(۸) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی جلالت قدر پر علماء کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج۱ ص ۲۲۲ رقم ۲۲۴)

(۹) علامہ ابوالعباس ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث و دیگر علوم میں امام تھے آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔ (وفیات الاعیان ج ۶ ص ۳۸۶ رقم ۲۶۶)

(۱۰) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں کہ " شیخ الاسلام ابو عبداللہ الثوری الفقیه الکوفی سید اهل زمانه علماً و عملاً" (الوافی بالوفیات ج ۱۵ ص ۱۷۴ رقم ۳)

(۱۱) العلامۃ الفہامۃ الشیخ المحدث عبدالقادر بن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۵ھ لکھتے ہیں" وهو احد الائمة المجتهدین ومن اقطاب الاسلام وارکان الدین ومن اکابر التابعین جمع بین الفقه والحدیث والزهد والورع والعبادة" (الجواہر المضیۃ: ج۱ ص ۵۴۶)

(۱۲) حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں " وکان سفیان اماماً من ائمۃ المسلمین وعلماً من اعلام الدین مجمعاً علی امامتہ مع الاتقان والحفظ والمعرفۃ والضبط والورع" (مغانی الاخیار ج ۱ ص ۴۱۷ رقم ۷۷۸)

(۵) امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پانچویں راوی امام عاصم بن کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ صحیح مسلم، سنن اربعہ، سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی ہیں۔ (ملخصاً صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸) ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے فرمایا "ثقہ" (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۷۴۳)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت لی ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸) اور بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں تعلیقاً جس راوی سے روایت لیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہوتا ہے (مقالات ج ۱ ص ۴۲۱) فلھذا بقول علی زئی امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) راوی ہے۔

(۳) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں "وکان ثقۃ یحتج بہ" کہ ثقہ ہے اس سے دلیل پکڑی جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۴۱)

(۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں (ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴۔ ۱۹۷۔ ۳۵۰) جو کہ بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۳۲)

(۵) امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ میں سب سے افضل ہے۔ (تہذیب الکمال للمزی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۶ رقم ۸۹)

(۶) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں "لا باس بحدیثہ" کہ اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل للرازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۶ ص ۳۵۰ رقم ۱۹۲۹)

(۷) امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں "صالح" (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶ ص ۳۵۱)

(۸) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ لکھتے ہیں "من متقنی الکوفیین" کہ عاصم بن کلیب متقن (ثقہ) کوفیوں میں سے ہے۔ (مشاہیر علماء الامصار ج ۱ ص ۲۶۰ رقم ۱۳۰۵)

(۹) امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ لکھتے ہیں "ثقۃ مامون" (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۱۵۰ رقم ۸۳۳)

(۱۰) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں ''ثقۃ'' (تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ وتہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۱) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں ''ثقۃ'' (ایضاً)

(۱۲) حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں '' ثقة۔ وكان فاضلاً عابداً۔صدوق '' (المغنی ج ۱ ص ۳۲۱ رقم ۲۹۹۲، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۶۶۷۴ رقم ۱۲۶، دیوان الضعفاء ج ۱ ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹، ذكر اسماء من تكلم فيه وهو موثق ج ۱ ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰) نیز حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مروی احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے (مثلاً ملاحظہ ہو تلخیص مستدرک ج ۴ ص ۲۴۵)

(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں ''صدوق...الخ'' (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۶)

(۱۴) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں ''فاضل عابد '' (ملخصاً الوافی بالوفیات ج ۱۶ ص ۳۲۶)

(۱۵) امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۸ھ کہتے ہیں '' ثقة مامون '' (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۶) امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ نے امام عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۲۷۴۔ ۲۱۷۳۔ ۲۱۷۲۔ ۴۱۷۔ ۳۱۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۷۔ ۶۹۰۔ ۶۴۲۔ ۶۴۱۔ ۶۲۹۔ ۴۲۶۔ ۵۹۵۔ ۵۹۴۔ ۴۸۰۔ ۴۵۷۔ وغیرھم۔ اور عاصم پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں امام ابن خزیمہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی سے روایت بیان کریں اور جرح نہ کریں وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے اور وہ روایت بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۷۴ ص ۱۸، مقالات ج ۱ ص ۵۲۸) فلھذا بقول علی زئی امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ وصدوق راوی ہے۔

(۱۷) امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب المنتقیٰ (صحیح ابن الجارود) میں روایتیں لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: المنتقیٰ رقم: ۱۹۶۔ ۲۰۲۔ ۲۰۸ وغیرھم۔

اور از بیر علی زئی صاحب کے نزدیک امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کا المنتقیٰ میں عاصم سے روایت لینا ہی امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۷۰)

(۱۸) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں '' اسناده جيد '' کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۲۴) جو کہ بقول زبیر علی زئی صاحب حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے جید الحدیث (یعنی ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۲۳)

(۱۹) حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ اسے ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔ (البدر المنیر ج ۳ ص ۱۰۶، ج ۵ ص ۲۹۶)

(۲۰، ۲۱) حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الاحادیث المختارہ میں اور حافظ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے مستخرج ابی عوانہ میں عاصم کی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: الاحادیث المختارہ رقم: ۱۶۷۔ ۲۷۰۔ ۴۰۷۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ وغیرھم، مستخرج ابی عوانہ رقم: ۱۴۱۹۔ ۱۴۹۲۔ ۸۶۴۷۔ ۸۶۴۸ وغیرہم

جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۰۷)

(۲۲) امام احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں "ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات" کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں (مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۳۳۶ باب الاشارۃ فی التشہد)

(۲۳) حافظ ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں "ورجالہ ثقات" کہ اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۸ رقم ۱۰۷۷۸، باب الدیات فی الاعضاء وغیرھا)

(۲۴) امام احمد بن عبداللہ الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ نے "خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" میں عاصم بن کلیب کو ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۱۸۳) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی توثیق نقل کی ہے اور کوئی جرح نقل نہیں کی جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول خزرجی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۵۹)

(۲۵) امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ نے عاصم بن کلیب سے احادیث روایت کی ہیں۔ (کمافی تہذیب الکمال للمزی: ج ۱۳ ص ۵۳۹ رقم ۳۰۲۴ و ج ۱۲ ص ۴۸۲ رقم ۲۷۳۹) اور زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں (مقالات ج ۱ ص ۴۳۲) فلھذا بقول علی زئی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم مذکور ثقہ ہے۔

(۲۵ تا ۵۰) درج ذیل ائمہ محدثین نے عاصم بن کلیب کی بیان کردہ احادیث کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے۔

(۱) امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ: قال ھذا اسناد ثابت صحیح. واسنادہ صحیح.
(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۳۷ رقم ۱۲۸۲ والعلل الواردۃ ج ۵ ص ۲۷۲)

(۲) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: قال ھذا حدیث حسن صحیح
(سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۷۹ رقم ۲۹۲ باب کیف الجلوس فی التشہد و رقم ۱۷۸۲)

(۳) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ: قال هذا حديث صحيح على شرط مسلم
(مستدرک حاکم رقم ۸۱۴۔۸۱۵۔۸۲۶ وغیرھم)
(۴) امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ: قال هذا حديث صحيح (شرح السنہ للبغوی: ج ۱۲ ص ۷۰ باب موضع الخاتم)
(۵) امام ابوعلی حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: قال حسن (مختصر الاحکام للطوسی: ج ۱ ص ۳۰۱)
(۶) امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ: قال هذا الخبر صحيح۔ (المحلی لابن حزم: ج ۴ ص ۵۷ مسئلہ ۴۴۲)
(۷) حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ: قال اقرب الى الصحة لعدالة رواته۔ (بیان الوھم والایھام ج ۳ ص ۳۶۷)
(۸) حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ: قال ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)
(۹) حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: عنده حديث صحيح۔ (ملخصاً شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶۷)
(۱۰) امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ: عنده حديث صحيح وقال فلا يسال عنه للاتفاق على الاحتجاج به۔ (ملخصاً شرح سنن ابی داود ج ۳ ص ۳۴۱)
(۱۱) حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: عنده حديث صحيح (ملخصاً التعریف الاخبار رقم ۱۶۷)
(۱۲) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ: قال ان يكون صحيحاً (تہذیب السنن ج ۱ ص ۳۶۸)
(۱۳) علامہ عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ: عنده حديث صحيح (مواہب اللطیف: ص ۹۵۲)
(۱۴) امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲۳ھ: قال باسناد جيد على شرط مسلم (ارشاد الساری باب التسمیۃ علی الذبیحۃ)
(۱۵) حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: قال فحديث على رضى الله عنه اذا صح۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۵)
(۱۶) محدث شیخ ھاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ: عنده حديث صحيح۔ (کشف الرین ص ۵۶)
(۱۷) حافظ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: عنده حديث صحيح۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲)
(۱۸) حافظ ابوعلی نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ: صحیح سنن النسائی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام از علی زئی ص ۵۲)
(۱۹) حافظ ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ: صحح احادیث سنن النسائی۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲: از علی زئی)
(۲۰) حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ: (ایضاً)
(۲۱) امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ: (ایضاً)
(۲۲) امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ: (ایضاً)
(۲۳) امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ ✕: (ایضاً)
(۲۴) امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (ایضاً)

(۲۵)امام محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ: صحح حدیثہ (عقود الجواھر المنیفۃ ج ۱ ص ۱۰۲)
اور زبیر علی زئی صاحب نے یہ بات کئی جگہوں پر لکھی ہے کہ:
اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصاً نور العینین ص ۵۳، نصر الباری ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰، ماہنامہ الحدیث ۳۲/ ۱۴، جزء رفع الدین بتحریفات علی زئی ص ۱۴)
چونکہ مذکورہ بالا پچیس محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عاصم بن کلیب سے مروی روایتوں کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے فلھذا زبیر علی زئی صاحب کے بقول عاصم مذکوران کے نزدیک ثقہ وصدوق (صحیح الحدیث) راوی ہے۔

نوٹ:

فریق مخالف کے درج ذیل علماء نے بھی عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ یا اس کی احادیث سے استدلال کیا ہے یا صراحتاً اس کو ثقہ وغیرہ لکھا ہے۔

(۱) داود ارشد (تحفہ حنفیہ ص ۱۲۲ ناشر دار الکتب السّلفیہ لاہور)
(۲) ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی (نمازِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۳، انصار السنہ پبلیکیشنز)
(۳) (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۰۹ تقسیم کار فاروقی کتب خانہ)
(۴) خالد گرجاکھی (صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۶ ناشر ادارہ احیاء السنہ)
(۵) فاروق الرحمن یزدانی (۔۔۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ص ۲۷۹ ناشر ادارہ تحفظ اسلام)
(۶) ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۷۔۷۸، ناشر مکتبہ محمدیہ اُردو بازار لاہور)
(۷) عبداللہ روپڑی (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۴۶۱ شائع کردہ ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)
(۸) صادق سیالکوٹی (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ نعمانی کتب خانہ لاہور)
(۹) ابوالحسن مبشر احمد ربانی (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۱ ص ۱۲۵ مکتبہ قدوسیہ لاہور)
(۱۰) عبدالرحمن عزیز (صحیح نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۱۴۸b۔ دارالاندلس لاہور)
(۱۱) عبدالمتین میمن (حدیث نماز ص ۵۸)
(۱۲) شفیق الرحمن (نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۱۴۴b۔ دارالسلام)
(۱۳) زبیر علی زئی (مقالات ج ۱ ص ۴۲۶۔۴۲۵، ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۲۱)
(۱۴) ثناء اللہ ضیاء (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۱۲، ۱۳ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)
(۱۵) ارشاد الحق اثری (تعلیق مسند السراج ص ۲۴ رقم ۹۷)

(۱۶) قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۶۰، ج ا ص ۱۵۸)
(۱۷) شعیب الارناوط (حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)
(۱۸) زہیر الشاویش (ایضاً)
(۱۹) ناصر الدین البانی (تعلیقات مشکوٰۃ رقم ۸۰۹)
(۲۰) رئیس ندوی (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۳۹۴)
(۲۱) ابوالحسن سیالکوٹی (الظفر المبین ص ۳۳۳،b۔ مکتبہ محمدیہ)
(۲۲) ندیم ظہیر (ماہنامہ الحدیث ص ۸ ش نمبر ۱۱۹)

(۶) عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ م ۹۹ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چھٹے راوی ''ابو حفص عبدالرحمن بن الاسود بن یزید بن قیس النخعی الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ'' صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ وسنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔
(۱) حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ عبدالرحمن بن الاسود کو'' ثقۃ فی الحدیث'' لکھتے ہیں۔ (تاریخ الثقات ج ا ص ۲۸۸ رقم ۹۳۲)
(۲) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں'' ثقۃ'' (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۵ ص ۲۰۹)
(۳) حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ عبدالرحمن کے متعلق لکھتے ہیں ''من العلماء العاملین، وکان فقیھاً عابداً ثقۃ فاضلاً، کان من المتھجدین العباد''
(الکاشف ص ۶۲۱ رقم ۳۱۴۱، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۱۳۰، سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۱)
(۴) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں'' ثقۃ'' (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱)
(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ بھی عبدالرحمن کو ''ثقہ'' لکھتے ہیں۔
(تقریب التہذیب ج ا ص ۳۳۶ رقم ۳۸۰۳)

(۷) علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ

ساتویں راوی امام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ وسنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالاجماع تابعی راوی ہیں متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح وثناء اور تعدیل وتوثیق فرمائی ہے مثلاً......
(۱) امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے علقمہ بن قیس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔
(ملخصا تاریخ الثقات ج ا ص ۳۳۹ رقم ۱۱۶۱)

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں "ثقة من اهل الخير"
(الجرح والتعدیل للرازی: ج ۶ ص ۴۰۴ رقم ۲۲۵۸)

(۳) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں "ثقة" (ایضاً)

(۴) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں "الفقيه المشهور...... وكان فقيهاً اماماً مقرئاً طيب الصوت بالقرآن ثبتاً حجةً، كان فقيهاً اماماً بارعاً طيب الصوت بالقرآن ثبتاً فيما ينقل صاحب خير وورع، فقيه الكوفة وعالمها ومقرئها الامام الحافظ المجود المجتهد الكبير ابوشبل" (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۶۸۳ رقم ۵۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۳ رقم ۲۴، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۱۶ رقم ۳۸۲)

(۵) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں "وكان فقيهاً مقرئاً طيب الصوت ثبتاً حجةً" (الوافی بالوفیات ج ۲۰ ص ۴۸)

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ م ۳۲ھ

آٹھویں راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا شجرہ نسب "عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر" ہے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں طرف ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

اور یہ بات تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ آفتابِ نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجومِ ہدایت تھے بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہ تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی انہی حضرات میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹) سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) مشہور تابعی شقیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹) یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیٰ رؤس الاشہاد فرمایا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں قرآنِ کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شانِ

نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کیلئے ارسال کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۴۷) آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آ کر بیمار ہوئے اور ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ رقم ۴۹۴۵ و حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۴)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

شواہدات ومؤیدات:

اب اتمام حجت کے طور پر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے چند شواہد حاضر خدمت ہیں۔

شاہد نمبر ۱:

حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبداللہ قال حدثنا حصین عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع قبل الركوع وبعده فذكرت ذلك لابراهيم فغضب وقال رآه هو لم يره ابن مسعود رضی الله عنه ولا اصحابه.

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع حدیث بیان فرما رہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے عرض کر دی تو وہ غصہ ہو گئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے چھوڑتے بھی دیکھا ہے)۔

(شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۲، ۞ ۔ مکتبہ حقانیہ ملتان)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر سی توثیق حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام احمد بن داؤد رحمۃ اللہ م ۲۸۲ھ

امام ابو عبداللہ احمد بن داؤد بن موسیٰ البصری السدوسی المکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، دولابی رحمۃ اللہ علیہ، امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے استاذ ہیں آپ کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام جمال الدین المعروف ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:" وکان ثقة اقام بمصر وتوفی بها "
(المنتظم فی تاریخ الملوک: ج ۱۲ ص ۳۴۶)

(۲)۔۔۔امام عبد الرحمن بن احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة توفی فی صفر "
(تاریخ ابن یونس: ج ۲ ص ۲۳)

(۳)۔۔۔حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ ابن یونس کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں' ثقة "
(مغانی الاخیار: ج ۱ ص ۲۹ رقم ۴۵)

(۴)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ فرماتے ہیں:" ثقة "
(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستة: ج ۱ ص ۳۳۳)

(۲) امام مسدد بن مسرھد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۸ھ

امام مسدد بن مسرھد بن مسربل البصری الاسدی رحمۃ اللہ علیہ بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن النسائی و سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة "
(تاریخ الثقات للعجلی: ج ۱ ص ۴۲۵ رقم ۱۵۶۰)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:"صدوق" (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۴ ص ۴۳۸)

(۳)۔۔۔امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:" ثقة ثقة "
(تاریخ اسلام: ج ۵ ص ۷۰۰ رقم ۴۲۳)

(۴)۔۔۔امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" ثقة " (الجرح والتعدیل: ج ۸ ص ۴۳۸ رقم ۱۹۹۸)

(۵)۔۔۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" الحافظ، الحافظ الحجة.... احد اعلام الحدیث " (المعین

فی طبقات المحدثین ج ۱ ص ۱۹۱ رقم ۱۰۱۳ تاریخ اسلام ج ۵ ص ۷۰۰ رقم ۳۲۳ سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۵ رقم الترجمہ ۱۷۴۵)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" ثقة حافظ " (تقریب ج ۱ ص ۵۲۸)

(۳)امام خالد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ

امام خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن یزید الطحان رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں ائمہ رجال سے آپ کی ثقاہت حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:" ثقة حافظ "
(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۰ رقم ۱۸۷)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" الحافظ الامام۔ ۔ وکان عالماً صالحاً قانتاً لله، الحافظ الامام الثبت " (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۱، سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۷۷)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:" ثقة صالحاً فی دینه "
(تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۱۰۰ رقم ۱۸۷)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة صحیح الحدیث " (ایضاً)

(۵)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:" ثقة " (ایضاً)

(۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:"ثقة ثبت" (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۱۸۹ رقم ۱۶۴۷)

(۴)امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ

امام حصین بن عبدالرحمن السلمی ابوالہذیل الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔آپ کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة ثبت فی المدینة "
(تاریخ الثقات للعجلی: ج ۱ ص ۱۲۲ رقم ۲۹۸)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:" الثقة المامون من کبار اصحاب الحدیث "
(الجرح والتعدیل للرازی: ج ۳ ص ۱۹۳ رقم ۸۳۷)

(۳)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقة " (ایضا)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة فی الحدیث " (ایضا)

(۵)۔۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں:" ثقة "(ایضاً)

(۶)۔۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" الثقة " (تاریخ اسماء الثقات: ج ا ص ۶۵)

(۷)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں:" ثقة حجة۔ وكان ثقة حافظاً عالي السند۔ ثقةحجة حافظاً عالي السند۔ الحافظ الحجة المعمر" (الكاشف ج ا ص ۳۳۸ رقم ۱۱۲۸، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۶۳۳ رقم ۱۵۱،تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۱۰۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۴۲۲)

(۸)۔۔۔۔حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں:" وكان ثقة حافظاً عالي السند" (الوافی بالوفیات ج ۱۳ ص ۵۹ رقم ۲)

(۵)امام عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶ھ

امام عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق الجملی المرادی ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ان کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:" ثقة "
(تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۴)

(۲)۔۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:"صدوق ثقة " (تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۴)

(۳)۔۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں:" احد الاعلام الحفاظ۔ وكان ثقة ثبتاً اماماً۔ الامام القدوة الحافظ۔ احد الائمة الاعلام " (تاریخ اسلام: ج ۳ ص ۲۹۰ رقم ۲۱۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۹۱ رقم ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۵۰۲ رقم ۶۸۹)

(۴)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" ثقة عابد " (تقریب التہذیب: ج ا ص ۴۲۶)

(۶)امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ

امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود بن عمرو بن ربیع النخعی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ بالاجماع تابعی ہیں ان کی ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل کے حوالے تابعین کے آثار میں آ رہے ہیں۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔ نیز امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ تمام احادیث محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حکماً متصل ہیں جیسا کہ اس پر مفصل بحث آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحت آ رہی ہے۔ فلہذا باصول محدثین اس کی سند بالکل صحیح اور متصل ہے۔

شاہد نمبر ۲:

حدثنا معاذ بن المثنى ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصين عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه قبل الركوع وبعده فذكرت ذلك لابراهيم فغضب وقال رآه ولم يره ابن مسعود واصحابه۔(المعجم الكبير لطبرانی: ج۵ ص۳۸۷ رقم ۱۶۴۷۸)

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کی مرفوع فعلی حدیث بیان فرمارہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کردی تو وہ غصہ ہوئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (رفع یدین چھوڑتے ہوئے) نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے چھوڑتے دیکھا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راوی ابوالمثنی معاذ بن مثنی بن معاذ العنبری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۸ھ کو امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ، امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج ۲ ص ۵۳۰، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۷۸۳ رقم ۵۳۹) اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: " ثقة جليل، ثقة متقن " (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۷۸۳ رقم ۵۳۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰ ص ۵۱۵ رقم ۲۴۷۵) اور اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ فلہٰذا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور حکماً متصل ہے۔

شاہد نمبر ۳:

حدثنا محمد النضر الازدي ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة عن حصين قال ذكر عمرو بن مرة عن علقمة بن وائل عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم في رفع يديه للصلاة قال حصين فقال ابراهيم: ما ادري لعل وَائِلاً لم ير النبي صلى الله عليه وسلم غير ذلك اليوم فكيف حفظه؟ ولم يحفظه عبدالله واصحابه، هو اعلم برسول الله صلى الله عليه وسلم امر عبدالله فانما كان يرفع يديه افتتاحاً. (المعجم الكبير لطبرانی: ج۵ ص۳۸۷ رقم ۱۶۴۷۷)

امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا نقل کیا۔ امام حصین بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کو محفوظ کرلیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں کہ رفع یدین صرف شروع نماز میں ہی ہے (یعنی اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ایک دن دیکھ کر محفوظ فرما سکتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمکے ساتھ مسلسل رہنے والے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین چھوڑنے والے عمل کو بطریق اولیٰ محفوظ فرمایا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راویوں میں سے امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا اور بقیہ روایت کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام محمد بن نضر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۱ھ

امام محمد بن احمد بن النضر بن عبداللہ بن مصعب الازدی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محدث ہیں۔

(۱)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ اسے ثقہ کہتے ہیں۔ (کتاب الثقات ج ۶ ص ۱۵۳ رقم ۱۵۷۲۹)

(۲)۔۔۔امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ثقہ کہتے ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۱۰۰۹ رقم ۳۶۹)

(۳)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (الثقات ج ۱ ص ۱۹۴ رقم ۹۳۳۰۴)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔ " وکان ثقۃ " (العبر: ج ۱ ص ۴۲۱)

(۵)۔۔۔حافظ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ فرماتے ہیں: " وکان اماماً حافظاً ثقۃ من الرؤسا " (شذرات الذہب: ج ۳ ص ۳۸۵)

(۲) امام معاویہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۴ھ

(۱)۔۔۔معاویہ بن عمرو بن المھلب بن عمرو البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: " صدوق ثقۃ " (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۱۶ رقم ۳۹۶)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " الامام الحافظ الصادق " (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰ ص ۲۱۴ رقم ۵۳)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" ثقة " (تقریب التہذیب ج۱ ص ۸۳۵)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة " (الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۳۸۶)

(۳) امام زائدہ بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

امام ابوالصلت زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ان کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة "

(تاریخ الثقات ج۱ ص ۱۶۳ رقم ۴۵۲)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة صاحب سنة "

(الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۶۱۳ رقم ۲۷۷۷)

(۳)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں:"صدوق من اهل العلم " (ایضاً)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" ثقة حجة صاحب سنة. وكان اماماً حجة صاحب سنة واتباع. الامام الحجة. الامام الثبت الحافظ "

(الکاشف ج۱ ص ۴۰۰ رقم ۱۶۰۸، تاریخ اسلام ج ۴ ص ۳۶۵، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۱۵۸، سیر اعلام ج ۷ ص ۶۲)

(۵)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:" من الاثبات الائمة "

(تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۳۰۷)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور حکماً متصل ہے۔

شاہد نمبر ۴:

حدثنا ابو عثمان سعيد بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوهاب بن عيسىٰ بن ابى حية قالا نا اسحاق بن ابى اسرائيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله قال صليت مع النبى ﷺ ومع ابى بكر و مع عمر رضى الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولىٰ فى افتتاح الصلوٰة قال اسحاق به ناخذ فى الصلوٰة كلها. (سنن دار قطنی: ج۱ ص ۳۹۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔(ثقہ بالاجماع جلیل

القدر محدث) اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔

شاہد نمبر ۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبدالله لا یرفع یدیه فی شیء من الصلوٰة الا فی الافتتاح۔

ترجمہ: (ثقہ تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۴، ۞۔ مکتبہ حقانیہ)

شاہد نمبر ۶:

حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبدالله انه کان یرفع یدیه فی اوّل ما یستفتح ثم لا یرفعهما۔

بے شک سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

شاہد نمبر ۷:

اخبرنا سفیان الثوری قال حدثنا حصین عن ابراهیم عن عبدالله بن مسعود انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة۔ (کتاب الحجة: ج ۱ ص ۹۷)

بے شک سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین فرماتے تھے۔

شاہد نمبر ۸:

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سالت ابراهیم عن ذالك فقال یرفع یدیه اوّل مرة۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷، رقم ۲۵۳۵)

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے (ثقہ تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۹:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اوّل شیء ثم لا یرفع بعد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷، رقم ۲۵۳۳)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۰:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود كان يرفع يديه في اوّل شيء ثم لا يرفع بعد. (المعجم الكبير لطبراني: ج۸ ص۱۹۴ رقم ۹۱۹۵)

بلا شک وشبہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۱:

عبدالرزاق عن ابن عيينة عن حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود مثله.

(مصنف عبدالرزاق ج۲ ص۷۱ رقم الحديث ۲۵۳۴)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۲:

حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراهيم عن عبدالله بن مسعود انه كان اذا دخل الصلاة رفع يديه ثم لا يرفع بعد ذالك. (المعجم الكبير لطبراني: ج۸ ص۱۹۴ رقم ۹۱۹۷)

بلا شک وشبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ائمہ محدثینؒ وفقہاء امتؒ کے فیصلے:

سندی تحقیق اور شواہدات ومؤیدات کے بعد اب حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے فیصلے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں "حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح" کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں" ان هذا الخبر صحيح" کہ بلا شک وشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المحلیٰ شرح المجلی ج ۴ ص ۵۸ مسئلہ نمبر ۴۴۲)

(۳)۔۔۔امام ابوعلی حسن بن علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ فرماتے ہیں "حديث ابن مسعود حسن" کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ (مختصر الاحکام ج ۲ ص ۱۰۳ رقم ۲۴۷)

(۴)۔۔۔امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ کہتے ہیں "والحدیث عندی لعدالۃ رواتہ اقرب الی الصحۃ" کہ یہ حدیث چونکہ عادل راویوں سے مروی ہے اس لئے میرے نزدیک اقرب الی الصحۃ (صحیح) ہے۔ (بیان الوہم والایہام: ج ۳ ص ۳۶۷)

(۵)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں "واسنادہ صحیح ۔۔۔۔الخ" کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (العلل الواردہ: ج ۵ ص ۱۷۲، رقم ۸۰۴، الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۴، اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۷)

(۶)۔۔۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ کہتے ہیں کہ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ملخصاً تہذیب السنن مع مختصر السنن ج ۱ ص ۱۴۶)

(۷)۔۔۔امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۸ھ اور ثقہ بالاجماع محدث حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے بحوالہ حافظ فاسی رحمۃ اللہ علیہ صراحت فرما رکھی ہے کہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ باقی تمام حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو (الا فی اول مرۃ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۷ رقم ۱۱۰۹، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۴) جس کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ م ۲۴۱ھ نے اعلان فرما رکھا ہے کہ:

جب کسی حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ہوں اور محدثین اس حدیث پر جرح بھی کریں تو خوب جان لو کہ وہ حدیث صحیح ہی ہوگی۔

(ملخصاً: الکفایہ فی علم الروایہ: ج ۱ ص ۱۴۲، باب ترک الاحتجاج بمن غلب علی حدیثہ الشواذ۔۔۔الخ۔)

(۸)۔۔۔الامام الثقہ، المتقن الحجۃ، المحدث الفقیہ الاصولی، المعتدل الناقد، علاء الدین بن علی بن عثمان المارد ینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۵ھ اس حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات کے مفصل جوابات دیے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

" والحاصل ان رجال ھذا الحدیث علیٰ شرط مسلم " کہ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم کی شرط پر ہیں (یعنی ثقہ ہیں)۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)

(۹)۔۔۔امیر المؤمنین فی الحدیث امام ثقہ متقن حجہ ناقد معتدل حافظ ابوجعفر احمد بن محمد المصری الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین پر شرح معانی الآثار میں استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۲) اور امام موصوف نے مذکورہ کتاب کی ابتداء میں صراحت فرما رکھی ہے کہ میں نے اس کتاب میں اپنے نزدیک صحیح روایات سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً: ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ

حدیث صحیح ہے۔

(۱۰)۔۔۔حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۷ھ بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں" عاصم بن کلیب اخرج له مسلم وعبدالرحمن بن الاسود ایضا اخرج له مسلم وهو تابعي وثقه ابن معين وعلقمة فلا يسئل عنه للاتفاق على احتجاج به " کہ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں حدیث تخریج فرمائی ہے۔اسی طرح عبدالرحمن سے بھی (لہٰذا ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں) ویسے بھی امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔اور علقمہ بالاتفاق حجت ہے۔(نصب الرایہ: ج ا ص ۳۹۴، ۳۹۵) نیز حافظ موصوف نے اس حدیث پر دیگر اعتراضات کے بھی جوابات دیے ہیں۔

(۱۱)۔۔۔حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام المحدثین حافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ بھی زیر بحث حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔چنانچہ معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وهذا اختلاف يؤدي الى طرح القولين والرجوع الى صحة الحديث لوروده عن الثقات"

(نصب الرایہ ج۱ ص۳۹۶)

حدیث کی تعلیل میں یہ اختلاف دونوں قولوں کے ساقط ہونے اور صحت حدیث کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔اس کے ثقہ راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے۔

(۱۲)۔۔۔حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ نے بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانا ہے۔
(ملخصاً: الموضوعات الکبریٰ ص ۳۵۴ مرقات ج ۳ ص ۳۲۸)

تنبیہ:

زبیر علی نے لکھا ہے کہ ابوعلی النیسابوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابویعلیٰ الخلیلی، ابوعلی ابن السکن، ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔(مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ سنن نسائی موجود ہے۔لہٰذا بقول علی زئی یہ حدیث درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے:

(۱۳)۔۔۔امام ابوعلی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱۴)۔۔۔امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۱۵)۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۱۶)۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۱۷)۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ

(۱۸)۔۔۔۔امام ابو علی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۱۹)۔۔۔۔امام ابو بکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ

(۲۰)۔۔۔۔زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسند احمد میں بھی موجود ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ملخصاً ص ۴۳ ش نمبر ۵۰ ماہنامہ الحدیث) لہٰذا بقول علی زئی یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہونے کی وجہ سے حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۱)۔۔۔۔الامام الثقہ المتقن الحجہ، المحدث الفقیہ، الناقد المعتدل المنصف حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ لکھتے ہیں کہ:

"فعلی هذا یکون حدیثاً صحیحاً" کہ اسی بناء پر یہ حدیث صحیح ہے۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۶۸)

(۲۲)۔۔۔۔زبیر علی زئی نے (مستدرک حدیث صلاۃ التسبیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے) لکھا ہے کہ امام ابو عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اس سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی میں موجود ہونے کی سے وجہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بقول علی زئی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۳)۔۔۔۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔
(ملخصاً: مترجم جزء رفع یدین: ص ۵۷ برقم ۳۲)

تنبیہ:

ہمارے نزدیک جزء رفع یدین غیر معتبر وغیر مستند کتاب ہے، مگر چونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ معتبر کتاب ہے اس لئے بطور الزام کے اس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

(۲۴)۔۔۔۔زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

حافظ ابو طاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا مشرق ومغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

(بلفظہ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے ثابت ہوا کہ کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد) میں سے سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہونے کی وجہ سے بقول علی زئی حافظ ابو طاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث مشرق ومغرب کے علماء کے ہاں اتفاقی طور پر صحیح ہے۔

(۲۵)۔۔۔۔الامام الثقہ، الناقد المعتدل المنصف قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔
(دیکھئے التعریف الاخبار قلمی برقم ۱۶۷)

(۲۶)۔۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت اختیار کیا ہے اور بذاتِ خود اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی۔(دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۰۔قدیمی کتب خانہ کراچی) اور فریق مخالف کے متعدد علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ ابن حجر کا کسی حدیث کو ''فتح الباری'' میں ذکر کر کے اس پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔چنانچہ ابراہیم سیالکوٹی لکھتا ہے: حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح (فتح الباری) میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہوگی یا حسن (شہادت القرآن: ص۲۳۶) عبدالرحمن مبارکپوری ایک حدیث (جس پر حافظ موصوف نے سکوت کیا ہے اور جرح نہیں کی) کے ذیل میں لکھتا ہے:

''ذکرہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وھو حسن عندہ علی ما اشترط فی اوائل مقدمۃ فتح الباری۔۔۔۔الخ'' کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ذکر (کر کے اس پر سکوت) کیا ہے، جو کہ ان کے نزدیک اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔جیسا کہ خود انہوں نے مقدمہ فتح الباری کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے۔(ابکار المنن ص ۴۵)

اسی طرح ایک اور حدیث کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''وسکت (ابن حجر) عن حدیث وائل وحدیث ھلب فلو کانا ایضاً ضعیفین عندہ لبین ضعفھما ولانہ قال فی اوائل مقدمۃ فتح الباری۔۔۔۔الخ''

کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری میں) حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت کیا ہے، اور اگر یہ دونوں احادیث ان کے نزدیک ضعیف ہوتیں تو وہ ضرور ان کا ضعف بیان کرتے۔کیونکہ انہوں نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تصریح کی ہے۔(حوالہ سابق ص:۱۰۶)

ارشاد الحق اثری ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح (یعنی فتح الباری۔ناقل) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سکوت کیا ہے۔(توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۱۷)

زبیر علی زئی صاحب نور پوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے عقبہ بن عامر کے اثر کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت فرمایا ہے۔لہٰذا ان کی شرط کے اعتبار سے یہ اثر ان کے نزدیک کم از کم حسن تو ضرور ہے۔(نور العینین ص ۱۴۵ حاشیہ نمبر ۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ فریق مخالف کے علماء کے بقول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۷)۔۔۔الامام الثقہ ،المتقن الحجہ، المحدث الناقد المعتدل المنصف ،امیر المومنین فی الحدیث ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔ (دیکھئے شرح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۴۱۳ تا ۳۴۳ رقم ۷۲۹)

(۲۸)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اور بالجزم اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے سنن نسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸) اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی سنن میں کسی حدیث کو محض ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس نے ایک روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

عرض ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن میں ذکر کیا ہے۔اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے۔ (بلفظہ توضیح الکلام: ص ۳۳۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ارشاد الحق اثری کے بقول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔

(۲۹)۔۔۔امام عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۴ھ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنداً صحیح کہتے ہیں۔ (التعلیق الممجد علی مؤطا محمد: ص ۱۹)

(۳۰)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے مذکورہ حدیث کو سنن ابی داؤد میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد رقم ۷۴۸) اور امام موصوف کا اس حدیث پر سکوت اختیار کرنا ہی اثری کے بقول ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

(۳۱)۔۔۔الامام الثقہ ،المتقن الحجہ ،المحقق الناقد المعتدل محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ:

" رواہ الثلاثۃ وھو حدیث صحیح " اصحاب ثلاثہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے اس کو روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۹)

(۳۲)۔۔۔الامام الثقہ المتقن ابو محمد علی بن زکریا المنبجی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

" وھذا حدیث حسن " کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ۱ ص ۲۳۱)

(۳۳)۔۔۔حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً اللالی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۸)

(۳۴)۔۔۔سید ہاشم عبداللہ یمانی المدنی شرح ترمذی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ:

" وھذا الحدیث یعنی حدیث ابن مسعود صححہ ابن حزم وغیرہ من الحفاظ وھو حدیث صحیح وماقالوہ فی تعلیلہ لیس بعلۃ " کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم اور دیگر کئی محدثین نے صحیح کہا ہے۔

اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقتاً علت نہیں۔
(حاشیہ الدرایہ فی تخریج الھدایہ ج ۱ ص ۱۵۱)

(۳۵)۔۔۔علامہ عبدالقادر الارناؤط صاحب لکھتے ہیں کہ:
"واسنادہ صحیح" اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)
(۳۶)۔۔۔علامہ طاہر محمد دردیری کہتے ہیں کہ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (تخریج احادیث المدونہ ج ۱ ص ۴۰۳)
(۳۷)۔۔۔امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:
"حدیث حسن" یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (مختصر منذری ج ۱ ص ۳۶۷)
(۳۸)۔۔۔محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵۴ھ صحیح کہتے ہیں۔ (کشف الرین: ص ۵۶)
(۳۹)۔۔۔الامام الثقہ، المحقق الحجہ السید محمد مرتضیٰ الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ نے سنن ترمذی کے حوالہ سے اسے حسن لکھا ہے۔ (عقود الجواہر المنیفہ: ص ۵۸)
(۴۰)۔۔۔الامام الثقہ الحافظ خلیل احمد سہارنفوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۶ھ نے صحیح مانا ہے۔ (ملخصاً بذل المجہود: ج ۴ ص ۴۲۶)
(۴۱)۔۔۔المحدث الناقد ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:
"وھذا اسناد صحیح، رجالہ رجال الصحیحین غیر سوید وھو ثقۃ" (اعلاء السنن ج ۳ ص ۶۰۔۶۱)
(۴۲)۔۔۔المحدث الناقد الشیخ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ صحیح مانتے ہیں۔ (فتح الملہم: ج ۲ ص ۱۲)
(۴۳)۔۔۔المحدث الکبیر الشیخ زکریا المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن حزم کے حوالہ سے صحیح لکھا ہے۔
(اوجز المسالک ج ۲ ص ۸۸)

(۴۴)۔۔۔محقق حسن سلیم اسد صاحب لکھتے ہیں کہ:
"اسنادہ صحیح" کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۵۳۰۲)
(۴۵)۔۔۔المحدث الکبیر الشیخ عابد المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ صحیح مانتے ہیں۔ (مواھب اللطیفہ قلمی ص ۲۵۹)
(۴۶)۔۔۔وصی احمد سورتی صحیح کہتے ہیں۔ (التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی: ص ۳۰۵)
(۴۷)۔۔۔محدث عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ بھی تصحیح کے قائل ہیں۔ (ذب ذبابات الدراسات ج ۱ ص ۶۰۸،۶۰۹)
(۴۸)۔۔۔الامام الثقہ، المحدث الکبیر، الناقد الحافظ انور الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۵۰ھ کہتے ہیں کہ:
"وھذا اسناد صحیح" کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (نیل الفرقدین ص ۶۴)
(۴۹)۔۔۔الشیخ المحدث محمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔ (تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۵۱)

(۵۰)۔۔۔حافظ ابن عبد الهادی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۴ھ ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"حدیث حسن" یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔(تنقیح التحقیق ج ۲ ص ۱۴۰ رقم ۶۶۰)

(۵۱)۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلا جرح وقدح نقل کیا ہے۔(دیکھئے جامع المسانید والسنن ج ۲۷ ص ۲۷۷، برقم ۴۹۷) اور فریق مخالف کے "امام العصر" ابراہیم سیالکوٹی نے حافظ موصوف کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کر دیتے ہیں۔(سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۲)

لہٰذا حافظ موصوف کا اس روایت کو بلا جرح نقل کرنا بقول ابراہیم سیالکوٹی اس حدیث کے ان کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۵۲)۔۔۔امام ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶۱ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"حدیث حسن" کہ یہ حدیث حسن ہے۔(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

(۵۳۔۵۴) امام عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ اور حافظ ابن الخراط رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۱ھ نے بھی مذکورہ حدیث کو ترمذی کے حوالہ سے حسن قرار دیا ہے۔(دیکھئے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۱۲۰، الاحکام الشرعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۱)

درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔اور فریق مخالف کے متعدد علماء نے صراحت کر رکھی ہے کہ کسی محدث کا کسی روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس محدث کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے مثلاً۔۔۔

ارشاد الحق اثری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

امام بیہقی نے صراحت کی ہے کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔(توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۰۶)

زبیر علی زئی نے اپنی مرضی کی ایک کتاب کو صحیح و ثابت قرار دینے کے لئے لکھا ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس سے استدلال کیا ہے۔(ملخصاً تحقیقی مقالات ج ۵ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محدثین کا کسی روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

(التحقیق الراسخ: ص ۸۸)

محمد خبیب احمد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

سفیان ثوری کا کسی حدیث کے مطابق فتویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔

(مقالات اثریہ ص ۱۷۴)

لہٰذا درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کرنا اور جرح نہ کرنا ان کے نزدیک فریق مخالف کے بقول اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۵۵)۔۔۔حافظ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۰۶ھ: (جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۱ رقم ۳۳۸۳)

(۵۶)۔۔۔امام علاء الدین المعروف بالمتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۵ھ: (کنز العمال ج ۸ ص ۹۳، رقم ۲۲۰۵۱)

(۵۷)۔۔۔امام محمد بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱ ص ۱۴)

(۵۸)۔۔۔امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷)

(۵۹)۔۔۔امام محمد بن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۶ھ: (العنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۰)

(۶۰)۔۔۔حافظ ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۵ھ: (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۳)

(۶۱)۔۔۔امام ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ: (المعجم الکبیر برقم ۹)

(۶۲)۔۔۔امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ: (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۱۹)

(۶۳)۔۔۔امام ابوالحسن القدوری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ: (التجرید ج ۲ ص ۵۱۸)

(۶۴)۔۔۔حافظ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۵ھ: (الحاوی علی الطحاوی ج ۱ ص ۵۳۰)

(۶۵)۔۔۔امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

فریق مخالف کے علماء کے فیصلے:

(۶۶)۔۔۔احمد محمد شاکر لکھتا ہے کہ:

"وهذا الحديث صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوه فی تعليله ليس بعلة" (شرح سنن ترمذی ج۲ص۴۰، رقم ۲۵۷، b- دار الحديث القاهره)

کہ ترک رفع یدین کی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ حضرات نے کہا ہے۔ وہ حقیقتاً علت نہیں۔

احمد شاکر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

وھو حدیث صحیح " یہ حدیث صحیح ہے۔(حاشیہ المحلی بالآثار: ج ۴ ص ۵۴)

)۔۔۔۔محمد خلیل ہراس صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وھو حدیث صحیح حسنہ الترمذی" یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا ہے۔(حاشیہ محلی ابن حزم بحوالہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینے میں ص ۱۴)

۶۹)۔۔۔۔شعیب ارناؤط اور زہیر الشاویش صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔

(حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

(۷۰)۔۔۔۔ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

"والحق انہ حدیث صحیح واسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم نجد لمن اعلہ حجۃ یصلح التعلق بھا ورد الحدیث من اجلھا"

اور حق بات یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس وجہ سے حدیث رد کی جاسکے۔(مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق ناصر الدین البانی: ج ۱ ص ۲۵۴)

(۷۱)۔۔۔۔عبدالمحسن بن حمد العباد البدر لکھتا ہے کہ:

"واسناد ھذا الحدیث مستقیم۔۔۔۔فیکون الحدیث حسناً"

اس حدیث کی سند صحیح ہے پس یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔(شرح سنن ابی داؤد للعباد: ص ۵۱)

(۷۲)۔۔۔۔ابو عبدالرحمن محمد عبداللہ پنجابی لکھتا ہے کہ:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین چھوڑ دینے کی روایت صحیح ہے۔

(ملخصا: عقیدہ محمدیہ ج ۲ ص ۶۱۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۴۹)

احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرق:

قارئین! زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راویوں کا ہم ماقبل میں ترجمہ پیش کر آئے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حدیث سنداً بلا شک وشبہ صحیح ہے جیسا کہ فریق مخالف کے مستند علماء اور ائمہ محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تصحیح سے ظاہر ہے، اب احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعدد طرق بیان کیے جاتے ہیں۔

سند نمبر ۱:

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن بن

الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ...الخ۔ (سنن نسائی ج۱ ص۱۶۱)

سند نمبر ۲:

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ...الخ۔ (ایضاً ص۱۵۸)

سند نمبر ۳:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن سفیان.....الخ۔(سنن ابی داؤد: ج۱ ص۱۱۶ مکتبہ امدادیہ)

سند نمبر ۴:

حدثنا ھناد حدثنا وکیع عن سفیان...الخ۔ (سنن ترمذی ص۹۰)

سند نمبر ۵:

حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم...الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۶۷)

سند نمبر ۶:

حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن...الخ

(مسند احمد بن حنبل ج۱ ص۳۸۸)

سند نمبر ۷:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا وکیع...الخ۔

(شرح معانی الآثار ج۱ ص۱۲۲)

سند نمبر ۸:

حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحیٰ بن یحیی قال ثنا وکیع عن سفیان فذکر مثلہ باسنادہ۔

(ایضاً : ج۱ ص۱۶۲)

سند نمبر ۹:

اخبرنا ابو طاھر الفقیہ انبا ?نا ابو حامد بن بلال انبا محمد بن اسماعیل الاحمسی ثنا وکیع عن سفیان...الخ۔ (سنن الکبریٰ للبیھقی ج۲ ص۷۸)

سند نمبر ۱۰:

حدثناہ حمام حدثنا عبداللہ بن محمد الباجی حدثنا محمد بن عبدالملک بن ایمن حدثنا محمد بن اسماعیل الصائغ حدثنا زھیر بن حرب حدثنا وکیع ...الخ (المحلی ابن حزم ص۳۶۱)

سند نمبر ۱۱:

حدثنا زھیر حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب....الخ۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج۳ ص۱۶۷)

سند نمبر ۱۲:

قال وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم....الخ۔ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۱۶۰)

سند نمبر ۱۳:

حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل قال حدثنی ابی قال حدثنا وکیع....الخ۔ (التمھید ج۹ ص۲۱۵)

سند نمبر ۱۴:

رواہ محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ....الخ۔

(سنن الکبریٰ للبیھقی ج۲ ص۸۰)

سند نمبر ۱۵:

حدثنا حمام ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملک بن ایمن ثنا محمد بن اسماعیل الصائغ ثنا زھیر بن حرب ابوخیثمۃ وکیع....الخ۔ (محلی ابن حزم ج۲ ص۲۶۵)

سند نمبر ۱۶:

حدثنا اسحاق عن عبدالرزاق عن حصین عن ابراھیم ان ابن مسعود...الخ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج۹ ص۲۶۱)

سند نمبر ۱۷:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضیری ثنا احمد بن یونس ثنا ابوالاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ....الخ۔ (ایضاً)

سندنمبر ۱۸:

حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا حجاج بن المنہال ثنا حماد بن سلمہ ؟ عن حماد عن ابراھیم عن عبداللہ...الخ (ایضاً)

سندنمبر ۱۹:

حدثنا اسحاق بن اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ۔ ....الخ۔ (مسند ابویعلیٰ الموصلی ج۵ص۶۳)

سندنمبر ۲۰:

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط وعبدالوھاب بن عیسیٰ بن حیة قالانا اسحاق بن ابی اسرائیل نامحمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ۔...الخ

(سنن دار قطنی ج۱ص۳۹۹،۴۰۰)

سندنمبر ۲۱:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود....الخ۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۴۱)

سندنمبر ۲۲:

عبدالرزاق عن ابن عیینة عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود مثلہ۔ (ایضاً)

سندنمبر ۲۳:

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سا؟لت ابراھیم...الخ (ایضاً)

سندنمبر ۲۴:

قال محمد اخبرنا الثوری حدثنا حصین عن ابراھیم ان ابن مسعود......الخ

(مؤطا امام محمد: ص۹۰)

سندنمبر ۲۵:

حدثنا محمد بن صالح بن ھانی حدثنا ابراھیم بن محمد بن مخلد الضریر حدثنا اسحاق بن

اسرائیل... الخ (اللآلی المصنوعة: ج۲ ص۱۷)

سند نمبر ۲۶:

حدثنا عبداللہ بن صالح بن عبداللہ ابو محمد قال حدثنا اسحاق بن ابراهیم المروزی... الخ۔
(کتاب المعجم فی اسامی شیوخ ابی بکر اسماعیلی ج۲ ص۴۹۲)

سند نمبر ۲۷:

اخبرنی الحسن بن علی التمیمی و محمد بن عبدالملك القرشی قالا اخبرنا عمر بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن حماد بن حسان بن عبدالرحمن ویعرف بابن ابی حسان الزیادی حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر... الخ (تاریخ بغداد ج۱۱ ص۲۲۴)

سند نمبر ۲۸:

حدثنا سلیمان بن ربیع الرجمی حدثنا کادح بن رحمة حدثنا سفیان عن عاصم... الخ۔
(ایضاً ج۱۱ ص۳۲۰)

سند نمبر ۲۹:

حدثنا اسحاق بن ابراهیم ثنا لوین ثنا اسحاق بن اسرائیل ثنا محمد بن جابر....الخ
(الکامل ج۷ ص۱۵۲)

سند نمبر ۳۰:

ما حدثنا علی بن عبدالعزیز و محمد بن اسماعیل و محمد بن جعفر بن محمد قالوا حدثنا اسحاق بن ابراهیم... الخ۔ (کتاب الصغائر الکبیر للعقیلی ج۳ ص۴۲)

سند نمبر ۳۱:

اخبرنا ایوب بن ابی بکر الفقیه بدمشق وسنقر المحمودی بحلب قالا انا مکرم التاجر انا علی بن احمد بحرستا سنة ست وخمسین وخمسمائة انا الحسن بن احمد السلمی انا المسدد بن علی انا احمد بن عبدالکریم الحلبی انا ابو الحسن محمد بن احمد الرافقی ثنا صالح بن علی النوفلی ثنا یحییٰ الحمانی ثنا وکیع عن سفیان... الخ۔ (تاریخ اسلام للذهبی: ص۸۳ رقم۴۴)

سند نمبر ۳۲:

فاخبرناہ ابو علی الروذباری قال حدثنا ابوبکر بن داسۃ قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا وکیع.... الخ۔ (معرفۃ السنن والآثار ج۲ ص۴۲۳ رقم ۳۲۸۰)

سند نمبر ۳۳:

اخبرناہ ابو عبداللہ الحافظ قال حدثنا ابو جعفر محمد بن سعید المزکی قال حدثنا العباس بن حمزۃ قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل... الخ۔ (معرفۃ السنن والآثار ج۲ ص۴۹۷)

سند نمبر ۳۴:

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبداللہ عن سفیان عن عاصم... الخ۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ص۳۳۱ رقم ۱۱۰۰)

سند نمبر ۳۵:

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود... الخ۔ (ایضاً ص۳۳۲ برقم ۶۴۹)

سند نمبر ۳۶:

ابو حنیفۃ وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن ابن مسعود.... الخ۔

(مسند امام اعظم ج۱ ص۳۵۲)

سند نمبر ۳۷:

اخبرناہ محمد بن جعفر بن طرخان قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل قال حدثنا محمد بن یسار عن حماد عن ابراھیم...... الخ۔ (المجروحین لابن حبان ج۲ ص۲۷۰ برقم ۹۵۶)

سند نمبر ۳۸:

حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ.... الخ۔ (مسند ابی یعلی الموصلی رقم الحدیث ۵۰۳۹)

سند نمبر ۳۹:

اخبرنا عبدالرحمن بن محمد القزاز انبا ?نا احمد بن علی بن ثابت اخبرنی الحسن بن علی التمیمی

قال حدثنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا عمر بن عبداللہ بن عمرو قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل۔۔۔۔۔الخ۔ (التحقیق فی مسائل الخلاف ج۱ ص۳۳۲ برقم ۴۲۲)

سند نمبر ۴۰:

اخبرنا ابو القاسم بن عبدالواحد الکاتب انبا ?نا ابو علی التمیمی قال انبانا ابوبکر بن مالک قال حدثنا عبداللہ بن احمد قال حدثنی ابی حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم۔۔۔الخ

(ایضاً ج۱ ص۳۳۲ برقم ۴۲۳)

سند نمبر ۴۱:

وانبانا زاھر بن طاھر انبانا ابوبکر البیھقی انبانا الحاکم ابو عبداللہ النیسابوری حدثنا محمد بن صالح بن ھانی حدثنا ابراھیم بن محمد بن مخلد قالا حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل۔۔۔۔الخ

(الموضوعات لابن الجوزی ج۲ ص۹۶)

سند نمبر ۴۲:

اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن غسان بن غافل بن نجاد الانصاری بدمشق و ابو الفضل مکرم بن محمد بن حمزۃ بن ابی الصقر قالا اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن علی قال اخبرنا الخطیب ابو عبداللہ الحسن بن احمد بن ابی الحدید قال اخبرنا ابو المعمر المسدد بن علی بن عبداللہ الاملوکی قال اخبرنا ابوبکر احمد بن الکریم الانطاکی الحلبی قال اخبرنا ابوالحسن محمد بن احمد الرافقی قال اخبرنا ابوبکر بن ابی موسیٰ قال حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل۔۔۔۔الخ۔

(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ج۳ ص۱۳۷۸)

سند نمبر ۴۳:

اخبرنا سفیان الثوری قال حدثنا حصین عن ابراھیم عن عبداللہ۔۔۔۔الخ۔

(کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ ج۱ ص۹۷)

سند نمبر ۴۴:

حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراھیم عن عبداللہ۔۔۔۔۔الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۶)

سند نمبر ۴۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبداللہ... الخ (شرح معانی الأثار ج۲ ص۱۳۳)

سند نمبر ۴۶:

ثنا ابو بکرۃ ثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم.....الخ۔ (شرح معانی الأثار ج۱ ص۱۵۴)

سند نمبر ۴۷:

حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرۃ قال دخلت مسجد حضر موت... الخ۔ (المعجم الکبیر برقم۹)

سند نمبر ۴۸:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویة بن عمرو ثنا زائدۃ عن حصین قال ذکر عمرو بن مرۃ....الخ۔ (ایضاً برقم۸)

سند نمبر ۴۹:

حدثنا احمد بن عبداللہ الوکیل ثنا الحسن بن عرفة ثنا هیثم عن حصین وحدثنا ابن اسماعیل وعثمان بن محمد بن جعفر قالانا یوسف بن موسیٰ ثنا جریر عن حصین بن عبدالرحمن قال دخلنا علی ابراهیم... الخ۔ (سنن الدارقطنی ج۱ ص۲۹۱ برقم۱۳)

سند نمبر ۵۰:

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبداللہ قال ثنا حصین عن عمرو بن مرۃ....الخ۔ (شرح معانی الأثار برقم۱۲۵۱)

اختصار کے پیش نظر صرف انہی اسانید پر اکتفاء کیا جاتا ہے وگرنہ کوشش کرنے سے کئی اور اسانید بھی ڈھونڈ کر درج کی جاسکتی ہیں ان اسانید میں کچھ موقوف اور کچھ مرفوع روایات کی ہیں، مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔ اگر بفرض محال یہ سب اسانید ضعیف بھی ہوتیں (حالانکہ ان میں انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح سندیں بھی موجود ہیں) تو تب بھی یہ مل کر فریق مخالف کے اصولوں کی روشنی میں حسن لغیرہ بن جاتیں۔ اور فریق مخالف کے بقول حسن لغیرہ بذات خود حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ قاضی شوکانی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:
اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، جو جمہور کے ہاں قابل حجت ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۸۱ باب وجوب الحج)

محمد خبیب احمد لکھتا ہے کہ:
(شمس الحق عظیم آبادی۔ ن) نے وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جنہوں نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے، مصنف نے ان کی رائے کا اثبات کیا ہے۔ غایۃ المقصود ص ۱۰۷۔ (مقالات اثریہ: ص ۱۱۱)

احمد محمد شاکر کہتا ہے کہ:
جب راوی کے سوء حفظ وغیرہ کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو تو وہ متعدد اسانید کی بناء پر درجہ حسن (لغیرہ) یا درجہ صحیح (لغیرہ) تک پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ وہ اس قابل ہو۔ (تصحیح و شرح الفیۃ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی علم الحدیث ص ۲۹ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

عبید اللہ رحمانی نے مراتب الصحیح کے تحت چوتھی قسم ''الحسن لغیرہ'' کو قرار دیا ہے۔ (تحفۃ اہل الفکر فی مصطلح اہل الاثر: ص ۲۲ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

البانی لکھتا ہے کہ:
اہل علم کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں تو وہ ان کی بناء پر تقویت حاصل کر کے حجت بن جاتی ہے، اگرچہ ان میں سے ہر سند انفرادی طور پر ضعیف ہو، مگر یہ اُصول مطلق نہیں، بلکہ محققین کے ہاں اس کی کچھ شروط ہیں، اور وہ یہ کہ مختلف سندوں میں راویوں کا ضعف سوء حفظ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ ضعف ان کی صداقت اور دین میں تہمت کی وجہ سے نہ ہو۔ (تمام المنۃ ص ۳۱ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۴)

ثناء اللہ زاہدی صادق آبادی کہتا ہے کہ:
حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا راوی حفظ یا ضبط کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہو، فسق یا جھوٹ کی وجہ سے نہ ہو، یا اس کی سند منقطع ہو مگر اس کا ضعف متابع یا شاہد سے دور ہو جاتا ہے۔ (الفصول فی مصطلح حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۲ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۶)

ارشاد الحق اثری بھی حسن لغیرہ کی حجیت کا قائل ہے دیکھئے مقالات اثری ج ۱ ص ۲۶۱ وغیرہ۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:
اگرچہ ان دونوں (روایات) میں کچھ کلام ہے مگر دونوں روایتوں اور دو سندوں کے ملنے سے ایک کو دوسری سے

تقویت حاصل ہوگئی ہے گویا ہر واحد ''حسن لغیرہ'' کے درجہ میں ہے لہٰذا قابل عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۷۹)

احادیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی

روی الامام الحافظ ابویعلیٰ الموصلی حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلاۃ حتی رأیت ابہامیہ قریباً من اذنیہ ثم لم یرفعھا۔ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج۲ ص۹۰ برقم ۱۶۹۲)

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتی کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوگئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابویعلیٰ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ

اس حدیث کے پہلے راوی امام ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ التمیمی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ بالاجماع محدث ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''محدث الموصل... الحافظ۔ الحافظ الثقۃ محدث الجزیرۃ۔ الامام الحافظ شیخ الاسلام۔ محدث الموصل'' (المعین فی طبقات المحدثین ج ۱ ص ۱۰۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۹، برقم ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۰۷ برقم ۲۶۱۹)

(۲)۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں کہ: '' ثقۃ متفق علیہ '' (الارشاد ج ۲ ص ۶۱۹)

(۳)۔۔۔امام ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں کہ: '' ثقۃ مأمون '' (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ ص ۱۰۹)

(۴)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں کہ '' ثقۃ مأمون '' (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ فرماتے ہیں کہ امام ابویعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، ثبت تھے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ کے مسلک پر تھے۔(سیر اعلام النبلاء ج١١ ص ١١٢ برقم ٢٦١٩)

(٦)۔۔۔امام قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ٨٧٩ھ کہتے ہیں "ثقة" (ملخصاً الثقات: ج١ ص ٣٠٤ برقم ٤٧٣)

(٧)۔۔۔حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الحافظ الثقة محدث الجزيرة" (طبقات الحفاظ ج١ ص ٣٠٩ برقم ٧٠١)

(٢)امام اسحاق بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ م ٢٢٥ھ

دوسرے راوی امام اسحاق بن اسماعیل الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، مثلاً

(١)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ لکھتے ہیں کہ: ثقة (الكاشف ج١ ص ٦٠ برقم ٢٨٥)

(٢)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ٢٣٣ھ کہتے ہیں: "كان صدوقاً" (تہذیب التہذیب ج١ ص ٢٦٦)

(٣)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ٣٨٥ھ کہتے ہیں کہ: "ثقة" (تہذیب التہذیب ج١ ص ٢٦٧)

(٤)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ٢٧٥ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)

(٥)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ٨٥٢ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (تقریب ج١ ص ١٠٠ برقم ٣٤١)

(٣)عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ م ١٩٢ھ

ابو محمد عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمن الاودی کی توثیق وتعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(١)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ لکھتے ہیں کہ: "الامام الحافظ المقرء القدوة شيخ الاسلام
(سیر اعلام النبلاء ج٧ ص ٤٩٩ برقم ١٣٢٥)

(٢)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ٣٠٣ھ فرماتے ہیں "ثقة ثبت" (ملخصاً ایضاً)

(٣)۔۔۔امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ م ٢٧٧ھ کہتے ہیں "هو حجة امام من ائمة المسلمين" (ایضاً)

(٤)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ٢٣٣ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ملخصاً ایضاً)

(٥)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ٨٥٢ھ لکھتے ہیں: "ثقة فقيه" (تقریب ج١ ص ٢٩٥)

(٤)امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ م ١٣٧ھ

چوتھے راوی امام یزید بن ابی زیاد رحمۃ اللہ علیہ فی نفسہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ وصدوق محدث ہیں، ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں ہیں۔

(١)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ٢٦١ھ یزید مذکور کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "كوفي ثقة جائز الحديث وكان بآخرة يلقن" (کتاب الثقات ج٢ ص ٣٦٤ برقم ٢٠١٩)

(٢)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ٧٤٨ھ لکھتے ہیں "الامام المحدث ابوعبدالله الهاشمي صدوق في نفسه

صدوق ردئ الحفظ لم يترك... الخ۔" (سیر اعلام النبلاء ج٦ ص٢٧٦ برقم ٨٧٢ تاریخ اسلام ج٨ ص٥٦٥ الکاشف ج٢ ص٣٨٢ برقم ٦٣٠٥)

(٣)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ٢٣٠ھ کہتے ہیں" كان ثقة فى نفسه الا انه اختلط فى آخر عمره.... الخ۔" (الطبقات الکبریٰ ج٦ ص٣٤٠)

(٤)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ٣٥٤ھ فرماتے ہیں:" كان يزيد صدوقاً الا انه لما كبر.... الخ۔" (المجروحین ج٣ ص١٠٠، تاریخ اسلام ج٨ ص٥٦٥)

(٥)۔۔۔امام ابوحفص ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ٣٨٥ھ کہتے ہیں" ثقة " (تاریخ اسماء الثقات ج١ ص٢٥٦)

(٦)۔۔۔امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" ثقة ولا يعجبنى قول من تكلم فيه " (تہذیب التہذیب ج٧ ص١٥٢، تاریخ اسماء الثقات ج١ ص٢٥٦)

(٧)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ١٦٠ھ نے یزید مذکورہ سے متعدد روایات لی ہیں، (مثلاً دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی برقم ٣٨٦۔٨٤٤۔١٣١٨ وغیرہ) اور متعدد علمائے غیر مقلدین مثلاً قاضی شوکانی، احمد شاکر، عبدالرحمن مبارکپوری، زبیر علی زئی وغیرہم نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے نزدیک ثقہ راویوں سے ہی روایت لیتے تھے۔(القول المقبول شرح صلوٰۃ الرسول ص٣٨٦ نیل الاوطار ج١ ص١٦ ابکار المنن ص١٤٧۔١٥٠ ماہنامہ الحدیث ص١٠ ش نمبر١٧) لہٰذا ثابت ہوا کہ علمائے غیر مقلدین کے بقول امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ راوی ہے۔

(٨)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ٢٧٥ھ فرماتے ہیں:" يزيد بن ابى زياد ثبت لا اعلم احداً ترك حديثه۔ ...الخ۔" (سوالات الآجری ج١ ص١٥٨ برقم ١٣٩ تہذیب ج٧ ص١٥٢)

(٩)۔۔۔امام جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ م ١٨٨ھ کہتے ہیں"يزيد احسنهم استقامة فى الحديث " (الجرح والتعدیل: ج٩ ص٢٦٥ برقم ١١١٤)

(١٠)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ٢٤١ھ بھی امام جریر کی مثل فرماتے ہیں۔(ایضاً)

(١١)۔۔۔یعقوب بن سفیان الفسوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں" وان كانوا يتكلمون فيه لتغيره فهو على العدالة والثقة " (تہذیب التہذیب ج٧ ص١٥٢)

(١٢)۔۔۔امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ١٠٨٩ھ لکھتے ہیں" وهو حسن الحديث " (شذرات الذہب ج٢ ص١٨٤)

(١٣)۔۔۔امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ٦٤٣ھ نے اپنی کتاب ''الاحادیث المختارۃ'' میں یزید مذکور کی متعدد روایات لی ہیں (مثلاً دیکھئے حدیث نمبر ٦٤٤۔٦٤٥۔٦٦٤) جوکہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقہ) ہونے کی دلیل ہے۔ (تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۲۳) نیز امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً بھی ان کی روایات کو صحیح و حسن بھی کہا ہے (مثلاً دیکھئے الاحادیث المختارہ برقم ۴۶۸-۴۶۵-۴۶۶ وغیرہ)

(۱۴)۔۔۔امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: "یزید بن ابی زیاد وھو حسن الحدیث" (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ برقم ۱۳۹۴۶)

(۱۵)۔۔۔امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یزید بن ابی زیاد معدود فی اھل الصدق" (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۷)

(۱۶)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کی تحقیق کے مطابق امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" میں یزید مذکور کی روایت تعلیقاً لی ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۱۵۲) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۲۱)

(۱۷)۔۔۔امام المحدثین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: "یزید فی نفسه ثقة یقال جائز الحدیث" (البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۵۵)

(۱۸)۔۔۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی کتاب "صحیح مسلم" میں یزید مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۲ البنایہ ج ۲ ص ۲۵۵) اور امام موصوف کا صحیح مسلم میں ان کی حدیث سے استدلال کرنا ہی زبیر صاحب کے بقول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید مذکور کے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۳۲)

درج ذیل حضرات نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو صحیح وحسن وغیرہ قرار دیا ہے اور فریق مخالف کے علماء نے متعدد اپنی کتب میں تصریح کر رکھی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴ نور العینین ص ۵۳ نصر الباری ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰ مکالمات نور پوری ص ۳۴۰ تنقیح الکلام ص ۲۹۰) لہٰذا فریق مخالف کے بقول درج ذیل ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد ثقہ یا صدوق ہے۔

(۱۹)۔۔۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: (سنن ترمذی برقم ۳۷۰۱-۳۶۹۱-۳۵۴۱-۳۵۴۰)

(۲۰)۔۔۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ: (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۶۰)

(۲۱)۔۔۔امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ: (مصباح الزجاجہ برقم ۴۱۸-۱۲۶۳-۵۴۶)

(۲۲)۔۔۔امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۶ھ: (شرح السنہ برقم ۳۹۳۶۔۱۷۵۸۔۳۳۴)

(۲۳)۔۔۔امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (التمہید لابن عبدالبر: ج۹ص ۲۲۰)

(۲۴)۔۔۔امام ابوعلی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: (مختصر الاحکام ج ۴ص ۵۲)

زبیر علی زئی نے صراحت کر رکھی ہے کہ مندرجہ ذیل اماموں نے سنن نسائی کو صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور مذکور یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی متعدد احادیث سنن نسائی میں موجود ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کے بقول ان اماموں نے مذکور یزید کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے، اور ماقبل میں فریق مخالف کی متعدد کتب کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ فریق مخالف کے بقول یزید بن ابی زیاد درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی ثقہ یا صدوق ہے۔

(۲۵)۔۔۔امام ابوعلی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ:

(۲۶)۔۔۔امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۲۷)۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ:

(۲۸)۔۔۔امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ:

(۲۹)۔۔۔امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۳۰)۔۔۔امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ:

(۳۱)۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن م ۳۵۳ھ:

(۳۲ تا ۳۴)۔۔۔امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ نے اپنی کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے ''المنتقیٰ'' میں، اور امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے اپنی کتاب ''صحیح ابی عوانہ'' میں یزید بن ابی زیاد کی روایت بغیر جرح کے روایت کی ہے۔(دیکھئے صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۱۷، المنتقیٰ برقم ۱۱۷، صحیح ابی عوانہ برقم ۸۴۸۵۔۱۹۷۰) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان تینوں حضرات کے نزدیک یزید مذکور کے صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصاً مقالات ج ۱ص ۴۶۰۔۴۲۱)

(۳۵)۔۔۔زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔(ملخصاً ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اور مسند احمد میں یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی کئی احادیث موجود ہیں۔(مثلاً دیکھئے مسند احمد برقم ۸۶۹۔۸۹۰۔۸۹۱۔۸۹۳) جس سے ثابت ہوا کہ حافظ موصوف نے بقول علی زئی راوی مذکور کی متعدد احادیث کو صحیح قرار دے کر اس راوی کو بھی ثقہ وصدوق تسلیم کرلیا ہے۔

(۳۶)۔۔۔۔مستدرک حدیث صلاۃ التسبیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اور سنن نسائی میں یزید کی کئی روایات موجود ہیں۔جس سے ثابت ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی میں موجود یزید بن ابی زیاد کی متعدد احادیث کو صحیح مان کر بقول علی زئی یزید کو بھی ثقہ وصدوق مان لیا ہے۔

(۳۷)۔۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سنن نسائی'' میں یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات ذکر کی ہیں۔(مثلاً دیکھئے سنن النسائی کی حدیث نمبر ۵۶۶۹۔۵۳۰۱۔۴۸۷۲) اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک امام موصوف کا محض کسی حدیث کو سنن النسائی میں ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔(ملخصاً توضیح الکلام ص ۳۴۷) جس سے معلوم ہوا کہ بقول اثری امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید مذکور کی احادیث کی تصحیح وتحسین کے ضمن میں یزید کو بھی ثقہ وصدوق قرار دے دیا۔

ثانیاً۔۔۔۔فریق مخالف کے علماء میں سے بھی کچھ نے تو یزید بن ابی زیاد کی روایات کی تصحیح وتحسین کر رکھی ہے اور کچھ نے اس کی روایات سے استدلال کر رکھا ہے، اور کچھ نے توصراحتاً یزید مذکور کو ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔عبدالرحمن مبارکپوری لکھتا ہے ''یزید بن ابی زیاد وھو حسن الحدیث'' (تحفۃ الاحوذی ص ۴۹۷ برقم ۳۵۱۶)

(۲)۔۔۔۔احمد محمد شاکر لکھتا ہے ''والحق انہ ثقۃ'' (شرح ترمذی ج ۱ ص ۲۳۶)

(۳)۔۔۔۔ناصر الدین البانی نے اس کی کئی احادیث کی تصحیح وتحسین کر رکھی ہے مثلاً دیکھئے صحیح سنن ابی داؤد برقم ۹۳۔ ۱۷۳۳۔ ۱۷۹۴۔ ۱۹۶۸۔ ۱۹۷۰۔ ۲۰۸۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ برقم ۳۰۸۱۔ ۳۰۳۱۔ ۳۰۲۸۔ ۳۰۷۰۔ ۲۶۷۔ ۱۵۱۳۔ ۱۳۷۹۔ ۵۰۴۔

(۴)۔۔۔۔صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں اس کی کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔(مثلاً دیکھئے صلاۃ الرسول مع تسہیل الوصول ص ۱۰۶۔۱۱۱ برقم ۱۱۷۔۱۲۶)

(۵)۔۔۔۔فریق مخالف کے روزنامہ انقلاب میں ''صلوٰۃ الرسول'' میں درج شدہ احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔(دیکھئے صلوٰۃ الرسول مع تسہیل الوصول ص ۲۳)

(۶)۔۔۔۔فریق مخالف کے ہفت روزہ آفاق لاہور میں ''صلوٰۃ الرسول'' میں درج احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔(ایضاً)

(۷)۔۔۔۔روزنامہ احسان لاہور نے بھی صحیح کہا ہے۔(ایضاً: ص ۲۵)

(۸)۔۔۔۔ہفت روزہ الاعتصام نے بھی صحیح کہا ہے۔(ایضاً: ص ۲۷)

(۹)۔۔۔۔ماہنامہ ترجمان دہلی نے بھی صحیح کہا ہے۔(ایضاً: ص ۲۸)

لہٰذا مذکورہ اخباروں اور رسائل میں فریق مخالف کے تبصرہ نگاروں نے صلوٰۃ الرسول کی احادیث کو صحیح قرار دے کر اس میں درج شدہ یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

واضح رہے کہ یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ نے یہ حدیث عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے تفصیل کیلئے راقم الحروف کی کتاب ''تسکین العینین فی مسئلۃ ترک رفع الیدین'' (ص ۳۰۹) ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ

امام ابوعیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں'' ثقة تابعی '' (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۹۸)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:'' ثقة '' (تقریب ج ۱ ص ۲۹۸)

(۳)۔۔۔امام ابوزکریا یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:'' ثقة '' (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۱)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں'' لا بأس به '' (الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۳۰۱)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:'' عالم الکوفة الفقیه المقری، الکوفی الفقیه ''
(الکاشف ج ۱ ص ۶۴۱ تاریخ اسلام ج ۲ ص ۹۶۶ برقم ۹۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۷)

(۶) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ م ۷۲ھ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارۃ اور خاندان حارثہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب کچھ یوں ہے:

''براء بن عازب ابن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعة بن حارثه....الخ'' ننھیال کی طرف سے سیدنا ابوبردۃ رضی اللہ عنہ (جو غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔الاصابہ) آپ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲) سیدنا براء رضی اللہ عنہ کے والد محترم عازب رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول تھے۔غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بوجہ کمسنی کے) ان کو واپس بھیج دیا۔ (ملخصاً بخاری ج ۱ ص ۵۶۴) البتہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کو غزوہ اُحد، غزوہ خندق، حدیبیہ اور خیبر وغیرہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ (ملخصاً بخاری ج ۱ ص ۵۷۹، ۵۸۹، ۲۱۰، ۶۰۷) آپ رضی اللہ عنہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکسار و تواضع اور اتباع سنت جیسی عظیم الشان صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (چمک میں) تلوار کی مانند تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۲) آپ رضی اللہ عنہ کا کوفہ ۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ (رضی اللہ عنہ)
(ملخصاً از سیر الصحابہ ج ۲ ص ۲۴۷ تا ۲۵۱)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

"حدثنا اسحاق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابى زياد عن عبدالرحمان بن ابى ليلىٰ عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوٰة كبرورفع يديه حتىٰ كادتا تحاذيان اذنيه ثم لم يعد"

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۱۶۹۱)

سند کی تحقیق:

امام ابومعاویہ ہشیم بن بشیر کے علاوہ اس روایت کے تمام راویوں کا تزکرہ گزر چکا ہے، اور امام ابومعاویہ ہشیم بن بشیر السلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۳ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں، متعدد حضرات نے اس کی توثیق فرمائی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (الثقات ج ۱ ص ۴۵۹ برقم ۱۷۴۵)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: "ثقة ثبت" (الطبقات الکبریٰ ج ۷، ۳۱۳)

(۳)۔۔۔امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں: "حافظ متقن" (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج ۱، ص ۱۹۶)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل للرازی برقم ۴۸۶)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "الحافظ الثقة. امام ثقة. الامام الشيخ الاسلام محدث بغدادو حافظها. حافظ ثقة. الحافظ احد الاسلام" (الرواۃ الثقات المتکلم ج ۱ ص ۱۷۹، الکاشف برقم ۵۹۷۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۸ ص ۲۸۸، من تکلم فیہ فھو موثق ج ۱ ص ۱۸۸، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۰۶)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۳: بحوالہ التمہید:

"حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهیر قال حدثنا ابونعیم قال حدثنا موسیٰ بن محمد الانصاری عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال صلیت خلف النبی ﷺ فکبر فرفع یدیه حتیٰ حاذی اذنیه فی اول مرة لم یزدها علیها"

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کیا پہلی مرتبہ پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

عبدالوارث بن سفیان، قاسم بن اصبغ، احمد بن زهیر، ابونعیم، موسیٰ بن محمد الانصاری کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ رواۃ کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) عبدالوارث بن سفیان م ۳۹۵ھ

امام عبدالوارث بن سفیان بن جبرون المعروف بالجبیب ابوالقاسم القرطبیر حمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔

(۱)۔۔۔امام خلف بن عبدالملک بن بشکوال م ۵۷۸ھ ان کے متعلق لکھتے ہیں" کان اوثق الناس فیه" (الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس: ج۱،ص ۳۶۴)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" وکان اوثق الناس فیه۔ المحدث الثقه العالم الزاهد" (تاریخ اسلام ج ۸ ص ۷۵۳ سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷،ص ۸۴ برقم ۴۹)

(۳)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:" وکان اوثق الناس فیه" (الثقات: برقم ۷۳۴)

(۲) قاسم بن اصبغ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۰ھ

(۱)۔۔۔امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ لکھتے ہیں:" امام من ائمة الحدیث حافظ مکثر مصنف" (جذوة المقتبس فی ذکر ولاة الاندلس ج۱ ص ۳۳۰)

(۲)۔۔۔امام ابوجعفر الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ فرماتے ہیں:" امام من ائمة الحدیث حافظ مکثر مصنف" (بغیة الملتمس فی تاریخ رجال اھل الاندلس برقم ۱۲۹۸)

(۳)۔۔۔علامہ شہاب الدین الحموی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:" امام من ائمة العلم حافظ مکثر مصنف" (معجم الادباء ج ۵ ص ۲۱۹۰)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں:" الامام الحافظ محدث الاندلس۔ الامام الحافظ العلامة محدث الاندلس "(تذکرۃ الحفاظ ج ۳،ص ۹۴ برقم ۸۳۱،سیر اعلام النبلاء :ج ۱۲،ص ۶۶ برقم ۳۱۱۳)

(۵)۔۔۔علامہ ابراہیم بن علی الیعمری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: وكان ثبتاً صادقاً حليماً ماموراً بصيراً بالحديث "(الدیباج المذہب: ج ۲ ص ۱۴۵)

(۳)احمد بن زہیر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۸ھ

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" وكان ثقة عالما متفننا حافظاً" (تاریخ بغداد ج ۴،ص ۸۴ ۳ برقم ۲۱۵۶)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:"الحافظ الكبير ابن الحافظ"(لسان المیزان برقم ۵۵۶)

(۳)۔۔۔علامہ صلاح الدین الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں:" كان ثقة عالماً متقناً حافظاً" (الوافی ج ۶،ص ۲۳۲)

(۴)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:" ثقة مامون " (تاریخ اسلام برقم ۱۵)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں:" الحافظ الحجة الامام " (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۱۹)

(۴)موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" لابأس به "(الجرح والتعدیل ج ۸،ص ۱۶۰ برقم ۷۱۱)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:" ثقة " (ایضاً)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:" ثقة " (الثقات ج ۷،ص ۴۵۶ برقم ۱۰۹۰۸)

(۵)امام ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة ثبت فی الحديث " (تاریخ الثقات برقم ۱۳۵۱)

(۲)۔۔۔امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں:" ابونعيم من الثقات "(الجرح والتعدیل برقم ۳۵۳)

(۳)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة " (ایضاً)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں:" الحافظ الثبت الكوفی۔ الحافظ الكبير شيخ الاسلام "(تذکرۃ الحفاظ برقم ۳۷۰ سیر اعلام النبلاء برقم ۱۵۵۸)

(۵)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:" ثقة مامون" (تہذیب التہذیب ج ۵،ص ۲۵۳)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۴: بحوالہ سنن دارقطنی:

"حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبة عن یزید بن ابی زیاد سمعت ابن ابی لیلی یقول سمعت البراء فی ھذا المجلس قوماً منھم کعب بن عجرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ"

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے خاص اسی مجلس میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، اہل مجلس میں سے ایک سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے۔ (سنن الدرقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ والفصل للوصل برقم ۳۰۲)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی البغدادی، ابوالاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری، ابوعبداللہ محمد بن بکر بن عثمان البرسانی الازدی، شعبہ بن الحجاج کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ راویوں کا تزکرہ گزر چکا۔

(۱) احمد بن علی بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۸ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "الشیخ المحدث الثقۃ القدوۃ۔ شیخ صالح بکاء خاشع ثقۃ" (سیر اعلام النبلاء برقم ۲۹۴۸، العبر ج ۲، ص ۲۹، تاریخ اسلام برقم ۳۶۴)

(۲)۔۔۔حافظ ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں: "ثقۃ صالح بکاء" (شذرات الذھب ج ۴ ص ۱۴۶)

(۳)۔۔۔امام درقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقۃ" (سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۹۸)

(۴)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ فرماتے ہیں: "ثقۃ" (الثقات، ج ۱ ص ۴۳۹ برقم ۱۵۰)

(۲) بوالاشعث احمد بن مقدام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح الحدیث محلہ الصدق" (الجرح والتعدیل برقم ۱۶۷)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "ثقۃ۔ ثقۃ ثبت۔ الامام المتقن الحافظ"
(الکاشف برقم ۸۹، المغنی برقم ۴۶۷، تاریخ اسلام ج ۶ ص ۳۶ سیر اعلام النبلاء برقم ۷۵)

(۳)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:" لیس به باس " (تہذیب الکمال برقم ۱۱۰)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" صدوق " (تقریب التھذیب برقم ۱۱۰)

(۳)ابوعبداللہ محمد بن بکر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة " (تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۵۷۵)

(۲)۔۔۔ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ کہتے ہیں:" ثقة " (شذرات الذھب ج ۳،ص ۱۵)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" ثقة ۔الامام المحدث الثقة۔ صدوق "
(الکاشف ج ۲،ص ۱۶۰، برقم ۴۷۴۶ سیر اعلام النبلاء برقم ۱۴۶۱،میزان برقم ۷۲۷۷)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" صدوق " (تقریب برقم ۵۷۶۰)

(۴)شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة تقی "(تاریخ اسماء الثقات برقم ۶۶۵)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:" ثقة " (الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۷۰ برقم ۱۶۰۹)

(۳)۔۔۔حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ لکھتے ہیں : " واجمعوا علی امامته فی الحدیث، وجلالته وتحریه واحتیاطه "(تہذیب الاسماء واللغات برقم ۲۵۳)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" الحافظ الکبیر عالم اهل البصرة فی زمانه بل امیر المؤمنین فی الحدیث۔ الحجة الحافظ شیخ الاسلام۔ الامام الحافظ امیر المؤمنین "
(تاریخ اسلام برقم ۸۹،تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۸۷،سیر اعلام النبلاء برقم ۱۰۸۱)

(۴)۔۔۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" ثقة حافظ متقن "(تقریب برقم ۲۷۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے،اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ وثبت ہیں۔

حدیث نمبر ۵:بحوالہ سنن دارقطنی:

حدثنا یحیی بن محمد بن صاعد نا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء انه رای رسول الله صلی الله علیه وسلم حین افتتح الصلوة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شیء من ذالك حتی فرغ من صلاته۔

ترجمہ:سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی

تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں کے مدمقابل ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے جن راویوں کا ماقبل میں تزکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) ابومحمد یحییٰ بن محمد بن صاعد الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۸ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " الحافظ الامام الثقة. الامام الحافظ المجود محدث العراق. رحال جوال عالم بالعلل والرجال " (تذکرۃ الحفاظ برقم ۷۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۸۰۲)

(۲)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: " ثقة ثبت حافظ " (ایضاً)

(۳)۔۔۔حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: " الحافظ الامام الثقة " (طبقات الحفاظ برقم ۷۴۲)

(۴)۔۔۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں: " ثقة امام یفوق فی الحفظ اهل زمانه "
(الارشاد: ج ۲ ص ۶۱۱)

(۲) ابوجعفر محمد بن سلیمان لوین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۶ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: " صالح الحدیث صدوق " (الجرح والتعدیل برقم ۱۴۶۸)

(۲)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: " ثقة " (تہذیب الکمال ص ۲۹۹ برقم ۵۲۵۷)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: " ثقة " (تقریب التہذیب برقم ۵۹۲۵)

(۳) اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۳ھ

(۱)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " ثقة " (تاریخ ابن معین برقم ۱۲۵۰)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں " صالح " (الجرح والتعدیل برقم ۵۷۰)

(۳)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نقل کرتے ہیں: " ثقة " (تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۳)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " صدوق. المحدث الحافظ. ثقة منصف "
(الرواۃ الثقات المتکلم برقم ۱۷، الکاشف برقم ۳۷۵، سیر برقم ۲۹۳، من تکلم برقم ۴)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حدیث نمبر ٦: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

"حدثنا اسحاق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسی عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه ثم لا یرفع حتی ینصرف"

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشک وشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر رفع یدین نہ کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲، ص ۹۰ برقم ۱۶۸۹)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، حکم بن عتیبہ، عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، کی تعدیل وتوثیق اور مدح وثناء کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ رویوں کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: "صدوق ثقة. وکان فقیهاً صاحب سنة. صدوقاً جائز الحدیث. وکان قارئاً للقرآن عالماً به" (تاریخ الثقات برقم ۱۴۷۶)

(۲)۔۔۔حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ لکھتے ہیں" مع سوء حفظه یکتب حدیثه" (الکامل برقم ۱۶۶۳)

تنبیہ:

ارشادالحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری نے "یکتب حدیثہ" کو الفاظ تعدیل میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے: توضیح الکلام ج ۱ ص ۵۴۷ مقالات مبارکپوری ص ۲۱۹)

(۳)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" محله الصدق....الخ" (الجرح والتعدیل برقم ۱۷۳۹)

(۴)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" افقه اهل الدنیا" (تہذیب رقم ۵۰۳)

(۵)۔۔۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ کہتے ہیں:" مات ابن ابی لیلیٰ فقیهنا ومعلمنا" (الکامل برقم ۱۶۶۹)

(۶)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ م کہتے ہیں:" رجل شریف" (اجوبۃ ابی زرعۃ ج ۱، ص ۷۲۷)

تنبیہ:

اجوبۃ ابی زرعۃ کا حوالہ بطور الزام پیش کیا گیا ہے، کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ کتاب معتبر ہے۔

(۷)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں:"قاضی الكوفة وفقيهها وعالمها ومقرئها فی زمانه۔الامام العلم مفتی الكوفة وقاضيها۔ الفقيه المقرئ۔ العلامةالامام مفتی الكوفة وقاضيها۔ صدوق امام سئالحفظ۔ صدوق جائز الحديث۔ صدوق امام سئ الحفظ۔ حديثه فی درجة الحسن۔ محله الصدق"
(تاریخ اسلام برقم ۳۸۷، تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۶۵، سیر برقم ۱۳۳، میزان برقم ۱۸۲۵، الکاشف ۱۰۰۰، العبر ج ۱، ص ۱۶۲)

(۸)۔۔۔امام المحدثین قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔
(تاریخ اسلام برقم ۳۸۷ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۶۱۵)

(۹)۔۔۔امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" هواعلم منی " (تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۶۵ سیر اعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۰)۔۔۔منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:"(افقه اهل الكوفة) قاضيها ابن ابی ليلیٰ " (سیر اعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۱)۔۔۔علامہ صلاح الدین خلیل الصفدی کہتے ہیں:" قاضی الكوفة وفقيهها وعالمها ومقرئها فی زمانه"
(الوافی بالوفیات ج ۳، ص ۱۸)

(۱۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" صدوق سئ الحفظ " (تقریب برقم ۶۰۸۱)

(۱۳)۔۔۔شمس الدین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶۷ھ لکھتے ہیں" الامام المجتهدالقاضی الانصاری قاضی الكوفة" (دیوان الاسلام ج ۴، ص ۱۰۳)

(۱۴)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کہتے ہیں:" صدوق" (سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۴۔۲۰۵)

(۱۵)۔۔۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کہتے ہیں:" صدوق فقيه " (سنن ترمذی ج ۱، ص ۲۰۵ برقم ۱۷۱۵)

(۱۶)۔۔۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة حافظ جليل " (ملخصاً زادالمعاد ج ۵، ص ۱۳۷)

(۱۷)۔۔۔حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:" صدوق امام ثقة ردء الحفظ " (الترغیب ج ۵، ص ۵۳۵)

(۱۸)۔۔۔امام ابوالحسن نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:" ابن ابی ليلیٰ سئ الحفظ وحديثه حسن انشاء الله۔ وهوسئ الحفظ ولكنه ثقة " (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۳۸ وج ۴، ص ۳۵)

(۱۹)۔۔۔حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:" صدوق سئ الحفظ " (البدر المنیر ج ۱۶، ص ۴۲۳)

(۲۰)۔۔۔امام ابوعبداللہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:" وان كان ينسب الی سوء الحفظ فانه احدفقهاء الاسلام وفضلتهم ومن اكابر اولاد الصحابة والتابعين من الانصار رحمة الله تعالیٰ عليهم
(مستدرک ج ۱ ص ۵۸ برقم ۳۱) نیز امام موصوف نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔ (ایضاً ج ۳، ص ۳۹، برقم ۴۳۳۸)

(۲۱)۔۔۔حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۵ھ کہتے ہیں:"صدوق" (شرح علل الترمذی ج ۱، ص ۱۴۵)

(۲۲ تا ۲۵)۔۔۔۔امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۱ھ نے اپنی کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے ''مستخرج ابی عوانہ'' میں اور امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ نے ''الاحادیث المختارۃ'' میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ نے ''المنتقیٰ'' میں ابن ابی لیلیٰ مذکور سے روایت لی ہے۔دیکھئے۔۔

۱۔۔۔صحیح ابن خزیمہ: برقم: ۶۰۴۔۶۶۸۔۹۱۶

۲۔۔۔مستخرج ابی عوانہ: برقم: ۲۷۵۵

۳۔۔۔الاحادیث المختارۃ برقم: ۶۴۱۔۶۵۶

۴۔۔۔المنتقیٰ لابن الجارود برقم: ۴۵۱

اور زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اس سے روایت لینا ہی ان کے نزدیک اس کے ثقہ وصحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۶)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے ''سنن نسائی'' میں اس کی متعدد روایات درج کی ہیں جو کہ ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔

(ملخصاً توضیح الکلام ص ۳۴۷)

علی زئی صاحب کے بقول درج ذیل ائمہ نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور چونکہ سنن نسائی میں ابن ابی لیلیٰ موصوف کی روایات بھی موجود ہیں، جو کہ علیزئی اصول کی روشنی میں ان درج ذیل ائمہ کے نزدیک بھی موصوف ابن ابی لیلیٰ کے صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا بطور الزام کے ان ائمہ کو بھی موثقین میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۷)۔۔۔امام ابوعلی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۲۸)۔۔۔حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۲۹)۔۔۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۳۰)۔۔۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۱)۔۔۔امام ابوعلی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۳۲)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کو سنداً حسن قرار دیا ہے۔اور فریق مخالف کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو حسن یا صحیح قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴، نور العینین ص ۵۳، نصر الباری ص ۱۷۲، القول المتین

ص ۲۰، مکالمات نور پوری ص ۳۴۰، تنقیح الکلام ص ۲۹۰)، لہٰذا فریق مخالف کے بقول حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ابن ابی لیلیٰ ثقہ یا صدوق ہے۔

(۳۳)۔۔۔حافظ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ قال:" اسنادہ حسن " (البدایہ والنھایہ ج ۳،ص ۲۳۴)

(۳۴)۔۔۔امام ابوالحسن الدرقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة فی حفظه شیء " (سنن دارقطنی برقم ۷۴۴)

(۳۵)۔۔۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے ''سنن ابی داؤد'' میں مذکور ابن ابی لیلیٰ کی متعدد روایات پر سکوت اختیار کیا ہے۔ جوکہ فریق مخالف کے بقول امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ''صالح الحدیث'' ہونے کی دلیل ہے۔

(ملخصاً نیل الاوطار ج ا،ص ۲۲، رفع الیدین اور آمین ص ۲۱۱ بحوالہ نور الصباح ج ا،ص ۲۲۰، تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ فریق مخالف کے علماء کی نظر میں:

(۳۶)۔۔۔احمد محمد شاکر لکھتا ہے کہ:

"ومثل ذا لایقل حدیثه عن درجة الحسن المتحج به واذاتابعه غیره کان الحدیث صحیحاً"

کہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جیسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جوکہ قابل احتجاج ہے، اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اسکی حدیث بالکل صحیح ہوگی۔

(شرح ترمذی ج ۲،ص ۱۵۷ برقم ۳۶۴، دارالحدیث القاھرہ)

(۳۷)۔۔۔ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

''محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جو صدوق مگر سیء الحفظ ہے۔'' (پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۷۸)

(۳۸)۔۔۔ناصر الدین البانی نے اس کی متعدد روایات کو صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی برقم: ۲۲۸۔ ۲۷۳۴۔ ۲۹۹۶

وسنن النسائی بتحقیق الالبانی برقم: ۲۷۷۔ ۴۹۰۰

وسنن الترمذی بتحقیق الالبانی برقم: ۲۰۷۲۔ ۳۵۵۳

(۳۹)۔۔۔عبداللہ روپڑی موصوف محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

(محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے) ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے ویسے سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا، پس یہ حدیث بھی کس قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں سے مل کر نہایت قوی ہوگئی۔ (مسئلہ رفع الیدین اور آمین ص ۷۲ بحوالہ نور الصباح ج ا، ۱۶۷)

(۴۰ تا ۴۲)۔۔۔ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی نے اپنی کتاب ''الظفر المبین'' میں اور صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے ''صلوۃ الرسول'' میں مذکور محمد بن عبدالرحمن کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے:

نماز مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۹۰ حدیث علی رضی اللہ عنہ
الظفر المبین ج ۱ ص ۹۹، حدیث نمبر ۹
صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۹ بعنوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آمین سننا۔

(۲) امام حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة ثبت فی الحدیث" (تاریخ الثقات برقم ۳۱۵)
(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: "ثقة فقیهاً عالماً عالیا رفیعا کثیر الحدیث" (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۲۴ برقم ۲۴۹۶)
(۳)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل ج ۳، ص ۱۲۵ برقم ۵۶۷)
(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)
(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: "ثقة ثبت فقیه" (تقریب برقم ۱۴۵۳)

(۳) عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (تقریب التہذیب برقم ۵۳۰۷)
(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ ابن معین ج ۱ ص ۱۶۰ برقم ۵۶۶)
(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات ج ۷، ص ۲۳۰ برقم ۹۸۱۵)

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے علاوہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں معتدل رائے یہی ہے کہ یہ حسن درجہ کا راوی ہے اگر اس کا کوئی متابع مل جائے تو پھر اس کی حدیث بلاشک وشبہ صحیح وقابل حجت ہے، اور ہم نے تسکین العینین میں دلائل کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ مذکورہ ترک رفع یدین کی حدیث میں اس کے متابع موجود ہیں لہٰذا یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۷: بحوالہ شرح معانی الآثار:

حدثنا محمد بن نعمان قال ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن اخیه عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)
ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کی لوتک لے جاتے، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی محمد بن نعمان بن بشیر المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبد الرحمن ابو زکریا التمیمی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب برقم ۶۳۵۷۔ ۷۶۶۸) بقیہ رواۃ کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا، لہٰذا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۸: بحوالہ تاریخ بغداد:

"اخبرنا علی بن احمد بن عمر المقرء حدثنا ابراهیم بن احمد القرمیسینی حدثنا بشر بن موسیٰ الاسدی واخبرنا عبدالباقی بن محمد بن احمد الطحان اخبرنا محمد بن احمد بن الحسن الصواف حدثنا بشر بن موسیٰ، حدثنا موسیٰ بن داود حدثنا عافیة بن یزید عن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم عن البراء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل حدیث قبله: انه کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه ثم لا یعود"

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں نہ کرتے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۵۴ برقم ۴۱۸۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے دونوں طرق کے جن راویوں کا تذکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱) علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ م ۴۱۷ھ

امام ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقریٔ الحمامی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے توثیق ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: "صادق دین فاضل حسن الاعتقاد" (تاریخ بغداد ج ۱۳، ۲۳۳ برقم ۶۱۰۹)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " الامام المحدث مقرئ العراق" (سیر اعلام النبلاء برقم ۳۸۹۲)

(۳)۔۔۔حافظ شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ۸۳۳ھ لکھتے ہیں: " شیخ العراق و مسند الآفاق ثقة بارع" (غایۃ النہایۃ: ج۱، ص ۵۲۱ برقم ۲۱۵۷)

(۲) امام ابراہیم بن احمد القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۸ھ

امام ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن الحسن المقرء القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" ثقة صالح "
(تاریخ بغداد ج ۶ ص ۵۰۳ برقم ۲۹۹۷)

(۲)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغار رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں:" ثقة "
(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ ج ۲، ص ۱۴۴ برقم ۹۲۶)

(۳) بشر بن موسیٰ الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۰ھ

امام ابوعلی بشر بن موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" ثقة امين عاقل "
(تاریخ بغداد ج ۷، ص ۵۶۹ برقم ۳۴۷۶)

(۲)۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة نبيل " (ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسین بن ابی یعلی محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۶ھ کہتے ہیں" ثقة امين عاقل "
(طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۱۲۱)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" ثقة " (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۳، ص ۳۵۲ برقم ۱۷۰)

(۵)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغار رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں:" ثقة " (الثقات ج ۳، ص ۴۴ برقم ۱۹۹۳)

(۴) عبدالباقی بن محمد الطحان رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۲ھ

امام ابوالقاسم عبدالباقی بن محمد بن احمد بن زکریا الطحان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" بغدادی ثقة. الشيخ الثقة "
(تاریخ الاسلام برقم ۹۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۹۸۲)

(۲)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" وكان ثقة "
(تاریخ بغداد ج ۱۲، ۳۷۸ برقم ۵۷۳۱)

(۵) محمد بن احمد الصواف رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۹ھ

امام ابوعلی محمد بن احمد بن الحسن بن اسحاق الصواف البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" مارات عيناى مثل ابى على بن الصواف "
(تاریخ بغداد ج ۱،ص ۳۰۵ برقم ۱۴۰)
(۲)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:" وكان ثقة مامونا " (ایضاً)
(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" محدث بغداد۔ الشيخ الامام المحدث الثقة الحجة "
(تاریخ الاسلام ج ۸، ۱۳۸، برقم ۳۰۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲،ص ۲۴۵ برقم ۳۳۳۱)
(۴)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں:" ثقة " (الثقات ج ۸،ص ۱۲۰ برقم ۹۲۹۳)

(۶) ابوعبداللہ موسیٰ بن داود رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۷ھ

امام ابوعبداللہ موسیٰ بن داود الضبی الخلقانی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی توثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً۔۔۔
(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:" ثقة " (تاریخ الثقات برقم ۱۶۵۸)
(۲)۔۔۔امام ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں:" ثقة" (الجرح والتعدیل برقم ۶۳۶)
(۳)۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة " (تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۶ برقم ۶۹۹۰)
(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" ثقة زاهد مصنف۔ الشيخ الامام الثقة "(الکاشف برقم ۵۶۹۲ سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۵۵۵)
(۵)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:" ثقة صاحب حديث" (تذکرہ الحفاظ برقم ۳۷۵)

(۷) عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ لکھتے ہیں:" كان فقيهاً ديناً صالحاً "
(النجوم الزاہرۃ ج ۲،ص ۱۰۰)
(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقة مامون" (تہذیب الکمال برقم ۳۰۳۳)
(۳)۔۔۔امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ کہتے ہیں:" كان عالماً زاهداً " (تاریخ بغداد برقم ۶۷۰۵)
(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" احد الاعلام۔ كان من العلماء العاملين ومن قضاة العدل "(تاریخ الاسلام برقم ۱۸۸، سیر اعلام برقم ۱۴۵)
(۵)۔۔۔امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:" ثقة" (عمل الیوم واللیلۃ برقم ۵۵۷)
(۶)۔۔۔امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ کہتے ہیں:" كان عافية عابداً زاهداً ورعاً "
(البدایہ والنہایہ ج ۱۰،ص ۱۸۹)

(۸) امام ابوالحکم زید بن ابی الشعثاء رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ لکھتے ہیں: " ثقة " (الکاشف ج۱ ص۱۷۴ برقم ۱۷۴۱)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: " ثقة " (کتاب الثقات برقم ۲۷۵۱)

تنبیہ:

تاریخ بغداد (برقم ۶۷۵۲) کے مطبوعہ نسخہ میں اس حدیث کی سند میں "الحکم" لکھا ہوا ہے، اور غالباً لفظ "ابو" سہواً چھوٹ گیا ہے، دراصل صحیح "ابوالحکم" ہی ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے علاوہ تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ مختلف فیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۷ھ (جن کو زبیر علی زئی نے التحقیق الراسخ کے حوالے سے جرح وتعدیل کا بہت بڑا امام قرار دیا ہے۔ نور العینین ص ۱۶۷) امام ابوالحسن نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ وغیرہم اور علماء غیر مقلدین کے بقول حسن درجہ کا راوی ہے، لہٰذا اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حدیث نمبر ۹: بحوالہ تاریخ اصبہان:

"حدثنا القاضي ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم، حدثني محمد بن جعفر بن محمد، ثنا رجاء بن صهيب، سمعت الحسين بن حفص، عن ابي يوسف، وعن ابن ابي ليلى، عن الحكم، عن عبدالرحمان بن ابي ليلى، عن البراء قال: رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر حتى رايت ابهاميه حذاء اذنيه، ثم لم يرفعهما حتى سلم

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو "اللہ اکبر" کہا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا (یعنی رفع یدین کیا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ سلام پھیر دیا۔ (تاریخ اصبہان۔ اخبار اصبہان ج۱، ۳۷۰)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی ثناء ومدح اور تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: " الزاهد من اهل اصبهان، تاج المحدثین واحد اعلام الدین ومن جمع الله له فی الراوایة والحفظ والفهم والدرایة۔۔۔۔الخ۔"
(تاریخ بغداد برقم ۳۵)

(۲)۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: " الحافظ المشهور۔۔۔ کان من الاعلام المحدثین واکابر الحفاظ الثقات " (وفیات الاعیان ج۱، ۹۱ برقم ۳۳)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: " الحافظ الکبیر محدث العصر۔ الامام الحافظ الثقة العلامة شیخ الاسلام " (تذکرۃ الحفاظ برقم ۹۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۹۳۲)

(۴)۔۔۔علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں:"تاج المحدثین واحد اعلام الدین له " (الوافی بالوفیات ج ۷، ص ۵۲ برقم ۳)

(۵)۔۔۔علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:" الامام الجلیل الحافظ الجامع بین الفقه فی الحفظ والضبط " (طبقات الشافعیۃ الکبری برقم ۲۵۴)

(۲)ابواحمد محمد بن احمد العسال رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ کہتے ہیں:" کتبت عن الف شیخ لم ارفیهم اتقن من ابی احمد العسال " (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۸۶، برقم ۱۰۶)

(۲)۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں:" کان من کبار الناس فی الحفظ والاتقان والمعرفة" (تاریخ بغداد برقم ۱۰۶)

(۳)۔۔۔حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں:" ثقة" (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ برقم ۹۲۷۱)

(۴)۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن محمد المعروف ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" من کبار الناس فی العلم والاتقان والحفظ والمعرفة " (طبقات المحدثین باصبہان ج ۴، ص ۲۲۷)

(۳)ابوبکر محمد بن جعفر الاشعری القزاز القمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۷ھ

(۱)۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:" شیخ کثیر الحدیث ثقة " (تاریخ اصبہان برقم ۱۵۳۵)
(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" ثقة کثیر الحدیث" (تاریخ الاسلام برقم ۳۴۶)

(۴) رجاء بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ الجرواءانی م ۲۱۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں: " کان من افاضل اصبھان مجاب الدعوۃ. احد المعرضین عن الدنیا الراحلین عنھا " (تاریخ اصبہان ج۱ص ۳۰۷،حلیۃ الاولیاء ج۱۰، ۳۹۲)

(۲)۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن محمد ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۹ھ نقل کرتے ہیں:"انه لم یکن باصبھان افضل منه" (طبقات المحدثین باصبہان برقم ۱۹۹)

(۳)۔۔۔حافظ ابن نقطہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۹ھ کہتے ہیں:" انه کان مستجاب الدعوۃ "
(اکمال الاکمال ج ۲، ۶۸۳، برقم ۲۸۰۹)

(۴)۔۔۔امام اسماعیل ابن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۳۵ھ کہتے ہیں:" احد الزاھدین"
(سیر السلف الصالحین ج ۱۔ص ۱۳۱۳)

(۵) ابومحمد حسین بن حفص الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۲ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:" ثقة نبیل. الامام الثقة الجلیل الفقیه الاوحد "
(تاریخ الاسلام برقم ۹۰، سیر اعلام النبلاء برقم ۹۰)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" صالح محله الصدق "

(۳)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:" صدوق " (تقریب برقم ۱۳۱۹)

(۶) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ

(۱)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: " ثقة. ولا اثبت من ابی یوسف. حسن الحدیث ولیس له بحث. صاحب حدیث وصاحب سنة "۔ (الانتقاء ص ۱۷۲، لسان المیزان ج۶ ص ۳۹۰، الکامل ج۸، ص ۴۶۶، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۶۰، اخبار القضاۃ ص ۶۵۱، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۲۱۴)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" صدوق. وکان منصفاً فی الحدیث " (الجرح والتعدیل ج۹ ص ۲۰۱، تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۶۱)

(۳)۔۔۔امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۴ھ کہتے ہیں:" وکان صدوقا " (تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۵۷)

(۴)۔۔۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:" ابویوسف ثقة " (لسان المیزان ج۶، ص ۳۹۰)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:" وکان شیخا متقناً. من الفقھاء المتقنین "
(لسان المیزان ج۶، ص ۳۹۰، مشاہیر علماء الامصار ص ۱۷۰)

(۶)۔۔۔امام محمد بن صباح الجرجرائی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ کہتے ہیں:" کان ابو یوسف رجلاً صالحا"
(لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰)

(۷)۔۔۔امام عمرو بن محمد الناقد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۲ھ کہتے ہیں:" فانه کان صاحب سنة " (تاریخ بغداد ج ۱۴، ۲۵۵)

(۸)۔۔۔حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۶ھ لکھتے ہیں:" فلا باس به ولا بروایته " (لسان المیزان ص ۳۹۰، ج ۶)

(۹)۔۔۔امام ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:" وابو یوسف ثقة " (السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۷)

(۱۰)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" الامام المجتهد العلامة المحدث. حسن الحديث"
(سیر اعلام النبلاء ج ۸، ص ۵۳۸ حاشیۃ المستدرک ج ۱، ۵۳۳)

(۱۱)۔۔۔امام ابو الحسن دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة حافظ " (ملخصاً: نصب الرایہ ج ۱، ص ۴۰۸)

(۱۲)۔۔۔امام علی بن صالح بن حیّ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۴ھ کہتے ہیں:" فقيه الفقهاء وقاضی القضاة وسيد العلماء "
(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۱۰۰)

(۱۳)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة " (تاریخ اسماء الثقات ص ۳۳۳ برقم ۱۶۵۷)

(۱۴)۔۔۔امام ابو سعد السمعانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۲۶ھ کہتے ہیں:" وکان متقناً" (کتاب الانساب: ج ۱ ص ۱۹۹)

(۱۵)۔۔۔امام ابو یعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ کہتے ہیں:" صدوق فی الحدیث " (الارشاد ص ۱۳۸)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کے باقی راویوں کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

﴿احادیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما﴾

حدیث نمبر ۱: بحوالہ مسند ابی عوانہ

حدثنا عبدالله بن ايوب المخرمی وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو فی آخرين قالوا: ثنا سفيان بن عيينة عن الزهری عن سالم عن ابيه قال: رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذی بهما وقال بعضهم: حذو منكبيه واذا اراد ان يركع و بعدما يرفع راسه من الركوع لا يرفعهما. وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى

واحد" (مسند ابی عوانہ ج۲، ص۹۰ برقم ۱۵۷۲)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مدمقابل تک اٹھایا (یعنی رفع الیدین کیا)، اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع الیدین نہ کی۔ امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) بھی رفع الیدین نہیں کی۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعوانہ الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ: "الحافظ الثقة الکبیر" (تذکرۃ الحفاظ برقم ۷۷۲)

(۲)۔۔۔عبداللہ بن ایوب المخرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۵ھ: "الامام المحدث الفقیه الورع. صدوق" (سیر اعلام برقم ۲۱۱۵)

(۳)۔۔۔سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: "الحافظ شیخ الاسلام محدث الحرم.... امام حجة حافظ" (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۴۹)

(۴)۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: "الفقیه الحافظ متفق علی جلالته واتقانه" (تقریب برقم ۶۲۹۶)

(۵)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: "مدنی تابعی ثقة" (تاریخ الثقات ج۱ ص ۱۷۴ برقم ۴۹۹)

(۶)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ: "احد المکثرین من الصحابة والعبادلة" (تقریب برقم ۳۴۹۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کی سند کے مذکورہ تمام راوی ثقہ ہیں، نیز امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے (مسند ابی عوانہ برقم ۱۵۷۴) میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے، لہٰذا یہ روایت بلا شک وشبہ صحیح و ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند الحمیدی:

"حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین"

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے نماز شروع کی تو کندھوں کے برابر رفع یدین کی، اور جب رکوع کا ارادہ فرمایا اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو رفع یدین نہ کی اور نہ ہی سجدوں میں رفع یدین کی۔ (مسند الحمیدی ص ۹۷ نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں)

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ: " ثقه حافظ فقيه " (تقریب التھذیب: برقم ۳۳۲۰)

(۲)۔۔۔سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: " الحافظ شيخ الاسلام محدث الحرم....امام حجة حافظ " (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۴۹)

(۳)۔۔۔محمد بن مسلم الزھری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: " الفقيه الحافظ متفق على جلالته واتقانه " (تقریب برقم ۶۲۹۶)

(۴)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: " مدنی تابعی ثقة " (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۷۴ برقم ۴۹۹)

(۵)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ: " احد المكثرين من الصحابة والعبادلة " (تقریب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

باقی رہا بعض الناس کا یہ کہنا کہ مسند الحمیدی میں "فلا" کا لفظ بڑھا دیا گیا یہ ایک ایسا دعوء بلا دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں مسند الحمیدی کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں موجود ہے یہ نسخہ مسند حمیدی کے تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے، اس نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں اور قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند میں "فلا يرفع ولا بين السجدتين" کے الفاظ موجود ہیں۔ اس نسخہ کا قلمی عکس ہم نے تسکین العینین لگا دیا ہے، سنی العقیدہ، مستند ثقہ وصدوق محدث حبیب الرحمان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فریق مخالف کے استاذ الکل نزیر حسین کے دو شاگردوں نزیر حسین معروف بہ زین العابدین اور محی الدین کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں بھی مذکورہ الفاظ موجود ہیں۔ (ملخصاً تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۳۹۔۴۰) اسی طرح حسن سلیم اسد الدارانی کی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ مسند حمیدی میں بھی "فلا يرفع ولا بين السجدتين" کے الفاظ موجود ہیں۔ (مطبوعہ دار السقا، دمشق، سوریا ج ۱، ص ۵۱۵ برقم ۶۲۶، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۶ م بحوالہ مکتبہ شاملہ)

مزید یہ کہ اگر بالفرض مسند حمیدی کے کسی قابل اعتبار نسخہ میں "فلا يرفع ولا بين السجدتين" کے الفاظ موجود نہ بھی ہوں تو اس سے عبدالرحمن مبارکپوری کے بقول "فلا يرفع ولا بين السجدتين" والے نسخوں کا محرف یا الحاقی ہونا لازم

نہیں آتا کیونکہ عبدالرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ: ''کتب حدیث میں متعدد روایات اور عبارات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان روایات اور عبارات کو الحاقی و غیر معتبر نہیں بتلاتا۔
(تحقیق الکلام ج ۲، ص ۴۸، ۴۹)

حدیث نمبر ۳: بحوالہ خلافیات بیہقی:

" قد روی الامام الحافظ المحدث ابوبکر البیهقی قال وربما تعلقوا بما اخبرنا ابوسعید سعید بن محمد بن احمد الشعیبی العدل، حدثنی ابوعبدالله محمد بن غالب من حفظه ببغداد، ثنا احمد بن محمد بن خالد البراثی، ثنا عبدالله بن عون الخزاز، ثنا مالك عن الزهری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه، اذا افتتح الصلاة، ثم لا یعود.

(خلافیات بیهقی قلمی: ص ۱۴۹)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلاشک وشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

کتب اسماء الرجال سے اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خراسانی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: "الامام الحافظ العلامة شیخ خراسان. الحافظ العلامة الثبت الفقیه شیخ الاسلام" (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۰۱۴۔ سیر اعلام النبلاء برقم: ۸۶)

(۲)۔۔۔۔امام ابوسعد سعید بن محمد الشعیبی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ: "العدل۔۔۔۔معروف من اهل الحدیث۔۔۔ادرك الاسانید العالیة بالعراقیین. محدث" (المنتخب من کتاب السیاق لنیسابور لابی اسحاق الصیرفینی برقم: ۷۲۳۔ الانساب للسمعانی ج ۸ ص ۱۱۳، اللباب فی تہذیب الانساب ج ۲ ص ۱۹۹، تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ ج ۲ ص ۸۱۴)

(۳)۔۔۔۔امام محمد بن غالب ابوعبداللہ ابن الصفار المالکی رحمۃ اللہ علیہ: " الفقیه۔۔۔۔احد الائمة. وکان حافظا للفقه عالما بالشروط متقدما فیه. محدث. مفتی الاندلس" (تاریخ اسلام ۴۶۸۔ تاریخ علماء الاندلس برقم: ۱۱۴۸۔ جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس ج ۲ ص ۸۱، بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اہل الاندلس برقم: ۲۴۹، سیر اعلام النبلاء برقم: ۲۵۶۷)

(۴)۔۔۔۔ابوالعباس احمد بن محمد بن خالد البغدادی البراثی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۰ھ: " ثقة مأمون " (سیر اعلام النبلاء: برقم ۲۵۷۰ تاریخ بغداد برقم ۲۶۶۱، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۶۴۲)

(۵)۔۔۔عبداللہ بن عون الخزاز البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۲ھ: " ثقة عابد " (تقریب التہذیب برقم ۳۵۲۰)

(۶)۔۔۔مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: " امام دار المهجرة راس المتقنين و كبير المثبتين "
(ایضاً: برقم ۶۴۲۵)

(۷)۔۔۔محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: " الفقيه الحافظ متفق على جلالته واتقانه " (ایضاً برقم ۶۲۹۶)

(۸)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: " مدنی تابعی ثقة " (تاریخ الثقات برقم ۴۹۹)

(۹)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ: " احد المكثرين من الصحابة والعبادلة " (تقریب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند ڈنکے کی چوٹ پر صحیح ہے، اور اس کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں۔مزید برآں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کردی ہے۔
(دیکھئے: مسند الحمیدی:۷۹)

ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وهذا سند ظاهره الجوادة۔۔۔الخ۔"

کہ اس سند کا ظاہر ٹھیک ہے......الخ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ برقم ۹۴۳)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ مذکورہ حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے عبداللہ بن عون الخزاز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا کہ گزرا اور یہ مسلم اور نسائی کے رجال میں سے ہیں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب کے اندر ان کو ثقہ، مامون اور عابد کہا ہے۔

الامام الحجہ، الناقد المحدث الکبیر مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ کہتے ہیں:

" لا بأس بسنده " اس حدیث کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (شرح ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۴۷۲)

محدث حجاز شیخ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" تضعيف الحديث لا يثبت بمجرد الحكم وانما يثبت ببيان وجوه الطعن وحديث ابن عمر الذى رواه البيهقى فى خلافياته رجاله رجال الصحيح فما ارى له ضعفاً بعد ذالك اللهم الا ان يكون الراوى عن مالك مطعوناً لكن الاصل العدم فهذا الحديث عندى صحيح لا محاله۔"

(امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث پر غیر مبین السبب جرح مردود ہے کیونکہ) حدیث میں ضعف محض کسی کے ضعیف کہہ دینے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اسباب طعن بیان کرنے سے ہوگا، اور یہ حدیث جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافیات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کے راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں،

لہٰذا سند کے صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی ضعف مجھے معلوم نہیں ہوتا ہاں اگر امام مالک سے نقل کرنے والے راوی مجروح ہوں تو (دوسری بات ہے اور ان میں جرح ثابت نہیں) لہٰذا اس عدم ثبوت کی صورت میں اصل کے لحاظ سے ان میں عدم جرح ہی ہوگی۔ اس لیے میرے نزدیک یہ حدیث یقینی طور پر صحیح ہے۔

(قلمی المواھب اللطیفہ بحوالہ معارف السنن ج ۲، ص ۴۹۸)

شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دور حاضر کے بعض احباب کا حافظ بیہقی رحمہ اللہ کے غلط قول کا سہارا لے کر اس حدیث کو بغیر کسی پختہ دلیل کے موضوع قرار دینا بالکل غلط باطل ومردود اور اصول حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس کی سند میں کوئی کذاب وضاع راوی نہیں بلکہ تمام راوی اتفاقی طور پر ثقہ وصدوق ہیں اور نہ ہی اس میں کوئی علت قادحہ پائی جاتی ہے۔ فلہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح وثابت ہے۔

حدیث نمبر ۴: بحوالہ المدونہ الکبریٰ:

قال ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلاة.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف نماز شروع کرنے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ (اس کے بعد نہیں کرتے تھے) (المدونۃ الکبریٰ ج ۱، ص ۱۱۹، دار الحدیث القاہرہ)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔سحنون بن سعید التنوخی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ: "ثقة"

(الثقات لابن حبان برقم ۱۳۵۵۰، الدیباج المذہب ج ۲، ص ۳۲)

(۲)۔۔۔عبدالرحمن بن قاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ: "ثقة" (ترتیب المدارک ج ۳ ص ۲۴۵، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۳، معانی الاخیار ج ۲، ص ۲۰۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۱)

(۳)۔۔۔ابو محمد عبداللہ بن وہب المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ: "ثقة"

(تہذیب الکمال ج ۱۶، ۲۸۶ برقم ۳۶۴۵، تاریخ الثقات برقم ۹۰۶، تقریب برقم ۳۶۹۴)

(۴)۔۔۔مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: " امام دار الهجرة راس المتقنين و كبير المثبتين "

(تقریب التہذیب برقم ۶۴۲۵)

(۵)۔۔۔محمد بن مسلم الزھری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ:" الفقیه الحافظ متفق علی جلالته " (ایضاً برقم ۶۲۹۶)
(۶)۔۔۔سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ:" مدنی تابعی ثقة " (تاریخ الثقات:۴۹۹)
(۷)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ:" احد المکثرین من الصحابة والعبادلة "
(تقریب التہذیب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں، اوراس کی سند بالکل صحیح ہے۔نیز امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کردی۔(دیکھئے: مسند الحمیدی ص ۷۹)
نیز کلام عرب کا مشہور ضابطہ ہے کہ " التقدیم ماحقه التاخیر یفید الحصر " (دیکھئے: فتح رب البریہ فی شرح نظم الاجرومیہ ج ۱، ۱۴، شرح الفیہ ابن مالک ج ۶ ص ۷، شرح الدرۃ الیتیمہ ج ۱ ص ۲، شرح نظم المقصود ج ۱۳، ص ۳)
اوراس حدیث پاک میں بھی شرط یعنی" اذا افتتح التکبیر للصلاۃ " کو موخر اور جزاء یعنی" کان یرفع یدیه " کو مقدم کر کے رفع یدین کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ محدود ومحصور کر دیا گیا ہے۔اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں شروع نماز کے علاوہ تمام مقامات پر رفع یدین کی نفی کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵: بحوالہ اخبار الفقہاء والمحدثین:

" قد روی الامام الحافظ ابو عبدالله محمد بن حارث الخشنی القیروانی، حدثنی عثمان بن محمد قال: قال لی عبیدالله بن یحییٰ: حدثنی عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم عن عبدالله بن عمر قال: کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکة نرفع ایدینا فی بدء الصلوة وفی داخل الصلوٰة عند الرکوع فلما ھاجر النبی صلی الله علیه وسلم الی المدینة ترك رفع الیدین فی داخل الصلوٰة عند الرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلاة "
ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا، اور شروع نماز میں ہمیشہ کرتے رہے۔
(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ برقم ۳۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت۔لبنان)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن حارث القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۱ھ

(۱)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: " الحافظ۔ الحافظ الامام
(تاریخ الاسلام برقم ۱۷، تذکرۃ برقم ۹۳۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۳۱۹)

(۲)۔۔۔امام ابراہیم بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: " كان حافظاً للفقه متقدماً فيه نبيهاً ذكياً فقيهاً فطناً متفنناً عالماً " (الدیباج المذھب ج ۲ ص ۲۱۲)

(۳)۔۔۔امام محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۸ھ کہتے ہیں: " من اهل العلم والفضل فقيه محدث "
(جذوۃ المقتبس ج ۱ ص ۵۳ وفی طبعۃ ص ۴۷)

(۴)۔۔۔امام احمد بن یحییٰ الضبی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ نقل کرتے ہیں: " من اهل العلم والفضل فقيه محدث "
(بغیۃ الملتمس ج ۱ ص ۱۷ برقم ۹۶)

(۵)۔۔۔علامہ خیر الدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں: " مؤرخ من الفقهاء الحفاظ " (الاعلام، ج ۶، ص ۷۵)

(۶)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ کہتے ہیں: " كان حافظاً للفقه عالماً بالفتيا حسن القياس "
(تاریخ علماء الاندلس ج ۲، ۱۱۵ برقم ۱۴۰۰)

(۲) عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک القبری م ۳۲۰ھ

(۱)۔۔۔امام ابن الفرضی م ۴۰۳ھ نقل کرتے ہیں: " كان معتنياً بالعلم، حافظاً للمسائل، عاقدًا للشروط مفتي اهل موضعه " (تاریخ علماء الاندلس ج ۱، ص ۳۴۷ برقم ۸۹۳)

(۲)۔۔۔امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں: " ممن عني بطلب العلم و درس المسائل و عقد الوثائق مع فضله " (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۶، برقم ۳۸۱)

(۳) امام عبیداللہ بن یحییٰ القرطبی م ۲۹۸ھ

(۱)۔۔۔امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں: "كان عاقلاً وقورًا وافر الحرمة عظيم الجاه بعيد الاسم تام المروءة عزيز النفس عزيز المعروف نهاضاً بالاثقال مشاورًا في الاحكام "
(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۷۰ برقم ۳۱۰)

(۲)۔۔۔امام محمد بن ابراہیم بن حیون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: " ثقة " (ملخصاً ایضاً ص ۱۷۲)

(۳)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "كان جيلاً نبيلاً كبير الشان. الفقيه الامام المعمر مسند القرطبة " (تاریخ الاسلام برقم ۲۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۸)

(۴)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ کہتے ہیں:" وکان رجلاً عاقلاً کریماً عظیم المال والجاہ مقدماً فی المشاورۃ فی الاحکام منفردًا برئاس البلد غیر کدافع" (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۲۹۳، برقم ۴۶۴)

(۴) عثمان بن سوادہ القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م تقریباً ۲۳۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۳ھ نقل کرتے ہیں:" کان عثمان بن سوادۃ ثقۃ مقبلا عند القضاۃ والحکام وکان من اھل الزھد والعبادۃ وکثرۃ التلاوۃ" (تاریخ علماء الاندلس، ج ۱ ص ۳۴۶، برقم ۸۹۰)

(۲)۔۔۔امام عبید اللہ بن یحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:"کان عثمان ثقۃ مقبولاً عند القضاۃ والحکام وکان من اھل الخیر والفضل" (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ برقم ۳۷۸)

(۵) امام حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ

(۱)۔۔۔امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ" (تاریخ ابن معین برقم ۵۰۳۸)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" لیس بہ باس" (الجرح والتعدیل برقم ۸۰۹)

(۳)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" صالح الحدیث" (ایضاً)

(۴)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" لاباس بہ" (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" وکان من العلماء الاتقیاء لہ مواعظ۔ المحدث الامام الثقۃ۔ ثقۃ" (تاریخ الاسلام برقم ۷۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۲۱۴، لمن تکلم فیہ وھو موثق برقم ۹۰)

(۶) امام زید بن اسلم المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ

(۱)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ" (الجرح والتعدیل برقم ۲۵۱۱)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" ثقۃ" (ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" ثقۃ" (ایضاً)

(۴)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:" وکان ثقۃ کثیر الحدیث" (الطبقات الکبری ۱۲۱۴)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" ثقۃ عالم" (تقریب برقم ۲۱۱۷)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

﴿احادیثِ ابی ہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ وعباد بن زبیرؒ﴾

(۱) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ التمہید لابن عبدالبر:

قال الامام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر النمری القرطبی: وحجتھم ایضاً ماروا ہ نعیم المجمر وابوجعفر القاری عن ابی ھریرۃ: انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ویکبر کلما خفض ورفع ویقول: انا اشبھکم صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (التمھید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید، ج۵،ص۵۸)

ترجمہ: امام ابو عمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ترک رفع یدین کے قائلین کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے نعیم المجمر اور ابو جعفر القاریؒ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہی رفع یدین کرتے (اور بقیہ) جھکنے واٹھنے کے وقت صرف تکبیر ہی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

فائدہ:

اس مرفوع روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے، اور بقیہ مقامات پر صرف تکبیر کہتے تھے۔

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ: سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں رہے، لہٰذا آپ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں۔ (نور العینین: ص ۲۲۸) لہٰذا ثابت ہوا کہ بضابطہ علی زئی اختلافی رفع یدین منسوخ ہے، اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث ناسخ ہے۔

۲۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ سنن ابی داؤد:

"حدثنا مسدد حدثنا یحییٰ عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی ھریرۃ: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدًا" (سنن ابی داؤد: ج۱،ص۱۱۰)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف جب نماز میں داخل ہوتے تو ہی خوب اٹھا کر رفع یدین کرتے۔

فائدہ:

امام ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۰۶ھ اور علامہ محمد بن محمد السوسی المغربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۹۴ھ نے اس

حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔(ملخصاً: جامع الاصول ج ۵، ۳۰۳ برقم ۳۳۸۵،جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۲۲ برقم ۱۳۳۵) اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے اس حدیث کو باب ''من لم یذکر الرفع عند الرکوع'' کے تحت ذکر کر کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع وغیرہ کے وقت ترک رفع یدین پر اس سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین اور اس کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر کیا اگر دیگر تکبیروں کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ نیز یہ حدیث متعدد کتب میں مختلف سندوں کے ساتھ موجود ہے جن میں کچھ سندیں ضعیف کچھ صحیح اور کچھ حسن درجہ کی ہیں۔ الغرض فی نفسہ یہ حدیث بالکل صحیح وثابت ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ نے ''وھو اصح'' اور ''ھذا اصح'' لکھ کر اسے دو مرتبہ صحیح ترین قرار دیا ہے، (سنن ترمذی: ج ۱،ص ۴۱۸)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ نے بھی ان کی موافقت فرمارکھی ہے، (المستدرک مع التعلیق: ج ۱ ص ۳۴۵) قاضی شوکانی لکھتا ہے کہ:

''الحدیث لامطعن فی اسنادہ'' اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

(نیل الاوطار: ج ۲،ص ۶۵ بحوالہ نوار الصباح ج ۱،ص ۴۷)

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کی مختلف اسناد نقل کر کے ''ھذا اسناد صحیح، رجالہ ثقات ...الخ'' اور ''ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین'' قراردے کر ان کی زبردست تصحیح کی ہے۔

(دیکھئے: صحیح سنن ابی داود، ج ۳،ص ۳۴۱)

۱۔ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی:

"حدثنا احمد بن شعیب ابو عبدالرحمان النسائی انا عمرو بن یزید ابو یزید الجرمی ثنا سیف بن عبداللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء: الیدین، والقدمین، والرکبتین، والجبھۃ ، ورفع الایدی اذا رایت البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفۃ عند رمی الجمار، واذا اقیمت الصلوۃ"۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین ان موقعوں پر ہوتا ہے۔ جب بیت اللہ دیکھے، اور صفا و مروہ پر، عرفہ میں (وقوف کے وقت) رمی جمار کے وقت، اور جب نماز شروع کی جائے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱۱ ص ۴۵۲ برقم ۱۲۲۸۲)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: "الامام الحافظ الثبت شیخ الاسلام ناقد الحدیث" (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱، ص ۹۷، برقم ۲۵۸۶)

(۲)۔۔۔ابو یزید عمرو بن یزید الجرمی رحمۃ اللہ علیہ: "صدوق" (الجرح والتعدیل برقم ۹۲ ۱۴، تقریب برقم ۵۱۴۱)

(۳)۔۔۔ابوالحسن سیف بن عبیداللہ الجرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۱ھ: "ثقۃ صالح" (الکاشف: ج ۱، ص ۴۷۶، برقم ۲۲۲۳)

(۴)۔۔۔ابوبشر ورقاء بن عمر الیشکری الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: "ثقۃ" (الجرح والتعدیل: ج ۹، ص ۵۱، برقم ۲۱۶)

(۵)۔۔۔عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: "ثقۃ ثقۃ رجل صالح" (ایضاً: ج ۶، ص ۳۳۴، برقم ۱۸۴۸)

(۶)۔۔۔ابوعبداللہ سعید بن جبیر الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۵ھ: "ثقۃ ثبت فقیہ" (تقریب برقم ۲۲۷۲)

(۷)۔۔۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: "احد المکثرین من الصحابۃ واحد العبادلۃ من فقہاء الصحابۃ" (تقریب: ج ۱، ص ۳۰۹، برقم ۳۴۰۹)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

فائدہ:

یاد رہے اس صحیح حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لیے وتر، جنازہ، عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔ اس صحیح حدیث سے بھی بصراحت ثابت ہوا کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا۔

۲۔حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحوالہ مسند البزار:

حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن: فی افتتاح الصلوۃ، واستقبال البیت، والصفا والمروۃ، والموقفین، وعند الحجر۔ (مسند البزار بحوالہ نصب الرایہ: ج ۱، ص ۴۰۰)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات موقعوں پر رفع یدین کیا جائے، صرف نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) بیت

اللہ کو دیکھنے کے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) مزدلفہ میں (بوقت وقوف) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں میں سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، اور حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل کے حوالے حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ذیل میں پیش کیے جا چکے ہیں، اور بقیہ راویوں کے حاضر ہیں۔

(۱) ابوکریب محمد بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صدوق" (الجرح والتعدیل: ج ۸ ص ۵۲ برقم ۲۳۹)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "الحافظ الثقة محدث الکوفة" (تذکرۃ الحفاظ: برقم ۵۱۲)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (کتاب الثقات: ج ۹ ص ۱۰۵ برقم ۱۵۴۳۵)

(۴)۔۔۔ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ کہتے ہیں: "ثقة" (شذرات الذهب: ج ۳، ۲۲۶)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: "ثقة حافظ" (تقریب: برقم ۶۲۰۴)

(۲) عبدالرحمان بن محمد محاربی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۵ھ

(۱)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل: برقم ۱۳۴۲)

(۲)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صدوق...الخ" (ایضاً)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "لاباس به" (معرفۃ الثقات: برقم ۱۰۷۵)

(۴)۔۔۔امام ابن شاہین م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۸۱۰)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "الحافظ الثقة" (سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۳۵۹)

(۳) ابوالقاسم مقسم بن بجرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱ھ

(۱)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح الحدیث لاباس به" (الجرح والتعدیل: برقم ۱۸۸۹)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "صدوق" (تقریب: برقم ۶۸۷۳)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ الثقات: برقم ۱۶۲۷)

(۴)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۴۱۸)

(۵)۔۔۔امام دارقطنی م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (موسوعۃ اقوال الدارقطنی: برقم ۳۵۶۹)

(۴)ابوعبداللہ نافع المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷ھ

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" تابعی ثقۃ " (تاریخ الثقات: برقم ۱۶۷۹)

(۲)۔۔۔امام ابویعلیٰ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ کہتے ہیں:" امام فی العلم متفق علیه صحیح الروایة " (الارشاد: برقم: ۱۳)

(۳)۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ کہتے ہیں:" ثقة " (ملخصاً: وفیات الاعیان برقم ۷۵۶)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۱ھ کہتے ہیں:" ثقة ثبت فقیه مشهور " (تقریب: برقم ۷۰۸۶)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:" ثقة " (الثقات: برقم ۵۷۵۷)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

فائدہ:

سابقہ حدیث کی طرح اس صحیح حدیث میں بھی اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے۔

۳۔حدیث عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ خلافیات بیہقی:

" اخبرنا ابو عبدالله الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق عن الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم: کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیه فی اول الصلاۃ ثم لم یرفعهما فی شیئ حتی یفرغ "

ترجمہ: (صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) سیدنا عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بلاشک وشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو صرف ابتداء نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہی رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ: ج۱ص ۴۰۳)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا کتب رجال سے تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ:" ثقة " (تاریخ بغداد برقم ۱۰۹۶)

(۲)۔۔۔امام ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۶ھ:" ثقة " (ملخصاً: التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن ج۱ص ۱۲۴)

(۳)۔۔۔ابوبکر محمد بن اسحاق الصاغانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: "ثقۃ ثبت" (تقریب: برقم ۵۷۲۱)

(۴)۔۔۔ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۰ھ: "ثقۃ" (تقریب: برقم ۱۲۴۱)

(۵)۔۔۔ابوعمر حفص بن غیاث النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۴ھ: "ثقۃ مامون فقیہ" (تاریخ الثقات للعجلی برقم ۳۱۰)

(۶)۔۔۔محمد بن ابی یحییٰ سمعان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۶ھ: "ثقۃ" (الکاشف: برقم ۵۲۱۹)

(۷)۔۔۔عباد بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ م ۹۰ھ: "ثقۃ" (تقریب: برقم ۳۱۳۵)

خلاصۃ التحقیق:

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ تک بالکل صحیح وثابت ہے۔ نیز سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہونے کے علاوہ اپنے والد محترم (سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔ اور انہوں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرھم سے احادیث نقل کی ہیں۔ الغرض اس صحیح السند روایت سے کم از کم اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ ترک رفع یدین پر عامل تھے۔

حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

۱۔حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ صحیح مسلم:

"حدثنا ابوبكر بن ابی شیبة وابو كريب قالا حدثنا ابومعاوية عن الاعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة: قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسكنوا فی الصلوٰة"

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہو گیا مجھے کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم: ج۱ص۱۸۱)

فائدہ:

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح وثابت ہے۔ اور اس حدیث شریف میں

مسلک اہلسنت والجماعت پر واضح دلیل ہے کہ نماز کے اندر پہلے رفع یدین مشروع تھا، بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نیز صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث من طریق تمیم بن طرفہ الطائی مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱)۔۔۔صحیح ابن حبان: ص ۵۸۴

(۲)۔۔۔سنن ابی دود: ج ۱، ص ۱۵۰

(۳)۔۔۔سنن النسائی: ج ۱، ص ۱۷۶

(۴)۔۔۔مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۳۷۰

(۵)۔۔۔المعجم الکبیر للطبرانی: برقم ۱۷۹۵

(۶)۔۔۔مشکل الآثار للطحاوی: برقم ۵۱۷۸

(۷)۔۔۔مسند ابی یعلی الموصلی: برقم ۷۴۷۲

(۸)۔۔۔مصنف عبد الرزاق: برقم ۳۲۵۲

(۹)۔۔۔مسند احمد بن حنبل: ص ۱۵۲۰

(۱۰)۔۔۔المحلی لابن حزم: ص ۳۷۷

(۱۱)۔۔۔السنن الکبری للبیہقی: ج ۲، ص ۸۰،

(۱۲)۔۔۔مسند ابی عوانہ: ج ۲، ص ۸۵

(۱۳)۔۔۔مسند الطیالسی: برقم ۷۸۶

(۱۴)۔۔۔التمہید لابن عبد البر: ج ۹، ص ۲۲۱

واضح رہے کسی شخص کا کسی حدیث کو کسی بات کے تحت ذکر کرنا۔ یہ اس شخص کی ذاتی رائے اور تحقیق ہے۔ جس سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ اس حدیث کا وہی ہی مطلب قطعی ہے جو وہ بیان کر رہا ہے، علم حدیث کا عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ بعض دفعہ ایک محدث کسی حدیث کو ایک باب کے تحت نقل کرتا ہے اور دوسرا محدث حدیث کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے اسی حدیث کو کسی دوسرے باب کے تحت نقل کر دیتا ہے۔ اور یہی معاملہ حدیث مذکور کے متعلق بھی ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو اگر بعض حضرات نے تشہد وغیرہ کے باب میں نقل کیا ہے تو کیا ہوا کئی دوسرے حضرات نے اسے حرکت نہ کرنے، خشوع وخضوع، نماز میں سکون کرنے کے عنوان کے تحت بھی ذکر کیا ہے۔ اور متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے صراحتاً اسے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بھی بنایا ہے اور اس پر ترک رفع یدین کے ابواب بھی باندھے ہیں مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۶ھ نے اسے "بیان النھی عن الاختصار فی الصلوٰۃ وایجاب الانصات

والسکون فی الصلوۃ الالصاحب العذر " کے تحت نقل کیا ہے۔(دیکھئے: مسند ابی عوانہ: ج ۲،ص ۸۵)

(۲)۔۔۔امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۵ھ نے اسے "من کرہ رفع الیدین فی الدعاء" کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۸۴۴۷)

(۳)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ نے "ذکر مایستحب للمصلی رفع الیدین عند قیامه من الرکعتین من صلوته" کے تحت درج کیا ہے۔(صحیح ابن حبان: ج ۴ ص ۱۷۸)

(۴)۔۔۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ نے "باب الکراھیة ان یضرب الرجل بیدہ عن یمینه وعن شماله فی الصلوٰۃ" کے تحت اسے نقل کیا ہے۔(المسند المستخرج علی صحیح مسلم: برقم ۹۶۱)

(۵)۔۔۔امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ نے "جماع ابواب الخشوع فی الصلاۃ والاقبال علیها" کے تحت "باب الخشوع فی الصلاۃ" میں درج کیا ہے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی: برقم ۳۵۲۰)

(۶)۔۔۔امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نے "باب فی بیان رفع الیدین فی اول الصلوۃ" کے تحت نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔(دیکھئے: شرح سنن ابی داؤد: ج ۳،ص ۲۹۷)

(۷)۔۔۔امام ابومحمد جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔
(ملخصاً: نصب الرایہ ج ۱،ص ۴۷۲)

(۸)۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کی طرف منسوب غیر مقلدین کے نزدیک معتبر "رسالہ جزء رفع الیدین" کے اقتباس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُس دور میں بھی
اس حدیث کو ترک رفع یدین کی دلیل بنایا گیا ہے۔(ملخصاً: جزء رفع الیدین ص ۶۱ وفی طبعۃ ص ۳۲ برقم ۳۷)

(۹)۔۔۔امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ کے عمل سے بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کو حضرات نے ترک رفع یدین کی دلیل بنایا ہے۔(المجموع شرح المہذب ج ۳،ص ۴۰۳)

(۱۰۔۱۱) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ، حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔
(صحیح ابن حبان ج ۳،ص ۱۷۸، البدر المنیر ج ۳،ص ۴۸۵)

(۱۲)۔۔۔امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ نے اس حدیث کو رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بتایا ہے۔
(مرقات ج ۲،ص ۲۷۵، الاسرار المرفوعہ ص ۳۵۶، شرح نقایہ ج ۱،۷۸)

(۱۳)۔۔۔امام ابوبکر علاؤ الدین الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ نے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔
(بدائع الصنائع: ج ۱،ص ۲۰۷)

(۱۴)۔۔۔امام عثمان بن علی المعروف فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ نے بھی اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی

ہے۔(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ج۱ص۱۲۰)

(۱۵)۔۔۔علامہ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۴ھ نے اس حدیث سے رفع الیدین عندالرکوع کی منسوخیت پر دلیل پکڑی ہے۔(رسالہ کشف الرین بحوالہ نورالصباح ج۲، ۳۲۳)

(۱۶)۔۔۔شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۳ھ نے اس سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔
(المبسوط: ج۱ص۱۴)

(۱۷)۔۔۔امام جمال الدین ابومحمد علی بن ابی یحییٰ المنبجی الخزرجی رحمۃ اللہ علیہ، م ۶۸۶ھ نے اسے "باب لا ترفع الایدی عندالرکوع ولا بعد الرفع منه" کے تحت ذکر کیا ہے۔(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب: ج۱ص۲۵۶)

(۱۸)۔۔۔امام ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ نے اسے "باب لا ترفع الیدین فی تکبیر الرکوع" کے تحت درج کیا ہے۔(التجرید: ج۲،۵۱۸۔۵۱۹)

(۱۹)۔۔۔علامہ زمخشری نے بھی اس حدیث کو "لا ترفع الایدی فی الصلوٰۃ الا عندافتتاح الصلوٰۃ" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔(رؤس المسائل الخلافیۃ بین الحنفیۃ والشافعیۃ: ج۱ص۱۵۶)

(۲۰)۔۔۔امام ابوالمعالی برہان الدین البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱۶ھ نے "المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی" ج۱ص۳۷۶پر۔

(۲۱)۔۔۔امام زین الدین المعروف بابن نجیم المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ نے "البحر الرائق شرح کنزالدقائق" ص۳۴۱ج۱پر۔

(۲۲)۔۔۔امام احمد بن محمد الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۱ھ نے "حاشیۃ الطحطاوی" ج۱ص۲۵۷پر۔

(۲۳)۔۔۔امام ابوالعباس شہاب الدین المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۴ھ نے "الذخیرہ للقیرافی" ج۲ص۲۲۰پر۔

(۲۴)۔۔۔محدث کبیر زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے "تقریر بخاری" ج۳ص۱۰۶پر۔

(۲۵)۔۔۔محدث عظیم رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحل المفھم" ج۱ص۹۷پر اور دیگر کئی ائمہ محدثین نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۲۶)۔۔۔امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ نے "اعلام الموقعین" ج۲،ص۱۵۴، پر

(۲۷)۔۔۔امام صالح بن محمد الفلانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۱۸ھ نے "ایقاظ ھمم اولی الابصار: ج۱،ص۱۳۶" پر۔

(۲۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے "الدرایۃ ج۱،ص۱۴۹ و فتح الباری ج۱۱ص۴۲۹" پر
اور دوسرے کئی حضرت نے صراحت کر رکھی ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بتایا ہے۔

(۲۹ تا ۳۹) نیز بطور الزام کے عرض ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ بالجزم کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ م ۱۵۰ھ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ، امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۸ھ وغیرہم نے بھی اس حدیث سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج ۳، ص ۴۰۰) جوکہ باصول علی زئی ان ائمہ کی طرف اس استدلال کی نسبت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ علی زئی صاحب نے ایک جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ اس قول کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''دیوان الضعفاء'' میں بطور جزم بیان کیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث ص ۱۴ ش نمبر ۷۳)

(۴۰)۔۔۔قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''قد ذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الايدي على رواية المنع من ذالك جملة'' امام ابن قصار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ رفع یدین منع کرنے والی حدیثوں میں سب سے واضح طور پر یہ حدیث حجت ہے، اور رفع یدین منع کرنے پر دلیل ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲، ص ۲۴۴، بحوالہ نور الصباح، ج ۲، ص ۳۲۲)

(۴۱)۔۔۔علامہ شیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ''في منع الاقتداء بمن يرفع يديه في الصلوٰة'' کے عنوان کے تحت نقل کر کے اس سے منسوخیت رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔ (شرح الجامع الصحیح: ص ۳۱۸)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

اثر نمبر ۱: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

" حدثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبدالملك بن ابجز عن الزبير بن عدي عن ابراهيم عن الاسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شئ من صلاته الاحين افتتح الصلوٰة۔۔۔الخ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے شروع نماز کے علاوہ کسی بھی جگہ نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
(۱)۔۔۔شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۶۴
(۲)۔۔۔الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۵

(۳)۔۔۔شرح سنن ابی داود للعینی: ج ۳،ص ۳۳۰

(۴)۔۔۔شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ج ا،ص ۶۲

(۵)۔۔۔مرقات: ج ۳،ص ۳۰۳

(۶)۔۔۔الجوہر النقی: ج ۲،ص ۷۹

(۷)۔۔۔الدرایہ: ج ا،ص ۱۵۲

(۸)۔۔۔نصب الرایہ: ج ا،ص ۴۰۵

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ

امام ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں، ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة صدوق" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۶۱۷)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الطبقات الکبریٰ: ج ۶،ص ۴۰۶)

(۳)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "کوفی ثقة ثبت فی الحدیث"
(ملخصاً: معرفۃ الثقات ج ۲،ص ۳۴۷)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل: ج ۹،ص ۱۲۸ برقم ۱۹۶۰)

(۵)۔۔۔امام ابوزکریا ابن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۲،ص ۱۵۰)

(۶)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "کان فقیها اماماً غزیر العلم۔ العلامة الحافظ المجود"
(تاریخ اسلام: ج ۵،ص ۲۱۶ برقم ۴۰۱، سیر اعلام النبلاء: ج ۸ ص ۱۹۸)

(۷)۔۔۔امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تہذیب التہذیب: برقم ۳۰۰)

(۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة حافظ" (تقریب: برقم ۷۴۹۶)

(۲)امام حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۲ھ

دوسرے راوی امام ابومحمد حسن بن عیاش بن سالم الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۲ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی راوی ہیں، ان کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (ملخصاً: معرفۃ الثقات برقم ۳۰۴)

(۲)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (الجرح والتعدیل: برقم ۱۱۹)

(۳)۔۔۔امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۹۸)

(۴)۔۔۔حافظ ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ حجۃ " (خلاصہ تذہیب: ج ۱ ص ۸۰)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (تقریب: برقم ۴۱۸۱)

(۳) امام عبدالملک بن ابجر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۱ھ

تیسرے راوی امام عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابجر المعروف بابن ابجر الھمدانی الکنانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۱ھ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد کے راوی ہیں، ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۰۳۰)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (الجرح والتعدیل: ج ۵، ص ۳۵۶ برقم ۱۶۶۱)

(۳)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (ایضاً)

(۴)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (الکاشف: برقم ۳۴۵۳، تاریخ الاسلام: برقم ۲۷۹)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" ثقۃ عابد " (تقریب: ج ۱ ص ۳۶۳ برقم ۴۱۸۱)

(۴) زبیر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ

چوتھے راوی ابوعدی زبیر بن عدی الہمدانی الیامی القاضی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ان کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔ مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ ثبت صاحب سنۃ "
(تاریخ الثقات: ج ۳، ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)

(۲)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" ثقۃ صالح الحدیث مقارب الحدیث"
(الجرح والتعدیل: ج ۳، ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)

(۳)۔۔۔امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (ایضاً)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں:" ثقۃ " (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" ثقۃ فقیہ۔ العلامۃ الثقۃ "
(الکاشف: برقم ۲۶۲۴، سیر اعلام النبلاء: برقم ۹۰۱)

(۵)امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ

پانچویں راوی امام ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع جلیل القدر راوی ہیں۔ان کی متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثناء ومدح اور توثیق وتعدیل بڑے واضح لفظوں میں فرمائی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة، رجل صالح، فقيه متوقى "
(ملخصاً: تاریخ الثقات ج۱ ص۵۶ برقم ۴۵)

(۲)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں:" وكان عجباً فى الورع والخير متوقياً للشهرة راساً فى العلم۔ فقيه العراق.... وكان من كبارالائمة۔ الامام الحافظ فقيه العراق احدالاعلام.... واسع الرواية فقيه النفس كبير الشان كثير المحاسن "
(الکاشف: برقم ۲۲۱، تاریخ الاسلام ج ۲، ۱۰۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۴، ص ۵۲۰ برقم ۲۱۳)

(۳)۔۔۔علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" احد الائمة المشاهير " (وفیات الاعیان: ج۱ ص ۲۵)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" الفقيه المشهور۔ ثقة "
(الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار ج۱ ص ۳۹: تقریب برقم ۲۷۰)

(۵)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:"ذكى حافظ صاحب سنة"
(وفیات الاعیان: ج۱، ۲۵ وتہذیب: ج۱ ص ۱۷۷)

(۶)۔۔۔علامہ ابن الغزی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶۷ھ لکھتے ہیں:"الامام الحبر الفقيه التابعى " (دیوان الاسلام: ص ۳۱۸)

(۷)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" النخعى علم من اعلام اهل الاسلام وفقيه من فقهائهم "
(الجرح والتعدیل: برقم ۴۷۳)

(۶)امام اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ

چھٹے راوی امام اسود بن یزید بن قیس المخضرمی النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ان کی توثیق وتعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:"ثقة " (تاریخ الثقات: برقم ۱۰۰)

(۲)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" ثقة مكثر فقيه " (تقریب: برقم ۵۰۹)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں:" ثقة من اهل الخير " (الجرح والتعدیل: برقم ۱۰۶۷)

(۴)۔۔۔امام یحییٰ بن معین م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)

(۵)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "الفقیہ الزاھد العابد عالم الکوفة۔ الامام القدوة"
(تذکرۃ الحفاظ ج ا،ص ۴۱: سیر اعلام النبلاء: برقم ۳۸۱)

(۶)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: "ثقة" (بغیۃ الطلب: ج ۴،ص ۱۸۵۳)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند ڈنکے کی چوٹ پہ صحیح مسلم کی شرط پر بلا غبار صحیح ہے۔

اثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اس اثر کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔جلیل القدر معتدل محدث وامام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کہتے ہیں کہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کے متعلقہ یہ روایت بالکل صحیح ہے، اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ہمیشہ) رکوع وسجود میں رفع یدین کرتے دیکھا ہوتا تو خود اس کے خلاف عمل نہ کرتے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان پر انکار نہ کرنا یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا کسی کو بھی مناسب نہیں۔(ملخصاً: شرح معانی الاثار، ج،ا،ص ۱۶۴)

(۲)۔۔۔الامام الثقہ، المتقن الحجہ، الناقد المعتدل علاؤالدین بن علی المعروف با بن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ لکھتے ہیں کہ:

"وھذا السند ایضاً صحیح علی شرط مسلم

کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(الجوہر النقی: ج ۲،ص ۷۵)

(۳)۔۔۔الامام الثقہ ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نقل کرتے ہیں کہ: "والحدیث صحیح" کہ یہ روایت صحیح ہے۔(شرح سنن ابی داؤد: ج ۳،ص ۳۰۰)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

"وھذا رجالہ ثقات" کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے تمام راوی مضبوط ہیں۔
(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ: ج ا،ص ۱۵۲)

(۵)۔۔۔الامام الثقہ ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

"والحدیث صحیح" کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔(نصب الرایہ: ج ا،ص ۴۰۵)

(۶)۔۔۔امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶۱ھ کہتے ہیں کہ:
"بسند صحیح" اس روایت کی سند صحیح ہے۔(فتح القدیر ج۱،ص۳۱۱)

(۷)۔۔۔الامام المتقن، الحجۃ الناقد قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ، فرماتے ہیں کہ:
"رجاله ثقات" کہ اس اثر کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(التعریف الاخبار: ص۳۱۰)

(۸)۔۔۔الامام الحجۃ، الناقد المعتدل ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج الحکری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ کہتے ہیں:
"بسند صحیح علی شرط مسلم" کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(شرح سنن ابن ماجہ: ج۱،ص ۱۴۷۲)

(۹)۔۔۔علامہ ابوالحسن الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ کہتے ہیں کہ:
"سندہ صحیح" اس روایت کی سند صحیح ہے۔(مرقات: ج۳،ص۲۹۸)

(۱۰)۔۔۔حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ نے "مسند الفاروق" میں مذکورہ بالا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کو بلا جرح وقدح نقل فرمایا ہے(دیکھئے: مسند الفاروق: ج۱،ص ۱۶۴) اور فریق مخالف کے امام العصر ابراہیم سیالکوٹی نے حافظ موصوف کے متعلق صراحت کی ہے کہ: "ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کر دیتے ہیں" (سیرت المصطفیٰ: ص ۱۸۲) لہٰذا حافظ موصوف کا اس اثر کو بلا جرح وقدح نقل کرنا سیالکوٹی صاحب کے بقول اس اثر کے حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح السند ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱)۔۔۔محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:
"وذكر ابن بطال انه لم يختلف عنه في ذالك" امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کے سواء کچھ بھی ثابت نہیں۔(نیل الفرقدین: ص ۴۷)

(۱۲)۔۔۔محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:
"فاثر عمر صحیح بلاریب"
ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بلا شک وشبہ صحیح ہے۔(ایضاً: ص ۴۷)

(۱۳)۔۔۔ثقہ وصدوق محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:
"ھو اثر صحیح" یہ اثر بالکل صحیح ہے۔(آثار السنن: ص۱۰۶)

الحاصل:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والا اثر صحیح مسلم کی شرط پر بلا غبار صحیح وقابل استدلال ہے۔

﴿سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع الیدین﴾

اثر نمبر ۲: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

"حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً: کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱،ص۲۶۷)

ترجمہ: حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں میں سے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ اور امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ کا تذکرہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے اور باقی راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوبکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ

امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن فلان بن قطاف النھشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی تعدیل وتوثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "شیخ صالح مغفل" (تاریخ ابن معین: ج۱،ص۲۴۱، برقم ۹۴۳)

(۲)۔۔۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ ابن معین: ج۳،ص۳۴۴، برقم ۱۶۱۳)

(۳)۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعدیل: ج۹،ص۳۴۴، برقم ۱۵۳۶)

(۴)۔۔۔امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "شیخ صالح یکتب حدیثه" (ایضاً)

(۵)۔۔۔امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة"

(تاریخ اسماء الثقات: ج۱،ص۱۳۱، برقم ۶۸۵)

(۶)۔۔۔امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ثقة" (ملخصاً: التکمیل فی الجرح برقم ۱۸۹۱)

(۷)۔۔۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "ثقة۔ صدوق۔ حجة۔ رجل صالح تکلم فیه ابن حبان بلاوجه۔ صدوق احتج به مسلم۔ صالح الحدیث۔ حسن الحدیث" (الکاشف برقم ۶۵۴۸، المغنی برقم ۷۳۳۸، تاریخ الاسلام برقم ۶۱، دیوان الضعفاء برقم ۴۸۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۱۱۸، ذکر اسماء من تکلم فیه وھو موثق برقم

۳۹۴،میزان برقم ۱۰۰۴)

(۸)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" صدوق" (تقریب: برقم ۸۰۰۱)

(۹)۔۔۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں:" ثقة" (ملخصاً: موسوعۃ اقوال الدارقطنی برقم ۴۰۲۳)

(۱۰)۔۔۔امام ابن العماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" صدوق" (شذرات الذہب ج ۱، ۲۵۴)

(۱۱)۔۔۔امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" ثقة" (معرفۃ الثقات برقم ۲۱۰۲)

(۲) کلیب بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ م ۸۱ھ

امام کلیب بن شہاب بن المجنون الجرمی رحمۃ اللہ علیہ سنن النسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود کے راوی ہونے کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کو متعدد ائمہ محدثین نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔امام ابوالحسن العجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں:" تابعی ثقة" (معرفۃ الثقات: برقم ۱۵۵۵)

(۲)۔۔۔حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں:" ثقة کثیر الحدیث" (الطبقات الکبری ج ۶ ص ۱۲۳)

(۳)۔۔۔امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:" ثقة" (الجرح والتعدیل: برقم ۹۴۶)

(۴)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں:" صدوق" (تقریب برقم ۵۶۶۰)

(۵)۔۔۔حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں:" ثقة" (ملخصاً: الثقات برقم ۱۱۷۷)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس اثر کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور اس کی سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

اثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

اب اتمام حجت کے طور پر اس اثر کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔جلیل القدر ثقہ معتدل محدث وناقد امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث صحیح ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کی بہت بھاری دلیل ہے"۔ (شرح معانی الاثار: ج ۱ ص ۱۶۳)

(۲)۔۔۔امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

" واسناد حدیث عاصم بن کلیب صحیح علی شرط مسلم" اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴، وشرح ہدایہ ج ۱ ص ۶۶۸)

(۳)۔۔۔امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصا: نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۶)

(۴)۔۔۔امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ اسے موقوفاً صواب کہتے ہیں۔ (علل الدارقطنی: برقم ۴۵۷)

(۵)۔۔۔امام علاؤالدین علی بن عثمان المارد ینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ:

"رجاله ثقات" اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(الجوہر النقی: ج ۲ ص ۷۸)

(۶)۔۔۔امام ابوعبداللہ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔(ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۷۳)

(۷)۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

"رجاله ثقات" اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔(الدرایہ: ج ۱ ص ۱۵۲)

(۸)۔۔۔امام ابوالحسن ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ صحیح مانتے ہیں۔(الاسرار المرفوعہ: ج ۱، ص ۴۹۴)

(۹)۔۔۔امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ فرماتے ہیں کہ:

"وهو اثر صحیح" یہ اثر بالکل صحیح ہے۔(نصب الرایہ: ج ۱، ص ۴۰۶)

(۱۰)۔۔۔امام قاسم ابن قطلو بغا الجمالی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں کہ:

"سنده ثقات" کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔(التعریف الاخبار ص ۳۰۹)

(۱۱)۔۔۔محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ کہتے ہیں کہ:

"واسناده صحیح" اس حدیث کی سند صحیح ہے۔(آثار السنن: ص ۱۱۲)

(۱۲)۔۔۔محدث عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"فانه علی شرط مسلم" یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(اعلاء السنن: ج ۳، ص ۶۴)

اثر نمبر ۳: بحوالہ الاوسط لابن المنذر:

"حدثنا علی بن عبدالعزیز قال ثنا ابونعیم قال ثنا ابوبکر یعنی النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه انه کان مع علی بصفین قال فکان یرفع یدیه الاولیٰ ولا یرفع فیما سوی ذلك" (الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۴)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہونے والے (تابعی) کلیب بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس اثر کی سند کے راوی امام علی بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ "ثقة مامون" ہیں (سؤالات حمزہ السھمی: برقم ۳۸۹) اور باقی راویوں کی توثیق وتعدیل کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اس اثر کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بلا ... صحیح ہے۔

اثر نمبر ۴: بحوالہ شرح معانی الآثار:

"فان ابابکرۃ قدحدثنا قال ثنا ابو احمد قال ثنا ابوبکر النهشلی قال ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه: ان علیاً کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد"

ترجمہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے۔اس کے بعد بالکل نماز میں نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی ''امام ابوبکرہ بکار بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ'' اور ''امام ابواحمد محمد بن عبداللہ الزبیری رحمۃ اللہ علیہ'' دونوں ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲، ص ۵۹۹ و تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۲۹۱) اور باقی راویوں کا تعارف گزر چکا ہے۔لہٰذا اس روایت کی سند کے بھی تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر نمبر ۵: بحوالہ مؤطا امام محمد:

"قال محمد اخبرنا ابوبکر بن عبداللہ النهشلی، عن عاصم بن کلیب الجرمی، عن ابیه وکان من اصحاب علی، ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بها الصلاۃ ثم لا یرفعهما فی شیء من الصلاۃ"

ترجمہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے،اس کی بعد نماز کے کسی حصے میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(مؤطا امام محمد: ص ۹۴ و کتاب الحجہ ج ۱ ص ۷۵)

فائدہ:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت اس روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بھی بلاغبار صحیح ہے۔۔

اثر نمبر ۶: بحوالہ المدونۃ الکبریٰ:

"قال وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیاً کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود" (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۲۰)

ترجمہ: بلاشک وشبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

فائدہ:

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے گزر چکے ہیں لہٰذا اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔نیز

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین نہایت ہی مضبوط سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۷: بحوالہ مسند ابی یعلی الموصلی:

"حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیھم الاعند افتتاح الصلوٰۃ" (مسند ابی یعلی الموصلی برقم ۵۰۳۶)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے پیچھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

تنبیہ:

اس روایت کو سابقہ صفحات میں پیش کی جانے والی صحیح صریح احادیث کی تائید اور استشہاد میں پیش کیا گیا ہے، اور چونکہ یہ روایت بطور تائید اور متابعت کے ہے اس لیے اس روایت کی سند پر بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے اگلی روایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۸: بحوالہ مؤطا امام مالک:

"حدثنا ابو مصعب قال حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر وابی جعفر القاری انھما اخبراہ ان اباھریرۃ کان یصلی لھم فیکبر کلما خفض و رفع و کان یرفع یدیہ حین یکبر یفتتح الصلوٰۃ"

(مؤطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزھری: ج۱ص۸۱، برقم ۲۰۸)

ترجمہ: نعیم بن المجمر رحمۃ اللہ علیہ اور ابوجعفر القاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا بوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ پر صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی کہتے، اور رفع یدین صرف شروع نماز والی تکبیر کے ساتھ ہی کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱)۔۔۔ابومصعب احمد بن ابی بکر قاسم بن حارث الزہری المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۲ھ: "صدوق عابد" (تقریب: برقم ۱۷)
(۲)۔۔۔امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: "امام دار الهجرة راس المتقنين و كبير المثبتين" (ایضاً: ۶۴۲۵)
(۳)۔۔۔نعیم بن عبداللہ المدنی المجمر رحمۃ اللہ علیہ: "ثقة" (ایضاً: ۷۱۷۲)
(۴)۔۔۔ابوجعفر یزید بن القعقاع القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۷ھ: "ثقة" (ایضاً: ۸۰۲۱)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

اثر نمبر ۹: بحوالہ مسند احمد:

"حدثنا ابن نمير حدثنا اسماعيل بن ابى خالد عن ابيه قال كان ابو هريرة يصلى بالمدينة نحوًا من صلاة قيس بن ابى حازم" (مسند احمد برقم ۱۰۴۴۳)
ترجمہ: (ثقہ تابعی) امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (ابوخالد البجلی رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے کہ (جلیل القدر ثقہ تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ:

اس روایت کے تمام راوی (عبداللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ، ابوخالد البجلی رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں (دیکھئے: تقریب: برقم ۳۶۶۸۔۴۳۸ والکاشف: برقم ۶۵۹۹) اس صحیح السند روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز بالکل ثقہ تابعی امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جیسی تھی، اور آگے آثار تابعین میں آ رہا ہے کہ سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین کے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے۔

﴿سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۰: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

"حدثنا وكيع عن مسعر عن ابى معشر عن ابراهيم عن عبدالله انه يرفع يديه فى اول ما يفتتح ثم لا يرفعهما"

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بعد الافتتاح نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔
(مصنف ابی ابن شیبہ: برقم ۲۴۵۸)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ وابو معشر زیاد بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: تقریب برقم ۶۶۰۵۔۲۰۹۶) اور بقیہ راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس سند کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

اثر نمبر ۱۱: بحوالہ شرح معانی الاثار:

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شیء من الصلوٰۃ الا فی الافتتاح" (شرح معانی الاثار ج۱، ص۱۶۴)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا بقیہ راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔ابو اسحاق ابراہیم ابن ابی داؤد سلیمان بن داؤد البرلسی الاسدی الصوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: "ثقۃ متقن"۔ (تکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔ابو عبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ "ثقۃ حافظ" (تقریب: برقم ۶۳)

(۳)۔۔۔ابو الاحوص سلام بن سلیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ "ثقۃ متقن صاحب حدیث" (ایضاً: ۲۷۰۳)

(۴)۔۔۔ابو الھذیل حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: "ثقۃ مأمون" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۲۳۷)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح وحکماً متصل ہے۔

اثر نمبر ۱۲: بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی:

"حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شیء من الصلاۃ الا فی التکبیرۃ الاولی"

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج۹ص۲۶۱، برقم ۹۲۹۹)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز میں پہلی تکبیر کے وقت۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نے "ثقة جبل" قرار دیا ہے۔(سیر اعلام النبلاء: برقم ۲۵۳۴) اور باقی راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔لہٰذا اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

اثر نمبر ۱۳: بحوالہ مصنف عبدالرزاق:

"عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لایرفع بعد" (مصنف عبدالرزاق: برقم ۲۵۳۳)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

امام عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ ثقہ محدث ہیں۔(دیکھئے: تقریب: برقم ۴۰۶۴) اور باقی راویوں کی توثیق وتعدیل کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں، لہٰذا اس روایت کی سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۴: بحوالہ شرح معانی الآثار:

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الافی التکبیرة الاولیٰ من الصلاة"

ترجمہ: مشہور تابعی امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ کہیں بھی نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔(شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۳)

سند کی تحقیق

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔ابواسحاق ابراہیم بن ابی داود البرلسی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: "ثقة متقن" (تکملة الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ: "ثقة متفق علیه" (الارشاد: ج ۲، ص ۵۶۵)

(۳)۔۔۔ابوبکر بن عیاش الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۴ھ: "ثقة مامون" (تاریخ اسماء الثقات برقم ۷ ۲۳)

(۴)۔۔۔ابوالہذیل حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ:" ثقة مامون "(تاریخ اسماء الثقات برقم ۲۳۷)
(۵)۔۔۔ابوالحجاج مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴ھ:" ثقة امام فی التفسیر وفی العلم "(تقریب: برقم ۶۴۸۱)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ائمہ محدثین کی نظر میں:

قارئین: مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر باصول محدثین بالکل صحیح ہے، اور اس پر تمام اعتراضات خلاف حقیقت ہیں۔ اب اتمام حجت کے طور پر اس اثر کے متعلقہ معتدل ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام علاؤالدین علی بن عثمان المارديني رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ فرماتے ہیں کہ:

"وھذا سند صحیح" کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔(الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۴)

(۲)۔۔۔امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

"باسناد صحیح۔ واسنادمارواہ الطحاوی صحیح" یہ اثر سنداً صحیح ہے۔(عمدہ القاری ج ۳ ص ۸ وشرح ہدایہ ج ۱، ص ۶۶۶)

(۳)۔۔۔امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ بھی اس اثر کو صحیح مانتے ہیں چنانچہ اس اثر پر اعتراض کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"فان قال قائل ھذا حدیث منکر قیل لہ ومادلک علی ذالک فلن تجد الی ذالک سبیلاً" اگر کوئی شخص کہے کہ یہ اثر منکر ہے تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اس کے منکر ہونے پر کونسی (کوئی معقولی) دلیل ہے، جس کی تہہ تک تم (مخالفین) نہیں پہنچ سکے ہو؟ (یعنی اس حدیث کے منکر ہونے پر کوئی معقولی دلیل موجود نہیں ہے)(شرح معانی الاثار ج ۱، ص ۱۶۳)

(۴)۔۔۔محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:

"وسندہ صحیح" اس اثر کی سند صحیح ہے۔(آثار السنن: ص ۱۰۸)

(۵)۔۔۔محدث کبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وسندہ صحیح" اس کی سند صحیح ہے۔(اعلاء السنن: ج ۳، ص ۶۴)

الغرض: مذکورہ بالا تحقیق اور معتدل ائمہ محدثین کی گواہیوں سے واضح ہوگیا کہ یہ اثر بالکل صحیح وقابل اعتبار ہے۔

اثر نمبر ۱۵: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

"حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال مارأيت ابن عمر يرفع يديه الافى اول ما يفتتح "(مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱، ص۲۶۸)

ترجمہ: امام المفسرین سیدنا مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس اثر کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل وتوثیق کے حوالے گزر چکے ہیں، اس اثر کا ایک ایک راوی بخاری کا ہے، اور اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

﴿سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۶: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

"حدثنا ابن فضيل عن ابن ابى ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال لاترفع الايدى الافى سبعة مواطن اذا قمت الى الصلوٰة واذا جئت من بلد واذارأيت البيت واذاقمت على الصفاوالمروة وبعرفات بجمع وعندالجمار "(مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۱۵۹۹۶)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صرف سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے، جب نماز کو کھڑا ہو (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) اور جب بیت اللہ کو دیکھے، اور صفا ومروہ پر، اور عرفات میں (وقوف کے وقت) اور مزدلفہ میں اور جمرہ پر کنکری مارنے کے وقت۔

(ف):

اس اثر کی سند کے راوی امام محمد بن فضیل بن غزوان ثقہ راوی ہیں۔ (دیکھئے: الکاشف برقم ۵۱۱۵) اور باقی تمام راویوں کی توثیق کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، اس صحیح السند اثر سے بھی واضح ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عام نمازوں میں صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کیا جائے گا۔

{(ثقہ تابعی) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ اور ترک رفع یدین}

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ: مشہور فقیہ، تابعی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہم

۶۷۶ھ فرماتے ہیں: کہ ان کی توثیق، جلالت شان اور فقہی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۴ ص ۴۰۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العراق، صاحب اخلاص اور بلند مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور وہ حدیث کو جاننے میں صراف اور نقاد تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۵۹)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے اگر چہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان نہیں کی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات ضرور کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی زیارت کی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵، ص ۴۲۹)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم ذکی (ذہین)، حافظ اور صاحب سنۃ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۴۲۷) حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیات سے مشرف ہوئے تھے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث بھی کی تھی۔ (ایضاً) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: تمام محدثین (خواہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت حدیث کا انکار کیا ہو یا اقرار) سب کے سب نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (ایضاً) علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ: "وابراهيم تابع، ادرك اكابر التابعين وصغار الصحابة رضى الله عنهم" ابراہیم نخعی تابعی ہیں، انہوں نے اکابر تابعین اور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (المحلی: ج ۲ ص ۷۴) نیز قاضی محمد شوکانی، رئیس ندوی اور محمد گوندلوی نے بھی ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۰۔ ۳۴۳، تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲، التحقیق الراسخ ص ۱۵۵) اس جلیل القدر تابعی کا رفع الیدین کے متعلق فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت فى فاتحة الصلاة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقى" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق ماقبل میں ہم پیش کر چکے ہیں، یہ روایت بالکل صحیح وثابت ہے، حتیٰ کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۳۱۴)

(۲) "حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين و مغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع يديك فى شىء من الصلاة الا فى افتتاحة الاولىٰ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کا بھی تذکرہ گزر چکا ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے۔

{(جلیل القدر) تابعی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴ھ اور ترک رفع یدین}

"حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز....قال عبدالملک و رایت الشعبی وابراھیم واباسحاق لایرفعون ایدیھم الاحین یفتتحون الصلاۃ"

ترجمہ: امام عبدالملک بن ابجز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۸)

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کے تراجم آثار صحابہ میں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کے ذیل میں گزر چکے ہیں، اس کے تمام راوی ثقہ وثبت ہیں، اور اس کی سند بلاغبار مسلم کی شرط پر صحیح ہے، زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین: ص ۳۱۴) اس صحیح السند روایت سے ثابت ہو گیا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نیز امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں: "ادرکت خمسمائۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم " (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۶۴) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اور ان کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ "علامۃ التابعین" کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۰ھ نے اپنے شاگرد سے فرمایا، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۶۴)

{تابعی سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ م ۹۴ھ اور ترک رفع یدین}

"فی کتاب الصلوۃ لابی نعیم الفضل ثنا حسن بن صالح عن وفاء وکان سعید لا یرفع یدیه فی الرکوع" (شرح سنن ابن ماجه: ص ۱۴۷۱، ج ۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(ف):

اس روایت کی سند کے تمام راوی (ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ، وفاء رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: تقریب برقم ۵۴۰۱۔ ۱۲۵۰۔ الطبقات الکبری ج ۶، ص ۳۵۴) اور سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۱، ابن خلکان ج ۱، ص ۲۰۴)

{(تابعی) امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ اور ترک رفع یدین}

"حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز.... قال عبدالملک ورایت الشعبی وابراهیم وابا اسحاق لا یرفعون ایدیهم الا حین یفتتحون الصلاۃ"

(مصنف ابی شیبه: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: امام عبدالملک بن ابجز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(زبیر علی زئی نے وضاحت کر رکھی ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند صحیح ہے۔ نور العینین: ص ۳۱۴)

(ف):

امام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ جلیل القدر تابعیؒ ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ: امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرھم سے احادیث سنی ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الاسماء: برقم ۷۱۳) امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: آپ نے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تاریخ الثقات: برقم ۱۲۷۲)

{(عظیم تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ اور ترک رفع یدین}

"حدثنا یحیی بن سعید عن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیہ اول مایدخل فی الصلوۃ ثم لایرفعھما" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۶۲)

ترجمہ: (ثقہ تابعی) اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (میرے استاذ) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔۔امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: "ثقة ثبت مرضی" (تہذیب التہذیب: ج ۷ ص ۴۴)

(۲)۔۔۔۔امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۴۶ھ: "ثقه ثبت" (تقریب: برقم ۵۵۶۶)

(۳)۔۔۔۔امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ: "ثقة حجة" (میزان الاعتدال: برقم ۶۹۰۸)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہونے کے علاوہ کتب صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، اور اس کی سند بلاغبار بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر اکابر تابعین عظام میں سے ہیں۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے تشریف لارہے تھے، مگر ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخ بغداد: برقم ۶۹۳۶) نیز امام موصوف نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں وران کے شاگرد ہیں۔ (ایضاً) اور آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی تابعی نے بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل نہیں کی ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۲ ص ۶۲ برقم ۵۱۲)

سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سنہری فرمان:

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں سے

ہیں، بقول بعض ان کے سواء کسی تابعی نے بھی حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہیں دیکھا ہے۔ اور یہ قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اگر ترک رفع یدین بالکل معدوم ہوتا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا (جیسا کہ فرقہ غیر مقلدیت کے محققین کہتے ہیں) تو یہ بڑی ہستی جس نے اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم (حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم) کو بھی دیکھا ہے، ہرگز ترک رفع یدین کو پسند نہ کرتی۔ لہٰذا یہی حق ہے، اور اس کا مٹانا قیامت تک ممکن نہیں، اگرچہ منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگائیں، کیونکہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ان شاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی۔
(نور الصباح: ج ۱ ص ۴۶۔۴۷)

{(ثقہ تابعی) عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ اور ترک رفع یدین}

"حدثنا معاوية بن هشام، عن سفيان عن مسلم الجهني قال كان ابن ابی ليلیٰ يرفع يديه اول شئ اذا كبر" (مصنف ابن ابی شیبہ برقم ۲۴۶۶ وفی نسخۃ برقم ۲۴۶۳)

ترجمہ: حضرت مسلم بن سالم الجھنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ صرف شروع نماز میں جب تکبیر کہتے تو ہی رفع الیدین کرتے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں تصحیف کے سبب اس روایت کی سند " عن سفيان بن مسلم الجهني " لکھی گئی ہے، دراصل سفیان کے بعد لفظ "عن" ہے جو تصحیف کے سبب "ابن" ہو گیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ الشیخ المحقق الثقہ محمد عوامہ المدنی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں اس روایت کی سند "معاوية بن هشام عن سفيان عن مسلم الجهني" لکھی ہوئی ہے (دیکھئے: ج ۲، ص ۴۱۷، برقم ۲۴۶۶) نیز حمد بن عبد اللہ الجمعہ اور محمد بن ابراہیم اللحید ان کی تحقیق کے ساتھ شائع ہونے والے مصنف کے نسخہ میں بھی اسی طرح ہی سند ہے۔ (دیکھئے: ص ۲۶ برقم ۲۴۶۳) اور صحیح بھی یوں ہی ہے۔ مزید یہ کہ غالی غیر مقلد رئیس ندوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سفیان کے بعد لفظ "عن" ہے جو تصحیف کے سبب بعض نسخوں میں "ابن" ہو گیا ہے، صحیح سند "معاوية بن هشام عن سفيان عن مسلم الجهني" ہی ہے۔ (ملخصاً: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجیے۔

(۱)۔۔۔ابو الحسن معاویہ بن ہشام القصار رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۵ھ: "ثقة" (تاریخ الثقات للعجلی: برقم ۱۵۹۸)

(۲)۔۔۔امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: "ثقة حافظ فقيه" (تقریب: برقم ۲۴۴۵)

(۳)۔۔۔۔ابوفروہ مسلم بن سالم الجہنی رحمۃ اللہ علیہ:" ثقۃ " (الجرح والتعدیل: برقم ۸۰۸)
(۴)۔۔۔۔عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ:" ثقۃ " (تقریب: برقم ۳۹۹۳)
اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بلاغبار مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ممتاز ترین تابعین عظام میں سے تھے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وسط عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد محترم ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیثیں نقل کی ہیں ان کے شاگرد ہیں۔(تہذیب برقم ۵۱۸، تذکرۃ الحفاظ برقم ۴۲، سیر اعلام النبلاء: برقم ۴۶۴)

{(تابعی عظیم) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۰ھ اور ترک رفع یدین}

امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ:"وھذا کله قول ابی حنیفة وفی ذالك آثار کثیرة" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فرمان ہے کہ: نمازی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہ کرے۔
(مؤطا امام محمد ص ۹۲، سندہ صحیح)

(ف):

سراج الامہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۰ھ کی جلالت شان، علم، فقاہت، تقویٰ، اور ثقاہت بیان کرنے میں ائمہ محدثین وفقہاء اور مورخین رطب اللسان ہیں۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔(تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۳۴۶)
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سبحان اللہ! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو علم، ورع، زہد وتقویٰ اور دار آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں اس مقام کو حاصل کر چکے ہیں جس کو کوئی نہیں پا سکتا۔(مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی: ص ۲۷)
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تم سے اس ستون کے متعلق گفتگو کریں کہ یہ سونے کا ہے تو وہ یقیناً ایک مضبوط دلیل سے ثابت کر دکھائیں گے۔(اکمال فی اسماء الرجال: ص ۲۷)
مشہور محدث امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری آنکھ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی نہیں

دیکھا۔(ایضاً)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔(مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی: ص ۱۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۴۸) امام الرجال یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت عادل اور ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کی ابن المبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے۔(مناقب ابی حنیفہ للکردری: ص ۱۰۱)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم، فقیہ العراق، امام متورع، عالم، عامل اور کبیر الشان تھے۔(تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۱۵۸)

نواب صدیق حسن خان بھی آپ کو امام اعظم کے نام سے یاد کرتے تھے۔(دیکھئے: تقصار جیود الاحرار ص ۹۳)

عبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب ''تحقیق الکلام'' اور صادق سیالکوٹی صاحب ''صلوٰۃ الرسول'' میں جابجا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام ج ۱، ص ۵۔ ۱۱۰، وصلوٰۃ الرسول ص ۱۲۰۔ ۱۹۷۔ ۴۴۳)

عزیز شمس صاحب لکھتے ہیں کہ: ہم دیکھتے ہیں کہ چھٹی صدی ہجری بعد سارے علماء و محدثین امام صاحب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ان کے فضائل و مناقب نقل کرتے ہیں۔(اللمحات: ص ۲۳)

عزیز شمس صاحب مزید کہتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔(ایضاً: ص ۲۸)

مشہور مؤرخ اور محقق علامہ ابن الندیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔(الفہرست: ج ۱، ص ۲۹۸)

علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔(تنسیق النظام: ص ۱۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔(ایضاً)

علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

شرف ملاقات حاصل ہے۔(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۲۵، تہذیب الکمال ج ۱۹، ص ۱۰۲)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی بار ملاقات کی تھی۔(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۶)

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔(التقیید والایضاح: ص ۳۳۲)

ان محققین کے علاوہ دیگر محققین مثلاً علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔

{امام مالک رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ اور دیگر مالکی حضرات اور ترک رفع یدین}

امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ بھی سب سے زیادہ معتبر اور مشہور روایات کے مطابق بعد الافتتاح ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ چنانچہ ''المدونۃ الکبریٰ'' میں بسند صحیح مروی ہے کہ:

"قال مالك لا اعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلاة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوٰة" (المدونة الكبرىٰ: ج ۱، ص ۱۱۸)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز کے شروع والے رفع الیدین کے علاوہ نماز میں کسی مقام پر رفع الیدین کو (معمول بہ) نہیں جانتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص امام عبدالرحمن بن القاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ فرماتے ہیں کہ: "وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفاً الا في التكبيرة الاحرام'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی پہلی تکبیر کے بعد نماز کے اندر رفع الیدین کرنا بالکل ضعیف تھا۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۱۸ سندہ صحیح ورواتہ ثقات)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ترک رفع الیدین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: "وهو اشهر الروايات عن مالك'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ مشہور ترک رفع یدین والی ہی روایت ہے۔(شرح مسلم للنووی: ج ۱، ص ۱۶۸)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شوکانی نے بھی یہی بات کہی ہے۔
(شرح بخاری ج ۵، ص ۱۰۷، نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۰۱)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۳ھ فرماتے ہیں کہ:

"الثاني انه يرفع يديه في تكبيرة الاحرام قاله مالك في مشهور رواية البصريين"

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بصریین کی مشہور روایت میں یہی کہا ہے۔(عارضۃ الاحوذی: ص ج ۲ ص ۵۸)

امام علاؤالدین علی بن عثمان المار دینی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ فرماتے ہیں کہ:

"وفی شرح مسلم للقرطبی وھو مشھور مذھب مالك" (الجوھر النقی: ج۱،ص۱۳۶)

کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ترک رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ہے۔

محمد صدیق نجیب آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وھو الشھور" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ترک رفع یدین ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد، ص ۲۵۸)

امام ابن دقیق العید المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۰۲ھ فرماتے ہیں کہ:

" وابوحنیفة لایری الرفع فی غیر الافتتاح وھو المشھور عند اصحاب مالك والمعمول به عندالمتاخرین"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعد الافتتاح رفع الیدین کے قائل نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متقدمین اصحاب میں بھی ترک رفع یدین ہی مشہور ہے اور متاخرین کا تو یہ معمول بن چکا ہے۔ (احکام الاحکام: ج۱، ص ۲۲۰)

امام ابوعمر احمد بن عبدالملک بن ہشام المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۱ھ سے پوچھا گیا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لا اخالف روایة ابن القاسم لان الجماعة عندنا الیوم علیھا"

کہ امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ترک رفع یدین نقل کیا ہے اور میں ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی قطعاً مخالفت نہیں کروں گا اور اس وقت ہماری جماعت (مالکیہ) کا عمل ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ہے۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۵، ص ۶۳ والاستذکار ج ۴، ص ۱۰۳)

امام ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کو اپنایا ہے تاکہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے۔ (بدایۃ المجتهد: ج۱، ص ۱۳۶) (کیونکہ امام مالکؒ کے دور میں اہل مدینہ ترک رفع یدین پر عامل تھے)

علامہ عبدالرحمن الجزائری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"مالکیوں کے نزدیک شروع نماز میں رفع الیدین کرنا مستحب ہے اور شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرنا مکروہ ہے"۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱، ص ۲۵۰)

مالکی مذہب کے معتبر ناقل ابن خویز منداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"والذی علیه اصحابنا الرفع عندالاحرام" ہمارے اصحاب (یعنی مالکی حضرات) صرف تکبیر تحریمہ کے

وقت ہی رفع الیدین کرنے کے مسلک پر ہیں۔(الاستذکار ج ۴،ص ۱۰۰،التمہید ج ۵،ص ۵۶)

امام ابن عبدالبر المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں کہ:

"وتعلق بهذه الرواية عن مالك اكثر المالكيين"

اکثر مالکی حضرات نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کرنے والی روایت کو اختیار کیا ہے۔(التمہید :ج۵،ص۵۶)

علامہ ابوالبرکات محمد بن احمد الدردیر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

رفع الیدین صرف شروع نماز میں ہی مستحب ہے۔(الشرح الصغیر:ج۱،ص ۳۲۴)

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ م ۷۰۲ھ لکھتے ہیں کہ:

"وهو المشهور عند اصحاب مالك"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے احباب سے بھی یہی مؤقف مشہور ہے۔(شرح عمدۃ الاحکام:ج ۲،ص ۲۹۶)

مزید نقل کرتے ہیں ہیں کہ:

"الاان فی بلادنا هذه يستحب للعالم تركه"

ہمارے علاقوں میں عالم کے لیے ترک رفع یدین مستحب ہے۔(ج ۲،ص ۲۹۷)

اس کے حاشیہ میں امیر یمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"يريد بلاد المغرب فانهم مالكية لايعرفون الرفع الافی اول تكبيرة"

اس سے مراد مغرب کے ممالک ہیں کیونکہ وہاں مالکی لوگ آباد ہیں جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع الیدین کے قائل نہیں ہیں۔

الغرض! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہوگیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی مشہور ومعروف روایات کے مطابق ترک رفع یدین کے ہی قائل تھے۔اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین کو ترجیح اس لئے دی کہ تاکہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اہل مدینہ بھی عموماً ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت فرما رکھی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اصول یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں۔(بدائع الفوائد، ج ۴،ص ۳۲)اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں مالکی حضرات نے بھی ترک رفع یدین کو ہی اختیار کیا ہے۔

{دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین}

قارئین! اگر ان تمام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کیا جائے جو ترک رفع یدین کے قائل تھے تو اس سے یقینا کتاب کی ضخامت کئی سو صفحات تک چلی جائے گی اور ویسے بھی تمام تارکین رفع الیدین کا استیعاب کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس

لیے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر چند ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نام درج کردیے جاتے ہیں جو ترک رفع یدین کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام ربیع بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: (مسند الامام الربیع بحوالہ شرح الجامع الصحیح ص ۳۱۷)

(۲) امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ: (مؤطا محمد ص ۹۰۔۹۱ کتاب الآثار ص ۳۲)

(۳) امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۶ھ: (سنن دار قطنی: ج۱، ص ۴۰۰)

(۴) امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (اختلاف العلماء ص ۴۸ حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۹۶)

(۵) امام ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ: (التمہید: ج ۵ ص ۶۳)

(۶) امام ابو عمر احمد بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۱ھ: (ایضاً)

(۷) ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: (سنن النسائی، ج ۱، ص ۱۵۸، ۱۶۱)

(۸) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ: (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)

(۹) امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ: انوار المحمود ج ۱، ص ۲۵۸)

(۱۰) امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۸ھ: (ایضاً)

(۱۱) امام حسن بن صالح بن حیی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: (التمہید: ج ۵، ص ۵۶)

(۱۲) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: (العلل ومعرفۃ الرجال برقم ۱۳۱۵ واعلم ان سفیان ربما لم یرفع)

(۱۳) امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ (شرح سنن ابی داؤد، عمدۃ القاری وغیرہ)

(۱۴) امام علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷)

(۱۵) حافظ قاسم ابن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ: (التعریف والاخبار وغیرہ)

(۱۶) عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ: (تبیین الحقائق شرح کنز الحقائق ج ۱، ص ۱۲۰)

(۱۷) محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱، ص ۱۴)

(۱۸) ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱۶ھ: (المحیط البرہانی ج ۱، ص ۳۷۶)

(۱۹) جمال الدین ابو محمد علی بن ابی یحییٰ زکریا بن مسعود الانصاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ: (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ۱ ص ۲۵۶)

(۲۰) احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۱ھ: (حاشیہ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۵۷)

(۲۱) ابو العباس شہاب الدین القرافی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۴ھ: (الذخیرہ للقرافی، ج ۲، ص ۲۲۰)

(۲۲) امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ: (التجرید للقدوری، ج ۲، ص ۵۱۸، ۵۱۹)

(۲۳) الامام المعتدل الناقد الحجہ علاؤ الدین علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ: (الجوہر النقی)
(۲۴) الامام الحافظ الحجہ ابوعبداللہ المغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ: (شرح سنن ابن ماجہ)
(۲۵) الامام المحدث المعتدل الناقد الحجہ الحافظ الثقہ ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: (شرح معانی الاثار وغیرہ)
(۲۶) محدث شہیر ظفر احمد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۴ھ: (اعلاء السنن)
(۲۷) محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ، م ۱۳۲۲ھ: (آثار السنن)
(۲۸) محدث بکیر بن جعفر الجرجانی السلمی رحمۃ اللہ علیہ (الکامل ج ۲، ص ۲۱۴، رقم ۲۷۸)
(۲۹) محدث ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ البلخی الماکیانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۹ھ: (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۵۲ رقم ۶۱)
(۳۰) محمد بن احمد بن ابی احمد السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۰ھ: (تحفۃ الفقہاء: ج ۱، ص ۱۳۲)
(۳۱) امام ابوالحسن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۳ھ: (الہدایہ، ج ۱، ص ۵۲)
(۳۲) زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۶۶ھ (تحفہ الملوک ج ۱ ص ۶۸)
(۳۳) محمد بن محمد بن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۶ھ: (العنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۳۰۹)
(۳۴) ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الزبیدی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۰ھ: (ملخصاً الجوہر النیرہ، ج ۱، ص ۵۸)
(۳۵) حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶۹ھ: (ملخصاً مراقی الفلاح ج ۱ ص ۱۰۷)
(۳۶) زین الدین ابراہیم بن محمد المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۰ھ: (ملخصاً البحر الرائق ج ۱، ص ۳۴۱)
(۳۷) امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۴ھ: (مرقات ج ۲ ص ۲۷۵)

{ابواب محدثین اور ترک رفع یدین}

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اصول ہے کہ وہ عموماً منسوخ و متروک احادیث و باب پہلے لاتے ہیں اور نسخ و ترک کا باب و احادیث بعد میں لاتے ہیں چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

"وهذه عادة مسلم وغيره من ائمة الحديث يذكرون الاحاديث التي يرونها منسوخة ثم يعقبونها بالناسخ"

کہ یہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی (عمومی) عادت ہے کہ وہ منسوخ احادیث کو پہلے ذکر فرماتے ہیں اور ناسخ احادیث کو بعد میں ذکر فرماتے ہیں۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱، ص ۱۵۶)

درج ذیل ائمہ فقہاء و محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے رفع الیدین کرنے کی احادیث کو پہلے ذکر کیا ہے اس کے بعد ترک رفع یدین کی احادیث کو ذکر و بیان فرمایا ہے فلہٰذا محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے (عمومی) اصول کے مطابق بھی رفع یدین

متروک ہے۔

(۱) امام فقیہ محدث حافظ محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ: (مؤطا امام محمد ص ۸۹، ۹۰)

(۲) امام حافظ محدث ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ: (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق ج ۲، ۴۳ تا ۴۶)

(۳) امام حافظ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۵ھ: (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۵ تا ۲۲۷)

(۴) محدث ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ: (دیکھئے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۶)

(۵) محدث ابوعیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: (دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۵۹ تا ۱۷، ط۔ دارالسلام)

(۶) محدث ابوعبدالرحمن النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: (دیکھئے: سنن النسائی ص ۱۵۸ تا ۱۶۱)

(۷) حافظ ابوعلی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ: (دیکھئے: مختصر الاحکام للطوسی ص ۱۰۸۔۱۰۹)

(۸) امام المحدثین ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی الاثار، ج ۱، ص ۱۶۱ تا ۱۶۵)

(۹) امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: (دیکھئے: السنن الکبری ج ۲، ص ۶۸ تا ۷۶)

(۱۰) محدث ابوعبدالرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۷ھ: (دیکھئے: التحقیق فی الاحادیث الخلاف ج ۱، ص ۳۲۰ تا ۳۳۶)

{قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین}

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

"حدثنی ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش قال ما رایت فقیھاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الاولی" (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۵)

ترجمہ: امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو بھی تکبیر اولیٰ کے سواء رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے ذیل میں پیش کی جا چکی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔ اس صحیح السند روایت سے واضح ہو گیا کہ اسلام کے عہد زریں قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم عام طور پر ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔

﴿سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود کے اصحاب وتلامذہ اور ترک رفع یدین﴾

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے تمام شاگرد بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے، چنانچہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدثنا وکیع وابواسامۃ عن شعبۃ عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لایرفعون ایدیھم الافی افتتاح الصلوٰۃ"

ترجمہ: (ثقہ تابعی) ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ: "ثقۃ حافظ" (تقریب: برقم ۳۵۷۵)

(۲)۔۔۔امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ: "ثقۃ حافظ" (ایضاً: برقم ۷۴۱۴)

(۳)۔۔۔امام ابواسامہ حماد بن اسامہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۱ھ: "ثقۃ ثبت" (ایضاً: برقم ۱۴۸۷)

(۴)۔۔۔امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ: "ثقۃ حافظ متقن" (ایضاً: برقم ۲۷۹۰)

(۵)۔۔۔ابواسحاق عمرو بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ: "ثقۃ" (ایضاً: برقم ۴۰۱)

(ف):

اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں، اور روایت کی سند ڈنکے کی چوٹ پر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ جب اس صحیح السند روایت سے ثابت ہوگیا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اور تلامذہ ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما کے ہزاروں سے بھی متجاوز شاگردوں واصحاب میں سے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بعض اصحاب وتلامذہ کی مختصر سی فہرست بھی پیش کردی جائے ملاحظہ فرمائیں:

{سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب وشاگردوں کی مختصر فہرست}

(۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲ھ: (الکاشف ج۱،ص ۶۹۴ رقم ۳۶۴۷)

(۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص ۵۱ رقم ۵۵)

(۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تاریخ الثقات للعجلی ج۱،ص ۱۶۵ رقم ۴۵۸)

(۴) ابوعبدالرحمن عبیداللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص ۱۶۵ رقم ۴۵۸)

(۵) سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۲ھ: (تہذیب الاسماء واللغات، ج۱،ص ۲۴۰، رقم ۲۴۱)

(۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص ۳۹، رقم ۲۴)

(۷) مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳ھ: (تہذیب الاسماء واللغات ج۲،ص ۸۸)

(۸) اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۱۰۰)

(۹) شریح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰ھ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ۲۴۹)

(۱۰) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ: (تاریخ الثقات للعجلی: رقم ۹۷۸)

(۱۱) عمرو بن شرجیل الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۳ھ: (تہذیب الکمال للمزی ج ۲۲ ص ۶۰، رقم ۴۳۸۳)

(۱۲) مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶ھ: (ایضاً ص ۲۷،ص ۳۷۹، رقم ۵۸۶۵)

(۱۳) مخضرم زید بن صوحان بن حجر العبدی رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء ج۳،ص ۵۳۵ رقم ۱۳۳)

(۱۴) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۰۳۸، الکاشف رقم ۸۷۰)

(۱۵) خیثمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۱ھ: (ایضاً رقم ۱۷۴۷)

(۱۶) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۲۴۵۸)

(۱۷) عبداللہ بن سنجرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۳۲۹۱)

(۱۸) خلاس بن عمرو الھجری البصری رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۷۴۴)

(۱۹) ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)

(۲۰) حارث بن سوید التیمی رحمۃ اللہ علیہ ۷۱ھ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۰۲۲)

(۲۱) زاذان ابوعمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)

(۲۲) زید بن وہب الجہنی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ: (ایضاً رقم ۲۱۳۱)

(۲۳) عبداللہ بن بدیل الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۳۱۷۷)

(۲۴) بکر بن قرواش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی برقم ۱۶۳)

(۲۵) ظالم بن عمرو بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۳۳)

(۲۶) ابو العالیہ عبد اللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۱۹)

(۲۷) ابو صالح الحنفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۹۶۹)

(۲۸) عبد الرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (معرفۃ الثقات للعجلی رقم ۸۰۴)

(۲۹) صحعۃ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ رقم ج ۶، ص ۲۲۱)

(۳۰) عبد خیر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۱)

(۳۱) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۲)

(۳۲) زید بن یشیع رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج، ۶ ص ۲۲۳)

(۳۳) شریح بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج، ۶ ص ۲۲۲)

(۳۴) عبید بن عمرو الخازمی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۳)

(۳۵) شریح بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۵۷۸)

(۳۶) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۷)

(۳۷) عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۵۲۴)

(۳۸) عبد اللہ بن الخلیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۰۵)

(۳۹) ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۸۶)

(۴۰) ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء رقم ۵۰۷)

(۴۱) جاریہ بن قدامہ بن رہیر رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۸۳)

(۴۲) صہیب ابو الصہباء رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۷۷۱)

(۴۳) عروۃ بن زبیر بن عوام رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۸۱)

(۴۴) علی بن ربیعہ بن نضلہ الوالبی الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۱)

(۴۵) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۰۰)

(۴۶) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۹۱)

(۴۷) ابو رزین مسعود بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۱۵)

(۴۸) ابو نضرہ منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۲۷)

(۴۹) ابوعیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۲۵)

(۵۰) ابو محمد نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۲۷)

(۵۱) نعمان بن مرہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۲۵)

(۵۲) ابوراشد الحبر انی الحمیر ی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۰۲)

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب وشاگردوں کی مختصر فہرست}

(۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۳۶۴۷، الطبقات الکبری ج ۶ ص ۱۰)

(۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۵۵)

(۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۴۵۸)

(۴) ابوعبدالرحمن عبداللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۳)

(۵) سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات (رقم ۲۴۱)

(۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (لطبقات الکبری، ج ۶ ص ۱۰، تذکرۃ الحفاظ رقم ۲۴)

(۷) مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبر ی، ج ۶ ص ۱۰، تہذیب الاسماء واللغات رقم ۵۶۷)

(۸) اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبری، ج ۶ ص ۱۰، تاریخ الثقات للعجلی رقم ۱۰۰)

(۹) شریح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ۲۴۹، تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۹۹)

(۱۰) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۹۷۸)

(۱۱) عمرو بن شرحبیل الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبری، ج ۶ ص ۱۰، تہذیب الکمال للمزی رقم ۴۳۸۳)

(۱۲) مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۵۸۶۵)

(۱۳) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۰۳۸ والکاشف رقم ۸۷۰)

(۱۴) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۲۴۵۸)

(۱۵) عبداللہ بن سنجرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۳۲۹۱ تاریخ الثقات للعجلی رقم ۸۱۰)

(۱۶) ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۶۷۳ تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)

(۱۷) حارث بن سوید التیمی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۲۳۱، تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۰۲۲)

(۱۸) زاذان ابوعمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۴۵۰، تہذیب الکمال للمزی رقم ۱۹۴۵)

(۱۹) زید بن وہب الجہنی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۴۹۰، تہذیب الکمال للمزی رقم ۲۱۳۱)

(۲۰) ابوعطیہ مالک بن عامر الوداعی الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للمزی رقم ۷۵۱۶)

(۲۱) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب التہذیب رقم ۱۶۴)

(۲۲) ہمام بن الحارث النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعجلی رقم ۱۷۴۹)

(۲۳) عبداللہ بن سلمہ المرادی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۶۰)

(۲۴) ارقم بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۴۹)

(۲۵) الاسود بن ہلال المحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۶)

(۲۶) الحارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۵۹)

(۲۷) حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۸۶)

(۲۸) ابومریم ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۱)

(۲۹) ابویزید ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۹)

(۳۰) ابوالمثنی ریاح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۱۵۹۹)

(۳۱) زیاد بن حدیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۶۷۸)

(۳۲) سعید بن وہب الحیوانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۱۱۹۷)

(۳۳) سلیم بن اسود المحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۰۶۲)

(۳۴) شتیر بن شکل العبسی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۲۴۲)

(۳۵) صفوان بن محرز البصری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۰۵)

(۳۶) ابوالصہباء صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۱۷)

(۳۷) ابومریم عبداللہ بن زیاد الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۷۲۸)

(۳۸) عبداللہ بن معقل المزنی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم: ۲۹۹۸)

(۳۹) عبدالرحمن بن حجیرہ الخولانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۱۷۳)

(۴۰) عبدالرحمن بن عبدرب الکعبہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۵۲)

(۴۱) ابوصالح عبدالرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۹۵)

(۴۲) عبدالرحمن بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۳۴۴)

(۴۳) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۳۴)

(۴۴) عتی بن ضمرہ السعدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۷۵)

(۴۵) عمیر بن سعید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۸۴)

(۴۶) ابوالاحوص عوف بن مالک الجشمی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۳۱۲)

(۴۷) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۱۲۹)

(۴۸) مسعود بن مالک الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۰۱)

(۴۹) معرور بن سوید الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۵۵۰)

(۵۰) ہذیل بن شرحبیل الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۹۵۴)

قارئین کرام: مندرجہ بالا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی محض بطور تبرک کے مختصر سی فہرست پیش کی گئی ہے وگرنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد تو ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اکثر شاگردوں کا شمار جلیل القدر اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں ہوتا ہے ان کا اتفاقی طور پر ترک رفع یدین پر عمل پیرا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان جلیل القدر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ) کو نماز میں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اسی وجہ سے خود بھی ترک رفع یدین پر ہی عمل پیرا ہوئے مگر اس کے باوجود بعض فتوی باز قسم کے جاہل محققین بعض شاذ منقطع السند وغیر ثابت اقوال کا سہارا لیکر ترک رفع یدین پر عمل پیرا حضرات کو بدعتی اور ان کی نمازوں کو ناقص باطل و مردود کہنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں اللہ پاک ان کے شر سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

چند شبہات کا ازالہ:

اب آخر میں دوامِ رفع یدین کے قائلین کی طرف سے عوام میں پھیلائے گئے چند اہم شبہات (جن کو وہ اپنے بزعم بہت وزنی دلائل سمجھتے ہیں) کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

شبہ نمبر ۱: {حدیث ابن عمرؓ سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کی طرف سے دوامِ رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت پیش کی جاتی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ۔ (آثار السنن: ۳۹۴)

☆☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور

جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے (تو بھی رفع یدین کرتے)، اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اسے بیہقی (مختصر الخلافیات: ص ۷۶) نے روایت کیا ہے۔

الجواب:

علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

عن ابی عبداللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبدالرحمن بن قریش الھروی عن عبداللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمۃ بن محمد الانصاری ثنا موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر۔۔۔ الخ۔ (نصب الرایۃ: ج۱ص۴۱۰)

یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ اس کے پہلے راوی امام بیہقی رحمہ اللہ ہیں جو کہ عبدالرشید کے بقول امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ (ملخصاً: کاروان حدیث: ص۱۸۹) اور فریق مخالف کے نزدیک تقلید ناجائز، حرام و بدعت وضلالت و شرک وکفر ہے۔ (دیکھئے: مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص۸۲۱) تو بتایا جائے کہ فریق مخالف کے محققین (بزعم خود) اس مشرک کی نقل کردہ روایت کو کس طرح قبول کر رہے ہیں؟ مزید برآں فریق مخالف کے محقق رئیس ندوی صاحب کے نزدیک تو اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل سرے سے قابل اعتبار ہی نہیں ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۳۸)

(۲)۔۔۔ بطور الزام کے عرض ہے کہ اس روایت کے دوسرے راوی امام ابوعبداللہ الحافظ (یعنی امام حاکم رحمۃ اللہ) بھی فریق مخالف کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن نے انہیں غالی شیعہ قرار دیا ہے۔ (ہدایۃ السائل: ص ۵۲۵ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۲ء) اور حکیم فیض عالم صدیقی نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

اس قسم کی تمام خرافات کا جامع حاکم ہے جس کے متعلق میں اپنی متعدد تالیفات میں بدلائل وشواہد واضح کر چکا ہوں کہ وہ غالی رافضی تھا۔ (صدیقہ کائنات: ص۲۲۱)

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

مستدرک کی تصنیف کے وقت امام حاکم تغیر حفظ کا شکار ہو گئے تھے۔ (ملخصاً: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۰۹ ص ۴۰)

رئیس ندوی نے بھی امام موصوف کو کثیر الغلط قرار دیا ہے۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ۱۳۲)

(۳)۔۔۔ اس روایت کی سند کے تیسرے راوی ''جعفر بن محمد بن نصر'' کی بھی توثیق وتعدیل مطلوب ہے۔

(۴)۔۔۔ چوتھا راوی ''عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ الہروی'' کذاب ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

اتھمه السلیمانی بوضع الحدیث. محدث سلیمانی رحمہ اللہ نے اسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال: ۲/۵۹۴)

علامہ برہان الدین الحلبی رحمہ اللہ م ۸۴۱ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی نقل کیا ہے کہ:
یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔(الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث : ۴۳۰،لسان المیزان : ۱۶۷۱)
ناصر الدین البانی نے ایک روایت کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ:
یہ سند موضوع ہے کیونکہ اس سند کا راوی (عبدالرحمن) بن قریش حدیثیں گھڑتا تھا، ذہبی نے کہا ہے کہ سلیمانی نے اسے متہم بالوضع کہا ہے۔(سلسلة الاحادیث الضعیفة:۸۲۸)
زبیر علی زئی نے بھی عبدالرحمن بن قریش کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔(تسہیل الوصول:۲۵۰)
(۵)۔۔۔پانچویں نمبر عبداللہ بن احمد الدجی ہے اس کے عدل وضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال ساکت ہیں۔
(۶)۔۔۔چھٹے راوی حسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی کے عدل وضبط کے متعلق بھی کتب رجال خاموش ہیں۔
(۷)۔۔۔ساتویں راوی عصمہ بن محمد الانصاری المدینی بھی مجروح ہیں مثلاً۔۔۔
۱۔امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:
لیس بالقوی. کہ یہ (روایت حدیث میں) مضبوط نہیں ہے۔(الجرح والتعدیل:۱۰۶)
۲۔امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ فرماتے ہیں:
وکل حدیثه غیر محفوظة وهو منکر الحدیث. کہ اس کی تمام احادیث غیر محفوظ ہیں اور یہ منکر الحدیث ہے۔(الکامل:۱۵۳۵)
منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ اس کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:
جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت بکثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔(توضیح الکلام:۲/۶۲۸)
عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:
حتی تکثر المناکیر فی روایته وینتهی الی ان یقال فی منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف الرجل یستحق به الترک بحدیثه۔(ابکار المنن: ص۱۹۹)
(منکر الحدیث وہ راوی ہے) جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔
ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔(توضیح الکلام:۱/۴۹۹)
اثری صاحب ہی ''الرفع والتکمیل'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(ایضاً:ص ۴۹۸)
محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:
دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔(خیر الکلام:ص ۱۶۰)
محمد اسحاق صاحب ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:
ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ حدیث ضعیف جدًا یا منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام (ص ۲۰) ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)
زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:
سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔(ماہنامہ الحدیث ص ۱۵، ستمبر ۲۰۰۴ء)
ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے ہاں انتہائی سخت، قابل اعتبار اور مفسر جرح ہے۔
۳۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:
هذا كذاب يضع الحديث. کہ عصمہ بن محمد بہت بڑا جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔(تاریخ بغداد:۶۷۲۶)
۴۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے لکھا ہے:
تركوه. کہ محدثین نے اسے ترک کر دیا تھا۔(دیوان الضعفاء والمتروکین:۲۸۱۸)
نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:
هذا موضوع. ...الخ۔ کہ یہ روایت موضوع ہے۔(تاریخ اسلام:۲۰۵)
۵۔امام ابوجعفر عقیلی رحمہ اللہ م ۳۲۲ھ فرماتے ہیں:
يحدث بالبواطيل عن الثقات. کہ عصمہ ثقہ راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔
(الضعفاء الکبیر للعقیلی:۱۳۶۶)
۶۔امام حافظ حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ نے اس کو ضعیف و متروک راویوں میں ذکر کر کے اس کا کذاب وضاع اور متروک ہونا نقل کیا ہے۔(الضعفاء والمتروکون: ج ۲ ص ۱۷۶، برقم: ۲۳۰۳)
۷۔قاضی شوکانی لکھتا ہے:
عصمة بن محمد وهو كذاب. کہ عصمہ بن محمد کذاب ہے۔(الفوائد المجموعۃ: ص ۶۷، ۱۸۱)

۸۔ناصرالدین البانی لکھتا ہے:

عصمة بن محمد كل حديثه غير محفوظ وهو منكر الحديث.

کہ عصمہ بن محمد کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج ا ص ۲۶۵)

۹۔زبیر علی زئی نے بھی عصمہ کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔(تسہیل الوصول: ص ۲۵۰)

الغرض عصمہ بن محمد الانصاری کذاب ومتروک الحدیث راوی ہے، اب کذاب اور متروک راوی کے متعلق فریق مخالف کے محققین کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

کذاب، متروک، لیس بثقۃ کے الفاظ شدید جرح میں شمار ہوتے ہیں۔(توضیح الکلام: ج ۲ ص ۶۰۸)

عبداللہ روپڑی لکھتا ہے:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔(فتاوی اہلحدیث: ج ا ص ۶۶۲)

محمد گوندلوی لکھتا ہے:

جس (حدیث) کو کسی شخص وضاع یا کذاب نے بیان کیا وہ موضوع ہے۔(التحقیق الراسخ: ص ۱۲)

سلطان محمود ضیاء لکھتا ہے:

موضوع (اس حدیث کو کہتے ہیں) جس حدیث کا راوی کذاب ہو۔(اصطلاحات المحدثین: ص ۱۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں بھی یہ روایت باطل وموضوع ہے۔محقق نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قلت العجب منهم كيف اوردوا في تصانيفهم وسكتوا عنه مع ان بعض رجاله اتهم بوضع الحديث (التعليق الحسن: ص ۲۰۱)

میں کہتا ہوں تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے خاموشی اختیار کر لی ہے حالانکہ اس کے بعض راویوں پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔

عبدالرؤف سندھو لکھتا ہے کہ:

اس حدیث میں "فمازالت تلك صلوته۔ ..."کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔(القول المقبول: ص ۴۱۴)

زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے۔(دیکھئے: نور العینین: ص ۳۲۷)

ہر چند کہ اپنوں اور بیگانوں کے اعتراف سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف

منسوب یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے۔

شبہ نمبر ۲: {حدیث ابی ہریرۃؓ سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کی طرف سے دوامِ رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت بھی بڑے طمطراق انداز میں پیش کی جاتی ہے:

ابن الاعرابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نا محمد بن عصمة نا سوار بن عمارة نا رديح بن عطية عن ابی زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج قال رأيت ابا هريرة فقال لاصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ لا ازيد فيها ولا انقص فاقسم بالله ان كانت هي صلوته حتى فارق الدنيا قال فقمت عن يمينه لانظر كيف يصنع فابتدء فكبر ورفع يديه ثم ركع فكبر ورفع يديه ثم سجد ثم كبر ثم سجد و كبر حتىٰ فرغ من صلاته قال اقسم بالله ان كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا .(المعجم لابن الاعرابی)

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (سے منسوب ہے کہ انہوں) نے فرمایا کہ میں ضرور تمہیں نبی مکرم ﷺ والی نماز پڑھاؤں گا نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا چھوڑ گئے۔ راوی نے کہا پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں پس انہوں نے نماز کی ابتداء کی اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

الجواب:

یہ روایت بھی جھوٹی و من گھڑت ہے، آیئے اس کی سند کی سیر کراتے ہیں:

(۱)۔۔۔اس کی سند کے پہلے راوی امام ابو سعید ابن الاعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم البصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ ایک صوفی منش بزرگ ہیں تصوف اور زہد ان پر تھا۔ (ملخصاً: تذکرۃ الحفاظ: ۸۳۰، سیر اعلام النبلاء: ۳۰۷،۶، تاریخ اسلام: ۳۰۷،۶)اور فریق مخالف کے حضرات عموماً تصوف کو کفر و شرک کہتے رہتے ہیں، اور ابن الاعرابی رحمہ اللہ جمع وفنا (یعنی مسئلہ وحدت الوجود) کو بالکل حقیقت سمجھتے تھے۔ (ایضاً) اور فریق مخالف میں سے خصوصاً زبیر علی زئی اور طالب الرحمن کے نزدیک وحدت الوجود کو حقائق میں سے ماننے والے بدترین کافر اور مشرک ہیں۔ (فتاوی علمیہ: ۶۲، دیوبندیت تاریخ وعقائد: ص۱۹۶) الغرض فریق مخالف کے لوگ ایک طرف تو صوفیاء اور وحدت الوجود کے قائلین کیلئے کفر و شرک کی گردان

پڑھتے نہیں تھکتے جبکہ دوسری طرف نماز کی اہم سنت کیلئے ایک صوفی منش وحدت الوجود کے قائل بزرگ کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج احتیاج ست واحتیاج ست واحتیاج

(۲)۔۔۔اس کی سند کے دوسرے راوی ابوعبیداللہ محمد بن احمد بن عصمہ الرملی القاضی الاطروش کے بارے میں زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ: مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔(نور العینین: ص ۳۳۸) اس کے عدل وضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال خاموش ہیں۔واضح رہے کہ ایسے رواۃ کو فریق مخالف کے علماء مجہول شمار کرتے ہوئے ان کی نقل کردہ روایات کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا کرتے ہیں۔چنانچہ مبشر ربانی ایک مقام پر لکھتا ہے کہ:

یہ اور اس کے دیگر رواۃ بھی مجاہیل قسم کے ہیں علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔(ملخصاً: مجلہ الدعوۃ: ص ۱۴ مارچ ۲۰۰۱ء)

رئیس ندوی ایک جگہ لکھتا ہے:

ان کی توثیق وتجریح میں کوئی بات منقول نہیں یعنی کہ موصوف مجہول ہیں ان کا ترجمہ مجھے ذیکر کسی کتاب رجال میں نہیں مل سکا اور اس مجہول کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی ممکن ہے۔(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۸۴)

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابوعبیداللہ کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے۔(نور العینین: ص ۳۳۸)

الجواب:

مسند الشامیین کی روایت کو ابوعبیداللہ القاضی کی متابعت میں پیش کرنا غلط اور سراسر دھوکا ہے کیونکہ مسند الشامیین کی روایت میں ''حتی فارق الدنیا'' کے الفاظ ہی سرے موجود نہیں ہیں۔علاوہ ازیں مسند الشامیین کی روایت بھی شدید ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو۔اس کی سند میں موجود امام طبرانی رحمہ اللہ کا شیخ حصین بن وہب الارسوفی مجہول ہے حتیٰ کہ زبیر علی زئی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ: حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔(نور العینین: ص ۳۳۹) دوسرے راوی زکریا بن نافع الارسوفی کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔اور پانچویں راوی ابوعبدالجبار بھی مجہول ہے۔

(۳)۔۔۔مذکورہ بالا روایت کی سند کے تیسرے راوی ابوعمارہ سوار بن عمارہ بھی معیاری ثقہ نہیں ہیں،تہذیب التہذیب (۱۴۸/۳) میں ہے کہ اکثر اوقات (ثقہ راویوں) کے خلاف روایات بیان کرتا ہے۔نیز راقم الحروف کو اس کے اساتذہ میں ردیح بن عطیہ کا تذکرہ نہیں ملا اور نہ ہی آج تک زبیر علی زئی پارٹی یہ قرض اتار سکی ہے۔

(۴)۔۔۔چوتھے راوی ردیح بن عطیہ کا بھی معیاری ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

(۵)۔۔۔پانچویں راوی ابوزرعہ ابن ابی عبدالجبار بن مصبح کی توثیق ثابت نہیں۔

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابوعبدالجبار عبداللہ بن معج الفلسطینی کا ذکر امام بخاری کی التاریخ الکبیر اور امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل میں موجود ہے، ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔(بلفظہ نور العینین: ص ۳۴۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔ہمارے پاس موجود معجم کے مطبوعہ نسخہ میں زیر بحث روایت کی سند میں راوی "ابو زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج" ہے نہ کہ "ابوعبدالجبار عبداللہ بن معج"۔کسی قوی دلیل کے بغیر ہی زبیر صاحب کا "ابوزرعة بن ابی عبدالجبار بن معج" کو "ابوزرعة عن ابی عبدالجبار بن معج" بنا دینا غلط ہے۔

ثانیاً۔۔۔اگر بالفرض معجم ابن الاعرابی میں غلطی سے "عن ابی زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج" چھپ گیا ہو اور صحیح "عن ابی زرعة عن ابی عبدالجبار بن معج" ہی ہو جیسا کہ زبیر صاحب نے لکھا ہے تو تب بھی علی زئی پارٹی کو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔کیونکہ ابوعبدالجبار عبداللہ بن معج فلسطینی بھی مجہول ہے۔

ثالثاً۔۔۔باقی التاریخ الکبیر للبخاری اور الجرح والتعدیل للرازی میں "ابو عبدالجبار عبداللہ بن معج الفلسطینی" کا بلا جرح وتعدیل ذکر ہونا خود فریق مخالف کے نزدیک بھی اس کی توثیق کو مستلزم نہیں، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل میں رواۃ کی ایک بڑی کا تعداد کا تذکرہ بلا جرح وتعدیل کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ رواۃ غیر مقلدین کے نزدیک مجہول ہیں، اسی طرح ابن حبان کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا بھی فریق مخالف کے نزدیک غیر معتبر ہے۔چند عبارات ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری ایک روایت کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

ابن بجاد، محمد بن بجاد ہے اور وہ موسی بن سعد کا پوتا ہے جبکہ بجاد موسی کے صاحبزادے ہیں۔ان کا امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" میں اور امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق وتوصیف کا نقل نہیں کیا۔۔۔۔۔محمد بن بجاد اور موسیٰ بن سعد دونوں مجہول ومستور ہیں لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں۔

(توضیح الکلام: ۲ ص ۷۴۱، ۷۴۳)

عبدالرؤف سندھو صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ابو مسلم کو بخاری نے الکنی میں اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل ذکر نہیں کی ہے۔ احمد البناء نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسکی سند کو جید قرار دینے کے لیے ابو مسلم کی ثقاہت کا علم ضروری ہے ورنہ سند ضعیف ہے۔

(القول المقبول: ص ۱۷۰)

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتم جس راوی پر سکوت کریں وہ ثقہ ہوتا ہے تو یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں خود امام ابن ابی حاتم نے صراحت کردی ہے کہ جس راوی کے متعلق کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی گئی تو ان کا ذکر محض تکمیلاً ہے اگر کوئی کلمہ (اپنے والد ابو حاتم وغیرہ سے) مل گیا تو بالآخر اس کو نقل کردیں گے۔

(حاشیہ توضیح الکلام: ج ۲ ص ۱۴۱۷)

محب اللہ شاہ آف پیر جھنڈا صاحب لکھتے ہیں:

اور امام ابن ابی حاتم اور ابن حبان کے متعلق جو فرمایا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کا مقتضی تو یہ ہوا کہ جس راوی کا بھی امام ابن ابی حاتم اپنی ''الجرح والتعدیل'' میں ذکر کریں اور اس پر کچھ بھی حکم جرحاً وتعدیلاً نہ لگائیں اس کے متعلق یہی کہنا چاہیے کہ اس میں طعن یا عیب ہوتا تو امام ابن ابی حاتم سے پوشیدہ نہ رہتا۔ حالانکہ کسی طعن یا توثیق کے عدم ذکر سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ امام موصوف کو ان کے متعلق (اپنے والد ابو حاتم یا دیگر ائمہ ناقدین سے۔ن) کچھ معلوم نہ ہوسکا، یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں علمائے حدیث یہی فرماتے ہیں کہ یہ راوی مجہول الحال غیر معروف اور مستور ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۱، ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء)

زبیر علی زئی نے بھی اس اصول کہ امام بخاری اور امام ابو حاتم کا کسی راوی کو بلا جرح وتعدیل ذکر کرنا اسکی توثیق ہے کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (نور العینین: ص ۱۸۹)

محمد گوندلوی ایک راوی کے بارے میں لکھتا ہے:

ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے مگر ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔ (خیر الکلام: ص ۲۵۲)

عبد اللہ روپڑی لکھتا ہے:

ابن حبان کا تساہل مشہور ہے ذرا سے سہارے پر ثقوں میں شمار کر لیتے ہیں۔ (فتاوی اہلحدیث: ج ۲ ص ۵۰۸)

رفیق سلفی لکھتا ہے:

ابن حبان کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

عبد الرؤف سندھو ایک مقام پر لکھتا ہے:

واضح رہے کہ ابن حبان کا اس کو ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہیل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔
(القول المقبول: ص ۳۲۵)

زبیر علی زئی لکھتا ہے:

مجہول اور مستور راویوں کی توثیق میں امام ابن حبان متساہل تھے لہٰذا ایسے مقام پر اگر وہ منفرد ہوں تو ان کی توثیق مقبول نہیں ہے۔ (بلفظہ فتاوی علمیہ: ج ۱ ص ۵۸۲)

صرف ان چند عبارات کو ہی سامنے رکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خود فریق مخالف کے نزدیک بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے تاریخ کبیر میں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے جرح وتعدیل میں اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے کتاب الثقات میں محض ذکر کرنے سے ''ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج'' کا ثقہ ہونا لازم نہیں لازم آتا۔

شبہ نمبر ۳: {کان سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ اثبات رفع یدین والی روایات میں ''کان یرفع یدیہ'' کے الفاظ ہیں یعنی فعل مضارع پر کان داخل ہے اور جب کان فعل مضارع پر داخل ہو تو دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حاشیہ بخاری از داود راز: ج ۱ ص ۶۷۵
صلوٰۃ الرسول از صادق سیالکوٹی: ص ۲۴۱
تسہیل الوصول: ص ۲۰۲ وفی طبعۃ: ص ۲۶۱

الجواب:

اولاً۔۔۔ امام نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ: محققین اہل اصول کے نزدیک کان دوام کا فائدہ نہیں دیتا، اصل وضع کے اعتبار سے یہ صرف ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۲۵۴) امام شاطبی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک کان ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے۔ (الاعتصام: ج ۱ ص ۲۹۰) مزید ابو سعید شرف الدین دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام میں اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ دریں تحریر ہی کو ملاحظہ کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہوگا۔ (فتاوی ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۹۹)

ثانیاً۔۔۔ متعدد احادیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے نہ معلوم فریق مخالف کی یہ منطق وہاں کیسے چلے گی؟ مثلاً۔۔۔

ایک حدیث میں ہے'' ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ.... الخ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔
(صحیح البخاری:۵۱۶)

اس حدیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ بالاتفاق آپ کا یہ عمل دائمی نہ تھا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ کان یباشر وھو صائم" کہ آپ روزہ کی حالت میں مباشرت کرلیا کرتے تھے۔
(صحیح مسلم:۱۱۰۶)

اس حدیث میں بھی کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ یہ عمل بھی بالاتفاق دائمی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ لفظ کان اصل وضع کے اعتبار سے دوام کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی محض کان کے فعل مضارع پر داخل ہونے سے ہمیشگی ثابت ہوتی ہے وگرنہ احادیث کے معانی میں فساد برپا ہوجائے گا۔

شبہ نمبر ۴: {اذا سے دوام پر استدلال}

ایک شوشا یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں اذا ماضی پر داخل ہے اور لفظ اذا جب ماضی پر داخل ہو تو ہمیشگی کا معنی دیتا ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔اذا سے دوام کشید کرنا صحیح نہیں کیونکہ صرف ایک مرتبہ کئے گئے کام کو بھی اذا کے ذریعہ سے بیان کردیا جاتا ہے، قران کریم میں ہے:

واذا راوا تجارۃ او لھون انفضوا الیھا و ترکوك قائما. (قد سمع اللہ:۲۸، سورۃ الجمعۃ:۱۰)

اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے، اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس آیت مبارکہ میں اذا ماضی پر داخل ہے اور جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ کا معمول نہیں بلکہ صرف ایک دفعہ واقعہ پیش آیا تھا جس پر اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کرکے ان کی اصلاح فرمادی۔ چنانچہ صلاح الدین یوسف نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک قافلہ آ گیا لوگوں کو پتہ چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر خرید وفروخت کیلئے چلے گئے کہ کہیں سامان فروخت ختم نہ ہوجائے، صرف بارہ آدمی مسجد میں رہ گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر احسن البیان: ص۱۵۷۹)

ثانیاً۔۔۔سجدوں کے متعلقہ رفع یدین کی روایات میں بھی اذا ماضی پر داخل ہے۔ (مثلاً دیکھئے: سنن النسائی: ج۱ ص۱۶۵، باب

رفع الیدین للسجود) مگر اس کے باوجود فریق مخالف کے لوگ سجدوں میں رفع یدین کے دوام کے قائل نہیں۔ لہٰذا جو جواب سجدوں کی روایات میں اذا کے فعل ماضی پر داخل ہونے کا فریق مخالف کے لوگ دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع والی روایات کا ہوگا۔

شبہ نمبر ۵: {کان اور اذا کے مجموعہ سے دوام پر استدلال}

اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں "کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة واذا رکع واذا رفع رأسه. الخ" کے الفاظ آئے ہیں، بعض حضرات ان الفاظ کو لے کر "کان" اور "اذا" کے مجموعہ سے ہمیشگی کا معنی کشید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

الجواب:

"کان" اور "اذا" کے مجموعہ سے بھی ہمیشگی والا معنی کشید کرنا غلط ہے اس مجموعہ بھی سے دوام ثابت نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

ان رسول الله ﷺ کان اذا سلم سلم ثلاثاً واذا تکلم بکلمة اعادها ثلاثاً۔ (صحیح البخاری: ۶۲۴۴)

کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں کو سلام کہتے تو تین مرتبہ فرماتے اور جب آپ ﷺ کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دھراتے۔

اس حدیث میں "اذا" اور "کان" کا مجموعہ موجود ہے مگر اس میں جو عمل ذکر کیا گیا ہے وہ دائمی نہیں ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

تین بار اس حالت میں ہے جب کوئی کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت چاہے امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں بیان کیا ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے، ورنہ ہمیشہ آپ کی عادت یہ ثابت نہیں ہوتی کہ ہر مسلمان کو تین بار سلام کرتے۔ (تیسیر الباری: ج ۱ ص ۸۲)

شبہ نمبر ۶: {راوی حدیث کے متاخر الاسلام ہونے سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ رفع یدین کی حدیث کے راوی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لانے والے متاخر الاسلام صحابی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تا حیات ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے ہیں۔

الجواب:

اولاً۔۔۔ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کو صحیح کہنے کا فریق مخالف کو حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے مرکزی راوی دو ہیں۔ (۱)۔ نصر بن عاصم۔ (۲)۔ ابو قلابہ۔

نصر بن عاصم کے بارے میں امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان خارجیاً۔ کہ یہ خارجی تھا۔

اور اسی طرح علامہ مرزبانی بھی معجم الشعراء میں فرماتے ہیں کہ:

كان على رأي الخوارج. یہ خارجی مذہب کا تھا۔ (تہذیب التہذیب: ج۵ص۵۳۶،۵۳۷)

اور دوسرے راوی ابوقلابہ بصری کے بارے میں امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

وكان يحمل على علي۔ ۔ ۔وفيه نصب يسير. (تہذیب التہذیب: ج۳ص۱۴۸)

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں کلام کرتا تھا اور ناصبی تھا۔

اور فریق مخالف کے محققین ضرورت پڑنے پر اس طرح کے رواۃ کی سند سے مروی احادیث کو قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ زبیر علی زئی نے صحیح بخاری کے راوی علی بن الجعد کی مسئلہ تراویح کے متعلقہ ایک حدیث کو محض اس وجہ سے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے کہ علی بن الجعد صحابہ کرام کی شان میں کلام کرتا تھا (دیکھئے: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص۲۸، امین اوکاڑوی کا تعاقب: ص۶۵)۔لہٰذا فریق مخالف کو سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

ثانیاً۔۔۔فریق مخالف نے فی الحال سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے ۹ھ میں مسلمان ہونے پر کوئی متصل صحیح السند روایت پیش نہیں کی، باقی تاریخی، غیر متصل، منقطع السند حوالے ضرورت پڑنے پر فریق مخالف کے محققین قبول نہیں کیا کرتے تو پھر ایسے حوالے ہمارے خلاف آخر کیوں پیش کرر ہے ہیں؟

ثالثاً۔۔۔اتفاقی اصول وضابطہ ہے کہ کسی راوی کے متاخر الاسلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا نقل کردہ عمل آپ ﷺ نے ضرور آخری ایام ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

متاخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے۔۔۔ان تأخر اسلام الراوي لا يدل على تأخير ورود المروي. (بلاشبہ راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونا اس کی بیان کردہ روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ن)۔(تحقیق الکلام: ص۷۵،۷۶)

رابعاً۔۔۔سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح صریح حدیث میں تو نبی کریم ﷺ سے سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت بھی موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن النسائی: ج۱ص۱۶۵،۱۷۲) اگر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے بوقت رکوع رفع یدین کی ہمیشگی ثابت ہوتی ہے تو پھر انہی کی روایت سے سجدوں کی رفع یدین کی ہمیشگی آخر کیوں نہیں ثابت ہوتی؟ اور فریق مخالف کے احباب سجدوں میں رفع یدین کو آخر کیوں نہیں اپناتے؟

خامساً۔۔۔یہ بھی واضح رہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیس دن رات نبی کریم ﷺ کے پاس رہ کر اپنے وطن واپس تشریف لے گئے تھے۔ (کمافی البخاری: ج۱ص۸۷،۸۸، فتح الباری: ج۲ص۱۴۵، ج۳ص۱۳۸) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسلسل رہے ہی نہیں ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے میں آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔

سادساً۔۔۔اگر بالفرض مان لیا جائے کہ رفع یدین کا عمل ۹ھ تک باقی رہا ہے تو تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ تا وفات رفع یدین کیا ہے کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی ترک و نسخ کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاذا صلی قائما فصلوا قیاما......واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون۔

(صحیح البخاری: ج۱ص۹۶)

کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی اس کی اتباع میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تمام مقتدی بھی اس کی اتباع میں بیٹھ کر کر نماز ادا کریں۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز پہلے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر سکوت کیا۔ (ملاحظہ ہو: بخاری ج ۱ ص ۹۶)

علماء نے آپکے اس عمل کو ناسخ اور ''فصلوا جلوسا'' کو منسوخ قرار دیا ہے حتیٰ کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاذ امام حمیدی رحمہ اللہ سے ''فصلوا جلوسا'' کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے۔

لہٰذا ۹ھ تک باقی رہنے کی صورت میں بھی رفع یدین کا تا وفات ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی نسخ و ترک کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ ثقہ بالا جماع محدث و تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے جب متاخر الاسلام صحابی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اثباتِ رفع یدین والی حدیث کا تذکرہ ہوا اور کہنے والے نے کہا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ان کان وائل راٰہ مرۃ یفعل ذالك فقد راٰہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذالك۔

(شرح معانی الاثار. وسندہ صحیح)

اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے دیکھا تھا (تو پھر کیا ہوا؟) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے (یعنی چھوڑ گئے تھے)۔

ملاحظہ فرمائیں! امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ جیسا بلند پایہ محدث و فقیہ بھی متاخر الاسلام صحابی کی روایت کے مقابلے میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو عمل کیلئے لے رہا ہے۔
اختصار کے پیش نظر مسئلہ رفع الیدین کے سلسلے میں صرف انہی معروضات پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاہم تفصیل کے طلبگار حضرات راقم الحروف کی کتاب" تسكين العينين فى مسئلة ترك رفع اليدين" کا مطالعہ فرمائیں۔

{نماز شروع کرنے کی کیفیت کا بیان}

۱۶۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ،أَنَّ رَهْطًا مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ دَخَلُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ يَدْخُلُوْا اِلَّا لِيَسْأَلُوْهُ مَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا افْتَتَحُوا الصَّلَاةَ، قَالَ فَتَقَدَّمَ عُمَرُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ:سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ،وَتَبَارَكَ اسْمُكَ،وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُكَ، وَرَفَعَ صَوْتَهُ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل بصرہ کے چند آدمی حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نماز شروع کرنے کی کیفیت پوچھنے آئے ،راوی حدیث کا بیان ہے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کی (اور وہ لوگ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے)،اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز سے فرمایا:" سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُكَ" (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں،اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے،اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے،اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ۱۱۴۴، ۱۱۴۵،شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۵،مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹،مسند ابن الجعد: ۱۸۳،المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۶۰،السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۵۰،الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۶۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق كثير عند الطحاوى والدارقطنى)
امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند بیان کردی ہے، چنانچہ شرح معانی الآثار للطحاوی کی روایت

میں اس کی سند یوں مروی ہے:

......عن ابراهیم عن الاسود عن عمر.....الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۰۰)

فائدہ:

ثناء کے یہ کلمات دیگر متعدد صحیح روایات میں بھی موجود ہیں چند روایات مع التحقیق حاضر ہیں:

چند مزید روایات:

وَعَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْمُفْرَدِ فِي الدُّعَاءِ وَاِسْنَادُهُ جَيِّدٌ۔ (آثار السنن: ۳۳۶)

☆☆ حمید الطویل (ثقہ تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: "سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُكَ" (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں ، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) اسے طبرانی نے اپنی خاص کتاب الدعاء (۵۰۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۰۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۷۳۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳۹، سنن الدارقطنی: ۱۱۴۸۔

اور اسے مشہور ثقہ بالاجماع امام ابو القاسم طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمود بن محمد الواسطی، ثنا زکریا بن یحییٰ زحمویه، ثنا الفضل بن موسیٰ السینانی، عن حمید الطویل، عن انس بن مالک رضی الله عنه.....الخ۔ (کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۰۶)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمود بن محمد بن منویہ الواسطی رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔ (سوالات حمزۃ للدارقطنی: ۳۶۷)

۲: امام زکریا بن یحییٰ بن صبیح بن راشد الواسطی زحمویہ رحمہ اللہ کو "ثقہ" رواۃ میں شمار کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۴۰۲۶)

۳: امام ابو عبد اللہ فضل بن موسیٰ السینانی المروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۷۵۰)

۴: امام ابوعبیدہ حمید بن ابی حمید الطویل الخزاعی البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۳۴۵)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حتیٰ کہ احناف کے مخالفین نے بھی اسے صحیح وحسن کہا ہے، چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

اس کی سند حسن ہے۔ حمید الطویل اگرچہ مدلس ہیں، لیکن ان کی عن انس والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۴۹)

البانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے، اور اس پر (امام ابوحاتم رازی وغیرہ کے) اعتراضات کو کالعدم قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل ۲/ ۵۰۔ ۵۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲۹۹۶)

عبدالروف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (القول المقبول: ص ۳۴۷)

عبدالروف نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن عمیر رضی اللہ عنہ، اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ایضاً: ص ۳۴۶۔ ۳۴۸)

وَعَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۳۳۷)

☆☆ اسود (بن یزید رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: '' سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ'' (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) اسے دارقطنی (۱۱۴۴، ۱۱۴۵)، طحاوی (۱۱۷۵: اور ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹، مسند ابن الجعد: ۱۸۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۶۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۵۰، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۶۷۔

اور کئی اسانید کے ساتھ مروی ہے اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ:

صحیح ہے ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کردی ہے اور اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں۔(ماہنامہ الحدیث :ش ۱۲۶ ص ۵۰)

مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هشيم ، قال اخبرنا حصين ، عن ابی وائل ، عن الاسود بن يزيد قال رأيت عمر بن الخطاب.....الخ. (مصنف ابن ابی شیبه: ۲۳۸۷)

وَعَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ. يُسْمِعُنَا ذٰلِكَ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۳۳۸)

☆☆ ابو وائل (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (حضرت سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: "سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ" (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) آپ رضی اللہ عنہ ہمیں یہ سناتے تھے۔اسے دارقطنی (۱۱۵۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يعقوب بن ابراهيم البزار. ثنا الحسن بن عرفة. ثنا ابوبكر بن عياش، عن عاصم، عن ابی وائل.....الخ. (سنن الدارقطنی: ۱۱۵۴)

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند حسن کہا ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۵۰)

فائدہ:

مشہور ثقہ بالا جماع شارح حدیث علامہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

حافظ مجد الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منتقیٰ میں سنن سعید بن منصور کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اور صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق، دارقطنی کے حوالہ سے حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ نقل کرنے کے بعد کہ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز کا افتتاح { سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ } سے کرتے تھے۔لکھا ہے کہ ان سب حضرات کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد عموماً اور اکثر و بیشتر یہی { سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ } پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے احادیث میں وارد شدہ افتتاح نماز کی دوسری دعاؤں کے مقابلے میں یہی راجح و افضل ہے، اگرچہ دوسری ثابت شدہ دعاؤں کا پڑھنا بھی بالکل صحیح ہے۔ (معارف الحدیث: ج ۳ ص ۱۵۰)

{اگر آدمی نماز شروع کرتے وقت امام سے پہلے اللہ اکبر کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی}

۱۶۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَبَّرَ الرَّجُلُ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْإِمَامِ ،فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''اگر آدمی نماز شروع کرتے وقت امام سے پہلے اللہ اکبر کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جس آدمی نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر نہیں کہا وہ نماز میں نہیں ہے}

۱۶۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا لَمْ يُكَبِّرِ الرَّجُلُ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فَلَيْسَ فِيْ صَلَاةٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''جس آدمی نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر نہیں کہا وہ نماز میں نہیں ہے (یعنی اس کی نماز نہیں ہوئی)۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟}

۱۶۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَبَّرَ الرَّجُلُ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ وَلَمْ يُجَاوِزْ بِهِمَا أُذُنَيْهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''آدمی کو نماز کے شروع میں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ کانوں سے زیادہ بلند نہیں کرنے چاہیے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟ اس سلسلے میں مختلف روایات مروی ہیں:

☆ بعض میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۶۰۴، سنن النسائی: ۱۰۵۶، مسند السراج: ۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۸۳۷، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۹۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۲۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۶۹۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۶۱۔

☆ بعض میں کانوں اور کانوں کی لو کے برابر ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۶۰۴، سنن النسائی: ۱۰۵۶، مسند السراج: ۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۸۳۷، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۹۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۲۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۶۹۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۶۱۔

☆ ایک روایت میں سینہ تک اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: سنن ابی داود: ۷۲۸، ۷۲۹، مسند الشافعی: ۲۱۴، مسند الحمیدی: ۹۰۹، سنن النسائی: ۱۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۰، سنن الدارقطنی: ۱۱۲۰۔

☆ اور بعض میں کانوں کے کناروں کے برابر اٹھانے کا ذکر ہے۔

اہلسنت والجماعت احناف نے ان مختلف روایات میں تطبیق یوں دی ہے کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تاکہ بیک وقت سب احادیث پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم کا تھا چادریں لپٹی ہوتی تھیں اس عذر کی وجہ سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت کئی احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے خصوصی خادم حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة كبر، ثم رفع يديه حتى يحاذي ابهاميه اذنيه ..... الخ"

(سنن الدارقطنی: ۱۱۳۵، المعجم الاوسط: ۳۰۳۹، کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۰۵، ۵۰۶)

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (سب سے پہلے) تکبیر تحریمہ، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں

تک کہ ان کے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر لے جاتے۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے اور صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے ناصرالدین البانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے، اوراس پر ابوحاتم وغیرہ کے)اعتراض کو کالعدم قرار دیا ہے۔

(ارواء الغلیل: ۲/ ۵۰۔ ۵۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۶)

مزید برآں محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

رفع یدین کانوں تک بھی ثابت ہوتا ہے جیسے احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔(التحقیق الراسخ: ۴۷)

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔(مختصر صحیح نماز نبوی: ص ۹)

الغرض تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لہٰذا بعض حضرات کا کانوں تک ہاتھ اٹھانے پر تنقید کرنا غلط باطل ومردود ہے۔

{نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ثبوت}

۱۶۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ يَتَوَاضَعُ بِذٰلِكَ لِلّٰهِ تَعَالٰى۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اللہ رب العزت کے سامنے تواضع اور عاجزی کے اظہار کی خاطر دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے۔''

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

چند مزید احادیث:

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ثبوت متعدد احادیث میں موجود ہے، چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَّا اَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(آثار السنن: ۳۲۱)

☆☆ (حضرت سیدنا) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ابوحازم (سلمہ بن دینار رحمہ اللہ، راوی حدیث) فرماتے ہیں: میں بھی

سمجھتا ہوں کہ وہ (سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ) اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ (یعنی یہ حکم رسول اللہ ﷺ کا تھا)۔ اسے بخاری (۷۴۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۰، مؤطا مالک: ۵۴۶، مؤطا امام محمد: ۲۹۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۹۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۷۷۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۲۶، الکفایہ فی علم الروایۃ: ج ۱ ص ۴۱۶، شرح السنۃ للبغوی: ۵۶۸، مشکاۃ المصابیح: ۷۹۸۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ، عن مالك، عن ابی حازم، عن سهل بن سعد...... الخ"

(صحیح البخاری: ۷۴۰)

فوائد و مسائل:

(۱) اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اس طور پر باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رہیں۔ اس سلسلے میں احادیث صحیحہ و آثار صحیحہ میں تین طرح کے عمل منقول ہیں:

☆ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ کی حدیث میں آیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۰)

☆ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا۔ جیسا کہ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد" پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے اور کلائی پر رکھا۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۴/ ۳۱۸ ح، سنن النسائی: ۸۹۰، سنن ابی داود: ۷۲۶، ۷۲۷۔ اسنادہ صحیح)

☆ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا۔ جیسا کہ سیدنا قبیصہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "كان رسول الله ﷺ يؤمنا، فيأخذ شماله بيمينه" رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۲۵۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۹۷۴، ۲۱۹۷۵، سنن ابن ماجہ: ۸۰۹، المعجم الکبری للطبرانی: ۴۲۴، شرح السنۃ للبغوی: ۵۷۰۔ حسن ولہ شواہد۔)

بعض لوگ صرف پہلی حدیث کو لے کر بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اہلسنت والجماعت احناف کی نظر چونکہ احادیث پر وسیع ہے اس لئے احناف نے ان تمام صورتوں کو جمع کیا ہے۔ اور پھر سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے تینوں صورتوں کو جمع فرمایا کہ دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ بائیں ہتھیلی پر اور کچھ کلائی پر

رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ دوسری احادیث میں ہاتھ پکڑنے کی وضاحت بھی موجود ہے۔

(۲) باقی رہا یہ مسئلہ کہ حالت قیام میں ہاتھوں کو کہاں باندھا جائے؟ اس کی وضاحت دیگر احادیث وآثار میں آتی ہے کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا جائے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَ كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۳۲۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں داخل ہوئے رفع یدین کیا اور تکبیر کہی، پھر اپنی چادر اوڑھ لی، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اسے احمد (۱۸۸۶۶) اور مسلم (۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۶۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۸۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۲۴۰، مشکاۃ المصابیح: ۷۹۷۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا زهير بن حرب، حدثنا عفان، حدثنا همام، حدثنا محمد بن جحادة، حدثني عبد الجبار بن وائل، عن علقمة بن وائل، ومولى لهم انهما حدثاه عن ابيه وائل بن حجر......الخ"

(صحیح مسلم: ۴۰۱)

وَعَنْهُ قَالَ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۲۳)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ: "پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے اور کلائی پر رکھا۔ اسے احمد (۱۸۸۷۰) نسائی (۸۸۹) و ابوداود (۷۲۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۷۰، سنن النسائی: ۸۸۹، سنن ابی داود: ۷۲۷، المنتقیٰ لابن الجارود: ۲۰۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۲۵، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۷۱، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۴۸۵۔

اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"اخبرنا سويد بن نصر قال: انبأنا عبد الله بن المبارك، عن زائدة قال: حدثنا عاصم بن كليب

قال: حدثنی ابی، ان وائل بن حجر اخبرہ قال....الخ"(سنن النسائی:۸۸۹)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)امام ابوالفضل سوید بن نصر بن سوید المروزی الطوسی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال:۲۶۵۱)

(۲)امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی المروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ ثبت فی الحدیث'' راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات:۸۷۶)

(۳)امام ابوصلت زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً:۴۵۲)

(۴)امام عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون الجرمی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً:۷۴۳)

(۵)امام کلیب بن شہاب بن مجنون الجرمی الکوفی سنن اربعہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً:۱۴۲۰)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، حتی کہ احناف کے مخالفین جیسے ناصر الدین البانی، شعیب ارناؤط، زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔(دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الالبانی:۸۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل بتحقیق الشعیب:۱۸۸۷۰، سنن ابی داود بتحقیق الزبیر:۷۲۷، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۵ ص ۳۸)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَرَاٰهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى. رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا التِّرْمَذِيَّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن:۳۲۴)

☆☆(حضرت سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ دیا، پھر نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے اُن کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔ اسے ترمذی کے سوا چاروں (ابوداود:۷۵۵، ابن ماجہ:۸۱۱، نسائی:۸۸۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۸۸، سنن ابی داود: ۷۵۵، سنن ابن ماجہ: ۸۱۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۴۱، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۲۷، تاریخ واسط: ج ۱ ص ۹۴، الکامل لابن عدی: ۴۰۸۔

اور اسے امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"اخبرنا عمرو بن علی، قال: حدثنا عبدالرحمن، قال: حدثنا ھشیم، عن الحجاج بن ابی زینب، قال: سمعت اباعثمان یحدث، عن ابن مسعود.....الخ"(سنن النسائی:۸۸۸)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوحفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الباہلی البصری الصیرفی الفلاس رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ صاحب حدیث'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۶۶۹)

(۲) امام ابوسعید عبدالرحمن بن مہدی بن حسان العنبری البصری رحمہ اللہ ''ثقہ کثیر الحدیث'' راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۶۶۹)

(۳) امام ابومعاویہ ہشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار اسلمی رحمہ اللہ صحیحین اور سننِ اربعہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۷۴۵)

(۴) امام ابویوسف حجاج بن ابی زینب اسلمی الصیقل الواسطی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے "لا بأس بہ" راوی ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ۴۰۸، تہذیب الکمال: ۱۸۱۹)

(۵) امام ابوعثمان عبدالرحمن بن مل بن عمرو النہدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۹۹۹)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، چنانچہ امام ابوزکریا النووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

"رواہ ابوداود باسناد صحیح علی شرط مسلم۔" (خلاصۃ الاحکام: ۱۰۹۰)

کہ ابوداود نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے بھی فتح الباری میں حسن کہا ہے۔ (بحوالہ تعلیق سنن ابن ماجہ: ۸۱۱)

مزید برآں احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی وناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی ''حسن'' کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۸۱۱، ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۵ ص ۳۸، سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۸۸۸)

فوائد ومسائل:

(۱) بڑے سے بڑے عالم سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔

(۲) بعض اوقات غلطی پر تنبیہ کرنے کیلئے عملی طور پر فوراً اصلاح کردینا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

(۳) نماز میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے، لہٰذا جو حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اُن کا فعل غلط ہے۔

(۴) اپنے ساتھیوں اور تلامذہ کی اصلاح کرنی چاہیے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا صحیح حدیث اور صحیح آثار سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے بعض جدید محققین نے صحیح حدیث اور صحیح آثار اور تواتر عملی کے مقابلے میں لوگ کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کیلئے لکھ مارا ہے کہ: اپنا دایاں ہاتھ

بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھا جائے تو اس کیفیت پر عمل کرنے سے لازماً ہاتھ سینہ پر آئینگے۔ تجربہ کیجئے۔ (ملخصاً: القول المقبول: ۳۴۱، صلوٰت الرسول حاشیہ لقمان سلفی ۱۱۶، ماہنامہ الحدیث: ش ۲۵ ص ۱۷، ۳۷ مختصر صحیح نمازِ نبوی از زبیر علی زئی: ص ۱۰)

ان جدید محققین کے اس جدید، باطل ومردود استدلال کا رد کرتے ہوئے مفتی ابواحمد محمد عمر حفظہ اللہ نے خوب لکھا ہے کہ:

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اپنی کمپنی کی مشہوری کے لئے دوائیں بیچنے والے آتے ہیں اور ایک زوردار تقریر کے بعد آخر میں کہتے ہیں کہ تجربہ کیجئے۔ بعض بھولے لوگ ان کی اس گفتگو سے متاثر ہوکر دوا خرید لیتے ہیں اور دوا فروش اگلے سٹاپ پر اتر جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح آپ نے مندرجہ بالا عبارت سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا استدلال کر کے اس میں قوت ڈالنے کے لئے کہا ہے کہ تجربہ کیجئے، بھولے لوگوں اور خصوصاً۔۔۔۔۔ (جدید محققین۔ن) میں اتنا شعور کہاں؟ وہ تو تجربہ والے چیلنج سے ہی متاثر ہوجائیں گے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھ کر ہی تو احناف اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہیں۔ پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ اس کیفیت پر عمل کرنے سے لازماً ہاتھ سینہ پر آئینگے، سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز یہ کہ آپ آج۔۔۔۔۔ (جدید محققین کے ہم مسلک حضرات۔ن) کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے نوٹ کریں کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھتے ہیں یا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں کلائی پر رکھتے ہیں۔ بس آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ تجربہ کیجئے والے چیلنج میں کتنی جان ہے؟ اور اس۔۔۔۔۔ (عجیب وغریب استدلال'' جو کہ اسلام کی چودہ سو صدیوں میں کسی ایک بھی سنی محدث وفقیہ نے نہیں کیا ہے''۔ن) پر کتنے لوگوں کا عمل ہے؟ (چھپے راز: ص ۳۱-۳۲)

مرد کے نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور اختلاف مذاہب:

نماز کے اندر مرد کے لیے بحالتِ قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق تین ہی مذہب ہیں۔

مذہب نمبر ۱:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو اپنے دائیں بائیں نیچے ہاتھ چھوڑ کر پورے ادب واحترام کے ساتھ کھڑا ہونا مستحب ہے اور ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا جائز ہے۔ مگر کئی مالکی حضرات نے ہاتھ باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب فقہ مالکی کی درج ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

۱: منح الجلیل: ج ۲ ص ۶۴ وج ۲ ص ۷۷

۲: ارشاد السالک: ج ۱ ص ۳۰، ۳۱

۳: الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ للقروی: ج ۱ ص ۲۷ مندوب نمبر ۵

۴:الشرح الکبیر للدردیر:ج۱ص۲۴۷،۲۵۰
۵:مواہب الجلیل:ج۲ص۲۳۹
۶:اشرف المسالک:ج۱ص۳۸
۷:فقہ العبادات مالکی:ج۱ص۱۶۱
۸:حاشیہ دسوقی:ج۲ص۴۳۹
۹:الاستذکار لابن عبدالبر:ج۲ص۲۹۱
۱۰:الکافی فی فقہ اہل المدینۃ:ج۱ص۲۰۶
۱۱:الفواکہ الدوانی:ج۱ص۴۵۸
۱۲:المدونۃ الکبری:

واضح رہے یہ مسلک از روئے دلائل انتہائی کمزور ہے۔

مذہب نمبر ۲:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناف کے نیچے متصل ہاتھ باندھنا مسنون ہے۔تاہم عندالاحناف سینے سے نیچے اور ناف سے قدرے اوپر ہاتھ باندھنا بھی جائز ہے۔حنفیہ کا مذہب ،کنز ،فتاوی عالمگیری ،مؤطا امام محمد، البحر الرائق ،تبیین الحقائق ،فتح القدیر اور السعایہ وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب فقہ حنبلی کی درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱:المغنی:ج۲ص۱۳۴
۲:التہذیب المقنع:ج۱ص۲۳۶
۳:مسائل الامام احمد بن حنبل:ج۲ص۵۵۱،۵۵۲
۴:الشرح الممتع:ج۳ص۳۶
۵:حاشیہ الروض المربع:ج۳ص۲۰
۶:حاشیہ اخصر المختصرات لابن جبرین:ج۷ص۷
۷:شرح کشاف القناع:ج۲ص۶۷۴
۸:شرح زاد المستقنع للحمد:ج۵ص۲۸
۹:شرح منتہی الارادات:ج۲ص۴۱۳
۱۰:شرح الزرکشی:ج۱ص۱۷۳

یہ مذہب از روئے دلائل زیادہ مضبوط اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

مذہب نمبر ۳:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں ہاتھ اس طرح باندھیں کہ ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر ہو اور باقی سینہ سے نیچے ہو، تاہم ان کے نزدیک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا طریقے کو سامنے رکھتے ہوئے چار چیزیں واضح طور سامنے آتی ہیں۔

(۱) سینہ کے اوپر والے حصہ سے ہاتھ مکمل طور پر نیچے ہی رہتے ہیں۔

(۲) ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، ان دو نکات کو دیکھتے ہوئے بعض شافعی احباب نے تحت الصدر (سینے سے نیچے) کی تعبیر اختیار کی ہے، پس تحت الصدر سے ان کی مراد سینہ کا بالائی حصہ یا آخری حصہ ہے اور ان کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہاتھ سینہ کے بالائی اور آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، تحت الصدر کی اس وضاحت کی تائید متعدد کتب شافعیہ وغیرہ سے ہوتی ہے مثلاً شرح بہجۃ الوردیہ میں لکھا ہے:

جعل اسفل صدر وفوق السرۃ۔ ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر کرے۔

(شرح بہجۃ الوردیہ: ج ۳ ص ۳۳۹)

اسنی المطالب میں ہے:

ویضعهما الی الیدین بین السرۃ والصدر۔ اور دونوں ہاتھوں کو ناف اور سینہ کے درمیان رکھے۔

(اسنی المطالب شرح روض المطالب: ج ۲ ص ۳۳۹)

درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ:

بان المراد من الصدر فی قول الشافعیۃ تحت الصدر اعلاہ۔

شافعیہ کے قول تحت الصدر سے سینہ کا اوپر والا حصہ مراد ہے۔ (درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ: ص ۴۷)

امام ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ابن حجر کا دعویٰ نقل کیا ہے کہ:

ان یکون بین سرته وصدره۔ دونوں ہاتھ ناف اور سینہ کے درمیان باندھے جائیں۔

(مرقات: ج ۲ ص ۵۰۹ باب صفۃ الصلاۃ رقم الحدیث: ۷۹۸)

سبل السلام میں ہے:

وقال النووی فی المنهاج ویجعل یدیه تحت صدره قال فی شرح النجم الوهاج عبارۃ الاصحاب تحت صدره۔

امام نووی (شافعی رحمہ اللہ) نے المنہاج کی شرح النجم الوہاج میں ہے کہ ہمارے شافعی حضرات کی عبارت ہے تحت

صدرہ (اپنے سینے کے نیچے۔) (سبل السلام: ج۱ ص۱۶۹)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان مذھبنا ان المستحب جعلھما تحت صدرہ فوق سرتہ وبھذا قال سعید بن جبیر

(المجموع شرح المھذب: ج۳ص۳۱۳)

کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہیں اور سعید بن جبیر نے بھی یہی کہا ہے۔

(۳) ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ اور ناف کے درمیان ہوتا ہے اس لئے بعض شوافع نے بین الصدر والسرۃ (سینہ اور ناف کے درمیان) کی تعبیر اختیار کی۔ الغرض امام شافعی رحمہ اللہ کا طریقہ ایک ہی ہے اور اسی ایک ہی طریقہ کی مختلف جہتوں کے اعتبار سے مختلف تعبیرات ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک فقہ شافعی کی درج ذیل کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۱: الحاوی فی فقہ الشافعی: ج۲ ص۹۹، ۱۰۰

۲: فتح الوہاب: ج۱ ص۸۵

۳: فتح المعین: ج۱ ص۱۳۵

۴: السراج الوہاج: ج۱ ص۵۱، وص۹۵

۵: الشرح الکبیر للرافعی: ج۳ ص۲۶۹

۶: اللباب فی الفقہ الشافعی: ج۱ ص۸۷

۷: المجموع شرح المہذب: ج۳ ص۳۱۰

۸: المقدمۃ الحضرمیہ: ج۱ ص۶۶

۹: المنہاج للنووی: ج۱ ص۳۳

۱۰: المنہج القویم: ج۱ ص۹۲

۱۱: اسنی المطالب شرح روض الطالب: ج۲ ص۱۵۴

۱۲: اعانۃ الطالبین: ج۱ ص۱۳۵

۱۳: الوسیط: ج۱ ص۱۲۵

۱۴: الاقناع فی حل الفاظ ابی الشجاع: ج۱ ص۱۳۱

۱۵: الاقناع للشربینی: ج۱ ص۱۴۲

۱۶: الاقناع للماوردی: ج۱ ص۳۸

۱۷: تحفۃ المحتاج: ج۶ ص۱۲، ۱۳۱، ۲۰۴

۱۸: حاشیۃ البجیرمی: ج ۴ ص ۳۴۳، ج ۲ ص ۴۵۰

۱۸: حاشیۃ الجمل: ج ۳ ص ۴۷۴

۱۹: حاشیۃ الجمل: ج ۳ ص ۴۷۴

۲۰: حلیۃ العلماء: ج ۲ ص ۸۲

یہ مؤقف بھی از روئے دلائل کمزور ہے۔

مرد کا سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے:

ماقبل میں نقل کیا جا چکا ہے کہ نماز کے اندر مرد کیلئے بحالتِ قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق صرف تین ہی مذہب ہیں۔(۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناف کے نیچے ناف کے نیچے اور (۲) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے جبکہ (۳) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہاتھ چھوڑنا مستحب ہے پس سینہ پر ہاتھ باندھنا مذاہب اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی مجتہد فقیہ امام کا مذہب ہے لہٰذا سینہ پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کا نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر ماہر یسین نے بھی لکھا ہے کہ:

انی لم اجد نقلا قویا عن احد من السلف یقول بوضع الید الیمنی علی الیسری علی الصدر۔

(نماذج من الاحادیث المتعارضۃ باالفظ: ج۱۴ ص۸)

اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

سینے پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کے صرف دور حاضر کے جدید محققین ہی قائل ہیں اور ان کی طرف سے آثار السنن میں امام نیموی رحمہ اللہ کی نقل کردہ درج ذیل روایات ضعیفہ سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک روایت کے الزامی وتحقیقی جوابات قدرے تفصیل کے ساتھ حاضر ہیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِہٖ۔ رَوَاہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ نَظْرٌ وَزِیَادَۃُ عَلٰی صَدْرِہٖ غَیْرُ مَحْفُوْظَۃٍ۔

(آثار السنن: ۳۲۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ کے پیچھے) نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۴۷۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں نظر ہے اور "سینے پر" کی زیادت غیر محفوظ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹، خلاصۃ الاحکام: ۱۰۹۶، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۶۷۶، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۱ ص ۳۱۵، البدر المنیر: ج ۳ ص ۵۱۳، بلوغ المرام: ۲۷۶۔

تحقیق:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"نا ابو موسیٰ، نا مؤمل، نا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، عن وائل بن حجر.....الخ"

(صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، اس میں "علی صدرہ" کی زیادتی غیر محفوظ ہے، اس روایت سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا مردود ہے۔ اس روایت کے تحقیقی و الزامی جوابات حاضر خدمت ہیں:

جواب اول:

اولاً۔۔۔ اس روایت کا مرکزی راوی ابوعبدالرحمن مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری ذاتی اعتبار سے اگرچہ سچا ہے مگر برے حافظے، کثرتِ اخطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے ائمہ کرام رحمہم اللہ کی اکثریت کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

۱: امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "صدوق، شدید فی السنۃ کثیر الخطاء، یکتب حدیثہ"

(الجرح والتعدیل: ۱۷۰۹)

مزید برآں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ ہی ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"ووھم مؤمل فی لفظ متن ھذا الحدیث" مؤمل کو اس حدیث کے متن کے لفظ میں وہم ہوا ہے۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۱۱۶)

ایک اور حدیث جسے مؤمل نے "عن الثوری، عن مخول، عن سعید المقبری۔ عن ام سلمۃ۔...الخ" کے طریق سے نقل کیا ہے کے بارے میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ:

"انما روی عن مخول، عن ابی سعید، عن ابی رافع۔۔۔وخطأ مؤمل، انما الحدیث عن ابی رافع"

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۲۸۹)

اسے "مخول ، عن ابی سعید ، عن ابی رافع" کے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔۔۔اور مؤمل سے غلطی ہوئی ہے۔(درست یہی ہے کہ) یہ حدیث ابورافع سے ہے۔

۲: حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ربما اخطأ" بسا اوقات غلطیاں کرتا ہے۔(الثقات: ۱۵۹۱۵)

۳: حافظ ابن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: "ثقة کثیر الغلط" ثقہ ہے مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: ج۵ص۵۰۱)

۴: امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: "صدوق کثیر الخطاء" سچا ہے مگر بکثرت خطائیں کرتا ہے۔

(سؤالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

۵: امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ نے کہا: "یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا" ہمارے ثقہ شیوخ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔(المعرفة والتاریخ للفسوی: ج۳ص۵۲)

۶: سلیمان بن حرب رحمہ اللہ نے فرمایا: "کان لا یسعه ان یحدث وقد یجب علی اهل العلم ان یقفوا" (ایضاً)

تنبیہ:

واضح رہے کہ امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ سے منسوب کتاب "المعرفة والتاریخ" ہمارے نزدیک ناقابلِ اعتبار کتاب ہے، ہم نے یہاں اس کا حوالہ بطورِ الزام پیش کیا ہے کیونکہ فریق مخالف کا ہاں یہ کتاب معتبر ہے۔

۷: ایک حدیث جسے مؤمل نے "حدثنا شعبة عن عاصم عن الشعبی۔۔۔الخ" کے طریق سے نقل کیا ہے کہ متعلق امام ابوعبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

"والصواب شعبة عن منصور ومؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء، خالفه بهز بن اسد۔۔۔۔۔۔الخ"

(السنن الکبری للنسائی: ۹۸۳۲، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۸۵)

درست "شعبہ عن منصور" ہے (اور "شعبہ عن عاصم عن الشعبی" خطاء ہے اسے روایت کرنے والا) مؤمل بن اسماعیل "کثیر الخطاء" ہے۔

مزید برآں امام موصوف ایک مقام پر سفیان ثوری کی حدیث کے ذیل میں بھی مؤمل کو "کثیر الخطاء" کہتے ہیں۔

(السنن الکبری للنسائی: ۲۸۳۸)

۸: امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اخطأ مؤمل فی اسنادہ عن الثوری فرواہ عنہ عن ابی الرحال وابو الرحال الثقۃ المأمون وانما هو عن حارثۃ بن ابی الرجال وهو ممن یتکلم فی حدیثه......الخ"

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۱)

ثوری سے اس کی سند میں مؤمل نے غلطی کی ہے اور ثوری سے اسے "عن ابی الرحال" روایت کیا ہے اور ابورحال "ثقۃ مأمون" ہے، حالانکہ یہ "عن حارثہ بن ابی رحال" ہے اور حارثہ بن ابی رحال ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث پر کلام کیا جاتا ہے۔

۹: امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ م ۲۹۴ھ کہتے ہیں:

"اذا انفرد بحدیث وجب ان توقف فیه لانه کان سیٔ الحفظ کثیر الغلط"

(تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی: ۶۱۴)

مؤمل جب کسی حدیث کو نقل کرنے میں تنہا ہو تو اس میں توقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ برے حافظے والا اور کثیر الغلط تھا۔

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ قول امام محمد بن نصر مروزی سے ثابت نہیں ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۸)

الجواب:

امام موصوف کا یہ قول ان کی اپنی کتاب "تعظیم قدر الصلاۃ" میں موجود ہے، چنانچہ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ م ۶۱۴ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"فان هذا حدیث لم یروہ عن حماد بن زید غیر المؤمل، واذا انفرد بحدیث وجب ان توقف، و لانه کان سیٔ الحفظ، کثیر الغلط"

(تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: ج۲ ص۵۷۲ ح۶۱۴)

بلاشبہ اس حدیث کو مؤمل کے سوا کسی نے حماد بن زید سے روایت نہیں کیا اور مؤمل جب کسی حدیث کو نقل کرنے میں تنہا ہو تو اس میں توقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ برے حافظے والا اور کثیر الغلط تھا۔

لہٰذا مذکورہ قول امام موصوف سے بلا غبار ثابت ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض غلط و مردود ہے۔

۱۰: امام ابن ہمام رحمہ اللہ م ۸۶۱ھ فرماتے ہیں:

"وقد ضعف مؤمل بأنه دفن کتبه وکان یحدث من حفظه فکثر خطؤہ"

(فتح القدیر: ج۱ ص۲۸۲)

مؤمل کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اور (احادیث) حافظہ سے بیان کرتا ہے جس کی وجہ سے اس سے بکثرت خطائیں سرزد ہوئیں۔

۱۱: ایک حدیث جسے مؤمل بن اسماعیل نے "عن حماد بن سلمة ، عن حميد ، عن انس ،ان النبی ﷺ...الخ" کے طریق سے بیان کیا ہے کے متعلق امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں:

"هٰذا حديث غريب وليس بمحفوظ ،وانما يروى هٰذا عن حماد بن سلمة ،عن حميد ،عن الحسن البصري ،عن النبي ،وهٰذا اصح ومؤمل غلط فيه فقال :عن حميد ،عن انس ،ولايتابع فيه."

(سنن الترمذی: ۳۵۲۵)

یہ حدیث غریب ہے اور محفوظ نہیں ہے۔ اسے "عن حماد بن سلمة ، عن حميد ، عن الحسن البصري ، عن النبي" کے طریق سے روایت کیا گیا ہے اور یہی طریق زیادہ صحیح ہے، مگر مؤمل نے اس میں غلطی کی ہے اور اسے "عن حمید، عن انس" بیان کردیا ہے اور اس میں اس کی متابعت بھی نہیں کی گئی ہے۔

۱۲: امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ ایک حدیث کو باسند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"هذا هو المحفوظ من حديث الثوري ،ورواه مؤمل بن اسماعيل عن الثوري فخالف الجماعة في اسناده" (السنن الكبرى للبيهقي: ۸۱۳۹)

ثوری کی حدیث سے یہ (طریق) محفوظ ہے اور اس کی سند میں ائمہ محدثین کی ایک جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے مؤمل بن اسماعیل نے بھی اسے ثوری سے روایت کیا ہے (جو کہ مردود ہے)۔

۱۳: امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ م ۸۰۷ھ فرماتے ہیں:

"ضعفه الجمهور" اسے جمہور محدثین نے (حافظے کی کمزوری کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۸۰۶۸)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"مؤمل ثقة كثير الخطاء" مؤمل (ذاتی اعتبار سے) اگرچہ ثقہ ہے مگر بکثرت خطائیں کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۱۱۴۳۴)

۱۴: امام ابوالفضل محمد بن ابی الحسین احمد بن محمد بن عمار الجارودی، الہروی، الشہید رحمہ اللہ م ۳۱۷ھ فرماتے ہیں:

"المؤمل فكان قد دفن كتبه وكان يحدث حفظا فيخطئ الكثير" (علل الاحاديث في كتاب الصحيح المسلم بن الحجاج: ج۱ص۱۰۷ح۲۴)

مؤمل نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اور حافظہ سے (روایات) بیان کرتا تھا جس کی وجہ سے بکثرت خطائیں کر

جاتا تھا۔

۱۵: امام ابوالطیب محمد بن احمد بن علی، تقی الدین المکی، الحسنی الفاسی رحمہ اللہ م ۸۳۲ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"واسنادھذا الحدیث فیہ نظر .لان مؤمل بن اسماعیل الذی تفرد بہ کثیر الخطاء....الخ"

(شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام : ج۱ص۱۰۴)

اس حدیث کی سند میں نظر ہے کیونکہ اسے روایت کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا ہے اور مؤمل "کثیر الخطاء" ہے۔

۱۶: امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

"انه یھم فی الشیء" کہ بلاشبہ یہ شئ میں وہم کرجاتا ہے۔(تاریخ اسلام للذہبی: ۳۸۰، تہذیب الکمال: ۶۳۱۹)

۱۷: حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

"حافظ عالم یخطئ" کہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔(میزان الاعتدال: ۸۹۴۹)

۱۸: علامہ خیر الدین بن محمود زرکلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"دفن کتبه .فحدث من حفظه فوقع الخطأ فی بعض مارواه"(الاعلام للزرکلی: ج۷ص۳۳۴)

اس نے اپنی کتابیں دفن کردیں اور حافظہ سے (زبانی) احادیث بیان کیں جس کی وجہ سے اس کی مرویات میں (اس سے) غلطیاں واقع ہوگئیں۔

۱۹: امام ابوعمر السمرقندی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"سیئ الحفظ" کہ مؤمل برے حافظے والا ہے۔اور دوسرے مقام پر "ضعیف" کہتے ہیں۔

(فوائد ابی عمر: ۱۷، ۲۲)

۲۰: امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

"مؤمل کان یخطئ" کہ مؤمل غلطیاں کرتا تھا۔(العلل ومعرفة الرجال للمروزی وغیرہ: ۴۹)

۲۱: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

"یحدث من حفظه زیادة" کہ اپنے حافظہ سے (غیر ثابت) زیادتی بیان کردیتا ہے۔

(سؤالات ابن الجنید: ۴۰۹)

ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

"قبیصة لیس بحجة فی سفیان ولا ابو حذیفة ولا یحییٰ بن آدم ولا مؤمل"

(تاریخ ابن معین بروایة ابن محرز : ج۱ص۱۱۴)

کہ قبیصہ، ابوحذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

۲۲: حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ فرماتے ہیں:

"صدوق لكنه كان كثير الخطاء" کہ سچا ہے مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۱۱۱)

۲۳: ثقہ بالاجماع امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ م ۷۵۰ھ رحمہ اللہ بھی اسے کثیر الخطاء قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔

(ملخصاً: الجوہر النقی: ج ۲ ص ۳۰)

۲۴: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ تقریب میں فرماتے ہیں:

"مؤمل..... صدوق سيئ الحفظ" کہ مؤمل سچا ہے مگر برے حافظے والا ہے۔ (تقریب: ۷۰۲۹)

اور فتح الباری میں ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مؤمل بن اسماعيل في حديثه عن الثوري ضعف"

یعنی (سفیان) ثوری سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر: ج ۹ ص ۲۳۹ ح ۵۱۷۲)

۲۵: امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ:

یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال بحوالہ القول المقبول: ص ۳۴۰)

۲۶: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ کے تحقیق کے مطابق امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صدوق كثير الخطاء وله اوهام"

سچا ہے مگر بکثرت غلطیاں کرتا ہے اور صاحبِ اوہام ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

۲۷: حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ م ۸۰۴ھ ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"تفرد به مؤمل بن اسماعيل عن سفيان والمحفوظ عن سفيان موقوف"

(البدر المنير: ج ۷، ص ۵۵۳)

سفیان (ثوری) سے اسے (مرفوعاً) نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا ہے، اور یہ سفیان سے موقوفاً ہی محفوظ ہے (جیسا کہ دیگر راویوں نے نقل کیا ہے)۔

۲۸: علامہ دمیاطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"دفن مؤمل كتبه وكان يحدث من حفظه فكثر خطؤه"

مؤمل نے اپنی کتابیں دفن کر دیں تھیں اور حافظہ سے احادیث بیان کرتا تھا جس کی وجہ سے اس سے بکثرت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ (البدر المنیر: ج ۷ ص ۵۵۳)

۲۹: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ کہتے ہیں:

"سوء حفظه"

کہ اس کا حافظہ برا ہے۔(صحیح ابن خزیمہ: ۳/۱۷۷: رقم ۱۸۶۰ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۱۱۱)

۳۰: ثقہ وصدوق، معتدل محقق امام نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت مؤمل بن اسماعیل لینه غیر واحد۔۔۔الخ"

کہ میں کہتا ہوں کہ مؤمل بن اسماعیل کو بے شمار ائمہ محدثین نے (حافظہ کی جہت سے) کمزور قرار دیا ہے۔(التعلیق الحسن: ص ۸۲ ح ۱۰۶)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل برے حافظے، کثرتِ اخطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے عند المحدثین ضعیف ہے۔

ثانیاً۔۔۔فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی مؤمل بن اسماعیل پر کلام کیا ہے مثلاً۔۔۔

۱: ثناء اللہ زاہدی کہتا ہے:

"فیه مقال۔" اس پر کلام ہے۔(توجیہ القاری ص: ۳۲۱ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۱۱۴)

۲: عبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن العباد لکھتا ہے:

"صدوق سیء الحفظ" سچا ہے مگر برے حافظے والا ہے۔(شرح سنن ابی داود: ج ۲۳ ص ۵۱۸)

۳: شعیب ارناؤط لکھتا ہے:

"مؤمل سیء الحفظ" مؤمل برے حافظے والا ہے۔(مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۱۲۳۸۳، ۱۶۹۵۲، ۱۸۸۶)

۴: عبد المنان نور پوری لکھتا ہے:

یہ حدیث مؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے۔(نماز میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت ص ۲۱ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۱۱۵)

۵: عبد الرحمن مبارکپوری لکھتا ہے:

"سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف" کہ ہمیں تسلیم ہے کہ بلاشبہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے۔(ابکار المنن: ص ۱۰۹)

۶: عبد الرحمن معلمی لکھتا ہے:

"ان لایحتج به الا فیما توبع" یعنی عدمِ متابعت کی صورت میں اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔(التنکیل: ۲۵۳)

۷: ناصر الدین البانی غیر مقلد کہتا ہے:

"مؤمل بن اسماعيل سئ الحفظ"

کہ مؤمل بن اسماعیل برے حافظے والا ہے۔ (تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)

۸: ابوعبدالسلام عبدالرؤف لکھتا ہے:

مؤمل بن اسماعیل سی ءالحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲۹۰/۲) میں کہا ہے ابوزرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (القول المقبول فی شرح وتعلیق صلوٰۃ الرسول: ص ۳۴۰)

زبیر علی زئی نے اپنے اکابرین کی تحریرات سے عملاً اعلانِ بغاوت کرتے ہوئے بعض حضرات سے مؤمل کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر زبیر صاحب نے جن چودہ حضرات کو اپنا ہم نوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے ان میں سے اکثر حضرات جیسے (۱) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۲) سلیمان بن حرب رحمہ اللہ (۳) حافظ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴) امام بیثمی رحمہ اللہ (۵) امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ (۶) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۷) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۸) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۱۰) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم اسے حافظہ کی جہت سے کمزور تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ ان کے حوالہ جات ماقبل میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ اور دیگر بعض حضرات کا اسے ثقہ قرار دینا بھی زبیر صاحب کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل وتوثیق قبول نہیں ہوتی۔ ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کے ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے حافظے اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

جو کثیر الغلط، کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سی ءالحفظ وغیرہ راوی ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۶۳)

کیا یہاں مؤمل کے بارے میں بھی فریق مخالف کے محققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جاسکتی ہے؟ جو کہ محدثین کے ہاں کثیر الغلط، کثیر الاوہام اور سیئ الحفظ ہے۔

ثالثاً۔۔۔۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس حدیث میں "علی صدرہ" یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی زیادتی نقل کرنے میں متفرد بھی ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس حدیث میں یہ زیادتی نقل نہیں کرتا۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

"لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسماعيل"

کہ مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی اس حدیث میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ نقل نہیں کئے۔

(اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۲۸۹)

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ فرماتے ہیں:

"رواہ الجماعۃ عن الثوری لم یذکر واحد منھم علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل"

(مختصر خلافیات بیہقی: ج۲ص۳۴)

ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مگر مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی ایک محدث نے بھی اس میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

اور اصول حدیث کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضعیف راوی کی زیادتی قابل قبول نہیں ہوتی، بالخصوص جب کہ "وضع الیمنیٰ علی الیسری فی الصلاۃ '' کو نبی ﷺ سے نقل کرنے والے (حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ) متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

رابعاً۔۔۔مؤمل بن اسماعیل کو اگر ثقہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے محققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ (یعنی علی صدرہ) سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کسی صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ وضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت وتفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ واتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ واتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہٰذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

خامساً۔۔۔مذکورہ بالا بحث سے قطع نظر مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں اضطراب کا بھی شکار ہے، کبھی اسے علی صدرہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹) اور کبھی ''عند صدرۃ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ (طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا: ج ۲ ص ۲۶۸) اور کبھی نہ تو علی صدرہ کے الفاظ بیان کرتا ہے اور نہ ہی عند صدرۃ کے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۶۶) نیز اگر عند صدرۃ کے الفاظ کو علی صدرہ کی تشریح سمجھتے ہوئے اسے مضطرب نہ کہا جائے جیسا کہ شوافع نے کیا ہے تو اس صورت میں یہ حدیث فریق مخالف کی سرے سے دلیل ہی نہیں بن سکتی کیونکہ اس صورت میں

علی صدرہ سے مراد سینہ کے قریب والا حصہ ہوگا جب کہ فریق مخالف کے لوگ سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں نہ کہ سینے کے قریب۔

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/ ۳۷۴، شرح علل الترمذی لابن رجب: ص ۳۸۴، ۳۸۵) مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم، ذہبی، ترمذی اور ابن کثیر نے صحیح وقوی قرار دیا ہے۔متقدمین میں سے کسی امام نے بھی مؤمل کو سفیان ثوری کی روایت میں ضعیف نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ ثوری سے روایت میں ثقہ ہیں۔۔۔۔الخ۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص۱۹)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب کی طرف سے پیش کردہ اقوال کا تحقیقی جائزہ حاضرِ خدمت ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے منسوب قول کا جواب:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے منسوب قول کی سند کچھ یوں ہے:

"انا یعقوب بن اسحاق فیما کتب الی قال نا عثمان بن سعید قال قلت لیحییٰ بن معین ای شیء حال المؤمل فی سفیان؟فقال ھو ثقة" (الجرح والتعدیل:۱۷۰۹)

اس قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق الہروی ہیں اور یعقوب بن اسحاق الہروی کی بطریق محدثین توثیق ثابت نہیں ہے۔(فیما اعلم) لہٰذا یہ قول نا قابل اعتبار ہے۔جبکہ اس کے مقابلے میں بسند صحیح مروی ہے کہ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ نے فرمایا:

"یحدث من حفظه زیادة" کہ مؤمل اپنے حافظہ سے (غیر ثابت) زیادتی بیان کر دیتا ہے۔

(سؤالات ابن الجنید: ۷۰۹)

امام موصوف نے مزید فرمایا کہ:

"قبیصة لیس بحجة فی سفیان ولا ابو حذیفة ولا یحییٰ بن آدم ولا مؤمل"

(تاریخ ابن معین بروایة ابن محرز: ج۱ص۱۱۴)

کہ قبیصہ، ابو حذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

ثابت ہوا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے ہاں بھی مؤمل، سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت میں حجت نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے منسوب تصحیح کا جواب:

مؤمل کی امام سفیان بن سعید ثوری سے روایت کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے قطعاً صحیح وقوی نہیں کہا۔ تاہم امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو محض ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹) مگر کیا ان کا کسی حدیث کو محض اپنی صحیح میں ذکر کرنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟ اس کا جواب زبیر علی زئی صاحب کے ہم مسلک ارشاد الحق اثری صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ اثری صاحب اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس طرح سنن نسائی کو اور جامع ترمذی کو بعض نے صحیح کہا ہے مگر ان کی تمام روایات صحیح نہیں، یا جیسے ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان ہیں مگر ان کی بھی تمام روایات صحیح نہیں۔ (توضیح الکلام: ۲ / ۲۶۴)

اسی طرح ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی نے بھی صحیح ابن خزیمہ میں منقولہ کئی احادیث کو ضعیف کہا ہے۔

(مثلاً دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الالبانی ۱ / ۲۴۳، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۵ ص ۳۹، تسہیل الوصول: ص ۱۷۸)

معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کا کسی حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کرنے سے اس حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا بلکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جن احادیث کو صراحتاً صحیح کہا ہے ان احادیث کی صحت بھی فریق مخالف کے محققین کو تسلیم نہیں کرتے۔ مثلاً عبدالرؤف سندھو ایک حدیث کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو صحیح ابن خزیمہ (۲ / ۲۷) مگر یہ حدیث صحیح نہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۶۶)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے ایک حدیث کو صحیح قرار دینے کے جواب میں عبدالرحمن مبارکپوری لکھتا ہے کہ:

"فی تصحیح ابن خزیمہ نظر" ابن خزیمہ کی تصحیح میں نظر ہے۔ (ابکار المنن: ص ۱۰۰)

لہٰذا جب فریق مخالف کے نزدیک ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اپنی صحیح میں کسی حدیث کو صحیح قرار دینا اس حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں تو پھر مؤمل کی سفیان ثوری کی حدیث جس کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ صحیح بھی نہیں کہا بلکہ صرف اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے سے مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کا صحیح وقوی ہونا کیوں کر لازم آئے گا؟

مزید برآں بطورِ الزام کے عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اپنی صحیح میں محض کسی حدیث کو نقل کرنا ہی اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہو تو بھی اس سے مؤمل کی سفیان ثوری سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فریق مخالف کے بقول احادیث کو صحیح قرار دینے میں متساہل ہیں۔ چنانچہ عبدالمنان نورپوری ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

مگر تصحیح میں ان (یعنی ابن خزیمہ اور ابن حبان۔ ن) کا تساہل مشہور ہے۔ (تعداد تراویح: ص ۳۴)

دارقطنی، ترمذی، حاکم وغیرہم کی تصحیح کا جواب:

باقی امام دارقطنی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم کے حوالے بھی زبیر علی زئی صاحب کو مفید نہیں

کیونکہ سنن الدارقطنی، مستدرک حاکم اور سنن الترمذی وغیرہ کے محولہ صفحات پر مؤمل کی جن احادیث کو صحیح کہا گیا ہے ان احادیث کو نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا نہیں ہے بلکہ ان میں مؤمل کی متابعت تامہ یا متابعت قاصرہ کی گئی ہے اور ان احادیث کی تائید دیگر احادیث بھی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔۔

☆سنن دارقطنی (ح:۲۲۸۴) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۴۰۹۲

☆مستدرک حاکم (ح:۱۲۲۹) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۱۹۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۶۳۱۲

☆سنن ترمذی (ح:۶۷۲) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: صحیح البخاری: ۱۴۳۷، ۱۴۳۹، مسند ابن الجعد: ۷۵

مؤمل بن اسماعیل سفیان ثوری کی روایات میں بھی غیر معتبر ہے:

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مؤمل بن اسماعیل حالت انفراد میں سفیان ثوری کی روایات میں بھی معتبر نہیں ہے، چنانچہ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اخطأ مؤمل فی اسنادہ عن الثوری فرواہ عنہ عن ابی الرحال وابو الرحال الثقة المأمون وانما هو عن حارثة بن ابی الرجال وهو ممن یتکلم فی حدیثه......الخ"

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۱)

ثوری سے اس کی سند میں مؤمل نے غلطی کی ہے اور ثوری سے اسے " عن ابی الرحال " روایت کیا ہے اور ابورحال " ثقة مأمون " ہے، حالانکہ یہ " عن حارثه بن ابی رحال " ہے اور حارثہ بن ابی رحال ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث پر کلام کیا جاتا ہے۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

" قبیصة لیس بحجة فی سفیان ولا ابو حذیفة ولا یحییٰ بن آدم ولا مؤمل " (تاریخ ابن معین بروایة ابن محرز: ج۱ص۱۱۴)

کہ قبیصہ، ابوحذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

ایک حدیث جسے مؤمل نے " عن الثوری، عن مکحول، عن سعید المقبری۔ عن ام سلمة۔ ...الخ " کے طریق سے نقل کیا ہے کے بارے میں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں کہ:

"انما روی عن مکحول، عن ابی سعید، عن ابی رافع ... وخطأ مؤمل، انما الحدیث عن ابی رافع"

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۲۸۹)

اسے "مکحول، عن ابی سعید، عن ابی رافع" کے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔۔۔اور مؤمل سے غلطی ہوئی ہے۔

(درست یہی ہے کہ) یہ حدیث ابورافع سے ہے۔

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ ایک حدیث کو باسند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"هذا هو المحفوظ من حديث الثوري، ورواه مؤمل بن اسماعيل عن الثوري فخالف الجماعة في اسناده" (السنن الكبرى للبيهقي: ٨١٣٩)

ثوری کی حدیث سے یہ (طریق) محفوظ ہے اور اس کی سند میں ائمہ محدثین کی ایک جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے مؤمل بن اسماعیل نے بھی اسے ثوری سے روایت کیا ہے (جو کہ مردود ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

"مؤمل بن اسماعيل في حديثه عن الثوري ضعف"

یعنی (سفیان) ثوری سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے۔(فتح الباری: ج۹ ص۲۳۹ ح ۵۱۷۲)

امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ ایک مقام پر سفیان ثوری کی حدیث کے ذیل میں مؤمل کو" كثير الخطاء" کہتے ہیں۔(السنن الکبری للنسائی: ۸۲۳۸)

پس ثابت ہوا کہ سفیان ثوری کی احادیث میں بھی مؤمل بن اسماعیل کثرتِ خطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے ضعیف ہے ،فریق مخالف کے متعدد حضرات جیسے عبدلمنان نور پوری ، ناصرالدین البانی ، ابوعبدالسلام عبدالرؤف وغیرہ نے بھی مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔(ملخصاً: نماز میں ہاتھ باندھنے کی کیفیت: ص ۲۱، تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹، القول المقبول: ص ۳۴۰)

جواب ثانی:

اولاً۔۔۔بطورِ الزام کے عرض ہے کہ مؤمل بن اسماعیل نے اس حدیث کو" نا سفيان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر۔۔۔الخ" کے طریق کے ساتھ نقل کیا ہے یعنی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اسے عَن کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ بھی موجود ہیں اور فریق مخالف کے نزدیک امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن روایات ساقط الاعتبار ہیں اور امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ بھی ساقط الاعتبار ہیں، لہٰذا فریق مخالف کیلئے اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ رئیس ندوی اہلسنت والجماعت احناف کی مستدل ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ نے معنعن نقل کی ہے جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔(بلفظہ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)

زبیر علی زئی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے ان کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔۔۔۔۔۔۔ لہٰذا سفیان ثوری رحمہ اللہ جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مقابلے ضعیف کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۳۷۔۱۳۸)

رئیس ندوی صاحب، امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہوئے ہیں کہ:

مگر اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دارومدار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے، جو بقول امام ابن المدینی اور عام ائمہ کرام جس روایت کی نقل میں منفرد ہو وہ معتبر اور لائق حجت نہیں۔

(بلفظہ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیق جائزہ: ص ۵۷۲)

ثانیاً۔۔۔ فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی اسے ضعیف کہا ہے مثلاً۔۔۔

ناصر الدین البانی کہتا ہے کہ:

"اسنادہ ضعیف لان مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ۔۔۔ الخ"۔

اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ ہے۔ (تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)

ابو عبد السلام عبد الرؤف لکھتا ہے کہ:

یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/۲۹۰) میں کہا ہے ابو زرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (القول المقبول: ص ۳۴۰)

عبد المنان نور پوری لکھتا ہے کہ:

ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔۔۔ الخ۔"

(مکالمات نور پوری: ص ۵۲۸)

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔۔۔۔ الخ (ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۵ ص ۳۹)

تنبیہ:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک دوسری روایت میں بھی "علی صدرہ" کے الفاظ آئے ہیں (الجوہر النقی: ۲/۳۰) مگر یہ روایت سخت ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو اور شدید ضعیف تو خود فریق مخالف نے بھی کہا ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یہ روایت سخت ضعیف ہے: محمد بن حجر کی روایتیں منکر ہیں۔ ام عبدالجبار کی توثیق معلوم نہیں اور سعید بن عبدالجبار بھی مجروح ہے۔ (ملاحظہ ہو الجوہر النقی ۲/۳۰، اور میزان الاعتدال: ۳/۵۱۱، ۲/۱۴۷) (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ۲۵)

ابوعبدالسلام عبدالروف لکھتا ہے کہ:

مگر یہ سند بھی ضعیف ہے۔۔۔الخ (القول المقبول: ص ۳۴۰)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ يَّسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ وَوَصَفَ يَحْيٰى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصِلِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ لٰكِنْ قَوْلُهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ. (آثار السنن: ۳۲۶)

☆☆ قبیصہ بن ہلب سے روایت ہے کہ میرے والد (سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ) نے کہا: ''میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ (نماز کے بعد) اپنی دائیں جانب سے پھرتے اور بائیں جانب سے بھی اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے یہ اپنے سینے پر رکھا۔'' یحییٰ نے طریقہ بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں پر، جوڑ کے اوپر۔'' اسے احمد (۲۱۹۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے لیکن اس (راوی) کا قول: ''سینے پر'' محفوظ نہیں ہے۔

تحقیق:

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا يحيىٰ بن سعيد، عن سفيان، حدثني سماك، عن قبيصة بن هلب، عن ابيه، قال. ....الخ" (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۹۶۷)

اس روایت میں " علی صدرہ " (یعنی سینے پر) کی زیادتی غیر محفوظ ہے اور اس روایت سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا مردود ہے۔ اس روایت کے تحقیقی و الزامی جوابات حاضر خدمت ہیں:

اولاً۔۔۔اس حدیث میں صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے نماز کے اندر باندھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ زبیر علی زئی نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں (نماز سے فارغ ہوکر) کے الفاظ لکھے ہیں (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۴) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے لہٰذا اس سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال مردود ہے اگر فریق مخالف کے محققین اس حدیث سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر ہی مصر ہیں تو پھر ان کو چاہیے کہ

نماز کے اندر بھی دائیں بائیں پھرا کریں؟

ثانیاً۔۔۔۔اس حدیث میں ''علی صدرہ'' (یعنی سینے پر) کی زیادتی بھی غیر محفوظ ہے کیونکہ یہ زیادتی نقل کرنے میں ابو مغیرہ سماک بن حرب بن اوس الذہلی البکری الکوفی تنہا ہیں اور ابو مغیرہ سماک بن حرب بن اوس الذہلی البکری الکوفی رحمہ اللہ ذاتی اعتبار سے اگرچہ سچے ہیں مگر کثرتِ اضطراب، برے حافظے، کثرتِ خطاء اور کثرت اغلاط کی وجہ سے اس کی منفرد روایت قابل اعتبار نہیں ہوتی۔اس کے بارے میں ائمہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

جرح کرنے والے	جرح
۱: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ:	مضطرب الحدیث (الجرح والتعدیل: ۱۲۰۳:۴، تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)
۲: حافظ ابن حبان م ۳۵۴ھ:	یخطئ کثیرا (الثقات لابن حبان: ۳۲۲۸)
۳: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین م ۲۳۳ھ:	ضعیف (الکامل لابن عدی: ۸۷۵)
۴: امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ م ۱۶۰ھ:	یضعفه (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۴۹، الکامل لابن عدی: ۸۷۵)
۵: امام ابن عمار رحمہ اللہ:	یقولون انه کان یغلط ویختلفون فی حدیثه (تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)
۶: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ:	یضعفه بعض الضعف (تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)
۷: امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ م ۱۸۱ھ:	ضعیف فی الحدیث (تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)
۸: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ:	صدوق وروایتُه عن عکرمة خاصة مضطربة وقد تغیر بأخرة فکان ربما تلقن (تقریب: ۲۶۲۴)
۹: امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ:	ثقة سآء حفظه (الکاشف: ۲۱۴۱)

۱۰: صالح جزرہ رحمہ اللہ: یضعف
(الکاشف: ۲۱۴۱)

۱۱: امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ: سماك سیٔ الحفظ
(علل الدارقطنی: ج ۱۳ ص ۱۸۴ ح ۲۵۷۹)

۱۲: امام عقیلی رحمہ اللہ م ۳۲۲ھ: ذکرہ فی الضعفاء
(الضعفاء الکبیر: ۶۹۹)

۱۳: امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ: لیس ممن یعتمد علیه اذا انفرد بالحدیث لانه کان یقبل التلقین
(السنن الکبری للنسائی: ۳۲۹۵)

سماك لیس بالقوی وکان یقبل التلقین
(السنن الکری للنسائی: ۵۱۶۷)

سماك اذا تفرد بأصل لم یکن حجة لانه کان یلقن فیلقن
(تحفۃ الاشراف: ۶۱۰۴)

۱۴: امام بزار رحمہ اللہ م ۲۹۲ھ:--- کان قد تغیر قبل موته
(اکمال فی تہذیب الکمال: ۲۲۳۸)

۱۵: امام ابن جوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ: ذکرہ فی الضفعاء
(الضعفاء لابن الجوزی: ۲/۲۶)

۱۶: حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ: سماك ضعیف یقبل التلقین
(المحلی بالآثار: ج ۶ ص ۳۰۵)

۱۷: امام ابوالقاسم الکعبی رحمہ اللہ م ۳۱۹ھ: ذکرہ فیه ذکر من رموہ بأنه من اهل البدع واصحاب الاهواء
(قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال: ج ۲ ص ۳۸۱، ۳۹۰)

۱۸: امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ: هو فی غیر عکرمة صالح ولیس من المثبتین
(میزان الاعتدال: ۳۵۴۸)

۱۹: امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ: ممن یضطرب فی حدیثه سماك ....الخ
(علل الترمذی: ۲۲۳)

فائدہ نمبر ا:

امام یعقوب بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے مذکورہ قول سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب ،عکرمہ کے علاوہ صالح ہے مگر پھر بھی مضبوط نہیں ہے، لہٰذا عکرمہ کی علاوہ دیگر حضرات کی احادیث میں بھی مضبوط نہیں ہے۔

فائدہ نمبر ۲:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں مضطرب الحدیث راویوں میں پہلا نام سماک کا ذکر کیا ہے، امام موصوف کی اس عبارت کی تشریح میں حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ م ۷۹۵ھ نے لکھا ہے:

کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے حافظہ یا کثرتِ خطاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے احکام اور علمی امور میں ان کی کسی ایک بھی منفرد روایت سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ (ملخصاً: شرح علل الترمذی: ج ا ص ۴۲۳)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کے اس قول سے جہاں سماک کا کثیر الخطاء اور حافظے کے لحاظ سے کمزور ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ احکام اور علمی امور میں اس کی کسی بھی ایسی حدیث سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی جسے یہ نقل کرنے میں تنہا ہو۔ اور زیر بحث حدیث بھی علی صدرہ کی زیادتی کے ساتھ نقل کرنے میں یہ تنہا ہے لہٰذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

ثالثاً۔۔۔فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی اسے ضعیف کہا ہے مثلاً۔۔۔

ابو عبد السلام عبد الرؤف بن عبد الحنان لکھتا ہے کہ:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (ملخصاً: القول المقبول: ۳۴۱ ح ۲۶۲)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

صحیح لغیرہ دون قولہ: یضع ھذہ علی صدرہ، وھذا اسناد ضعیف لجھالۃ قبیصۃ بن ھلب

(مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۱۹۶۷)

یہ حدیث راوی کے قول ''اپنے سینے پر رکھتے تھے'' کے بغیر صحیح لغیرہ ہے اور یہ سند قبیصہ بن ہلب کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

معلوم ہوا کہ شعیب ارناؤط کے نزدیک بھی اس حدیث میں ''علی صدرہ'' (یعنی سینے پر) کی زیادتی صحیح نہیں ہے۔

لقمان سلفی نے بھی لکھا ہے کہ:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (ملخصاً: حاشیہ صلوٰۃ الرسول: ص ۱۱۵ بحوالہ چھپے راز: ص ۳۵)

رابعاً۔۔۔اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے '' الیمنیٰ علی الیسری فوق المفصل'' یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں

ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا کے الفاظ آئے ہیں جبکہ فریق مخالف کے لوگ دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے ہیں نہ کہ جوڑ پر۔ لہٰذا یہ روایت خود فریق مخالف کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ طَاؤُسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بِهِمَا عَلٰى صَدْرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَإِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ. (آثار السنن: ۳۲۷)

☆☆ طاؤس نے کہا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے، پھر دونوں سینے پر باندھتے اور آپ نماز میں ہوتے۔'' اسے ابوداود نے (کتاب) المراسیل (ح: ۳۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

تحقیق:

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو توبة : ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن سليمان بن موسى عن طاوس قال كان رسول الله ﷺ ....الخ (سنن ابی داود مع بذل المجهود ۴/۴۸۲ ح ۷۵۹)

فریق مخالف کا اس حدیث سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ یہ حدیث نہایت ضعیف سند سے مروی ہے، چنانچہ اس روایت کو طاؤس سے نقل کرنے میں سلیمان بن موسیٰ القرشی الاموی الدمشقی الاشدق متفرد ہیں اور سلیمان روایت حدیث میں نہایت ضعیف اور مجروح راوی ہیں اس پر ایسی کڑی جروحات کی گئی ہیں کہ جس کی وجہ سے خود فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں بھی اس کی روایت بالکل ردی ہے۔ ائمہ حدیث ورجال نے سلیمان بن موسیٰ پر جو جرح وتنقید کی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں:

''ليس بالقوى فى الحديث''

کہ سلیمان بن موسیٰ روایت حدیث میں قوی نہیں ہے۔ (الضعفاء والمتروکون: ۲۵۲)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

''محله الصدق وفى حديثه بعض الاضطراب'' (الجرح والتعديل: ۶۱۵)

(۲) امام ابوجعفر محمد بن عمرو عقیلی رحمہ اللہ م ۳۲۲ھ نے سلیمان بن موسیٰ کو ضعفاء یعنی ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۶۳۲)

(۲) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ بھی اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کرتے ہیں۔ (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۳۰)

(۴) امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عندہ احادیث عجائب'' کہ اس کے پاس عجیب وغریب احادیث حدیثیں ہیں۔
(التاریخ الاوسط: ۱۴۷۶)

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

"صدوق فقیه فی حدیثه بعض لین وخولط قبل موته بقلیل"

کہ (اگرچہ ذاتی اعتبار سے) سچا، فقیہ ہے (مگر) اس کی حدیث میں قدرے ضُعف پایا جاتا ہے اور وفات سے پہلے اس کا تھوڑا سا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا۔ (تقریب: ۲۶۱۶)

(۶) امام ابن مدینی رحمہ اللہ م ۲۴۰ھ کہتے ہیں: "مطعون علیه" (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۶۳۲)

(۷) امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

"فهو عندهم سیئ الحفظ" کہ سلیمان عندالمحدثین برے حافظہ والا ہے۔ (الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۵ ص ۲۴۶)

(۸) امام ابن جارود رحمہ اللہ نے اسے جملہ ضعیف رواۃ میں ذکر کیا ہے۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۹) امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ م ۲۵۶ھ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"عنده مناکیر" کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ (الضعفاء الصغیر للبخاری: ۱۴۹، التاریخ الکبیر للبخاری: ۱۸۸۸)

(۱۰) امام ابواحمد الحاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فی حدیثه بعض المناکیر" اس کی حدیث میں بعض مناکیر ہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۱۱) امام محمد بن علی نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"سلیمان بن موسیٰ لین الحدیث" کہ سلیمان بن موسیٰ روایت حدیث میں قدرے کمزور ہے۔
(التعلیق الحسن: ص ۱۸۵ ح: ۱۱۰)

(۱۲) امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ م ۷۵۰ھ فرماتے ہیں:

"سلیمان بن موسیٰ متکلم فیه قال ابن جریج والبخاری عنده مناکیر ....الخ"

کہ سلیمان بن موسیٰ متکلم فیہ ہے ابن جریج اور بخاری نے کہا ہے کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔
(الجوہر النقی: ج ۷ ص ۱۰۵)

(۱۳) امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عنده مناکیر" کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۱۴) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں:

"سلیمان بن موسیٰ منکر الحدیث....احادیث عامتها مناکیر"

کہ سلیمان بن موسیٰ منکر الحدیث ہے اور اس کی عام احادیث منکر ہیں۔ (العلل الکبیر للترمذی: ۴۶۳)
منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ اس کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت با کثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔ (توضیح الکلام: ۲/۶۲۸)

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

حتی تکثر المناکیر فی روایته وینتهی الی ان یقال فی منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف الرجل یستحق به الترك بحدیثه. (ابکار المنن: ص۱۹۹)

(منکر الحدیث وہ راوی ہے) جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ۱/۴۹۹)

اثری صاحب ہی ''الرفع والتکمیل'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ایضاً: ص۴۹۸)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص۱۶۰)

محمد اسحاق صاحب ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ حدیث ضعیف جداً یا منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام (ص ۲۰) ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)

زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص۱۵، ستمبر ۲۰۰۴ء)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے ہاں انتہائی سخت، قابل اعتبار اور مفسر جرح ہے۔

(۱۵) امام ابن جوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ اور امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔ (الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی: ۱۵۴۹، الضعفاء والمتروکون للنسائی: ۲۵۲)

اور فریق مخالف کے نزدیک متروک راوی کی روایت بالکل ردی ہوتی ہے، چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔ (فتاوٰی اہلحدیث: ۱/ ۲۶۲)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں بھی یہ روایت بالکل ردی ہے، اور اس کی سند طاؤس تک ضعیف ہے، مزید برآں اگر بالفرض اس کی سند طاؤس تک صحیح ہو تو بھی اس روایت سے فریق مخالف کو استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں کیونکہ طاؤس نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی پانا ممکن ہے لہٰذا یہ روایت مرسل ہے اور فریق مخالف کے نزدیک مرسل روایت مطلقاً ضعیف ہے، چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔۔۔الخ۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۲۴، ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۶ ص ۴۰)

ایک بے تکہ استدلال:

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلقہ کوئی ایک بھی روایت صحیح وثابت نہیں ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں انہیں خود فریق مخالف کے متعدد محققین نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، جب فریق مخالف کے محققین کو سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلقہ کوئی صحیح روایت دستیاب نہ ہو سکی اور انہیں اپنا مؤقف از روئے دلائل کمزور دکھائی دیا تو انہوں نے اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کی غرض سے ایک عجیب وغریب شوشہ چھوڑ دیا ہم اسے نقل کر کے اس کے جوابات عرض کرتے ہیں، زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ثم وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ والساعد۔ پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔۔۔ تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر رکھے جاسکتے ہیں۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۳، ۱۴)

الجواب:

اولاً۔۔۔عرض ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے عنوان تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا باندھا ہے مگر اس حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور نہ ہی کسی امام مجتہد ومحدث نے آج تک اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کیا ہے (فیما اعلم) اور نہ ہی کوئی عقل مند کر سکتا ہے، اگر فریق مخالف کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح صریح حدیث موجود ہے تو پیش کریں وگرنہ خواہ مخواہ ڈینگیاں مارنا چھوڑ دیں۔

ثانیاً۔۔۔زبیر علی زئی صاحب نے رسغ کا معنی کلائی کیا ہے جو کہ اس مقام پر بالکل غلط ترجمہ ہے، المنجد میں ہے:

رسغ والسرسغ ، گٹا ، پہنچا۔(المنجد: ۳۸۳)

لسان العرب (ج ۸ ص ۴۲۸) میں ہے:

الرسغ: فضل مابین الکف والذراع یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ۔ یعنی گٹا۔

لہٰذا رسغ کا مطلب جوڑ یا گٹا ہے اور اس کا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے۔ زبیر علی زئی صاحب کے ہم مسلک ڈاکٹر شفیق الرحمن نے بھی اس حدیث میں رسغ کا معنیٰ جوڑ کیا ہے۔ (دیکھئے: نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۴۵)

نیز زبیر صاحب نے ساعد کا معنیٰ ''کہنی اور ہتھیلی کے درمیان اوپر کی طرف کو کہتے ہیں'' نقل کیا ہے (دیکھئے: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۳) اگر ''الرسغ'' اور ''الساعد'' کا معنیٰ ایک ہی تھا جیسا کہ زبیر صاحب نے کہا کہ کلائی اور کہنی اور ہتھیلی کا حصہ تو سوال یہ ہے کہ دو لفظ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ثالثاً۔۔۔ زبیر علی زئی صاحب کے ہم مسلک ڈاکٹر شفیق الرحمن نے اس حدیث کا ترجمہ یہ کیا ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔ (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں: ص ۱۴۵)

اس صحیح ترجمہ کے مطابق جب ہاتھ کو اس طرح رکھیں کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی (یعنی انگلیاں کلائی پر آ جائیں گی) تو اسطرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے ناف کے نیچے ہی آتے ہیں نہ کہ سینے پر۔ اور پھر سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث میں صراحت بھی آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہیں۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

رابعاً۔۔۔ زبیر صاحب کے ہم مسلک ابوالحسن عبید اللہ بن محمد مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

فما یفعله بعض العوام من وضع الذراع علی الذراع بحیث انه یصنعون الکف الیمنی علی مرفق الید الیسری او قریبا منه. ثم یأخذونه بأصابع الید الیمنی هو مما لا اصل له.

(مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۳/۶۰)

یعنی بعض عوام جو یہ کرتے ہیں کہ بازو پر بازو اس طرح رکھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اسکے قریب پہنچ جائے پھر دائیں انگلیوں سے اس کو پکڑتے ہیں یہ وہ عمل ہے جسکی (شریعت میں) کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

لیجئے! ابوالحسن مبارکپوری صاحب نے تو اپنے محققین کے مسلک کی عمارت ہی سرے سے گرا دی۔

ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

اب ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ جَرِيْرِ الضَّبِّيِّ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

(آثار السنن: ۳۲۸)

☆☆ جریر الضبی نے کہا "میں نے (حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اوپر رکھے ہوئے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے ساتھ گٹے کے اوپر سے پکڑا ہوا تھا۔" اسے ابوداود (۷۵۷) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن قدامة یعنی ابن اعین، عن ابی بدر، عن ابی طالوت عبد السلام، عن جریر الضبی، عن ابیه، قال: رأیت علیا رضی الله عنه۔۔۔ الخ۔ (سنن ابی داود: ۷۵۷)

یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے۔ اس کی سند میں غروان بن جریر اور جریر الضبی دونوں حسن الحدیث ہیں، ابوطالوت عبدالسلام بن ابی حازم ثقہ اور ابوبدر شجاع بن ولید ثقہ ہیں، لہٰذا یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بیانِ جواز پر محمول ہے، لہٰذا اس روایت کے پیش نظر سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر مسنون یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں جیسا کہ متعدد روایات میں صراحت سے یہ مضمون آیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ اَمَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنْ اَسْأَلَ سَعِيْدًا اَيْنَ تَكُوْنُ الْيَدَانِ فِي الصَّلٰوةِ فَوْقَ السُّرَّةِ اَوْ اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَوْقَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ. وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

(آثار السنن: ۳۲۹)

☆☆ ابوزبیر (محمد بن مسلم تدرس رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مجھے عطاء نے حکم دیا کہ میں سعید (رحمہ اللہ) سے پوچھوں کہ دونوں ہاتھ نماز میں کہاں ہونے چاہئیں: ناف سے اوپر یا ناف سے نیچے؟ پھر میں نے اُن سے پوچھا تو سعید (رحمہ اللہ) نے فرمایا: ناف سے اوپر۔ اسے بیہقی (۳۱/۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔

فائدہ:

امام نیموی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ اثر بلحاظ سند قوی نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ اثر ثابت بھی ہو تو یہ اثر خصوصاً سینے پر

ہاتھ باندھنے کے قائلین کو مفید نہیں کیونکہ یہ لوگ سینے پر ہاتھ باندھنے کو سنت ہیں اور اس اثر میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، ناف کے اوپر سینہ نہیں ہوتا۔ نیز امام نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان مذھبنا ان المستحب جعلھما تحت صدرہ فوق سرتہ وبھذا قال سعید بن جبیر"

(المجموع شرح المھذب: ج۳ص۳۱۳)

کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہیں اور سعید بن جبیر نے بھی یہی کہا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کے اس قول سے مذکورہ بالا سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے منسوب اثر کی وضاحت ہوگئی کہ ''فوق السرۃ'' سے ''سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر'' ہاتھ باندھنا مراد ہے۔ لہٰذا یہ اثر سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائلین کو مفید نہیں۔ مزید برآں ثقہ وصدوق تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی بنسبت زیادہ مضبوط اور بڑے فقیہ ومحدث ہیں۔

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل

دلیل نمبر۱:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۳۰)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں (بحالت قیام) اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۵۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

مشہور ثقہ بالاجماع محدث امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع، عن موسی بن عمیر، عن علقمۃ بن وائل بن حجر، عن ابیہ قال: رأیت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق الشیخ الثقۃ المحقق محمد عوامہ: ج۳ص۳۲۱،۳۲۰ح۳۹۵۹)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح الرؤاسی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ عابد صالح'' راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعجلی: ۱۷۶۹)

۲: امام موسیٰ بن عمیر التمیمی العنبری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۲۸۶)

۳: امام علقمہ بن وائل بن حجر الحضرمی الکندی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات: ۱۱۶۳)

۴: حضرت سیدنا وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ (تقریب: ۷۳۹۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ ثقہ وصدوق امام قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ اور فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

اسنادہ جید کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۱۴)

شیخ ابوالطیب مدنی رحمہ اللہ اس کی سند کو قوی اور ثقہ وصدوق محقق علامہ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ اس کے راویوں کو ثقہ کہتے ہیں۔ (خزائن السنن: ۲/ ۸۵)

فوائد ومسائل:

(۱) اس صحیح صریح حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بحالت قیام مردوں کے لئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔ مشہور ومعروف محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ م ۲۳۸ھ فرماتے ہیں: تحت السرۃ اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع۔ (مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ: ۲/ ۵۵۱، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۹۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔ فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان اور ان کے صاحبزادے نواب نورالحسن غیر نے تسلیم کیا ہے کہ: ''تحت السرۃ'' کے الفاظ والی احادیث بلاقدح (بے عیب) اور صحیح ہیں۔ (الروضۃ الندیہ ۱/ ۹۷، ۹۸، عرف الجادی ص ۲۵) نیز انہوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے کہ وہ نماز میں بحالت قیام اپنے ہاتھ زیر ناف باندھا کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۲) دور حاضر کے ایک محقق نے اس حدیث کا انکار کرنے کیلئے جلیل القدر ثقہ بالاجماع امام قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ تحت السرۃ کے الفاظ انہوں نے اپنی طرف سے اس حدیث میں بڑھا دیئے ہیں مگر یہ اس محقق کی محض خوش فہمی ہے۔ امام قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ کی وفات ۸۷۹ھ میں ہوئی۔ ثقہ بالاجماع امام محمد مرتضیٰ الزبیدی رحمہ اللہ کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ موجود تھا اس پر نقل نسخہ (کہ جن سن میں اس نسخہ کو دوسرے نسخے سے دیکھ کر لکھا گیا تھا) کی تاریخ ۷۴۱ھ لکھی ہوئی ہے۔ قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ کی وفات سے ۱۳۸ سال قبل ان الفاظ کا

وجود مصنف میں ہونے کے باوجود امام موصوف پر ان الفاظ کے بڑھانے کا الزام لگانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر نسخوں میں یہ حدیث ''تحت السرۃ'' (یعنی زیر ناف) کے الفاظ سے منقول ہے، جن میں سے بعض نسخوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱: نسخہ امام قاسم بن قطلو بغا: (درہم الصرہ: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۲: نسخہ شیخ مرتضیٰ زبیدی: (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۴۵)

۳: نسخہ شیخ محمد اکرم نصر پوری السندھی: (درہم الصرہ: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۴: نسخہ شیخ عبد القادر مفتی مکہ مکرمہ: (درہم الصرہ: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۵: نسخہ شیخ عابد السندھی: (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۴۱، وطوالع الانوار ۱/ ۶۲۰)

۶: نسخہ ٹھٹھہ سندھ: (فوز الکرام ص ۴۶ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ: ص ۵۱)

۷: نسخہ قبہ محمودیہ: (درالغرہ ص ۲۴ بحوالہ تجلیات صفدر: ج ۴ ص ۴)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شمس الحق عظیم آبادی م ۱۳۲۹ھ صاحب کے ہاتھ سے لکھے گئے قلمی نسخہ میں بھی یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ درج ہے۔ (ترصیع الدرۃ مع درہم الصرۃ: ص ۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

نیز فریق مخالف کے متعدد محققین نے بھی مصنف میں تحت السرۃ کے الفاظ کی موجودگی کا اقرار کیا ہے مثلاً۔۔۔

وحید الزمان نے لکھا کہ:

اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعاً تحت السرۃ نقل کیا ہے۔ (مؤطا مالک مترجم: ص ۱۳۷)

ابو عبد السلام عبد الرؤف نے لکھا کہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخے میں حدیث وائل کے ایک طرق میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث سے بعض احناف نے زیر ناف ہاتھ باندھنے پر دلیل لی ہے۔۔۔الخ (القول المقبول: ص ۳۴۱، ۳۴۲)

اب اگر بالفرض مصنف کے بعض نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ نہ بھی ہوں جیسا کہ فریق مخالف کے لوگ کہتے ہیں تو اس سے فریق مخالف کے ہی محقق عبد الرحمن مبارکپوری کے بقول اُن صحیح نسخوں کا جن میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود ہیں، الحاقی یا غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ عبد الرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ:

کتب حدیث میں متعدد روایات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان روایات اور عبارات کو الحاقی و غیر معتبر نہیں بتاتا۔ (تحقیق الکلام ۲/ ۴۸، ۴۹)

مزید برآں اس حدیث کی تائید دیگر کئی احادیث حسنہ وصحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض آگے آرہی ہیں۔ طلباء

اور علماء کیلئے مصنف کے قلمی نسخوں کے عکس راقم الحروف نے اپنی دوسری کتاب ''تنقیح السنن اردو شرح آثار السنن'' میں لگا دیئے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهِ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ. وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۳۱)

☆☆ حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ میں نے (جلیل القدر تابعی) ابو مجلز (لاحق بن حمید رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا، یا میں نے اُن سے پوچھا: میں (ہاتھ) کس طرح رکھوں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصے پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۳۹۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا یزید بن ھارون قال: اخبرنا حجاج بن حسان قال: سمعت ابا مجلز.....الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

اس اثر کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الواسطی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ''ثقہ حافظ'' راوی ہیں۔ (تقریب: ۳۵۷۵)

۲: امام ابو خالد یزید بن ہارون بن زاذی السلمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ ثبت فی الحدیث'' راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۸۵۹)

۳: امام حجاج بن حسان القیسی المصری رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۱۱۷)

۴: امام ابو مجلز لاحق بن حمید السدوسی الاعور رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۴۲۷)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے، فریق مخالف کے محققین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۴۵)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهُ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۳۲)

☆☆ (جلیل القدر ثقہ بالاجماع تابعی امام) ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے کہا کہ نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۳۹) اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کتاب الآثار: ۱۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

تحقیق:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع، عن ربیع، عن ابی معشر، عن ابراھیم......الخ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۳۹)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوسفیان وکیع بن الجراح الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ عابد صالح'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۷۶۹)

۲: امام ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری رحمہ اللہ سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے راوی ہیں، حافظ ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں اوران کی روایات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الکامل: ۶۵۲)

۳: امام ابومعشر زیاد بن کلیب التمیمی الحنظلی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۴۷۴)

۴: امام ابوعمران ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' (تابعی) راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۴۵)

نیز امالی عبدالرزاق میں اس اثر کا ایک متابع بھی موجود ہے ملاحظہ ہو:

قال الثوری عن سعید عن فرقد عن ابراھیم قال: ما دون السرۃ، یعنی تحتھا.

(الامالی فی آثار الصحابۃ لعبدالرزاق الصنعانی: ۵۴)

(ثقہ تابعی) ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ (نماز میں ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر ۴:

حدثنا محمد بن القاسم، ثنا ابو کریب، ثنا حفص بن غیاث، عن عبدالرحمن بن اسحاق، عن النعمان بن سعد، عن علی، انه کان یقول: ان من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة.

(سنن الدارقطنی: ۱۱۰۳، السنن الکبری للبیهقی: السنن الکبری للبیهقی: ۲۳۴۲)

(حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں (بحالتِ قیام) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

تحقیق:

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوبکر محمد بن قاسم بن احمد الصوفی رحمہ اللہ ''شیخ صالح'' راوی ہیں۔ (سنن الدارقطنی: ۱۹۸۸)

۲: امام ابوکریب محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۲۹)

۳: امام ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق النخعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۳۱۰)

۴: امام ابوشیبہ عبدالرحمن بن اسحاق بن الحارث الواسطی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ترمذی کے متکلم فیہ راوی ہیں، امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی بیان کردہ حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک مع التعلیق: ۹۷ ۳۳، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳) اور امام ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ نے ''حسن'' کہا ہے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۶۷۲) جبکہ دیگر حضرات نے اس پر جروحات کی ہیں، مگر زیر بحث اس کی حدیث کا التمہید لابن عبدالبر (۲۰/ ۷۸) میں ایک قوی شاہد موجود ہے جس کی بناء پر یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

۵: امام نعمان بن سعد بن حبتۃ الانصاری الکوفی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے راوی ہیں، ان سے امام ابوشیبہ عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی رحمہ اللہ کے علاوہ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ بھی روایت کرتے ہیں۔ (دیکھئے: تاریخ اصبہان: ۲/ ۲۵۰) امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ، حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو:

المستدرک علی الصحیحین: ۹۷ ۳۳، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

تلخیص المستدرک: ۹۷ ۳۳، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

الاستدراک علی التلخیص: ۹۷ ۳۳، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

سنن الترمذی: ۲۷۶۲

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

النعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا بأس به...الخ.

(سؤالات ابی داود للامام احمد: ۳۳۲)

کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا نعمان بن سعد ''مقارب الحدیث'' ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ نے بھی اسے کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات: ۵۷۸۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۵:

ذکر الاثرم قال حدثنا ابوالولید الطیالسی قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدری عن عقبة بن صهبان سمع علیا یقول فی قول الله عزوجل فصل لربك وانحر قال وضع الیمنی علی الیسری تحت السرة. (التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر :۲۰/۷۸)

عقبہ بن صہبان (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے (حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فصل لربك وانحر" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

تحقیق:

یہ روایت بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی الاثرم رحمہ اللہ سنن نسائی کے "ثقہ حافظ" راوی ہیں۔ (تقریب: ۱۰۳)

۲: امام ابوالولید ہشام بن عبدالملک الباہلی الطیالسی البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ ثبت فی الحدیث" راوی ہیں۔ (تقریب: ۱۴۹۹)

۳: امام ابوسلمہ حماد بن سلمہ بن دینار البصری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے (فی نفسہ) "ثقہ عابد" راوی ہیں۔ (تقریب: ۱۴۹۹)

۴: امام ابومحشر عاصم بن عجاج الجحدری رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔ (الجرح والتعدیل: ۱۹۲۶)

۵: امام عقبہ بن صہبان الازدی الحدانی الراسبی البصری رحمہ اللہ "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۱۵۱)

اعتراض نمبر ا:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے۔ (التاریخ الکبیر ۶/ ۷ ۴۳) العجاج مجہول الحال ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

التاریخ الکبیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جس روایت کی سند میں عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ذکر کیا ہے وہ روایت اور ہے اُس روایت کے متن میں "علی صدرہ" (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ

ہیں، جبکہ ہم نے التمہید کے حوالے سے جو حدیث پیش کی ہے یہ حدیث اور ہے اِس کے متن میں ''تحت السرۃ'' (یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور اِس کی سند میں عجاج الجحدری کا واسطہ بھی نہیں ہے۔لہٰذا ''علی صدرہ'' والی روایت کی سند میں مذکور عجاج الجحدری کے واسطے کو ''تحت السرۃ'' والی حدیث کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔علماء کرام اور طلباء کرام کیلئے التاریخ الکبیر کی اصل عبارت حاضر ہے:

قال موسی حدثنا حماد بن سلمة: سمع عاصما الجحدری عن ابیه عن عقبة بن ظبیان: عن علی رضی الله عنه: فصل لربك وانحر: وضع یده الیمنی علی وسط ساعده علی صدره.

(التاریخ الکبیر: ۶/۴۳۷)

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

۔۔۔دوسری اسانید میں ''علی صدرہ'' سینے پر ہاتھ باندھنے، کے الفاظ ہیں۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب جس سند کا حوالہ دے رہے ہیں اُس کے متن میں ''علی صدرہ'' (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور وہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں العجاج الجحدری کا واسطہ ہے اور العجاج الجحدری کو خود زبیر صاحب نے مجہول قرار دیا ہے۔لہٰذا سینے پر ہاتھ باندھنے والی ضعیف روایت کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی صحیح روایت کے معارضہ میں پیش کرنا غلط ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابن الترکمانی حنفی نے لکھا ہے:" فی سنده ومتنه اضطراب. ''اس کی سند میں اور متن میں اضطراب ہے۔

(الجوہر النقی: ۲/ ۳۰)(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

ثقہ بالاجماع امام ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے یہ جرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اس روایت پر کی ہے جس کے متن میں ''علی صدرہ'' (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں، جبکہ ہم نے التمہید کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے اس کے متن میں ''تحت السرۃ'' (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں۔لہٰذا حسب عادت یہاں بھی زبیر

صاحب نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر کی گئی جرح کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت پر چسپاں کر کے دھوکہ دیا ہے۔ علماء کرام اور طلباء کرام کیلئے الجوہر النقی کی اصل عبارت حاضر ہے:

ثم ذكر البيهقي عن علي (انه قال في هذه الآية فصل لربك وانحر قال وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره)۔قلت۔ تقدم هذا الاثر في باب الذي قبل هذا الباب وفي سنده متنه اضطراب۔ (الجوهر النقي: ج۲ص۳۰)

چندروایات بطورشواہد:

مذکورہ روایات ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے اثبات میں بطور اصل اور استدلال کے تھیں۔ اب ان کی تائید اور استشہاد میں چند مزید روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ روایات بطور تائید اور متابعت کے ہیں، اس لئے بغرض اختصار ان کی اسناد پر تحقیق نہیں کی جائے گی اور نہ ان پر وارد کسی اعتراض کا جواب دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ روایات بالفرض ضعیف بھی ہوں تب بھی ان کو سابقہ حسن وصحیح روایات کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ فریق مخالف کے محقق محمد گوندلوی صاحب نے ایک مقام پر چندروایات بطور متابعت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

ان روایات کے بعض راوی اگر چہ ضعیف ہیں مگر متابعت میں ذکر کرنے سے کوئی حرج نہیں۔ (خیر الکلام: ص ۲۳۳)

اخبرنا ابو الحسين الفضل ببغداد انبأ ابو عمرو ابن السماك ثنا محمد بن عبيد الله بن المناوي نا ابو حذيفة ثنا سعيد بن زربي عن ابيه عن انس قال من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتأخير السحور ووضعك يمينك على شمالك في الصلاة تحت السرة۔

(خلافيات بيهقي ص۳۷مخطوطه بحواله الدرة في عقد الايدي تحت السرة: ص۴۲)

(حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوت سے ہے۔

حدثنا ابو معاوية، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن زياد بن زيد السوائي، عن ابي جحيفة، عن علي قال: من سنة الصلاة وضع الايدي على الايدي تحت السرر۔

(مصنف ابن ابي شيبه: ۳۹۴۵،الاوسط في السنن والاجماع والاختلاف: ۱۲۹۰)

(حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (دائیں) ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

حدثنا موسى بن هارون، قال: ثنا يحيى بن عبد الحميد قال: ثنا عبد الواحد بن زياد، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن سيار ابي الحكم، عن ابي وائل، عن ابي هريرة، قال: من السنة ان

یضع الرجل یدہ الیمنی علی الیسری تحت السرۃ فی الصلاۃ۔

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۹۱)

(حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے وجوہ ترجیح:

واضح رہے کہ متعدد وجوہات کی بناء پر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱) ناف کی نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات بلحاظ سند مضبوط ہیں جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات خود فریق مخالف کے متعدد محققین کے نزدیک بھی بلحاظ سند کمزور ہیں۔

(۲) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات پر اکثر امت عمل کرتی چلی آرہی ہے یعنی ان روایات کو اکثر امت نے قبول کیا ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا مذاہب اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور نہ ہی اسلاف میں کوئی مجتہد فقیہ و امام اس کا قائل ہے یعنی سینے پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے لہٰذا سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

(۳) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں صریح اور غیر محتمل ہیں اور ان کے متون و اسانید اضطراب سے بھی محفوظ ہیں، جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات محتمل ہیں بعض سندوں کے متن میں ''علی صدرہ'' (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور بعض میں ''عند صدرۃ'' (سینے کے قریب ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں ''عند صدرۃ'' والی کو ''علی صدرہ'' کی تشریح سمجھا جائے تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا جدید مسلک خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے۔

(۴) بادشاہوں اور حکام کے سامنے تعظیم و تواضع کے لیے عرف و عادت میں جو معروف طریقہ ہے وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے، اس لیے شہنشاہ کائنات اور احکم الحاکمین کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے سامنے حاضری کے وقت تعظیم و تواضع کیلئے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو عرف و عادت میں بادشاہوں اور حکام کے سامنے حاضر ہونے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

(۵) نماز میں اصل مقصود رب تبارک و تعالیٰ کی تعظیم ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں اس مقصدِ صلوۃ کی زیادہ رعایت ہے۔

(۶) قرآن و سنت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی سخت تاکید ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جب کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ یہود نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں شیخ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

یہ فقیر جب یمن کی بندرگاہ عدن کی طرف پہنچا تو وہاں پر ہم نے دیکھا کہ یہود کی کچھ جماعتیں سکونت پزیر ہیں ان کی طرف کچھ لوگ بھیجے گئے اس بات کی تحقیق کرنے کیلئے کہ یہود نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں اور اس پر سب عوام وخواص یہود کا اتفاق ہے۔

(ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ: ص۸۹)

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ اور امام ابوالحسین القدوری رحمہ اللہ م ۴۲۸ھ کی بھی ایک عبارت سے یہی بات ثابت ہوتا ہے کہ یہود نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں۔

(دیکھئے: احکام القرآن للطحاوی: ج۱ ص۱۸۶، ۱۸۷، التجرید للقدوری: ج۱ ص۴۸۰)

(۷) اس میں ستر عورت بھی ہے اور تہہ بند کے گرنے سے حفاظت بھی ہے۔

(۸) مرد کے سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کی مشابہت ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جس کی احادیث میں بہت تاکید ہے۔

مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ م ۲۳۸ھ کا منصفانہ قول:

مشہور ومعروف محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ م ۲۳۸ھ فرماتے ہیں کہ:

تحت السرۃ اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ: ۲/۵۵۱، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۹۱)

فائدہ:

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام ابحاث مرد کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے مقام کے متعلقہ تھیں، باقی رہی عورت تو اس سلسلے میں پوری امت کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں ہاتھ سینے پر باندھے کیونکہ عورت کے حق میں یہ زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

{رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا وائلؓ کی حدیث کے بارے میں امام ابراہیمؒ کی تحقیق}

۱۶۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاھِیْمَ، أَنَّہٗ قَالَ فِیْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: أَعْرَابِیٌّ لَمْ یُصَلِّ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ صَلَاۃً أَوْرَأٰی قَطُّ قَبْلَھَا، فَھُوَ اَعْلَمُ مِنْ عَبْدِاللّٰہِ وَأَصْحَابِہٖ، حَفِظَ وَلَمْ یَحْفَظُوْا، یَعْنِیْ فِیْ رَفْعِ الْیَدَیْنِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ دیہات میں رہنے والے صحابی رضی اللہ عنہ تھے، نبی ﷺ کے ساتھ انہیں اس سے پہلے کوئی نماز پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں

ہوا، کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب سے بڑے عالم ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے رفع الیدین کا مسئلہ یاد کر لیا ہو اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب یاد نہ کر سکے ہوں؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور حکماً متصل ہے۔

فائدہ:

اس روایت پر ترک رفع الیدین کے مسئلہ میں بحث گزر چکی ہے۔

{چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ سے پڑھے گا}

۱۶۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ،اَنَّهُ قَالَ: أَرْبَعٌ يُسِرُّهُنَّ الْإِمَامُ فِيْ نَفْسِهِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ،وَالتَّعَوُّذُ،وَآمِيْنَ. وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ بَلَغَنِيْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَعْرَابِيَّةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ سے پڑھے گا۔ ا تسمیہ۔ ۲۔ثناء۔ ۳۔تعوذ۔ ۴۔آمین۔‘‘

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ تسمیہ کو بلند آواز سے پڑھنا دیہاتی طریقہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور یہ روایت کتاب الاثار روایۃ الامام محمد (۸۲، ۸۳) میں بھی موجود ہے۔

آمین کے متعلقہ چند ضروری مباحث:

قارئین کے استفادے کے لیے آمین کے متعلقہ چند ضروری مباحث یہاں درج کی جاتی ہیں۔

امام کے آمین کہنے کے متعلقہ چند احادیث:

دیگر کتب احادیث سے امام کے آمین کہنے کے متعلقہ چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا اَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۳۷۲)

☆☆ (سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب امام (سورۃ فاتحہ کے

ختم پر) ''آمین'' کہے تو تم مقتدی بھی آمین کہو، جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' اسے ایک جماعت (بخاری:۷۸۰،مسلم:۴۱۰،ابوداود:۹۳۶،ترمذی:۲۵۰،ابن ماجہ:۸۵۱،نسائی:۹۲۸،احمد:۹۹۲۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری:۷۸۰،صحیح مسلم:۴۱۰،سنن ابی داود:۹۳۶،سنن الترمذی:۲۵۰،سنن ابن ماجہ:۸۵۱،سنن النسائی:۹۲۸،مؤطا مالک:۴۴،مؤطا محمد:۱۳۵،مستخرج ابی عوانۃ:۱۶۸۷،المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم:۹۰۸،السنن الکبری للبیہقی:۲۴۳۳،معرفۃ السنن والآثار:۳۱۵۲۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب وابی سلمة بن عبدالرحمن انهما اخبراه عن ابی هریرة....الخ۔(صحیح البخاری:۷۸۰)

یہ حدیث بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ایک۔۔۔۔(صاحب) کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اذا امن الامام فأمنوا '' اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اس کی آمین سن کر تم بھی آمین کہو یہ بالکل ایسا ہے جیسے اس حدیث میں ہے " اذا کبر فکبروا '' جب امام اللہ اکبر کہے، تو تم بھی اللہ اکبر کہو تو ظاہر ہے کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔

میں نے کہا اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لیے " امنوا '' تو" فکبروا '' کی طرح ہوا کہ جیسی مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے ایسے ہی آمین آہستہ۔ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں اس لئے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہہ دے تو بالکل جائز ہے۔ لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات میں ہے کہ امام، مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہئے۔ تو اب " اذا امن '' کا معنی ہوگا" اذا اراد الامام التأمین '' جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔ اور ارادہ دل کی بات ہے پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

یا" اذا امن الامام فامنوا '' کے معنی ہوں گے" اذا بلغ الی موضع استدعی التأمین فامنوا ''یعنی جب امام اس جگہ پہنچ جائے جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہا کرو اور یہ معنی دوسری حدیث" اذا قال الامام غیر

المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا آمین " کے مطابق ہیں اور یہی معنی بعض علماء امت نے لئے ہیں۔(تجلیات صفدر: ج ۳ ص ۱۲۴)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوَهٗ.

(آثار السنن: ۳۷۴)

☆☆انہی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جب امام {غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین} کہے توتم آمین کہو(اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔" اسے بخاری (۷۸۲) نے روایت کیا ہے اور مسلم (۴۰۹) نے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۲، صحیح مسلم: ۴۰۹، مؤطا مالک: ۴۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۲۲، سنن ابی داود: ۹۳۵، سنن النسائی: ۹۲۹، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۱۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۹۰۶، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۳۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۵۵۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالك عن سمي مولى ابي بكر عن ابي صالح السمان عن ابي هريرة.

...الخ۔(صحیح البخاری: ۷۸۲)

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

فائدہ:

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں ہیں۔

☆وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف ختم فاتحہ پر آمین کہتے ہیں۔

☆ان کی آمین کا وقت خاص وہی ہے جب امام ولا الضآلین کہے وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

☆ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

ہم اہل سنت والجماعت احناف اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور صف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی

فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام کی فاتحہ ختم ہوتی ہے آمین کہتے ہیں، اسی طرح ہم اہل سنت احناف بھی۔ جبکہ غالی حضرات فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ اور پھر ان غالی حضرات کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہوسکتا کیونکہ آج کل جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام ولا الضالین کہے اور جب ہم آمین کہیں تو پھر فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غالی جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورۃ پر کہنا تھا تو وہ لوگ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہو گئے۔ اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک تو فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے، دوسری طرف آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو آمین آمین پکارتا ہو۔ الغرض وصف اخفاء میں تو غالی احباب کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں، گویا پوری نامرادی غالی احباب ہی کے حصہ میں آئی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ یُجِبْکُمُ اللّٰہُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(آثار السنن: ۳۷۵)

☆☆ (سیدنا) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے بھی لمبی حدیث میں روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو ہماری سنتیں ہمیں بتائیں اور ہمیں نماز کا طریقہ سکھلایا، پھر فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفیں اچھی طرح درست اور سیدھی کرو، پھر تم میں سے کوئی امام بنے، پھر جب وہ امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ سورۃ فاتحہ کی آخری آیت ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین'' پڑھے تو تم کہو آمین (یعنی اے اللہ! قبول فرما۔ جب تم ایسا کرو گے) تو اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں مانگی ہوئی ہدایت کی دعا قبول فرمالے گا۔'' اسے مسلم (۴۰۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۴، مسند ابی داود الطیالسی: ۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۹۵، سنن الدارمی: ۱۳۵۱، مسند البزار: ۳۰۵۷، سنن النسائی: ۸۳۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۲۲۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۸۹۱، السنن الکبری: ۲۶۱۸۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سعيد بن منصور وقتيبة بن سعيد وابو كامل الجحدري و محمد بن عبدالملك الأموي واللفظ لابي كامل قالوا حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبدالله الرقاشي قال صليت مع ابي موسى الاشعري.....الخ۔(صحيح مسلم: ۴۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ آمین دراصل قبولیت دعا کی درخواست ہے، اور بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو قبول ہی کرلے اس لئے سائلانہ دعا کرنے کے بعد وہ آمین کہہ کے پھر درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! محض اپنے کرم سے میری حاجت پوری فرمادے اور میری دعا قبول فرمالے۔ اس طرح یہ مختصر سا لفظ رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے والی ایک مستقل دعا ہے۔ سنن ابی داود میں ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک رات ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے جا رہے تھے ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جو بڑے الحاح اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی دعا پر مہر لگادے تو یہ ضرور قبول کرالے گا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کس چیز کی مہر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آمین کی مہر۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ختم پر آمین کہنا ان چیزوں میں سے ہے جن سے دعا کی قبولیت کی خاص امید کی جاسکتی ہے۔

۲۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا صرف اور صرف امام کا کام ہے، مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے۔ کیونکہ ان احادیث کا مضمون یہ ہے کہ جب امام {غير المغضوب عليهم ولا الضآلين} پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر بھی سورت فاتحہ کی قراءت لازم ہوتی تو" اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين " (جب امام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين پڑھے) کے بجائے" اذا قلتم غير المغضوب عليهم ولا الضآلين " (جب تم غير المغضوب عليهم و لا الضآلين پڑھو) ہوتا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَاَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُوْلُ اٰمِيْنَ وَاَنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ فَمَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۳۷۶)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' جب امام { غير المغضوب عليهم ولا الضآلين } کہے تو تم آمین کہو اور فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔

پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' اسے احمد (۷۱۸۷) نسائی (۷۹۲۷) اور دارمی (۱۲۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۸۷، سنن النسائی: ۷۹۲۷، سنن الدارمی: ۱۲۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۳۲۳، حدیث السراج: ۴۱۷، شرح السنۃ للبغوی: ۵۸۹۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالاعلیٰ عن معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب وعن ابی سلمة بن عبدالرحمن انهما حدثاه عن ابی هریرة ۔۔۔ الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۸۷)

یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولا الضآلین سن کر آمین کہے، مقتدی کی آمین کو ولا الضآلین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سن نہیں سکتے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ " ان الامام یقول آمین "، یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین کی طرح امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر مقتدی خود سن سکتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذ اللہ۔

۳۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی حضرات سب کیلئے آمین کہنا سنت ہے۔

آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ آواز سے؟

نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہی جائے یا بلند آواز سے؟ اس سلسلے میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

مسلک اہل سنت والجماعت (احناف):

اذکار وادعیہ میں افضل اخفاء ہے۔ اس لئے نماز میں تمام اذکار اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح اذکار میں ہے اس لئے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔ اہلسنت والجماعت کے دلائل آگے ذکر کریں گے۔

مخالفین تقلید محمود کا مسلک:

۱۔ دورِ حاضر کے بعض حضرات جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل، آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۲۔ اگر فرض باجماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے ثناء، تسبیحات، رکوع، سجود، تشہد، درود، آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان حضرات کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے، ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

آمین کا تلفظ اور معنیٰ:

امین ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنی ہیں اے اللہ قبول فرما۔ اس کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ آمین۔ جیسا کہ حدیث میں ہے مد بہا صوته۔

جہر اور اخفاء کے درجات:

جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں۔

۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ ہے کہ دل میں تکلم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔

۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔

۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سن لے۔

۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سن سکیں ایک دو صفوں تک آواز جائے۔

۵۔ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قراءت میں ہوتا ہے۔ لاتجہر بصلاتک ولاتخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا ''یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی سن نہ سکیں تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار پانچ صفوں تک آواز پہنچ جائے۔

۶۔ جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ خوب کڑک کر الفاظ ادا کئے جائیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

پہلے آمین بلند آواز سے کہنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیں بعد میں آمین آہستہ آواز سے کہنے کے دلائل نقل کریں گے۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ رَفَعَ بِھَا صَوْتَہُ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِیُّ وَاٰخَرُوْنَ۔ (آثار السنن: ۳۷۷)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب {ولا الضآلین} پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے تھے۔ اسے ابوداود (۹۳۲) ترمذی (۲۴۸) اور دوسروں (مثلاً ابن ماجہ: ۸۵۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۹۳۲، سنن الترمذی: ۲۴۸، سنن ابن ماجہ: مسند البزار: ۴۴۸۱، فوائد تمام: ۱۵۵۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۴۵، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۳۱۶۰، جمع الفوائد: ۱۳۹۰۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن کثیر، اخبرنا سفیان عن سلمۃ عن حجر ابی العنبس الحضرمی عن وائل بن حجر.... الخ۔ (سنن ابی داود: ۹۳۲)

مگر خصوصاً غالی حضرات کو اس روایت کو صحیح کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری ہے جو کہ اِن حضرات کے نزدیک غضب کا مدلس ہے اور اِس کی معنعن روایات ضعیف ہیں۔ یہاں پر ان حضرات کے محققین امام سفیان ثوری کی تدلیس سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور ترک رفع یدین والے مسئلے میں ان کی تدلیس یاد آجاتی ہے۔

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو تعلیم پر محمول ہے یعنی آپ نے آمین جہراً کہ کر لوگوں کو تعلیم دی کہ اس مقام پر آمین کہنا سنت ہے۔ واضح رہے کہ اس روایت کا راوی سفیان ثوری خود آمین آہستہ کہنے کا قائل تھا۔ (فقہ سفیان: ص ۵۶۱)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَۃِ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَہُ وَقَالَ اٰمِیْنَ۔ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْحَاکِمُ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ لِیْنٌ۔ (آثار السنن: ۳۷۸)

☆☆ (سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ام القرآن کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کر کے آمین کہتے تھے۔ اسے دارقطنی (۱۲۷۴) اور حاکم (۸۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن اسماعیل الفارسی ثنا یحییٰ بن عثمان بن صالح ثنا اسحاق بن ابراهیم حدثنی عمرو بن الحارث حدثنی عبدالله بن سالم عن الزبیدی حدثنی الزهری عن ابی سلمة وسعید عن ابی هریرة....الخ۔(سنن الدارقطنی: ۱۲۷۴)

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے،اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء بن زبریق زبیدی الحمصی واقع ہے۔امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''لیس بشئ'' یہ کچھ بھی نہیں ہے۔امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ " لیس بثقة ''ثقہ نہیں ہے۔اور محدث حمص امام محمد بن عوف طائی رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔(دیکھیے:میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۸۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن عوف طاہی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ما اشك ان اسحاق بن زبریق یکذب۔(تهذیب: ج۱ص۲۱۶)

اسحاق بن زبرق کے جھوٹ بولنے میں مَیں (محمد بن عوف) شک نہیں رکھتا۔(یعنی اسحاق بن زبرق کا جھوٹا ہونا یقینی ہے۔)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صدوق یهم کثیرا واطلق محمد بن عوف انه یکذب۔

اسحاق بن زبرق (فی نفسہ) سچا ہے مگر کثیر الاوہام ہے اور امام محمد بن عوف طائی رحمہ اللہ نے علی الاطلاق اس کو جھوٹا کہا ہے۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسحاق بن زبرق قلت وتأتی احادیث بمقلوبها۔(مجمع الزوائد: ج۱ص۸۱)

اسحاق بن زبرق کے بارے میں میں (ہیثمی) کہتا ہوں کہ اس کی حدیثیں مقلوب (الٹی) ہوکر آتی ہیں۔(یعنی صحیح حدیثوں کے بالکل خلاف ہوتی ہیں)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ابن زبریق ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۲۸۴ ترجمہ عمرو بن الحارث الحمصی)

نیز فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کو بلحاظ سند ضعیف کہا ہے،چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں وجہ ضعف صرف یہ ہے کہ امام زہری مدلس ہیں۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۳۴ ص ۱۹)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمِّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِیْنَ وَكَانَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ. (آثار السنن: ۳۷۹)

☆☆ابو ہریرہ کے بھتیجے ابوعبداللہ سے روایت ہے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب " غير المغضوب عليهم ولا الضالين " پڑھتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے اور اس سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۸۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا صفوان بن عيسى قال حدثنا بشر بن رافع عن ابی عبدالله ابن عم ابی هريرة عن ابی هريرة۔۔۔۔الخ۔ (سنن ابن ماجه: ۸۵۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو الاسباط بشر بن رافع الحارثی النجرانی ہے جو کہ روایت حدیث میں مجروح ہے۔ (ملاحظہ ہو: تذکرہ مقدسی: ۱۶۵، میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۱۴۷، سنن الترمذی: ج ۱ ص ۱۲۱، تقریب: ۳۴، مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۱۹۲) خود غیر مقلد علماء نے اس پر جرح کر رکھی ہے مثلاً دیکھئے:

نزل الابرار: ص ۲۱۵

نیل الاوطار: ج ۲ ص ۷۷

تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۱۳۹

فریق مخالف کے محققین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

(دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۳۴ ۱، ص ۲۰، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۸۵۳)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ فَسَمِعَتْهُ وَهِيَ فِيْ صَفِّ النِّسَاءِ. رَوَاهُ ابْنُ رَاهَوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْهِ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ. (آثار السنن: ۳۸۰)

☆☆ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، پھر جب آپ نے {ولا الضالين} کہا تو آمین کہی تو میں نے اُسے سن لیا۔ اور وہ عورتوں کی صف میں تھیں۔ اسے ابن راہویہ نے اپنی مسند میں (قلمی ص ۲۸۱) اور طبرانی نے الکبیر (ج ۲۵ ص ۱۵۸ رقم: ۳۸۳) میں روایت کیا ہے اور اس میں اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابراھیم بن ھاشم البغوی ثنا ھدبۃ بن خالد ثنا ھارون بن موسیٰ النحوی ثنا اسماعیل بن مسلم عن ابی اسحاق عن ابن ام الحصین عن جدتہ ام الحصین....الخ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۳)

یہ روایت بھی بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی اسماعیل بن مسلم المکی روایت حدیث میں ضعیف ہے، فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے اور بے شک اسماعیل بن مسلم المکی ضعیف ہے۔۔۔الخ۔(ماہنامہ الحدیث: ش ۴ ۱۳ ص ۲۱)

آہستہ آواز سے آمین کہنے کے دلائل:

اب آہستہ آواز سے آمین کہنے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ا:

قَالَ عَطَآءٌ اٰمِیْنَ دُعَآءٌ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی 'اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً۔

☆☆ عطاء (رحمہ اللہ) نے کہا: آمین دعا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۹) اور اللہ رب العزت کا فرمان ہے: تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارو۔ (سورۃ الاعراف: ۵۵)

مطلب یہ ہے کہ آمین ایک دعاء ہے اور دعاء میں اصل اخفاء ہے لہٰذا آمین میں اصل اخفاء ہے۔ واضح رہے کہ اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور انسان دل کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لئے انسانوں کو سنانے کیلئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے۔۔۔ا۔ اذان میں انسانوں کو بلانا۔ ۲۔ اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔ امام تکبیرات انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتا ہیں۔ کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعَلِّمُنَا یَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۳۸۱)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے ہوئے فرماتے کہ تم امام سے

آگے نہ بڑھو، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جب وہ " ولا الضالین " کہے تو تم (لوگ) آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم (بھی) رکوع کرو، اور جب وہ " سمع الله لمن حمده " کہے تو تم " اللھم ربنا لك الحمد " کہو۔ اسے مسلم (۴۱۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۱۵، السنن الکبری للنسائی: ۱۱۹۰۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۶، السنن الکبری للبیہقی: ۲۵۹۳، شرح السنۃ للبغوی: ۸۴۷، مشکاۃ المصابیح: ۱۱۳۸، تحفۃ الاشراف: ۱۲۴۴۹، الجمع بین الصحیحین: ۲۴۴۱۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراھیم وابن خشرم قالا اخبرنا عیسی بن یونس حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ۔۔۔الخ۔ (صحیح مسلم: ۴۱۵)

فائدہ:

قَالَ النِّیْمَوِیُّ یُسْتَفَادُ مِنْهُ اَنَّ الْاِمَامَ لَا یَجْهَرُ بِاٰمِیْنَ۔ (آثار السنن: ۳۸۱)

محقق نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ امام آمین اونچی آواز سے نہ کہے۔ (کیونکہ آپ نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولا الضالین سن کر آمین کہے، مقتدی کی آمین کو ولا الضالین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَذَاکَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ اَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَکْتَتَیْنِ سَکْتَةٌ اِذَا کَبَّرَ وَسَکْتَةٌ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَحَفِظَ ذٰلِكَ سَمُرَةُ وَاَنْکَرَ عَلَیْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ فَکَتَبَا فِیْ ذٰلِكَ اِلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَکَانَ فِیْ کِتَابِهٖ اِلَیْهِمَا اَوْ فِیْ رَدِّهٖ عَلَیْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَالِحٌ۔ (آثار السنن: ۳۸۲)

☆☆ حسن (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا آپس میں مذاکرہ ہوا (سیدنا) سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں (یعنی سمرہ رضی اللہ عنہ) نے دوبار خاموش ہونا آنحضرت ﷺ کا محفوظ کیا ہے ایک تکبیر افتتاح کے وقت اور ایک " غیر المغضوب علیھم ولا الضالین " کی قراءۃ سے فارغ ہونے کے وقت۔ (سیدنا) عمران رضی اللہ عنہ نے

اس کا انکار کیا تو دونوں نے (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے خط لکھا۔ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ (سیدنا) سمرہ اللہ عنہ نے یہ مسئلہ صحیح یادرکھا ہے۔ اسے ابوداود (۷۷۹) اور دوسروں (مثلاً احمد: ۵ ۲۰۲۴۵، خزیمہ: ۱۵۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صالح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۷۷۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۲۴۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۸۷۵، ۳۱۰، سنن الدارقطنی: ۱۲۷۵، المستدرک للحاکم: ۸۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۳۰۷۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۴۳، التمہید لابن عبدالبر: ج ۱۱ ص ۴۱

اور اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد حدثنا یزید حدثنا سعید حدثنا قتادة عن الحسن ان سمرة بن جندب وعمران بن حصین۔ ۔ ۔ الخ۔ (سنن ابی داود: ۷۷۹)

اور صحیح و ثابت ہے، اور مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے جن میں بعض ضعیف اور بعض صحیح ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

وقد صحیح حدیث السکتتین من روایة سمرة وابی بن کعب وعمران بن حصین ذکر ذلک ابوحاتم فی صحیحه۔ (زاد المعاد: ج۱ ص۵۲ بحواله اظهار التحسين: ص۱۱۱)

کہ بے شک دوسکتوں (خاموشی) والی حدیث صحیح ہے حضرت سمرہ اور ابی بن کعب اور عمار بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایت سے اور ان سب روایتوں کا ذکر کیا ہے ابوحاتم نے اپنی صحیح میں۔

فریق مخالف کے محقق احمد شاکر صاحب نے لکھا ہے کہ:

وهو حدیث صحیح رواته ثقات. یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(شرح ترمذی: ج ۲ ص ۳۱)

نیز احمد شاکر نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ:

حسن کا سماع حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (شرح ترمذی: ج ۱ ص ۳۴۳ بحوالہ اظہار التحسین: ص ۱۱۲)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْهُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِهِمْ سَكَتَ سَكْتَتَيْنِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سَكَتَ اَيْضاً هُنَيَّةً فَاَنْكَرُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ إِلَيْهِمْ أُبَيٌّ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا صَنَعَ سَمُرَةُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ٣٨٣)

☆☆حسن (رحمہ اللہ) سے ہی روایت ہے کہ (سیدنا) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو دوجگہ خاموش رہتے، (ایک) جب نماز شروع کرتے، (دوسرا) جب "ولا الضآلین" کہتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے، پس (بعض) لوگوں نے ان پر اس بارے میں نکیر کی تو انہوں نے (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے ان (لوگوں) کی طرف (جواب) لکھا کہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا سمرہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسے احمد (٢٠٢٦٦) اور دارقطنی (١٢٧٥) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هشيم اخبرنا منصور ويونس عن الحسن عن سمرة بن جندب....الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ٢٠٢٦٦)

اور صحیح وثابت ہے۔

فائدہ:

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تکبیر افتتاح کے بعد جو سکتہ ہوتا ہے وہ ثناء (یعنی سبحانك اللهم وبحمدك.... الخ) پڑھنے کیلئے ہوتا ہے اور دوسرا سکتہ (غير المغضوب عليهم ولا الضآلين) کے بعد ہوتا ہے، وہ آمین کہنے کے لیے ہے چونکہ یہ دونوں چیزیں پوشیدہ پڑھی جاتی ہیں اس لیے اسے سکتہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اعتراض:

عبداللہ روپڑی لکھتا ہے کہ:

دوسرے سکتے میں چار احتمال ہیں:

١۔ یہ کہ دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہو۔

٢۔ یہ کہ معلوم ہوجائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں ہے۔

٣۔ آمین آہستہ کہنے کے۔[1] ہے۔

٤۔ یہ دم (سانس) کے لیے ہے اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ اذا جآء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ٩، ١٠)

جواب اول:

سکتہ اول میں اتفاق ہے کہ اس میں ثناء یا دوسری دعا خفیہ پڑھی جاتی ہے۔

(۱) اس لحاظ سے دوسرے سکتہ کو بھی پہلے سکتہ پر قیاس کرتے ہوئے خفیہ پڑھیں گے تا کہ دونوں سکتوں کے درمیان مطابقت ہو جائے۔

(۲) سبحانك اللهم...الخ. یا اللهم باعد...الخ۔ پڑھنا سنت ہے اور آمین کہنا بھی سنت۔

(۳) سبحانك اللهم کا کبھی کبھار بطور تعلیم کے جہر کرنا جائز ہے۔

(۴) سبحانك اللهم کے خفیہ پڑھنے میں امام و مقتدی کے لیے یکساں حکم ہوگا۔

اتنی چیزوں میں احتمالات فاسدہ پیش کر کے صحیح حدیث کا رد کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب ثانی:

جناب روپڑی صاحب نے اس حدیث کے رد کرنے کیلئے چار احتمال پیدا کر کے بعینہ وہی ڈھونگ اختیار کیا ہے جو کہ ایک منطقی نے اختیار کیا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے منطقی عالم سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر گیا ہے کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے منطقی عالم نے سوچا کہ مسئلہ تو آتا نہیں اس لیے احتمالات فاسدہ پیدا کر کے اصل مسئلہ کو ہی رد کر دیا جائے تا کہ کسی طرح اس مسئلہ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اس منطقی نے بھی روپڑی صاحب کی طرح کہا کہ اس مسئلہ میں چار شقیں ہیں (۱) کنویں میں چوہا بھاگتے ہوا گرا ہے۔ (۲) یا آہستہ سے۔ (۳) منہ کے بل گرا ہے۔ (۴) یا سرین کے بل۔ ان چار شقوں میں سے ہر شق کا مسئلہ علیحدہ ہے اب سائل کو چاہیے کہ کسی شق کو متعین کرے تا کہ مسئلہ کا جواب دیا جا سکے۔ سائل نے کہا میں کسی شق کو متعین نہیں کر سکتا منطقی نے گرجتے ہوئے کہا پھر مسئلہ بھی ختم۔ یہی حال روپڑی صاحب کا ہے کہ جب اس حدیث میں چار احتمال ہیں تو یہ حدیث کسی مسئلہ میں بھی پیش نہیں ہو سکتی لہٰذا بے فائدہ ہے (معاذ اللہ)

روپڑی صاحب کے پہلے دو احتمال دراصل ایک احتمال ہے کیونکہ عبارت اس طرح ہو جائے گی دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہوتا تا کہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں۔ مگر روپڑی صاحب۔۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کے رد کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں اس لیے ان کو بھینگے آدمی کی طرح ایک کے دو احتمال نظر آتے ہیں اور پھر یہ احتمال بھی محض شوافع کا وضع کردہ ہے مگر وہ اس میں خاصے پریشان نظر آتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ فاصلہ کے لیے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ اس لیے ہے کہ سورۃ فاتحہ کی قراءۃ مقتدی کر سکے۔ الحاصل وہ اس احتمال میں خاصے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ احتمال خبط کی نظر ہو گیا ہے۔

تیسرا احتمال سراسر باطل و کم فہمی پر مبنی ہے اس لیے کہ اس سکتہ کا سانس نکالنے سے کیا تعلق ہے جب کہ سانس ہر آیت کے

ختم ہونے کے وقت تقریباً نکالنا پڑتا ہے۔ کیا فریق مخالف کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورۃ فاتحہ کو ایک سانس سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اس کے بعد سکتہ کے لیے سانس نکالا کرتے تھے معلوم ہوا کہ یہ احتمال محض احتمال ہی ہے جو سراسر باطل وغلط ہے۔ باقی رہا اخفاء آمین والا احتمال تو وہ سکتہ اول کے ساتھ کئی چیزوں میں موافقت اور مشابہت کی بناء پر متعین ہے۔ وللہ الحمد۔ (اظہار التحسین: ص ۱۱۳، ۱۱۴)

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَسَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ يَّسَارِهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.....الخ۔ (آثار السنن: ۳۸۴)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، تو جب آپ ﷺ نے "غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" پڑھا تو آمین کہا اور اس سے اپنی آواز کو پست کیا۔ اور آپ ﷺ نے (قیام کی حالت میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور (پہلے) دائیں اور (پھر) بائیں جانب سلام پھیرا۔ اسے احمد (۱۸۸۵۴)، ترمذی (۲۴۸)، ابوداود الطیالسی (۱۱۱۷)، دارقطنی (۱۲۷۰)، حاکم (۲۹۱۳) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۵۴، سنن الترمذی: ۲۴۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۱۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۲۷۰، المستدرک للحاکم: ۲۹۱۳، حدیث السراج: ۴۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۴۷، جامع الاصول: ۳۴۲۸۔
اور مسند ابی داود طیالسی میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا ابو داود قال حدثنا شعبة قال اخبرني سلمة بن كهيل قال سمعت حجرا ابا العنبس قال سمعت علقمة بن وائل يحدث عن وائل وقد سمعته من وائل انه.....الخ۔

(مسند ابی داود الطیالسی: ۱۱۱۷)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، چنانچہ امام حاکم م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين۔ (المستدرك: ۲۹۱۳، باب قراءة النبي ﷺ)
کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شوکانی نے بھی اس حدیث کو درست قرار دیا ہے اور اس پر امام بخاری وغیرہ کے اعتراض کو کالعدم قرار دیا ہے۔(نیل الاوطار:۱/۳۸۶)

فریق مخالف کے مصنفین میں سے نواب نورالحسن نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

نماز میں آہستہ آمین کہنے کی احادیث بھی صحیح ہیں۔(عرف الجادی:ص۲۹،۳۰)

ان ٹھوس اور واضح دلائل کی وجہ سے ہی محدث کبیر، مجتہد شہیر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ نے آمین آہستہ کہنے کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے:

وان كنت مختارا خفض الصوت بها، اذ كان اكثر الصحابة والتابعين على ذلك۔

(الجوهر النقي: ۲/۵۸)

میں نماز میں آمین آہستہ کہنا پسند کرتا ہوں، کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا بھی اسی پر عمل ہے۔

فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بھی مستحب ہے۔

(فتاوی نذیریہ:۱/۴۴۸)

فائدہ:

یہ بھی واضح رہے کہ جن علماء نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے ان کے نزدیک بھی صرف امام کو ہی آمین بالجہر کہنا چاہیے باقی مقتدیوں کیلئے ان کے ہاں بھی آمین بالسر کہنا ہی مسنون ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق ناصرالدین البانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

نص الشافعي على ان الامام يجهر بآمين دون مقتديين وهذا هو الصواب۔

(الحاوي من فتاوى الالباني: ص۲۲۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ صرف امام ہی جہر سے آمین کہے نہ کہ مقتدی اور یہی بات درست ہے۔

دلیل نمبر۶:

وَعَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجْهَرَان بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِآمِيْنَ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَابْنُ جَرِيْر. (آثار السنن: ۳۸۵)

☆☆ ابووائل (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ تسمیہ، تعوذ اور آمین کو بآواز بلند نہیں پڑھتے تھے۔اسے طحاوی (۱۲۰۸) اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سلیمان بن شعیب الکیسانی قال ثنا علی بن معبد قال ثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی سعد عن ابی وائل......الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی:۱۲۰۸)

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے، ابوسعد سعید بن مرزبان العبسی البقال کی وجہ سے اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں۔کیونکہ اگرچہ بعض حضرات نے (کسی قوی دلیل کے بغیر ہی) امام ابوسعد سعید بن مرزبان العبسی البقال کی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ جمہور ائمہ رجال کے ہاں ثقہ ہیں۔چنانچہ

(۱)۔امام ابوہشام رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکان ثقۃ۔

(۲)۔امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق کان لا یکذب.

(۳)۔ابواسامہ فرماتے ہیں: حدثنا ابوسعد وکان ثقۃ کہ ابوسعد نے ہم سے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے۔

(۴)۔امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق.

(۵)۔امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث سے لکھی جاسکتی ہے۔

(۶)۔امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اقرء الناس کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ہیں۔

(۷)۔امام عقیلی رحمہ اللہ اور امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وثقہ وکیع امام وکیع نے ابوسعد کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۸)۔حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شریک نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ ابوسعد البقال کو پہچانتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: اعرفہ عالی الاسناد. میں ابوسعد کو پہچانتا ہوں۔وہ اونچی سند والے ہیں۔

(۹)علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: ھو ثقۃ مدلس

(دیکھیے: تہذیب الکمال:۷/۲۹۰، تہذیب التہذیب:۴/۱۷، مجمع الزوائد:۲/۱۰۸، ۱/۳۳۸)

(۱۰)۔علامہ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابو سعد قد وثق یعنی ابوسعد کی توثیق کی گئی ہے۔(الترغیب والترھیب:۴/۸۰)

(۱۱)۔امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ابوسعد البقال کی مختلف روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مثلاً تاریخ طبری ۱/۱۱، ۲۵، ۲۸، ۲۹)

(۱۲)۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی جامع میں مختلف مقامات پر ان کی احادیث کو حسن کہا ہے۔

(مثلاً دیکھیے جامع الترمذی:۲/۱۷۵)

(۱۳)۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں ابوسعد کی ایک حدیث کو حسن کہا ہے۔(فتح الباری:۶/۱۸۶)

(۱۴)۔ابوسعد البقال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں بھی ثقہ ہیں۔چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلل الکبیر میں اپنے استاذ امام بخاری سے ابوسعد کے بارے میں مقارب الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔(نصب الرایۃ:۴/۳۶۶)

فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ: لفظ مقارب الحدیث ہر حال میں الفاظ تعدیل اور

توثیق میں سے ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۱۹۵) خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ادب المفرد میں ان سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ ابوسعد البقال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: روی له البخاری فی الادب والترمذی وابن ماجة. (تہذیب الکمال: ۷/۲۹۱) معلوم ہوا کہ ادب سعد بقال امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور ان سے ابوسعد کے بارے میں جو منکر الحدیث ہونا نقل کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ جس راوی کو امام بخاری مقارب الحدیث کہہ کر اس کی توثیق کررہے ہیں اور ان سے روایت بھی بیان کرتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہہ دیں۔ حالانکہ فریق مخالف کے محقق عبداللہ روپڑی کے بقول امام بخاری کہتے ہیں کہ جس کے حق میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ۳۲)

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس جرح کی نسبت غلط ہے اور اگر اس جرح کی نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہو تو فریق مخالف کے محقق ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۵۳۴) لہٰذا اثری صاحب کے اصول کی روشنی میں بھی ابوسعد بقال کے بارہ میں امام بخاری کی توثیق ہی راجح ہے۔

(۱۵)۔ فریق مخالف کے ضابطہ کی روشنی میں تو ابوسعد بقال امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے روایت لی ہے (تہذیب الکمال: ۷/۲۸۹) اور فریق مخالف کے نزدیک امام شعبہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے ہیں۔

(۱۶)۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ابوسعد بقال کو کوفہ کے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے جن کی احادیث مشرق سے لیکر مغرب تک بطور تبرک جمع کی جاتی ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۲۴۷)

ان ٹھوس حوالہ جات سے ثابت ہوگیا کہ ابوسعد البقال جمہور کے ہاں ثقہ اور صدوق ہیں۔ نیز اس اثر کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

عن ابراهيم قال قال عمر اربع يخفيهن عن الامام التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد. (رواه ابن جرير) (كنز العمال: ج۴ ص۲۴۹)

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزوں میں اخفاء کرنے کا حکم ہے (۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) اللهم ربنا لك الحمد

ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفى الامام اربعا التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وامين وربنا لك الحمد. (عيني شرح الهدايه: ج۱ ص۷۲۰)

ابو معمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں میں اخفاء کرے۔ (۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) وربنا لك الحمد

عن عبدالرحمن بن ابی لیلی ان عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعا التعوذ وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین وربنالك الحمد۔ (محلی ابن حزم: ج۳ص۲۴۹، ج۳ص۲۶۲)

عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام چار چیزیں پوشیدہ کرکے پڑھے۔(۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد

عن ابی وائل قال كان علی وابن مسعود لا یجھران ببسم الله الرحمن الرحیم، ولا بالتعوذ ولا بآمین (المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۰۴)

ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ تو تسمیہ میں جہر کرتے اور نہ تعوذ میں اور نہ ہی آمین میں۔

عن ابراھیم النخعی عن علقمة والاسود كلاهما عن عبدالله بن مسعود قال یخفی الامام ثلاثا الاستعاذة وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین۔ (المحلی بالآثار: ج۲ص۲۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام تین چیزوں کو پوشیدہ کرے۔(۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) اور آمین۔

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ خَمْسٌ يُّخْفِيْهِنَّ الْإِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ وَاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

(آثار السنن: ۳۸۶)

☆☆ (ثقہ وصدوق تابعی امام) ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو امام آہستہ کہتا ہے۔ (۱) ثناء (۲) تعوذ (۳) تسمیہ (۴) آمین (۵) اللھم ربنالك الحمد۔ اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف (۲۵۹۷) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن منصور عن ابراھیم....الخ۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۵۹۷)

یہ اثر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، امام عبدالرزاق کی طرح امام وکیع رحمہ اللہ نے بھی اسے سفیان سے نقل کیا ہے۔ (دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۴۹)

{حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نماز میں تسمیہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے}

۱۶۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ: صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ جَهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَقَالَ لَهُ: أَغْنِ عَنِّيْ كَلِمَاتِكَ، فَاِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَلَمْ أَسْمَعْهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اُس نے تسمیہ کو بلند آواز سے پڑھا، (جب وہ نماز پڑھا چکا تو) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اِس سے پوچھا کہ آپ نے یہ کلمات کس سے لئے ہیں؟ کیونکہ میں نے نبی مکرم ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے مگر میں نے ان سے تسمیہ (بلند آواز) سے نہیں سنی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۸۷، ۲۰۵۴۵، سنن الترمذی: ۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۸۱۵، سنن النسائی: ۹۰۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۹۶۔

تحقیق:

حسن ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حسن کہا ہے۔

ابوسفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی سنن اربعہ کے ثقہ راوی امام ابونعامہ قیس بن عبایہ الحنفی الرمانی رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ جو کہ ثقہ ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۴۹۱۳)

فائدہ:

{بسم اللہ الرحمٰن الرحیم} آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے، جن مرفوع احادیث میں بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ روایات بلحاظ سند کمزور ہیں اور اگر بالفرض کوئی روایت صحیح بھی ہو تو تعلیم پر محمول ہوگی۔ تسمیہ کے متعلقہ چند مزید روایات مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

وَعَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ الْبَسْمَلَةَ وَالتَّعَوُّذَ فِي الصَّلٰوةِ۔ رَوَاهُ سَعِيْدُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ

وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۴۰)

☆☆ابووائل (شقیق بن مسلم رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نماز میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔اسے سعید بن منصور (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن میں (نصب الرایہ ج۱ص ۳۵۸،الدرایہ ج۱ص ۱۳۵) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے،احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔(دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷۔۱۲۸ص ۳۶) ثقہ بالا جماع محدث وناقد حافظ زیلعی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ نے اسے سنن سعید بن منصور کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خالد عن حصين عن ابي وائل......الخ۔ (نصب الرایہ: ج۱ص۳۵۸)

فائدہ:

ثناء کے بعد فاتحہ سے پہلے تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھنا مسنون ہے جمہور اہل اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

وَعَنْ نَعِيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ فَقَالَ النَّاسُ آمِيْنَ وَيَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً م بِرَسُوْلِ اللّٰهِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ الْجَارُوْدِ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۴۱)

☆☆نعیم المجمر (ثقہ تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے تسمیہ پڑھی، پھر سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب آپ {غير المغضوب عليهم ولا الضآلين} پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی، جب آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دو رکعتوں کے بعد تشہد سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے تھے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔اسے نسائی (۹۰۵) طحاوی (۱/۱۹۹) ابن خزیمہ (۴۹۹) ابن الجارود (۱۸۴) ابن حبان (۱۸۰۱) حاکم (۸۴۹) اور بیہقی (۲۳۹۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۰۵، المنتقی لابن الجارود: ۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۹، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۱، المستدرک علی الصحیحین

للحاکم: ۸۴۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۹۴، مسند البزار: ۸۱۵۶، سنن الدارقطنی: ۱۱۶۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۹۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۰۷۳۔

اور صحیح ہے، امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن عبد الحکم، عن شعیب، حدثنا اللیث، حدثنا خالد، عن سعید بن ابی ھلال، عن نعیم المجمر......الخ. (سنن النسائی: ۹۰۵)

فائدہ:

بعض حضرات نے اس روایت سے تسمیہ وغیرہ کے جہراً پڑھنے پر دلیل پکڑی ہے مگر احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلے میں اس غیر صریح روایت سے تسمیہ کے جہراً پڑھنے پر دلیل پکڑنا غلط ہے کیونکہ اس روایت میں ((فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) کے الفاظ ہیں اور قراءت کے لفظ سے نفسِ تسمیہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کا جہر۔ قراءت کے لفظ میں قراءت بالسر کا بھی احتمال موجود ہے۔ لہٰذا اس روایت کو جہر کی حتمی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ قِرَآءَةٍ وَّلَا فِيْ آخِرِهَا. (آثار السنن: ۳۴۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نماز کو ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۴۳، مسلم: ۳۹۹) نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ قراءت کے شروع یا آخر میں ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) کا ذکر (جہراً) نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۳، صحیح مسلم: ۳۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۱۴، سنن الترمذی: ۲۴۶، السنن الکبری للنسائی: ۹۷۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۸۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۵۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۱۵، معجم ابن عساکر: ۱۳۳۶، مسند الشافعی: ۲۱۹۔

اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا حفص بن عمر، قال: حدثنا شعبة، عن قتادة، عن انس بن مالك.....الخ.

(صحیح البخاری: ۷۴۳)

فوائدومسائل:

(۱) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے زمانے میں، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں جب امامت کرتے تو سورہ فاتحہ سے قراءت شروع کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن الترمذی (۲۴۶) کی روایت میں ((یفتتحون القراء ۃ بالحمد للہ رب العالمین)) کے الفاظ آئے ہیں۔ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسی مفہوم کو ظاہر وراجح کہا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۳۸)

(۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ بھی قراءت ہے۔ اس سے ان لوگوں کا نظریہ ٹوٹ گیا جو صرف فاتحہ کے بعد والی سورتوں کو ہی قراءت کہا کرتے ہیں اور فاتحہ کے قراءت ہونے کا انکار کیا کرتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۳۴۳)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم (جہراً) پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اسے مسلم (۳۹۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۸۱۰، مسند البزار: ۷۱۴۴، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۵۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۰۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۱۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۲۴۔

اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی، وابن بشار، کلاھما عن غندر، قال ابن المثنی: حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبۃ، قال: سمعت قتادۃ، یحدث عن انس ..... الخ. (صحیح مسلم: ۳۹۹)

فائدہ:

بعض لوگوں کا اس حدیث سے یہ مطلب نکالنا کہ تسمیہ پڑھتے ہی نہیں تھے بالکل غلط ہے۔ تمام روایات کے پیش نظر اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ تسمیہ جہراً نہ پڑھتے تھے بلکہ سراً پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ (۴۹۵) کی روایت میں ((صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان فلم یجھروا بسم اللہ الرحمن الرحیم)) کے الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۴۴)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، لیکن ان میں سے کسی کو بھی ((بسم الله الرحمن الرحيم)) جہراً پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اسے نسائی (۹۰۷) اور دیگر (محدثین) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۰۷، مسند ابن الجعد: ۹۲۲، ۱۹۸۶، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۱۹۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۸۱، شرح معانی الآثار: ۱۱۹۸، ۱۲۰۱، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۹، معجم ابن عساکر: ۲۲۔

اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے، حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔

(دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۹۰۷، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۳۹)

وَعَنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ لِیْ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ اِیَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اَبْغَضَ اِلَیْهِ الْحَدَثُ فِی الْاِسْلَامِ یَعْنِیْ مِنْهُ وَقَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَعَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ یَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا اَنْتَ صَلَّیْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَحَسَّنَهُ۔ (آثار السنن: ۳۴۵)

☆☆ عبداللہ بن مغفل کے بیٹے (یزید رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھ سے سنا، جبکہ میں نماز میں {بسم الله الرحمن الرحيم} (جہراً) پڑھ رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا، ان کے نزدیک اسلام میں بدعت سے زیادہ ناپسندیدہ ومبغوض کوئی چیز نہیں تھی، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، اُن میں سے کسی کو بھی یہ (جہراً) پڑھتے ہوئے نہیں سنا، لہٰذا تو بھی اسے (جہراً) نہ پڑھ جب تو نماز پڑھے تو {الحمد لله رب العالمين} کہہ۔ اسے ترمذی رحمہ اللہ (۲۴۴) نے روایت کرکے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۸۱۵، سنن النسائی: ۹۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۹۔ ۲۰۵۴۵، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۴۵۷، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۷۰۵، تنقیح التحقیق للذہبی: ۱۲۳، ذیل طبقات الحنابلہ:

اور سے مشہور ثقہ محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن منیع قال: حدثنا اسماعیل بن ابراهیم قال: حدثنا سعید الجریری، عن قیس بن عبایة، عن ابن عبدالله بن مغفل.....الخ. (سنن الترمذی: ۲۴۴)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔(دیکھئے: کتاب الآثار لابی یوسف: ۱۰۷، مسند ابی حنیفة روایة ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۲، امالی ابن بشران: ۱۲۲۳) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ اور ثقہ وصدوق امام جمال الدین ابومحمد علی بن ابی یحییٰ انصاری خزرجی منبجی رحمہ اللہ م ۶۸۶ھ نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔(دیکھئے: سنن الترمذی: ۲۴۴، اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب: ج ۱ ص ۲۲۵) مخالفین احناف جیسے شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن کہا ہے۔(دیکھئے: تعلیق مسند احمد: ۲۰۵۵۹)

وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْجَهْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ ذٰلِكَ فِعْلُ الْأَعْرَابِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۴۶)

☆☆(ثقہ تابعی) عکرمہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے {بسم اللہ الرحمن الرحیم} جہراً پڑھنے کے بارے میں فرمایا: یہ اعرابیوں (دیہاتیوں) کا فعل ہے۔اسے طحاوی (۱۲۰۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے ثقہ بالاجماع امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سلیمان بن شعیب، قال: ثنا عبدالرحمن بن زیاد، قال: ثنا زهیر بن معاویة، قال: سمعت عاصما وعبدالملك بن ابی بشیر، عن عكرمة، عن ابن عباس رضی الله عنهما.....الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۰۹)

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ: اس کی سند حسن ہے۔

(ماہنامہ الحدیث ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۴۱)

فائدہ:

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ نماز میں تسمیہ آہستہ پڑھنا احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ سے ثابت ہے جبکہ ان احادیث کے بالمقابل تسمیہ جہراً پڑھنے کی کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے۔چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں:

الحاصل بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح صریح حدیث نہیں۔لہذا بسم اللہ آہستہ ہی پڑھنی چاہیے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جہراً کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے۔اور نہ ہی مشہور سنن کے مصنفین مثلاً ابوداود، ترمذی، اور نسائی نے اس

بارے میں کوئی حدیث روایت کی ہے۔ اس کو جہراً پڑھنے کا ذکر من گھڑت روایات میں ملتا ہے جس کو ثعلبی، ماوردی اوران جیسے مفسرین نے ذکر کیا ہے یا پھر یہ روایات ان فقہاء کی کتب میں ملتی ہیں جو موضوع روایات میں تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کی حدیث سے حجت لے لیتے ہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۵۵، ۳۵۶)

{سیدنا ابو ہریرہ ؓ ہر رکوع، وسجدہ اور اس سے اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے}

۱۷۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: صَلَّیْتُ خَلْفَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَکَانَ یُکَبِّرُ اِذَا رَکَعَ وَاِذَا سَجَدَ وَاِذَا رَفَعَ۔

عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ ہر رکوع، وسجدہ اور اس سے اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو عبداللہ عثمان بن عبداللہ بن موہب التیمی المدنی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

چند مزید روایات:

تکبیرات انتقال احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہیں، چند احادیث مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلَاةِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَهْوِیْ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی الصَّلَاةِ کُلِّهَا حَتّٰی یَقْضِیَهَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۴۰۸)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کیلئے جاتے تو اس وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع سے اپنی پشت کو اٹھاتے وقت {سمع الله لمن حمده} کہتے اور پھر جب رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے تو {ربنا ولک الحمد} کہتے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے کیلئے جھکتے۔ پھر سجدے سے اپنا سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے۔ پھر

جب دوسری رکعت کے بعد (تشہد پڑھ کر) اٹھتے تو بھی اللہ اکبر کہتے۔اسے شیخین (مسلم:۳۹۲، بخاری: ۷۸۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم :۳۹۲،صحیح البخاری :۷۸۹،سنن النسائی :۱۱۵۰،مصنف عبدالرزاق :۲۴۹۶،مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۸۵۱،صحیح ابن خزیمہ :۵۷۸،حدیث السراج :۲۴۹۳،مستخرج ابی عوانہ :۱۵۸۰،المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۶۴،السنن الکبری للبیہقی :۲۴۹۲۔

اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے،امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن رافع حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی ابن شهاب عن ابی بکر بن عبدالرحمن انه سمع اباهریرة یقول: کان.....الخ۔(صحیح مسلم : ۳۹۲)

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّیْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفِضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاُشْبِهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. (آثار السنن:۴۰۹)

☆☆ حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تو جب بھی (رکوع اور سجدے کیلئے) جھکتے اور (سجدے سے) اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے: اللہ کی قسم! یقینا میں اپنی نماز میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔اسے بخاری (۷۸۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری :۷۸۵،صحیح مسلم :۳۹۲،مؤطا مالک :۲۴۸،مؤطا محمد :۱۰۳،مسند الامام احمد حنبل :۷۲۲۰،سنن النسائی :۱۱۵۵،المنتقی لابن الجارود :۱۹۱،شرح معانی الآثار للطحاوی :۱۳۳۱،صحیح ابن حبان :۱۷۶۷،المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم :۸۶۳،السنن الکبری للبیہقی :۲۴۹۱

اور بالاتفاق صحیح وثابت ہے،امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هریرة انه کان.....الخ۔(صحیح البخاری :۷۸۵)

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. (آثار السنن:۴۱۰)

☆☆ سعید بن حارث (رحمہ اللہ) نے کہا: ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی پس انہوں نے

بلند آواز سے تکبیر کہی جس وقت اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور جس وقت سجدے میں گئے اور جس وقت (سجدے سے) اپنا سر اٹھایا اور جس وقت دوسری رکعت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ اسے بخاری (۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۱۴۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲۳۴، صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۱۳، السنن الکبری للبیہقی: ۲۲۷۶، مشکاۃ المصابیح: ۸۰۶۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن صالح قال حدثنا فلیح بن سلیمان عن سعید بن الحارث قال صلی لنا..... الخ۔

(صحیح البخاری: ۸۲۵)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ رَفْعٍ وَّخَفْضٍ وَّقِیَامٍ وَّقُعُوْدٍ. رَوَاہُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ. (آثار السنن: ۴۱۱)

☆☆ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہر اٹھنے، جھکنے اور کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے۔ اسے احمد (۳۷۳۶) نسائی (۱۱۵۰) اور ترمذی (۲۵۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۶۰، سنن النسائی: ۱۱۵۰، سنن الترمذی: ۲۵۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷، مسند ابن الجعد: ۲۵۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۷۶، سنن الدارمی: ۱۲۸۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۰۱، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۲۱۔

اور مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے ذرج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمۃ عن عبداللہ.... الخ۔ (سنن النسائی: ۱۱۵۰)

فائدہ:

سنن نسائی کی روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ ثَلَاثٌ کَانَ یَفْعَلُھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَرَکَھُنَّ النَّاسُ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلَاۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ مَدًّا وَکَانَ یَقِفُ قَبْلَ الْقِرَاءَۃِ ھُنَیَّۃً وَکَانَ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ. رَوَاہُ

النَّسَائِیُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۱۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے لیکن لوگوں نے (سستی سے کام لیتے ہوئے) انہیں چھوڑ دیا ہے: آپ (نماز کے شروع میں) اچھی طرح ہاتھ اٹھا کر رفع الیدین کرتے تھے۔ آپ قراءت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے۔ اور آپ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ اسے نسائی (۸۸۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۰۸، السنن الکبری للنسائی: ۹۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۹، مختصر الاحکام للطوسی: ۲۲۴، صحیح ابن حبان: ۱۷۷۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۵۶،۷۸۱۔

اور حسن درجہ کی ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا عمرو بن علی حدثنا یحییٰ حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا سعید ابن سمعان قال جآء ابو ہریرۃ الی مسجد بنی زریق..... الخ. (سنن النسائی: ۸۸۳)

فوائد ومسائل:

۱۔ نماز میں جو تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں سے پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ، تکبیر افتتاح یا تکبیر اولیٰ کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اب نماز میں داخلے کے بعد وہ سارے کام اور چیزیں حرام ہوگئیں جو نماز شروع کرنے سے پہلے حلال تھیں۔ باقی تکبیرات کو تکبیرات انتقال کہتے ہیں، یعنی ایک رکن نماز سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کی تکبیریں۔

۲۔ پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) واجب ہے اور باقی تکبیریں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سمیت جمہور کے نزدیک مسنون ہیں۔

۳۔ بنوامیہ کے دور میں بعض امراء نے ان تکبیروں کو اہمیت نہ دی اور معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا مگر اس دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں کو ان کے مسنون ہونے کی تعلیم و یاددہانی کراتے رہتے تھے تاکہ لوگ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا رہیں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تعلق منقطع نہ ہونے پائے۔

۴۔ ہر دور میں علمائے حق کا فریضہ ہے کہ وہ نادان اور جاہل لوگوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ رکھیں اور انکار سنت کے فتنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔

{اگر امام نے نماز کی کسی رکعت میں قراءت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۱. یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أَمَّ اَصْحَابَهُ فِی الْمَغْرِبِ فَلَمْ یَقْرَءْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهَا حَتّٰی انْصَرَفَ، فَقَالَ لَهُ: بَعْضُ اَصْحَابِهِ: مَا مَنَعَكَ اَنْ

تَقْرَءْ؟ قَالَ: وَمَا فَعَلْتُ؟ قَالُوْا: لاَ۔ قَالَ: رَحَّلْتُ عِيْرًاالْعَشِيَّةَ فَلَمْ اَزَلْ اُرَحِّلُهَا مُنَقِّلَةً مُنَقِّلَةً حَتّٰى أَوْردتُّهَا الشَّامَ، فَأَعَادَ الصَّلاَةَ وَ أَعَادَ أَصْحَابُهُ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھائی تو کسی رکعت میں قراءت نہ کی جب فارغ ہوئے تو ان کے بعض ساتھیوں نے ان سے عرض کیا: کہ آپ کو قراءت سے کس چیز نے روک دیا؟ انہوں نے فرمایا: کیا میں نے قراءت نہیں پڑھی! میں نے ملک شام کی جانب شام کو لشکر تیار کیا تھا میں اسے منزل بہ منزل روانہ کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچ گیا، چنانچہ پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے نماز لوٹائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۵۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۰۱۲، تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: ۱۰۳۶، السنن الکبیر للبیہقی: ۳۹۸۱، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ ص ۲۳۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق كثير)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ تعظیم قدر الصلاۃ وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا ابو معاوية قال حدثنا الاعمش عن ابراهيم عن همام عن عمر رضى الله عنه....الخ۔

(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى: ۱۰۳۶، مصنف ابن ابى شيبة: ۴۰۱۲)

فائدہ:

اگر امام نے قراءت چھوڑ دی ہو تو نماز کو لوٹانا پڑے گا۔

{ایک دفعہ ابن مسعودؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی}

۱۶۲۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلّٰى بِعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ فِيْ بَيْتِهٖ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلاَ اِقَامَةٍ، وَقَامَ وَسْطَهُمَا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ کو اپنے

گھر میں بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم : ۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ : ۱۶۳۶، مستخرج ابی عوانہ : ۱۸۰۴، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۳۶۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم : ۱۱۷۶، السنن الکبری للبیہقی : ۱۹۱۰، طرح التثریب : ج ۲ ص ۲۸۳، شرح ابی داود للعینی : ۸۴۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند ذکر کردی ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

"حدثنا محمد بن العلاء الهمداني ابو كريب ، قال : حدثنا ابو معاوية ، عن الاعمش ، عن ابراهيم ، عن الاسود وعلقمة قالا اتينا عبدالله.....الخ"(صحيح مسلم :۵۳۴)

فائدہ:

شہر میں رہتے ہوئے اگر گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہو تو اذان واقامت دونوں کہنا مستحب ہے، لیکن محلہ کی اذان واقامت پر اکتفاء کرتے ہوئے بلا اذان واقامت بھی گھر کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔

{سیدنا عمرؓ رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے}

۱۷۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ أَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَآهُ رَاكِعًا قَدْ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ.

ایک شخص سے مروی ہے کہ اس نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر عند الامام محمد: ۹۶)

چند احادیث مرفوعہ:

رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھ دیا جائے اور ایسا معلوم ہو

جیسا گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے۔اس مسئلہ کے متعلقہ چند مرفوع احادیث مع التحقیق حاضر خدمت ہیں:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَىٰ جَنْبِ أَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ أَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ أُمِرْنَا أَنْ نَّضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ(آثار السنن:۴۱۳)

☆☆ مصعب بن سعد (رحمہ اللہ) نے کہا: ''میں نے اپنے والد (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ بند کر کے اپنی ران کے درمیان رکھ لیے، مجھے میرے والد نے منع کیا اور کہا ہم ایسا کرتے تھے تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔''اسے جماعت (صحیح البخاری: ۷۹۰،سنن ابی داود: ۸۶۷،المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۱۸۰،مسند الحمیدی: ۷۹،سنن ابن ماجہ: ۸۷۳،سنن النسائی: ۱۰۳۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۹۰،سنن ابی داود: ۸۶۷،مسند ابی داود الطیالسی: ۲۰۴،مسند ابی یعلی الموصلی: ۸۱۲،المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۱۸۰،السنن الکبری للبیہقی: ۲۵۴۳،الکفایہ فی علم الروایۃ: ج۱ ص ۷۴،شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۹۵،مصنف عبدالرزاق: ۲۸۶۴،مسند الحمیدی: ۷۹،سنن ابن ماجہ: ۸۷۳،سنن النسائی: ۱۰۳۳،مستخرج ابی عوانۃ: ۱۸۰۸،صحیح ابن حبان: ۱۸۸۲،المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۵۵،السنن الکبری للبیہقی: ۲۵۴۳

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبة عن ابی یعفور قال سمعت مصعب بن سعد......الخ۔

(صحیح البخاری: ۷۹۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ ''تطبیق'' کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ملا کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر رانوں کے درمیان ہاتھ رکھے جائیں۔رکوع کا یہ طریقہ منسوخ ہو چکا ہے۔

۲۔ جو حکم منسوخ ہو چکا ہو، اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

۳۔ رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھ دیا جائے اور ایسا معلوم ہو جیسا گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَكَعَ فَجَافَىٰ يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَىٰ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ مِنْ وَّرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۴۱۴)

☆☆ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھ (بغل سے) دور رکھے اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو اپنے گھٹنے کے سامنے حصہ پر کھول کر رکھا اور فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اسے احمد (۱۷۰۸۱)، ابوداؤد (۸۶۳) اور نسائی (۱۰۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل :۱۷۰۸۱، سنن ابی داود :۸۶۳، مسند ابی داود الطیالسی : ۶۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ :۲۵۲۴، سنن الدارمی: ۱۳۴۳، السنن الکبری للبیہقی :۲۶۷۹، المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۸۱۶، سنن النسائی: ۱۰۳۷

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حسین بن علی عن زائدۃ عن عطاء بن السائب عن سالم ابی عبداللہ قال قال عقبۃ.

....الخ.(مسند الامام احمد بن حنبل:۱۷۰۸۱)

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور امام ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد. کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک مع تلخیص الذہبی:۸۱۶)

فوائد ومسائل:

۱۔ رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا مسنون ہے جب کہ تطبیق منسوخ ہے۔

۲۔ رکوع میں کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھنا چاہیے۔

{جب بھی تم رکوع کرو یا قعدہ کرو، یا اپنے سر (رکوع یا سجدہ سے) اٹھاؤ تو تکبیر کہو}

۱۷۴. يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ بِلَالٍ عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا،عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ: كَبِّرُوْا كُلَّمَا رَكَعْتُمْ وَقَعَدْتُّمْ وَرَفَعْتُمْ رُؤُوْسَكُمْ،قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ.

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی تم رکوع کرو یا قعدہ کرو، یا اپنے سر (رکوع یا سجدہ سے) اٹھاؤ تو تکبیر کہو۔ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام ہمیں (نماز کا) تشہد اس طرح (اہتمام) سے سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورت سکھایا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۷، سنن ابن ماجہ: ۹۰۲، سنن النسائی: ۱۱۷۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۲۳۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۷۵، المستدرک علی الصحیحین: ۹۸۲، ۹۸۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۶۲، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۰۹۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى وشواهد)

{منفرد اور امام کیلئے سورت فاتحہ اور سورت فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کا پڑھنا ضروری ہے}

۱۷۵۔وَعَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الْحَنْظَلِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَيْءٌ۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ''نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔''

تحقیق:

حسن ہے۔(وله شواهد)

فائدہ:

(منفرد اور امام کیلئے) سورت فاتحہ اور سورت فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کا پڑھنا ضروری ہے، اس سلسلے کی چند مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَّقْرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۵۰)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید (الخدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی جو آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھا کریں۔ اسے ابوداود (۸۱۸) احمد (۱۰۹۹۸، ۱۱۴۱۵، ۱۱۹۲۲) ابو یعلی (۱۲۱۰) اور ابن حبان (۱۷۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۹۹۸، ۱۱۴۱۵، ۱۱۹۲۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲۱۰، صحیح ابن حبان: ۱۷۹۰، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۸۷۹، مسند البزار: ۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۰۶، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۳، ۳۵، التاریخ الکبری للبخاری: ۳۱۳۴، الکامل لابن عدی: ۱۳۱۹، تاریخ اصبہان: ج ۲ ص ۲۳۱۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو الولید الطیالسی، حدثنا همام، عن قتادة، عن ابی نضرة، عن ابی سعید.....الخ۔

(سنن ابی داود: ۸۱۸)

یہ حدیث بلاغبار بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ اور مخالفین احناف نے بھی اسے صحیح کہا ہے مثلاً۔۔۔

امام مغلطائی رحمہ اللہ م ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

رواہ ابوداود فی سننه بسند صحیح۔

کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۴۱۷)

امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

کہ ماتیسر کی زیادت بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۳ ص ۳۲۹ بحوالہ احسن الکلام : ج ۲ ص ۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث ابی داود بسند قوی۔

کہ ابوداود کی حدیث قوی سند کے ساتھ مروی ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۲۴۳ برقم: ۷۵۷)

حافظ موصوف اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

اسنادہ صحیح۔ کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (التلخیص الحبیر: ج ۱ ص ۵۶۷)

قاضی شوکانی، امام ابن سید الناس رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

اسنادہ صحیح ورجاله ثقات۔

اس کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (نیل الاوطار: ج ۲ ص ۱۰۶)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔

اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل:۱۰۹۹۸)

غالی غیر مقلد ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(صحیح ابی داود:۷۷۷)

الغرض یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے، زبیر علی زئی کا قتادہ کے عنعنہ کا بہانہ بنا کر اسے ضعیف قرار دینا غلط ومردود ہے کیونکہ امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کی عبدالعزیز بن عبیداللہ اور ابوسفیان (طریف بن شہاب السعدی) نے متابعت کر رکھی ہے اور اس حدیث کے متعدد صحیح شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

اور یہ بات تو خود زبیر علی زئی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ متابعت اور شواہد سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔ مسند الشامیین للطبرانی (۱۳۶۰) کی روایت میں عبدالعزیز بن عبیداللہ نے قتادہ کی متابعت کر رکھی ہے اور ابوسفیان (طریف بن شہاب السعدی) کی متابعت کے حوالہ جات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

سنن ابن ماجہ:۸۳۹

سنن الترمذی:۲۳۸

کتاب الآثار بروایۃ محمد:۴

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم:۱۳۰

السنن الکبریٰ للبیہقی:۳۹۷۳

کتاب القراءۃ للبیہقی:۳۶

الکامل لابن عدی:۹۶۲

فائدہ:

اس صحیح السند روایت سے معلوم ہوا کہ (منفرد اور امام کیلئے) جس طرح سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ کے بعد کسی اور سورۃ کا پڑھنا بھی واجب ہے۔ بعض حضرات کا مازاد علی الفاتحہ کے وجوب کا انکار کرنا غلط ہے۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى قَرِيْباً مِّنْهُ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ أَعِدْ صَلٰوتَكَ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ فَإِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ

ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ لِرُكُوْعِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلٰى مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۳۵۱)

☆☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس نے آپ کے قریب نماز پڑھی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے فرمایا: ''اپنی نماز دوبارہ پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی (یعنی تیری نماز نہیں ہوئی)'' اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے سکھا دیں کہ میں کس طرح کروں؟

آپ نے فرمایا: ''جب تم قبلے کی طرف منہ کرو تو تکبیر کہو، پھر سورۃ فاتحہ پڑھو، اور پھر اس کے بعد تم قرآن کا جو حصہ چاہو پڑھو،، جب تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھ دو، اپنی پشت پھیلا دو، اپنا رکوع اطمینان سے کرو، پس جب تم اپنا سر اٹھاؤ تو اپنی کمر سیدھی کر دو، یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ جائیں۔ جب سجدہ کرو تو اپنا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر جب (سجدہ) سے سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح ہر رکعت میں کرو۔ اسے احمد (۱۸۹۹۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵، مسند الشافعی: ۲۵۴، صحیح ابن حبان: ۱۷۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۵۳۰، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۴۸۲، ۶۸۷۴، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۴۸۴۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن هارون، قال اخبرنا محمد بن عمرو، عن علی بن یحییٰ بن خلاد الزرقی وكان من اصحاب النبی ﷺ.... الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، حتی کہ متعدد مخالفینِ احناف نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند حسن ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۴۴)

اور شعیب ارناؤط نے لکھا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵)

فائدہ:

ثم اقرء بأم القرآن، ثم اقرء بماشئت. پھر تم سورۃ فاتحہ پڑھواور پھر اس کے بعد تم قرآن کا جو حصہ چاہو پڑھو۔
اس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورت کا پڑھنا بھی واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فاتحہ کی طرح ماز اد علی الفاتحۃ کی قراءت کا بھی امر کے صیغہ (اقرء) سے حکم دیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ امام اور اکیلے نمازی کیلئے فرض نمازوں میں قراءت کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی دونوں رکعتوں جبکہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ لیکن ظہر، عصر اور عشاء کی آخری دو رکعتوں جبکہ مغرب کی تیسری رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یقرء فی الظهر الاولیین بأم الکتاب وسورتین، وفی الرکعتین الاخریین بأم الکتاب ویسمعنا الآیة ویطول فی الرکعة الاولیٰ مالا طییل فی الرکعة الثانیة، وهٰکذا فی العصر وهٰکذا فی الصبح۔ (صحیح البخاری: ۷۷۶، صحیح مسلم: ۹۴۴)

نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ دو سوتیں (یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ ایک دوسری سورت) پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بطور تعلیم) کوئی ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے رکعت زیادہ طویل کرتے تھے۔ اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔

اس حدیث میں راوی نے بطورِ مثال صرف ظہر، عصر اور فجر کا ذکر کیا ہے، مغرب اور عشاء کا اگرچہ اس میں ذکر نہیں ہے لیکن ان دونوں نمازوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت بھی ملانا چاہیے لیکن مغرب کی تیسری اور عشاء کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے اور فرض کی آخری دونوں رکعات میں فاتحہ کا پڑھنا بھی صرف مستحب ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۴۰۸، المعجم الکبیر: ۷/ ۳۳۷۶)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم صرف فرض نمازوں کا ہے سنتوں اور نوافل کا نہیں۔ بلکہ سنن اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں ہر دو رکعتیں بمنزلہ مستقل نماز کے ہیں۔ چنانچہ مخالفینِ احناف میں سے محمد یونس دہلوی م ۱۳۸۸ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

سنتوں اور نفلوں کی چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورت یا آیتیں ملانی ضروری ہیں، اور فرضوں کی دونوں اخیر رکعت میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/ ۹۶)

{فرض کی آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے}

۱۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُمْ كَانُوْا یَقْرَءُوْنَ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْأُوْلَیَیْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَشَیْءٍ مَّعَهَا، وَلَا یَقْرَؤُوْنَ فِی الْأُخْرَیَیْنِ شَیْئًا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب پہلی دو رکعات میں، سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک اور سورت کی قراءت کیا کرتے تھے جبکہ آخری دو رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

فرض کی آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے، اس سلسلے کی ایک مرفوع حدیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَقْرَءُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ وَیُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی مَا لَا یُطِیْلُ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِیَةِ وَهٰكَذَا فِی الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِی الصُّبْحِ. رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۳۸۷)

☆☆ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ دو سورتیں (یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ ایک دوسری سورت) پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بطور تعلیم) کوئی ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے رکعت زیادہ طویل کرتے تھے۔ اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۷۶، مسلم: ۹۴۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۷۶، صحیح مسلم: ۹۴۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۴۱۸، سنن الدارمی: ۱۳۲۸، سنن ابی داود: ۷۹۹، سنن النسائی: ۹۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۴، حدیث السراج: ۱۰۲، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۵۵، صحیح ابن حبان: ۱۸۳۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۰۰۰۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسی بن اسماعیل قال حدثنا همام عن یحییٰ عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیه۔۔۔الخ۔

(صحیح البخاری: ۷۷۶)

یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱)۔ اس حدیث میں راوی نے بطورِ مثال صرف ظہر،عصر اور فجر کا ذکر کیا ہے،مغرب اور عشاء کا اگر چہ اس میں ذکر نہیں ہے لیکن ان دونوں نمازوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت بھی ملانا چاہیے لیکن مغرب کی تیسری اور عشاء کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے اور فرض کی آخری دونوں رکعات میں فاتحہ کا پڑھنا بھی صرف مستحب ہے،جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔
(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۴۰۸،المعجم الکبیر: ۷/ ۳۳۷۶)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم صرف فرض نمازوں کا ہے سنتوں اور نوافل کا نہیں۔ بلکہ سنن اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں ہر دو رکعتیں بمنزلہ مستقل نماز کے ہیں۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے محمد یونس دہلوی م ۱۳۸۸ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

> سنتوں اور نفلوں کی چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورت یا آیتیں ملانی ضروری ہیں،اور فرضوں کی دونوں اخیر رکعت میں صرف فاتحہ پر اِکتفا کرنا جائز ہے۔(فتاوی علمائے حدیث: ۳/ ۹۶)

(۲)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی ظہر کی سری نماز میں ایک آدھ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی آواز سے پڑھ دیتے تھے کہ پیچھے والے اس کو سن لیتے تھے۔اور ایسا آپ کبھی کبھار بقصد تعلیم کرتے تھے یعنی بتانا چاہتے کہ میں فلاں سورۃ پڑھ رہا ہوں یا اس عمل سے یہ مسئلہ واضح فرمانا چاہتے کہ اگر سری نماز میں ایک آدھ آیت اتنی آواز سے پڑھ دی جائے کہ پیچھے والے مقتدی سن لیں تو اس کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

{ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے}

۱۷۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ أَمَّهُمْ فِيْ بَيْتِهِ عَلَى طِنْفِسَةٍ قَدْ طَبَقَتِ الْبَيْتَ سُجُوْدُهُ وَرُكُوْعُهُ عَلَيْهَا.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں لوگوں کو ایسے قالین پر نماز پڑھائی جو پورے کمرے میں بچھا ہوا تھا اور آپؓ اسی پر رکوع اور سجدے کر رہے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۰۴۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴۱،۶۵۲، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵،جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے،متعدد روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمرہ یعنی چھوٹی چٹائی پر اور بساط یعنی بڑی چٹائی پر نماز پڑھی ہے۔دیکھئے:سنن الترمذی:۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳۔

{آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے}

۱۷۸۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً قَرَءَ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَی، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَءَ مِنْكُمْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَی؟ فَسَكَتَ الْقَوْمُ،فَسَأَلَهُمْ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ،كُلَّ ذٰلِكَ يَسْكُتُوْنَ،ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ:أَنَا،قَدْعَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سورۃ الاعلیٰ کی قراءت کی۔جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:تم میں سے سورۃ الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی؟ سب لوگ خاموش رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے تین بار پوچھا،ہر بار وہ سب خاموش ہی رہے۔پھر ایک آدمی نے کہا:میں نے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:یقیناً مجھے معلوم ہو گیا ہے تھا کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو امام کی قراءت ہی کافی ہے}

۱۷۹۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِیْ

الْوَلِيْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً قَرَءَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ قَالَ فَأَوْمَأَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِيْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَتَذَاكَرَا ذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ.

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی اقتداء میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے قراءت کی، تو ایک آدمی نے اس کی طرف اشارہ کر کے اسے منع کیا۔ مگر یہ قراءت کرنے سے باز نہ آیا۔ جب اِس نے سلام پھیرا تو کہا: کیا تم مجھے نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرر ہے تھے؟ پھر وہ دونوں اس مسئلہ میں بحث کرنے لگے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ نے سن لیا، تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

واضح رہے کہ بعض حضرات کا ابوالولید کو مجہول کہنا غلط ہے کیونکہ ابوالولید کوئی الگ اور جداگانہ شخصیت نہیں بلکہ ابوالولید سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی ہی کنیت ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

عبداللّٰه بن شداد وهو بنفسه ابو الوليد ومن تهاون بمعرفة الاسامي اورثه مثل هٰذا الوهم.

(معرفة علوم الحديث للحاكم: ص١٧٨)

یعنی ابوالولید خود بعینہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ تھے لیکن جن لوگوں نے رواۃ کے ناموں میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ان کو ایسا وہم ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

عبداللّٰه بن شداد اصله مدينى و كنيته ابو الوليد. (ايضاً: ١٧٨)

عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ دراصل مدنی تھے اور ابوالولید ان کی کنیت تھی۔

گویا اس لحاظ سے سند کی اصلی عبارت یوں تھی: عن عبداللّٰه بن شداد ابی الوليد ....الخ۔ رواۃ میں سے کسی نے یا ناسخ یا کاتب نے ابوالولید کو سابق سے الگ سمجھ کر ایک جدا ہستی اور مستقل راوی سمجھ لیا ہے جو کہ غلط ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی میں اس کی سند کی عبارت یوں ہے:

عن موسى عن عبداللّٰه بن شداد عن جابر بن عبداللّٰه رضى اللّٰه عنه...الخ. (مسند ابى حنيفه: ٢٥)

١٨٠. يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَسَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ

الْاِمَامِ ،قَالَ: اجْتَمَعَا اَنْ لاَّ يُقْرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ قَالَ: اِبْرَاهِيْمُ : وَلاَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ،وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ : اِقْرَؤُوْا فِيْهِمَا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ دونوں کا اتفاق ہے کہ مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ مگر ظہر اور عصر کی نماز کے بارے میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان میں بھی قراءت نہ کی جائے جبکہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں کی قراءت کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام علقمہؒ فرماتے تھے امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیا جائے}

۱۸۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ: أَنَّهُ كَانَ يُشَدِّدُ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَيَقُوْلُ: بِفِيْهِ الْحَجَرِ۔

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علقمہ بن قیس رحمہ اللہ امام کے پیچھے قراءت (کرنے والوں) پر سختی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله شاهد عند الامام محمد: ۸۴)

امام کے پیچھے قراءت کا مسئلہ اور اختلاف مذاہب:

ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ امام یا اکیلے نمازی کے لئے فاتحہ اور فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کی بھی قراءت ضروری ہے لیکن جو امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے امام کی قراءت کے وقت سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی قراءت جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

مخالفین تقلید کا مسلک:

دور حاضر کے اکثر مخالفین تقلید کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا تو ضروری ہے، بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھئے: فتاوی علماء حدیث: ج ۳ ص ۱۱۲، نماز نبوی از ڈاکٹر شفیق الرحمن: ص ۱۵۰، تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۱۲، فتاوی نزیریہ: ج ۱ ص ۳۹۸، فتاوی ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۸۹) مگر سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورۃ کی قراءت منع ہے۔

مگر واضح رہے کہ ان کے پاس اس تفریق پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے، جیسا کہ انہی حضرات کے اکابر میں سے محمد اسماعیل

سلفی نے لکھا ہے کہ:

ورنہ (سورہ فاتحہ کے) ماسوا کی نفی کے متعلق کوئی واضح حکم نہیں، حضرت عبادہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے یہ شبہ ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ کے وجوب کا اظہار مقصود ہے، اس سے زیادہ کی نفی مطلوب نہیں۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز: ص ۷۷)

مسلکِ جمہور اہلسنت:

جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک امام کے پیچھے کسی بھی سورت کی قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے خاموش رہنے کا حکم ہے، اس سلسلے میں احناف کا کہنا ہے کہ پہلے امام کے پیچھے قراءت مشروع تھی مگر بعد میں منسوخ ومتروک ہوگئی۔

نکتہ اختلاف:

گویا نکتہ اختلاف یہ ہے کہ فریق مخالف کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت ہمیشہ جاری رہی ہے منسوخ ومتروک نہیں ہوئی۔ جبکہ جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک منسوخ ومتروک ہوگئی تھی۔

فریق مخالف کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

پہلے ہم ان روایات کا ذکر کرتے ہیں جنہیں فریق مخالف کے احباب اپنے بزعم امام کے پیچھے قراءت کے وجوب کی زبردست دلیلیں خیال کرتے ہیں ہم ان روایات پر مختصر سا کلام کریں گے تفصیل کے طلب گار حضرات امام اہلسنت شیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف "احسن الکلام فی ترك القراءۃ خلف الامام" کا مطالعہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۳۵۲)

☆☆ (سیدنا) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۵۶، مسلم: ۳۹۴) نے روایت کیا ہے۔

سیدنا عبداہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۵۶، صحیح مسلم: ۳۹۴، سنن ابی داود: ۸۲۲، سنن الترمذی: ۲۴۷، سنن النسائی: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۸۳۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۶۷۷، مسند الحمیدی: ۳۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۱۸، المنتقی لابن الجارود: ۱۸۵، صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۲۲۹۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن عبداللہ، قال: حدثنا سفیان، قال: حدثنا الزھری، عن محمود بن الربیع، عن عبادۃ بن الصامت۔۔۔۔الخ۔(صحیح البخاری:۷۵۶)

فریق مخالف کے حضرات نے انتہائی تعصب سے کام لیتے ہوئے لکھ مارا ہے کہ اس حدیث میں لفظ {مَن} عام ہے جس میں امام، منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔(دیکھئے: ابکار المنن: ص ۱۲۰، تحقیق الکلام: ج۱ ص۱۱) لہٰذا مقتدی کیلئے بھی فاتحہ پڑھنا ضروری ہے جو نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر عرض ہے کہ ان حضرات کا حرف {مَن} کو تعمیم میں نص قطعی سمجھنا ہی غلط ہے کیونکہ حرف {مَن} استعمال میں عموم وخصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتا ہے۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ م۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

الموصولات لم توضع للعموم بل ھی للجنس یحتمل العموم والخصوص۔

(شرح مواقف ج۲ص۵۸طبع مصر وص۲۳،طبع نولکشور)

کہ تمام موصولات (جن میں مَن داخل ہے) عموم کے لیے موضوع ہی نہیں بلکہ ان میں عموم وخصوص دونوں کا احتمال ہے۔

امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ م۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

ومن ھذا القسم کلمۃ من فانھا کلمۃ مبھمۃ وھی عبادۃ عن ذات من یعقل وھی تحتمل الخصوص والعموم۔۔۔۔الخ۔(اصول سرخسی: ج۱ص۱۵۵)

کہ اسی قسم سے کلمہ مَن بھی ہے کہ وہ مبہم اور مجمل ہے اور وہ عقل والی شخصیت پر دلالت کرتا ہے اور خصوص وعموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

نیز قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں بھی حرف {مَن} کئی مقامات پر خصوص کیلئے آیا ہے مثلاً۔۔۔

۱: اللہ رب العزت فرماتے ہیں: {ویستغفرون لمن فی الارض} کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لئے استغفار کررہے ہیں۔(الشوریٰ:۵)

اس آیت میں حرف مَن ہے اور اور ظاہر ہے کہ زمین پر سب بسنے والوں کے لئے فرشتے دعاء مغفرت نہیں کررہے بلکہ صرف مومنوں کے لئے دعاہ مغفرت کررہے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں: {ویستغفرون للذین آمنوا} کہ فرشتے صرف مؤمنوں کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔(المؤمن:۷) نہ یہ کہ ہندوؤں، یہودیوں، نصرانیوں، سکھوں اور دیگر مشرک قوموں کے لیے خواہ وہ انسانوں میں ہوں یا جنوں میں تو یہاں حرف مَن تخصیص کے لیے آیا ہے۔

۲: نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما ھلک من کان قبلکم۔۔۔۔الخ۔ (بخاری: ج۲ص۱۰۰۳) کہ تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوئے ہیں کہ احکامِ خداوندی میں امیر وغریب اور اعلیٰ وادنیٰ کا فرق کرتے تھے۔اس حدیث میں

حرف مَن ہے مگر مراد صرف بعض قومیں ہیں نہ کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے مومن ساتھی۔

الغرض حرف مَن عموم کیلئے نصِ قطعی نہیں بلکہ استعمال میں عموم وخصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتا ہے اور غیر مقلدین کا مَن کو تعمیم میں نصِ قطعی سمجھنا بالکل غلط ہے۔

اس حدیث میں حرفِ مَن تخصیص کیلئے ہے اور یہ حدیث امام ومنفرد کیلئے خاص ہے مقتدی کو شامل نہیں ہے جس پر خارجی دلائل وقرائن کا ایک انبار موجود ہے مثلاً۔۔۔۔

ا: اس حدیث میں " فصاعدا " کی زیادتی بھی پائی جاتی ہے، چنانچہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا صلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا۔ کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (خلق افعال العباد للبخاری: ج۱ص۱۰۶، صحیح مسلم ۳۹۴، سنن ابی داود: ۸۲۲، سنن النسائی: ۹۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۷۴۹، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۰)

یہ روایت بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، چنانچہ فریق مخالف کے محققین میں سے ناصر الدین البانی کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۹۱۱) اور شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ اس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۷۴۹)

نیز شعیب ارناؤط نے یہ بھی صراحت کررہی ہے کہ "فصاعدا" کی زیادتی نقل کرنے میں امام معمر رحمہ اللہ متفرد نہیں ہیں بلکہ معمر کے علاوہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، امام عبدالرحمن بن اسحاق المدنی رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ اور امام شعیب بن ابی حمزہ رحمہ اللہ نے بھی یہ زیادتی امام زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

اخرجه ابوداود (۸۲۲) من طریق سفیان بن عیینه ، والبیهقی فی القراءۃ (۲۹) من طریق عبدالرحمن بن اسحاق المدنی ، و(۳۰)من طریق الاوزاعی وشعیب بن ابی حمزۃ ، اربعتهم عن الزهری ، به وفیه لفظة فصاعدا۔ قال البخاری فی القراءۃ عبدالرحمن یعنی ابن اسحاق ربما روی عن الزهری، ثم ادخل بینه وبین الزهری غیرہ، ولا نعلم ان هذا من صحیح حدیثه ام لا۔
قلنا: لم ینفرد به عبدالرحمن بن اسحاق کما سبق۔ وفی الباب عن ابی هریرۃ سلف برقم (۹۵۲۹)، ولفظه: لا صلاۃ الا بقراءۃ بفاتحۃ الکتاب، فما زاد۔ وعن ابی سعید الخدری سلف برقم (۱۰۹۹۸)، ولفظه امرنا نبینا ﷺ ان نقرء بفاتحت الکتاب وما تیسر۔ واسنادہ صحیح۔

(تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل ۲۲۷۰۰)

کہ اسے فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ابوداود (۸۲۲) نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے اور بیہقی نے کتاب القراءۃ (۲۹۔۳۰) میں عبدالرحمن بن اسحاق المدنی، اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزہ کے طریق سے نقل کیا ہے اور ان چاروں (یعنی سفیان بن عیینہ، عبدالرحمن بن اسحاق المدنی، اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزہ) نے اسے زہری سے روایت کیا ہے۔ بخاری نے جزء القراءۃ میں کہا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کبھی تو اسے براہ راست زہری سے روایت کرتا ہے اور کبھی اپنے اور زہری کے درمیان واسطہ ذکر کرتا ہے اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ روایت اس کی صحیح احادیث میں سے ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں (یہ اعتراض قابل التفات نہیں ہے کیونکہ) عبدالرحمن بن اسحاق اسے نقل کرنے میں تنہا نہیں ہے جیسا کہ گزرا چکا ہے۔ اور اس باب کے متعلقہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۹۹۸) بھی گزر چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور سیدنا ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۹۹۸) بھی گزر چکی ہے جس کے الفاظ ہیں کہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی جو آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھیں اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

مختصر یہ کہ باقرار فریق مخالف اس حدیث میں فصاعدا کی زیادتی بھی بسند صحیح ثابت ہے اب اگر فریق مخالف کے نزدیک مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ اور فصاعدا اِس کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کو بھی شامل ہے، ورنہ یہ حدیث صرف اُس شخص کے حق میں ہوگی جس کو سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا واجب ہے اور وہ صرف امام ومنفرد ہے اِس سے مقتدی ہرگز مراد نہیں کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک بھی مقتدی کو سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس فصاعدا کی صحیح وثابت شدہ زیادتی نے یہ بات متعین کردی کہ حرف مَن سے مراد امام یا منفرد ہے مقتدی اِس میں ہرگز شامل نہیں۔ نیز فصاعدا کے زیادتی کے صحیح ثابت ہوجانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منفرد اور امام کیلئے جس طرح سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا واجب ہے۔

بعض احباب نے سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور قرآن کے حصے کی قراءت کے وجوب کا انکار کرنے کی غرض سے اس حدیث میں وارد فصاعدا کی زیادتی کو "تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا" (کہ چور کا ہاتھ ربع دینار اور اس سے زیادہ میں قطع کرنا چاہیے) پر قیاس کیا ہے مگر یہ قیاس سراسر باطل ومردود ہے۔

اولاً۔۔۔ اِس لئے کہ مازاد علی الفاتحہ کا وجوب متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے اور نصوص کی موجودگی میں قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

ثانیاً۔۔۔ اِس لئے کہ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورۃ کا پڑھنا ثواب اور عبادت ہے اور ربع دینار یا اس سے زیادہ میں قطع ید کی سزا عقوبت ہے اور محض عبادت کو محض عقوبت پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے، عبادت اور عقوبت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ثالثاً۔۔۔اِس لئے کہ چوری کے سلسلے میں تو صرف فصاعدا کا ہی لفظ آیا ہے جبکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھنے کے سلسلے میں احادیث میں فصاعدا کے علاوہ دیگر الفاظ جیسے ما تیسر اور ما زاد وغیرہ کے الفاظ بھی آئے ہیں ان میں صرف فصاعدا ہی نہیں تا کہ آسانی کے ساتھ اِس پر قیاس کرلیا جائے۔

رابعاً۔۔۔اگر اس قیاس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو تب بھی یہ ہمیں مضر نہیں ہوسکتا کیونکہ جیسے ربع دینار ادنیٰ نصاب ہے جس میں ہاتھ کاٹا جائے گا تو فصاعدا میں تو بطریق اولیٰ کاٹا جائے گا، بالکل اسی طرح سورۃ فاتحہ اقل درجہ کا وجوب ہے اور ما زاد علی الفاتحہ کامل اور مکمل واجب ہوگا۔

۲: متعدد احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا آگے جا کر ہم متعدد احادیث نقل کرنے والے ہیں۔اُن احادیث صحیحہ صریحہ کی موجودگی میں اِس حدیث میں حرف مَن سے خاص یعنی امام اور منفرد مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس طرح اُن صحیح صریح احادیث سے تعارض نہیں ہوگا اور تمام احادیث میں تطبیق ہو جائے گی۔

۳: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد اور اکیلا شخص ہی ہے تاہم ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے۔اور مقتدی بہر حال اِس سے خارج ہی ہے، چنانچہ سنن الترمذی میں ہے کہ:

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھٰذا رجل من اصحاب النبی ﷺ تأول قول النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ان ھٰذا اذا کان وحدہ۔۔۔۔الخ۔(سنن الترمذی:۳۱۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اکیلے نماز پڑھنے والے پر محمول ہے ان کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص نے کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گویا کہ اس نے نماز پڑھی ہی نہیں سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں ''جو فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی۔'' اس سے مراد وہ ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ م ۱۹۸ھ (جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں:

لمن یصلی وحدہ۔ کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔(تفسیر سفیان بن عیینہ :ص ۲۰۲، سنن ابی داود: ۸۲۲، التمھید لابن عبدالبر المالکی: ج ۴ ص ۴۴۹)

امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان وحده. کہ یہ حدیث اکیلے شخص کے بارے میں ہے۔ (بذل المجہود: ج ۲ ص ۵۴)

امام ابن عبدالبر المالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

....خاص وواقع على من صلى وحده او كان اماما. (التمهيد لما فى المؤطا من المعانى والاسانيد: ج۴ص۴۴۸، ۴۴۹، الاستذكار: ج۱ص۴۷۰)

کہ یہ حدیث خاص ہے اور اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو۔

امام ابن قدامہ حنبلی مقدسی رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:

فهو محمول على غير المأموم.

کہ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ (منفرد اور امام) پر محمول ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج۱ ص ۶۰۶)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هَذًّا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِهَا. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ الْقِرَاءَةِ وَآخَرُوْنَ. قَالَ النِّيْمَوِيُّ فِيْهِ مَكْحُوْلٌ وَّهُوَ يُدَلِّسُ. رَوَاهُ مُعَنْعَنًا وَّقَدِ اضْطَرَبَ فِيْ إِسْنَادِهِ وَمَعَ ذٰلِكَ قَدْ تَفَرَّدَ بِذِكْرِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ فِيْ طَرِيْقِ مَكْحُوْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَهُوَ لَا يُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ بِهِ فَالْحَدِيْثُ مَعْلُوْلٌ بِثَلَاثَةِ وُجُوْهٍ. (آثار السنن: ۳۵۳)

☆☆ انہی (سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نماز فجر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، رسول اللہ ﷺ نے قراءۃ فرمائی تو آپ پر قراءۃ بھاری گئی، جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: ''شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔'' ہم نے عرض کیا۔ جی ہاں! جلدی سے پڑھتے ہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ بلاشبہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے یہ نہیں پڑھی۔'' اسے ابوداود (۸۲۳) ترمذی (۳۱۱) اور بخاری نے جزء القراءۃ (۱۵۸) میں اور دوسروں نے (بھی) اسے روایت کیا ہے۔

(محقق) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا: اس میں مکحول ہے جو تدلیس کرتا تھا، اس نے یہ روایت عَن سے بیان کی ہے۔ اور اسے اس کی سند میں اضطراب ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ مکحول کی سند میں محمود بن الربیع عن عبادۃ بیان کرنے میں محمد بن اسحاق (بن یسار) منفرد ہیں اور اگر وہ منفرد ہوں تو ان کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔ پس یہ حدیث

تین وجہ سے معلول ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۲۳، سنن الترمذی: ۳۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۶۷۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۸۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۱۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۷۷، مشکاۃ المصابیح: ۸۵۴۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن محمد النفیلی، حدثنا محمد بن سلمۃ، عن محمد بن اسحاق، عن مکحول، عن محمود بن الربیع، عن عبادۃ بن الصامت.....الخ۔ (سنن ابی داود: ۸۲۳)

یہ حدیث متعدد وجوہات کی بناء پر سخت ضعیف ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار اس حدیث کو "مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت" کے طریق سے روایت کرنے میں متفرد ہے اس کے علاوہ کوئی بھی راوی اسے اس طریق کے ساتھ روایت نہیں کرتا۔ (فیما اعلم) اور محمد بن اسحاق بن یسار جب متفرد ہوں تو پھر ان کی حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل اعتماد قرار دینے احباب کے ہی محقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا کہ: محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں، گویا انہوں نے مغازی وغیرہ (وغیرہ سے مراد فضائل اعمال کی احادیث ہیں۔ن) کی طرف اشارہ کیا، اگر حلال وحرام کا مسئلہ ہوتو ہم یہ چاہتے ہیں، عباس الدوری نے مٹھی بند کر کے بتایا (کہ ہم مضبوط احادیث چاہتے ہیں) دلائل النبوۃ: ۱/ ۳۴ وسندہ صحیح۔ (حاشیہ ماہنامہ الحدیث: ش ۴ ص ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق بن یسار، تاریخ مغازی اور فضائل اعمال میں حجت ہیں، لیکن احکام میں وہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ زبیر علی زئی کے علاوہ فریق مخالف کے بڑے اکابرین نے بھی یہی بات لکھی ہے مثلاً۔۔۔۔

شوکانی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق لیس بحجۃ لا سیما اذا عنعن۔

محمد بن اسحاق حجت نہیں بالخصوص جب وہ عن سے روایت کرے۔ (نیل الاوطار: ۱/ ۱۸۰)

البانی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ فان فی حفظہ شیئا۔

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق متفرد ہوں، اس میں نکارت ہوتی ہے، اسلئے کہ ان کے حافظہ میں کچھ

خرابی ہے۔(ارواء الغلیل: ۲/۴۴)

نواب صدیق حسن خان کہتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق حجت نیست۔

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں۔(دلیل الطالب: ص ۲۳۹، فتاوی علمائے حدیث: ۱/۴۶)

عبدالرحمان معلمی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق متکلم فیہ وفی حفظہ شیء۔

محمد بن اسحاق متکلم فیہ ہیں، اوران کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔(التنکیل: ۲/۹۶۔۲/۱۲۳)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

وھو لا یحتج بما انفرد بہ۔

یہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہے۔(ابکار المنن: ص ۵۴)

شمس الحق عظیم آبادی، ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فانہ انفرد بہ محمد بن اسحاق، ولیس ھو ممن یحتج بہ فی الاحکام۔

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور وہ احکام سے متعلق روایات میں قابل حجت نہیں ہیں۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۱/۲۳)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خود فریق مخالف کے اکابرین کے ہاں بھی محمد بن اسحاق احکام میں حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔لہٰذا فریق مخالف کے بعض جدید محققین کا محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل حجت قرار دینے کا فیصلہ باطل و مردود ہے۔

(۲) اس حدیث کو مکحول شامی نے عَن کے ساتھ بیان کیا ہے اور مکحول شامی طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں، اور مدلس کی عَن والی روایت خصوصاً فریق مخالف کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔افسوس کی بات ہے کہ فریق مخالف کے جدید محققین نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ جیسے ثقہ متقن ناقد کی عَن والی روایات کو تو ضعیف قرار دے رکھا ہے مگر مکحول شامی مدلس کی اِس عَن والی روایت کو اپنے مفاد میں سمجھتے ہوئے صحیح قرار دے رکھا ہے، حالانکہ مکحول تو اعلیٰ درجہ کا ثقہ بھی نہیں ہے۔

امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں:

ان عامۃ حدیث مکحول عن الصحابۃ حوالۃ۔

(معرفۃ علوم الحدیث: ص۱۱۱ بحوالہ احسن الکلام: ج۲ص۹۶)

کہ مکحول کی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس وارسال کے حوالہ نظر ہیں۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ بھی مدلس کہتے ہیں۔(الثقات لابن حبان: ۹/۵۶۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

یرسل کثیر ویدلس عن ابی بن کعب وعبادۃ بن الصامت وعائشۃ والکبائر۔

(تذکرۃ الحفاظ:۹۶)

کہ مکحول، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کبار سے بکثرت ارسال اور تدلیس کرتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

ھو صاحب تدلیس۔ کہ مکحول صاحبِ تدلیس تھا۔ (میزان الاعتدال:۸۷۴۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے مکحول کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: طبقات المدلسین:۱۰۸)

فریق مخالف کے محققین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔

(ابکار المنن: ص۱۷۷ بحوالہ احسن الکلام: ج۲ ص۹۷)

ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

وھو مدلس۔ کہ مکحول مدلس ہیں۔ (ضعیف ابی داود: ج۱ ص۳۲۶ رقم:۱۴۸)

بدیع الدین راشدی نے بھی مکحول کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ (جزء منظوم بحوالہ الفتح المبین: ص۹۰)

اعتراض:

فریق مخالف کے بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مکحول اصطلاحی مدلس نہیں ہیں۔

الجواب:

ارسال کرنا اس کی الگ صفت ہے اور تدلیس سے اتصاف اسکی الگ شان ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صراحت کررکھی ہے کہ: "یرسل کثیرا ویدلس۔۔۔الخ۔ مکحول بکثرت ارسال اور تدلیس کرتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ:۹۶) اگر تدلیس کا معنی ارسال کرنا ہی ہے جیسا کہ فریق مخالف کا مؤقف ہے تو پھر ہر ایک کو واؤ عطف کے ساتھ الگ الگ کیوں کہتے ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے اور یہ تدلیس اصطلاحی معنیٰ میں ہی ہے۔

(۳) پھر اس حدیث کی سند میں بھی اضطراب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: مکحول کبھی تو اسے براہ راست حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(دارقطنی:۱۲۱، کتاب القراءۃ: ص۴۴)

۲: اور کبھی نافع بن محمود بن ربیع کے واسطے سے۔ (سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۱۹، کتاب القراءۃ: ص ۴۴)
اور یہ بھی واضح رہے کہ نافع بن محمود بن ربیع مجہول ہیں۔
(دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۲ ص ۱۶۵، تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۴۱۰، تعلیق الحسن: ص ۷۶)
۳: اور کبھی محمود بن ربیع عن ابی نعیم عن عبادۃ کے واسطے سے۔ (مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۲۳۸)
۴: اور کبھی نافع بن محمود عن محمود عن عبادہ کے طریق سے۔ (اصابہ: ج ۶ ص ۶۶)
۵: اور کبھی رجاء بن حیوہ عن محمود بن ربیع عن عبادۃ کے طریق سے۔ (ایضاً)، (ماخوذ از: احسن الکلام: ج ۲ ص ۱۰۸)

مزید برآں اس حدیث میں اضطراب کا ذکر مشہور محدث امام ابن عبدالبر المالکی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ومثل هٰذا الاضطراب لا يثبت فيه عند اهل العلم بالحديث شئ وليس فى هٰذا الباب مالامطعن فيه من جهة الاسناد. (التمهيد: ج۳ص۴۴۸)

الغرض یہ حدیث بلحاظ سند مضطرب بھی ہے اور یہ بات تو فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے کہ مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (دیکھئے: دلیل الطالب: ص ۸۸۲، تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۷) لہٰذا یہ حدیث متعدد وجوہات کی بناء پر سخت ضعیف ہے، فریق مخالف کے اکابرین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: و تحقیق المشکاۃ: ۱/ ۲۷۰)

اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو منسوخ و متروک شمار ہوگی جیسا کہ فریق مخالف کے محقق ناصر الدین نے بھی (بشرط ثبوت) اسے منسوخ قرار دیا ہے، چانچہ البانی صاحب نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے منسوخ ہونے کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت پہلے زیر بحث حدیث ذکر کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

پھر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) جہری نمازوں میں مقتدیوں کو قراءت کرنے سے منع کر دیا، ایسا اس وقت ہوا جب آپ کسی جہری نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے کہا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے، تو ایک آدمی نے کہا: ہاں! میں نے یا رسول اللہ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا: ''انی اقول مالی انازع القرآن'' تبھی تو میں کہتا ہوں کہ کیا بات ہے کہ قراءت قرآن میں میری آواز سے آواز ٹکرائی جا رہی ہے؟ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں): کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سن لی تو جہری نمازوں میں آپ کے ساتھ قراءت کرنا چھوڑ دیا۔ امام کی قراءت پر خاموشی کو اقتدائے تام قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ: ''امام بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے، اس لیے جب وہ ''اللہ اکبر'' کہے تو تم بھی ''اللہ اکبر'' کہو، اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ جس طرح سے کہ امام کی قراءت سننے کو مقتدیوں کے لئے کافی قرار دیا اور کہا کہ ''جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اسکی

قراءت مانی جائے گی۔'' (مترجم صفۃ صلاۃ النبی ﷺ: ص۱۶۱، ۱۶۲)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبْطَأَ عُبَادَةُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَاَقَامَ اَبُوْ نُعَيْمِ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَيُصَلِّیْ اَبُوْنُعَيْمِ مِ بِالنَّاسِ وَاَقْبَلَ عُبَادَةُ وَاَنَا مَعَهٗ حَتّٰى صَفَفْنَا خَلْفَ اَبِیْ نُعَيْمٍ وَّاَبُوْنُعَيْمٍ يَّجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعُبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَّجْهَرُ قَالَ اَجَلْ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِیْ يُجْهَرُ فِيْهَا الْقِرَاءَةُ قَالَ فَالْتَبِسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ هَلْ تَقْرَءُوْنَ اِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ بَعْضُنَا اِنَّا لَنَصْنَعُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا وَاَنَا اَقُوْلُ مَالِیْ يُنَازِعُنِی الْقُرْاٰنَ فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ جُزْءِ الْقِرَاءَةِ وَخَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَآخَرُوْنَ وَفِيْهِ مَسْتُوْرٌ. قَالَ النِّيْمَوِیُّ اِنَّ حَدِيْثَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فِی الْتِبَاسِ الْقِرَاءَةِ قَدْ رُوِیَ بِوُجُوْهٍ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ. (آثار السنن: ۳۵۴)

☆☆ نافع بن محمود بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، صبح کی نماز سے عبادہ رضی اللہ عنہ لیٹ ہو گئے تو ابونعیم مؤذن نے نماز کھڑی کی، ابونعیم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ عبادہ رضی اللہ عنہ آئے، میں ان کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ ہم ابونعیم کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے، ابونعیم اونچی آواز میں قراءت کر رہے تھے، عبادہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ پڑھنی شروع کر دی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا جب کہ ابونعیم اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا ہاں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھائی جس میں اونچی آواز سے قراءت کی جاتی ہے تو آپ پر قراءت خلط ملط ہو گئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا'' کیا تم پڑھتے ہو جب میں اونچی آواز سے قراءت کرتا ہوں؟'' ہم میں سے کچھ لوگوں نے کہا، ہم تو ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، (اور فرمایا) میں بھی تو کہوں میرے ساتھ قرآن کیوں جھگڑتا ہے، جب میں اونچی آواز سے پڑھوں تو تم سوائے سورۃ فاتحہ کے قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھو۔'' اسے ابوداود (۸۲۴) نسائی (۹۲۱) اور بخاری نے جزء القراءۃ (۳۳) اور خلق افعال العباد (ص:۱۰۲) میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس (کی سند) میں مستور (راوی) ہے۔ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا: قراءت کے خلط ملط ہونے کے بارے میں عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کی حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے جو کہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۲۴،خلق افعال العباد للبخاری :ص ۱۰۲،سنن الدارقطنی :۱۲۱۷، السنن الکبری للبیہقی :۲۹۱۷، ۲۹۲۰،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی :۳۷۸۰،جامع المسانید والسنن:۵۸۱۷۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الربیع بن سلیمان الازدی، حدثنا عبداللہ بن یوسف، حدثنا الھیثم بن حمید، اخبرنی زید بن واقد، عن مکحول، عن نافع بن محمود بن الربیع الانصاری۔۔۔۔الخ۔ (سنن ابی داود: ۸۲۴)

یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نافع بن محمود بن ربیع مجہول ومستور ہیں، اسلام کی دوصدیوں میں ان کی کسی نے ثقاہت اور عدالت بیان نہیں کی۔ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ، حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ ،حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ،امام ابن قدامہ رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ وغیرہم نے انہیں مجہول ومستور قرار دیا ہے۔(بحوالہ ماہنامہ الحدیث:ش۱۲۹، ۱۳۲،۲ ص ۲۹)

بعض متاخرین حضرات کا امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تقلید میں نافع کو ثقہ کہنا غلط ہے کیونکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ مجہول راویوں اور مستور الحال اشخاص کی روایت کو لیتے ہیں اور اس کو دلیل بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے کتاب الحدود میں اس کی تصریح کی ہے فرمایا کہ جہالت اس سے اُٹھ جاتی ہے کہ اس راوی سے دو شخص روایت کریں یا اس سے زائد۔ جبکہ ایسی صورت ہو تو اس کی حدیث معروف اور قابلِ قبول ہوگی۔ اس لحاظ سے نافع بن محمود کے نیچے دو راوی پائے گئے ہیں،لہٰذا اس کی حدیث مقبول ہوگی، یہ حضرت امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔(ملاحظہ ہو الدارقطنی: ج ۲ ص ۳۶۱)

لیکن جمہور محدثین اس کے خلاف ہیں،عدالت ،دیانت داری اور امانت داری کی صفت ہے۔ اس کے نیچے دو راویوں کے ہونے سے شخص معروف تو بن جاتا ہے اور جہالت شخصی رفع ہو جاتی ہے۔ لیکن جہالتِ وصفی یعنی عدالت کا ثبوت اس سے نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے کئی ماسٹر دو چھوڑ کر درجن اس کے شاگرد ہوتے ہیں اس سے شخص کی معروفیت تو ہو جائے گی لیکن امانت اور دیانت میں وہ کوڑی کے برابر قیمت نہیں رکھتا۔ اس سے ثقہ ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ الغرض امام دارقطنی رحمہ اللہ کے قول کو بنیاد بنا کر بعض متاخرین کا نافع کو ثقہ کہنا غلط ہے کیونکہ مجہول ومستور راویوں کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مؤقف جمہور محدثین کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی بِاَصْحَابِهٖ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ فِیْ صَلٰوتِكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ يَقْرَءُ فَسَكَتُوْا فَقَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ قَائِلٌ اَوْ قَائِلُوْنَ اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا وَلْيَقْرَأْ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِیْ

نَفْسِهٖ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ جُزْءِ الْقِرَاءَۃِ وَآخَرُوْنَ وَاَعَلَّہُ الْبَیْہَقِیُّ بِاَنَّ ہٰذِہِ الطَّرِیْقَ غَیْرُ مَحْفُوْظَۃٍ۔

(آثار السنن: ۳۵۵)

☆☆ ابوقلابہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی، جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''کیا تم اپنی نماز میں امام کے پیچھے پڑھتے ہو جب کہ امام پڑھ رہا ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے، یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی، ایک صحابی رضی اللہ عنہم نے یا متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا (راوی کو شک ہے) ہم ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، تم ایسا نہ کرو، تم میں سے کوئی ایک اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔'' اسے بخاری نے جزء القراءۃ (٦٧) میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور بیہقی (۲۹۲۲) نے اسے معلول قرار دیا ہے کہ یہ سند محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۰۵، معجم ابی یعلی الموصلی: ۳۰۳، شرح معانی الآثار: ۱۳۰۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۴، ۱۸۵۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۶۸۰، سنن الدارقطنی: ۱۲۸۸، السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۲۳، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۱۴۰، تنقیح التحقیق لابن عبد الہادی: ۶۱۷۔

امام ابویعلی موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنی مخلد بن ابی زمیل، حدثنا عبید اللہ بن عمرو الرقی، عن ایوب، عن ابی قلابۃ، عن انس۔ ۔۔۔الخ۔ (مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۰۵)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: عبید اللہ بن عمرو الرقی، عن ایوب، عن ابی قلابۃ، عن انس۔۔۔۔الخ۔

(مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۸۰۵، علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۲: ابن علیۃ وابن عیینۃ، وحماد بن زید، عن ایوب، عن ابی قلابۃ، عن النبی ﷺ۔۔۔۔الخ۔

(علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۳: خالد الحذاء، عن ابی قلابۃ، عن محمد بن ابی عائشۃ، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ۔۔۔۔الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۷۰، علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۴: ابن علیۃ، وخالد بن عبد اللہ، وشعبۃ، وعلی بن عاصم، عن خالد الحذاء، عن ابی قلابۃ، عن محمد بن ابی عائشۃ، عن النبی ﷺ۔۔۔۔الخ۔ (علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۵: الربیع بن بدر، عن ایوب السختیانی، عن الاعرج، عن ابی ہریرۃ.....الخ۔

(سنن الدارقطنی: ۱۲۸۷، علل الدارقطنی: ۲۶۶۳)

۶: سلام ابو المنذر، عن ایوب، عن ابی قلابۃ، عن ابی ہریرۃ.....الخ۔

(سنن الدارقطنی: ۱۲۸۷، علل الدارقطنی: ۲۶۶۳)

امام ابو الحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ نے اس سندی اختلاف کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: علل الدارقطنی : ۲۶۶۴) اور روایت میں ایسے ہی اختلاف کو اضطراب کہا جاتا ہے اور مضطرب روایت بالاتفاق ضعیف شمار ہوتی ہے۔

مزید برآں خصوصاً فریق مخالف کو تو اسے صحیح کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو قلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی) ہے جو تدلیس کرتا تھا۔ (دیکھئے: طبقات المدلسین: ۱۵، میزان الاعتدال: ۴۳۳۴، حاشیہ صحیح ابن خزیمہ از ناصر الدین البانی: ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳) اور فریق مخالف کے محققین میں سے خصوصاً زبیر علی زئی پارٹی کے نزدیک مدلس راوی خواہ کسی طبقہ کا بھی ہو اس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ وَالْاِمَامُ يَقْرَأُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ يَّقْرَءَ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ. (آثار السنن: ۳۵۶)

☆☆ ابو قلابہ (رحمہ اللہ) سے ہی روایت ہے کہ محمد بن ابی عائشہ نے نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم قراءت کرتے ہو جب امام قراءت کرتا ہے؟'' آپ نے یہ بات دو یا تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔'' اسے احمد (۱۸۰۷۰) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۵۸، السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۲۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۹۰، کتاب القراءت للبیہقی: ۱۵۶۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الرزاق، حدثنا سفیان، عن خالد الحذاء، عن ابی قلابۃ، عن محمد بن ابی عائشۃ، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ.....الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۷۰)

یہ روایت بھی بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے جس کی تفصیل سابقہ روایت کی تحقیق میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور پھر فریق مخالف کو تو اسے صحیح کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو قلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی) ہے جو تدلیس کرتا تھا۔ (دیکھئے: طبقات المدلسین: ۱۵، میزان الاعتدال: ۴۳۳۴، حاشیہ صحیح ابن خزیمہ از ناصر الدین البانی: ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳) اور فریق مخالف کے محققین میں سے خصوصاً زبیر علی زئی پارٹی کے نزدیک مدلس راوی خواہ کسی طبقہ کا بھی ہو اس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

مزید برآں اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوةً لَّمْ یَقْرَءْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَیْرَ تَمَامٍ فَقِیْلَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ وَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۳۵۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے نماز پڑھی، اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے، تین بار فرمایا کہ ناقص ہے۔ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: تم اکیلے اور منفرد ہوا کرو تو اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھا کرو۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نماز آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے اور بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔ جب بندہ { اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ } کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ اور جب وہ { اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ } کہتا ہے تو وہ (اللہ) فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی، اور جب وہ (بندہ) { مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ } کہتا ہے تو وہ (اللہ) فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تمجید (بزرگی) بیان کی۔

جب وہ { اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ } کہتا ہے تو (اللہ) فرماتا ہے: یہ میرے اور بندے کے درمیان ہے اور بندہ جو مانگے گا اُسے ملے گا۔ جب وہ { اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ﴾ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔"

اسے مسلم (۳۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۵، السنن الکبری للنسائی: ۷۹۵۹، حدیث السراج: ۲۵۱۰، صحیح ابن حبان: ۱۷۶۷، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۶۵، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۶۵، مشکاۃ المصابیح: ۸۲۳۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم الحنظلي، اخبرنا سفيان بن عيينة، عن العلاء، عن ابيه، عن ابي هريرة، عن النبي ﷺ ....الخ۔ (صحیح مسلم: ۳۹۵)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔

فوائد:

(۱) بعض حضرات نے {اقرء بها في نفسك} کا معنی "اپنے دل میں خفیہ آواز کے ساتھ اسے پڑھ" کرتے ہوئے اس حدیث سے فاتحہ خلف الامام کے وجوب پر استدلال کیا ہے، مگر واضح رہے کہ اس حدیث کے دو حصے ہیں ایک حصہ مرفوع ہے اور دوسرا موقوف ہے۔ جہاں تک مرفوع حصے کا تعلق میں اس میں نہ تو مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی، اور امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ وغیرہ نے صراحت فرما رکھی ہے کہ "و كذالك حديث ابي هريرة (فهو محمول على غير المأموم)" یہ حدیث مقتدی کے علاوہ پر محمول ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۲ ص ۱۱۸) اور پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر مفسر احادیث میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہے مثلاً۔۔۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا۔ (سنن نسائی: ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كل صلاة لا يقرء فيها بام الكتاب فهي خداج الا صلاة خلف امام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۴۰۴)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے جائے۔

باقی رہا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث کا موقوف حصہ تو اِس سے حتمی اور قطعی طور پر امام کے پیچھے فاتحہ کے وجوب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں {اقرء بہا فی نفسک} کے الفاظ ہیں اور قراءت فی النفس کے معنی زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ اپنے ہی دل میں تدبر اور غور کرنے اور منفرد اور اکیلے ہو کر پڑھنے کے بھی آتے ہیں اور جب تک یہ دو معنیٰ اور بھی موجود ہیں تو فریق ثانی کا قطعی اور حتمی طور پر یہ دعوٰی کیسے درست ہو سکتا ہے کہ قراءت فی النفس سے آہستہ پڑھنا ہی مراد ہے یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس موقوف اثر کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل جب تم امام کے پیچھے اقتداء کر چکے ہو تو اپنے دل ہی دل میں سورۃ فاتحہ کا تدبر اور غور کیا کرو (اور زبان کو حرکت تک نہ دینا) یا یہ مطلب ہو کہ اے سائل جب تم اکیلے اور منفرد ہوا کرو تو اس وقت سورت فاتحہ پڑھا کرو۔

بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان دونوں مطلبوں میں سے ہی کسی ایک کو لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اِن مطلبوں سے یہ اثر دیگر تفاسیر و احادیث سے متعارض نہیں ہوتا۔ قراءۃ فی النفس تدبر کے معنیٰ میں کئی احادیث میں آیا ہے مثلاً۔۔۔

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس وسوسہ کی بناء پر نماز نہ چھوڑ دینا بلکہ یہ کہہ دیا کرو کذبت اے شیطان تم جھوٹ بک رہے ہو مگر یہ کہنا فی نفسہ ہو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں فی نفسہ کی زیادت روایت کی ہے۔ (بلوغ المرام: ص ۸ بحوالہ احسن الکلام: ج ۲ ص ۵۹)

سوچئے کہ بحالت نماز دل کو شیطان لعین کو یہ کہنا کہ تم جھوٹ بکتے ہو میرہ وضو نہیں ٹوٹا بغیر تدبر اور غور کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

فی نفس کے اکیلے اور منفرد کے معنی میں استعمال ہونے کی بھی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا۔

آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہہ دیجئے۔ (النساء: ٦٣)

اس آیت میں فی نفس کے معنیٰ مفسرین حضرات نے ایک ایک اور اکیلے اکیلے کئے ہیں ملاحظہ ہو:

تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ٦٩

تفسیر خازن: ج ۱ ص ۳۹۸

تفسیر کشاف: ج ۲ ص ۳۷۱

تفسیر کبیر رازی: ج ۳ ص ۳۷۰

البحر المدید للفاسی: ج ۲ ص ۸۸

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني ملأ ذكرته في ملأ خير منهم۔

(صحیح البخاری: ۷۴۰۵)

میرا بندہ جب مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس جماعت سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں فی نفسہ تنہا اور اکیلے کے معنی میں آیا ہے۔

(۲) اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ {بسم اللہ الرحمن الرحیم} داخلِ فاتحہ اور فاتحہ کا جزء نہیں ہے کیونکہ اگر بسم اللہ کو داخلِ فاتحہ اور اس کا جزء قرار دیکر بجائے سات کے آٹھ آیتیں شمار کی جائیں تو تقسیم صحیح نہیں ہوگی، ایک طرف تو ساڑھے چار آیتیں ہوجائیں گی اور ایک طرف ساڑھے تین رہ جائیں گی، لہٰذا اس صورت میں نصف نصف کی تقسیم صحیح نہیں رہے گی۔

(۳) بعض احباب کا قیاس ہے کہ اِس حدیث قسمت میں فاتحہ کو نماز کہا گیا ہے جس سے فاتحہ کی رکنیت سمجھی جاسکتی ہے۔ مگر عرض ہے کہ یہ حدیث تو خبر واحد ہے، قرآن کریم کی متواتر آیت مبارکہ میں تو پوری قراءت کو نماز کہا گیا ہے: لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها۔ (اور تم اپنی نماز نہ بہت اُونچی آواز سے پڑھو، اور نہ بہت پست آواز سے۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰) یہاں باجماع قطعی صلوٰۃ سے مراد قراءۃ ہے، تو جب قراءت رکن نماز ہونے کے باوجود امام کے پڑھنے سے سب مقتدیوں کی طرف سے ادا ہوگئی تو فاتحہ بھی ادا ہوجاتی ہے پس یہ قیاس صحیح نہ ہوا۔

جمہور کے دلائل:

دلیل نمبرا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِذَا قُرِ ءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (الاعراف: ۲۰۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو''

"وَإِذَا قُرِ ءَ الْقُرْآن" کے بارے میں حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مفسرینؒ کی آراء:

جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے مسئلہ قراءت خلف الامام پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قراءت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رہیں اور خود خاموش رہیں۔ امام کا وظیفہ قراءت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا ہے اور ان کو استماع اور انصات کے علاوہ قراءت کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے اس آیت کے متعلقہ چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام رحمہم اللہ اور مفسرین کرام کی آراء حاضر ہیں:

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ م ۳۲ھ کے اقوال:

اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسين بن داود العلوى رحمه الله انا ابو الحسن على بن محمد بن حمشاذ العدل (رحمه الله) حدثنى محمد بن الحسين الانماطى بغدادى، نا يحيىٰ بن ايوب، نا عبدالوهاب الثقفى، نا ايوب، عن منصور، ثم لقيت منصورا، فحدثنى عن ابى وائل، عن عبدالله بن مسعود قال فى القراءة خلف الامام: انصت للقرآن كما امرت فان فى القراءة لشغلا وسيكفيك ذلك الامام۔ (كتاب القراءة للبيهقى: ۲۵۷، السنن الكبرى للبيهقى: ۲۹۰۰)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیوں کہ قراءت میں شغل ہے۔ امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے۔

یہ اثر بلا غبار صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے محققین میں سے ارشاد الحق اثری نے بھی سنداً صحیح کہا ہے۔
(توضیح الکلام: ص ۵۲۳)

حدثنا ابو سعيد الاشج، ثنا ابن فضيل وابو خالد عن داود بن ابى هند عن ابى نضرة عن اسير بن جابر المحاربى عن عبدالله قال: لعلكم تقرءون؟ قلنا نعم قال: الا تفقهون؟ مالكم لا تعقلون؟ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ (تفسير ابن ابى حاتم الرازى: ۸۶۳۰)

اسیر بن جابر محاربی سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ شاید تم لوگ (امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو تو ہم نے کہا جی ہاں! (ہم کرتے ہیں) تو (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم سمجھ اور عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ (اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں) اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

یہ اثر بھی صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ م ۶۸ھ کے اقوال:

اخبرنا ابو زكريا بن ابى اسحاق المزكى، انا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدوس، نا عثمان بن سعيد نا عبدالله بن صالح، حدثنى معاوية بن صالح، عن على بن ابى طلحة عن ابن عباس فى قوله تعالىٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون يعنى فى الصلوٰة المفروضة۔

(كتاب القراءة للبيهقى: ۲۵۴)

(حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "واذا قرئ القرآن۔۔۔الآية" فرض نماز کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور حکماً متصل ہے، علی بن ابی طلحہ کی براہِ راست سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماعت نہیں ہوئی بلکہ وہ سیدنا مجاہد بن جبر رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وساطت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مزید تحقیق کیلئے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں:

میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۲۲۸

فتح الباری: ج ۸ ص ۲۳۲

تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۶۱۴

تفسیر اتقان: ج ا ص ۳۰۸

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران ببغداد انا ابو جعفر محمد بن عمرو الرذاذ نا سعدان بن نصر نا مسکین بن بکیر الحرانی عن ثابت بن عجلان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: المؤمن فی سعة من الاستماع الیه الا فی صلاۃ مفروضة او المکتوبة او یوم جمعة او یوم فطر او یوم اضحی یعنی واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ (کتاب القراءۃ:۲۵۳)

(سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت ''واذا قرئ القرآن'' کے پیش نظر مومن پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کو گنجائش ہے کہ سنے یا نہ سنے مگر مفروضہ نماز جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے (ان حالات میں اس کو بہر حال خاموش رہنا اور استماع وانصات کرنا ضروری ہے)۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ ارشاد الحق اثری نے بھی اسے سنداً حسن کہا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۵۲۴)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول فرض نماز ہے اور اس روایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما عموم الفاظ کے پیش نظر جمعہ اور عیدین کی نماز وغیرہ کا حکم بھی استماع وانصات بیان کررہے ہیں اور یہ بات تو سب کو مسلم ہے کہ نصوص میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص اسباب کا۔

ثقہ تابعی امام محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا قول:

حدثنا یونس بن عبد الاعلیٰ انبأ ابن وهب، ثنا ابو صخر عن محمد بن کعب القرظی قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا قرء فی الصلاۃ اجابه من وراءه اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ما یقول حتی تنقضی الفاتحة والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون فقرء وانصتوا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ۸۲۷۰)

اس اثر کا ماحصل یہ ہے کہ (ثقہ تابعی) محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ

کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ اگلی سورۃ بھی پڑھا کرتے تھے جب تک اللہ کو منظور تھا معاملہ یوں ہی رہا، پھر سورۃ اعراف کی آیت " واذا قرء القرآن " نازل ہوئی تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قراءت کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہا کرتے تھے۔

یہ اثر امام محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تک بلحاظ سند بلا غبار صحیح وثابت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ کا قول:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

کہ اس بات پر اجماع ہے کہ " واذا قرء القرآن " نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج ۲۲ ص ۱۵۰، المغنی لابن قدامہ: ج ۲ ص ۱۱۷)

امام ابوبکر بیہقیؒ م ۴۵۸ھ کا قول:

امام ابوبکر بیہقیؒ م ۴۵۸ھ (جن کی کتاب القراءۃ پر مسئلہ زیر بحث میں فریق ثانی کا مدار ہے) لکھتے ہیں:

انا لا ننكر نزول هذه الآية فى الصلوٰة او فى الصلوٰة والخطبة كما ذهب اليه من ذكرنا قوله من سلف هذه الامة غير انهم او بعض من روى عنهم اختصروا الحديث فقالوا فى الصلوٰة مطلقاً۔(كتاب القراءة:٢٦)

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں یا نماز اور خطبہ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ سلفِ امت کے اقوال ہم نے نقل کیے ہیں لیکن ہمارا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے یا ان میں سے بعض نے حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور اس آیت کا شان نزول مطلقاً نماز کو قرار دیا ہے (اور خطبہ وغیرہ کا ذکر تک نہیں کرتے۔)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کو اس کا اقرار ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول صرف نماز یا نماز اور خطبہ دونوں ہیں اور جمہور امت کا بھی یہی قول ہے مگر ان کا اعتراض محض یہ ہے کہ آیت کو فقط نماز پر کیوں قصر کر دیا ہے؟ اس میں خطبہ وغیرہ کا ذکر بھی آنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے لیکن امام موصوف کا یہ اعتراض محل نظر ہے کیونکہ جس حدیث کے اختصار کا الزام امام موصوف نے عائد کیا ہے وہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی سب کو تسلیم ہے کہ آیت کا حکم خطبہ کو بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہے اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔(فیما اعلم)

دیگر حوالہ جات:

نیز مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل ائمہ نے بھی آیتِ مذکورہ کو نماز کے متعلق قرار دیا ہے:

☆ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ م ۱۰۲ھ: (کتاب القراءۃ: ص ۷۳، ۷۴، ۷۲)

☆امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ م ۹۴ھ: (کتاب القراءۃ:۷۵)

☆امام حسن بصری رحمہ اللہ م ۱۱۰ھ: (کتاب القراءۃ:۷۵)

☆امام ابوالعالیہ الریاحی رحمہ اللہ م ۹۳ھ: (کتاب القراءۃ:۷۲)

☆امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ م ۱۲۴ھ: (کتاب القراءۃ:۷۵)

☆امام عبید بن عمیر رحمہ اللہ م ۷۴ھ: (تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۱۱۰ وابن کثیر: ج ۳ ص ۶۲۳)

☆امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ م ۱۱۴ھ: (تفسیر ابن جریر ج۹ ص ۱۱۰ وابن کثیر: ج ۳ ص ۶۲۳)

☆حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ: (تفسیر ابن کثیر: ص ۲۸۱)

☆امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ: (المغنی لابن قدامہ: ج ۱ ص ۶۰۵)

☆امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ: (تفسیر ابن جریر: ج ۹ ص ۱۱۲)

☆امام بغوی رحمہ اللہ ۵۱۶ھ: (تفسیر معالم التنزیل: ج ۳ ص ۶۲۳)

☆علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ م ۹۸۲ھ: (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر: ج ۴ ص ۵۰۳)

☆امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ م ۳۷۰ھ: (احکام القرآن: ج ۳ ص ۴۹)

☆علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ م ۱۲۷۰ھ: (روح المعانی: ج ۹ ص ۱۳۳)

☆امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ: (بحوالہ اوجز المسالک: ج ۱ ص ۲۴۸ بحوالہ احسن الکلام: ج ۱ ص ۱۶۴)

☆امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ: (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج ۲۲ ص ۱۵۰)

☆امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ: (سنن نسائی:۱۵۶)

چند شبہات کا ازالہ:

مفسرین کے اقوال کے بعد اس آیت کے سلسلہ میں فریق ثانی کی طرف سے پھیلائے جانے والے چند اہم شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

شبہ نمبر ۱:

فریق ثانی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا خطاب مومنوں کو نہیں بلکہ کافروں کو ہے جو تبلیغ کے وقت شور وغل مچایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو۔ اس آیت میں اگر واقعی حطاب مومنوں کو ہوتا تو لعلکم کے لفظ کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ یہ لفظ ترجی کے لیے آتا ہے اور مومن بہرحال رحمت خداوندی کا مورد اور مستحق ہیں۔

الجواب:

اولاً۔۔۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ ماقبل میں حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی حضرات سے بلکہ تمام امت کا اجماع واتفاق نقل کیا جا چکا ہے کہ اس آیت کا خطاب نہ صرف مومنوں سے ہے بلکہ اس کا شانِ نزول ہی نماز ہے۔ اس اجماع کے مقابلے میں ایسے بے بنیاد اور بے دلیل نظریہ کو کون سنتا ہے؟ تبلیغ کے وقت کافروں کی بیہودہ گوئی اور شوروغل کے سلسلہ میں "وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون" نازل ہوئی ہے نہ کہ واذا قرئ القرآن۔

ثانیاً۔۔۔ باقی لفظ لعل سے استدلال تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ لفظ لعل اگرچہ ترجی کے معنی میں آتا ہے مگر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے وضاحت کر رکھی ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ امام خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لعل وعسى من الله واجب۔ (تفسير خازن: ج۲ص۲۲۳)

امام عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ م ۱۰ےھ لکھتے ہیں:

ولعل للترجي والاطماع ولكنه من كريم فيجري مجرى وعده المحتوم وفاءه وبه قال سيبويه۔ (مدارك: ج۱ص۵۵)

لعل کا لفظ ترجی اور طمع دلانے کے لیے آتا ہے۔ لیکن ذاتِ باری سے یہ حتمی اور ضروری وعدہ کے طور پر آتا ہے اور سیبویہ اسی کا قائل ہے۔

ثقہ وصدوق امام علامہ تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شاہی محاورہ میں لعل کے معنی عجب نہیں کے آتے ہیں۔ (بیان القرآن: ج۱ص۱۰)

الغرض اگر اللہ رب العزت نے اپنی شانِ بے نیازی کے مطابق لعلکم کے لفظ کے ساتھ مومنوں سے خطاب کیا ہے تو اس میں خرابی کیا ہے؟

نیز قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مومنوں کیلئے لعل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نہ معلوم وہاں یہ منطق کیسے چلے گی؟ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱: يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون۔ (البقرة:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

۲: وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ (النور: ۳۱)
اور اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

۳: واذکروا اللہ کثیر العلکم تفلحون۔ (الجمعۃ: ۱۰)
اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

شبہ نمبر ۲:

کہا جاتا ہے کہ " واذا قرء القرآن" قرآن کی دوسری آیت " فاقرؤا ماتیسر " سے منسوخ ہے۔

الجواب:

" واذا قرء القرآن " کو " فاقرؤا ماتیسر " سے منسوخ قرار دینا بالکل بے دلیل اور بے بنیاد ہے کیونکہ ان دونوں آیات کا محل جدا جدا ہے " واذا قرء القرآن " کا شانِ نزول نماز باجماعت ہے اور " فاقرؤا ماتیسر " کا محل نماز تہجد ہے (جو کہ اکیلے اکیلے پڑھی جاتی ہے)۔ ملاحظہ ہو:

سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۹۲
اعلام الموقعین لابن قیم: ج ۲ ص ۳۲۷
السراج المنیر: ج ۴ ص ۲۴۸
نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۱۸
تفسیر واضح البیان: ص ۴۴۳

جب دونوں آیات کا محل ہی جدا جدا ہے تو پھر ان میں ناسخ منسوخ کی بات کیسے چل سکتی ہے؟

شبہ نمبر ۳:

کہا جاتا ہے کہ نماز باجماعت تو وارکعوا مع الراکعین سے شروع ہوئی جو مدنی آیت ہے اور بعد از ہجرت نازل ہوئی اور حنفیہ " واذا قرء القرآن " والی مکی آیت کو جو قبل از ہجرت نازل ہوئی نماز باجماعت کے بارے میں نازل ہونا بتاتے ہیں یعنی نماز باجماعت تو مدینہ منوہ شروع ہوئی جبکہ " واذا قرء القرآن " مکی آیت ہے تو اس مکی آیت کو نماز باجماعت کے بارے میں کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

الجواب:

اولاً۔۔۔ " واذا قرء القرآن۔۔۔ الآیۃ " کو اگر مکی آیت مانا جائے تو بھی فریق مخالف کا مذکورہ اعتراض جاری نہیں ہوتا کیونکہ " وارکعوا مع الراکعین " کے مدنی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز باجماعت بھی مدینہ میں شروع ہوئی کیونکہ

بسا اوقات آیت کا نزول تقریر حکم کے لیے بھی ہوتا ہے مثلاً احادیث میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ابتدائی زمانہ نزول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا۔ (ملخصاً: مشکوٰۃ المصابیح: ۳۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۶۵۷) حالانکہ آیتِ وضو" اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم ۔۔۔الآیۃ۔" ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو ابتداء زمانہ نبوت (یعنی مکہ مکرمہ) سے ہے مگر آیتِ وضو مدینہ میں تقریر حکم کیلئے نازل ہوئی تا کہ حکم محکم ہو جائے۔ اسی طرح نماز باجماعت کی ابتداء بھی مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن آیت جماعت مدینہ میں نازل ہوئی تا کہ حکم پختہ ہو جائے۔ اب نماز باجماعت کے مکہ مکرمہ سے ہی مشروع ہونے کی اختصار کے پیش نظر دو دلیلیں ملاحظہ ہوں:

۱: حدثنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ھشیم قال حدثنا ابو بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ولا تجھر بصلاتك ولا تخافت بھا قال نزلت ورسول الله ﷺ مختف بمکة کان اذا صلی باصحابه رفع صوته بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزله ومن جآء به فقال الله تعالیٰ لنبیه ﷺ ولا تجھر بصلاتك ای بقراءتك فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بھا عن اصحابك فلا تسمعھم وابتغ بین ذٰلك سبیلا۔

(صحیح البخاری: ۴۷۲۲، صحیح مسلم: ۴۴۶)

(حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد" اور آپ نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیئے اور نہ (بالکل) چپکے ہی چپکے پڑھیئے۔" کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں چھپ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تھے اور بلند آواز سے قراءتِ قرآن فرماتے تھے۔ جب مشرکین قرآن سنتے تو وہ قرآن اور اس کے نازل کرنے والے اور اس کو لانے والے کو بُرا کہتے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکالیں۔

۲: حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ما قرء رسول الله ﷺ علی الجن ولا رآھم انطلق رسول الله ﷺ فی طائفة من اصحابه عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وبین خبر السمآء۔ وارسلت علیھم الشھب۔ فرجعت الشیاطین الی قومھم فقالوا: مالکم۔ قالوا: حیل بیننا وبین خبر السمآء وارسلت علینا الشھب۔ قالوا: ماذاك الا من شیٔ حدث۔ فاضربوا مشارق الارض ومغاربھا۔ فانظروا ماھذا الذی حال بیننا وبین خبر السماء فانطلقوا یضربون مشارق الارض ومغاربھا۔ فمر النفر الذین اخذوا نحو تھامة وھو بنخل عامدین الی سوق عکاظ وھو یصلی باصحابه صلاة الفجر۔ فلما

سمعوا القرآن استمعوا له. وقالوا هذا الذی حال بیننا وبین خبر السماء فرجعوا الی قومهم. فقالوا: یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فآمنا به ولن نشرك بربنا احدا. فانزل الله عزوجل علی نبیه محمد ﷺ: قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن.

(صحیح مسلم: ۴۴۹، صحیح البخاری: ۷۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کے سامنے قرآن پڑھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بازارِ عکاظ کا ارادہ کر کے جا رہے تھے اور شیطانوں اور آسمانی خبروں کا درمیانی واسطہ بند ہو گیا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جانے لگے تو شیطان اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو انہوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان کے کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے ہیں۔ انہوں نے کہا ضرور کوئی نئی بات پیش آ گئی ہے۔ پس پھر و تم مشرق و مغرب میں اور دیکھو کہ ہمارے اور آسمان کے درمیان کیا چیز حائل ہو گئی ہے۔ پس وہ چلے اور مشارق و مغارب میں پھرے۔ پس ان میں سے کچھ جنات تہامہ کی طرف گزرے اور آپ ﷺ مقام نخل پر بازارِ عکاظ کو گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نمازِ فجر پڑھائی۔ جب انہوں نے توجہ اور غور سے قرآن کی آواز سنی تو انہوں نے کہا کہ یہ وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے، ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے اکیلے رب کے ساتھ شرک نہیں کریں گے، تو اللہ نے اپنے محمد ﷺ پر {قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن} یعنی سورۃ الجن نازل فرمائی۔

ثانیاً۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ م ۷۷۴ھ نے اپنی تفسیر میں اور فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان نے اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ سورہ اعراف مدنی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۴ ص ۲۵۴، فتح البیان: ج ۳ ص ۳۱۳ بحوالہ احسن الکلام: ج ۱ ص ۱۸۹) کیونکہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت یہود کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہود کا مرکز مدینہ طیبہ تھا نہ کہ مکہ مکرمہ۔ معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور نواب صدیق حسن خان کی تحقیق کے مطابق تو سورۃ اعراف ساری ہی مدنی ہے۔

دلیل نمبر ۲:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلْیَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ وَاِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَّهُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۳۵۹)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے

کھڑے ہو تو تم میں سے کوئی ایک تمہاری امامت کرائے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ اسے احمد (۱۹۷۲۳) اور مسلم (۴۰۴) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۷۲۳، صحیح مسلم: ۴۰۴، سنن ابن ماجہ: ۸۴۷، مسند البزار: ۳۰۵۹، مسند الرویانی: ۵۶۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۹۸، سنن ابی داود: ۹۷۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۳۲۶، سنن الدارقطنی: ۱۲۴۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۸۹۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ، عن ابی غلاب، عن حطان بن عبداللہ الرقاشی، عن ابی موسی۔۔۔۔ الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۷۲۳)

یہ حدیث صحیح مسلم سمیت حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے اور بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ فریق مخالف کے محققین میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو درج ذیل محدثین اور علماء نے صحیح قرار دیا ہے:

۱۔ امام مسلم رحمہ اللہ:

۲۔ ابوعوانہ الاسفرائنی رحمہ اللہ: (المستخرج علی صحیح مسلم: ۲/ ۱۳۳)

۳۔ ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ: (المستخرج علی صحیح مسلم: ج ۲ ص ۲۸ ح ۸۹۸)

۴۔ ابن جریر الطبری رحمہ اللہ: (جامع البیان: ۹/ ۱۱۲)

۵۔ المنذری (رحمہ اللہ۔ ن): (عون المعبود ا/ ۲۳۵ (مختصر سنن ابی داود ا/ ۳۱۳)۔)

۶۔ حافظ ابن تیمیہ (رحمہ اللہ۔ ن): (مجموع الفتاوی: ۲۲/ ۲۹۵)

۷۔ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ۔ ن): (التفسیر ا/ ۳۶۹)

۸۔ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ۔ ن): (فتح الباری ۲/ ۲۴۲ تحت ح ۷۵۸)

۹۔ معاصرین مین سے شیخ البانی: (ارواء الغلیل ۲/ ۳۸ ح ۳۳۲)

۱۰۔ حافظ ابن عبدالبر (رحمہ اللہ۔ ن): (التمہید: ۱۱/ ۳۴)

۱۱۔ معاصرین میں سے شیخ سلیم الہلالی السلفی

۱۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: (العلل للخلال بحوالہ الجوہر النقی ۲/ ۱۵۵، التمہید ۱۱/ ۳۴، مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۲۲/ ۳۴۰)

۱۳۔ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری (رحمہ اللہ۔ ن): (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱/ ۱۲۱، نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۳/ ۱۰۶، ۱۰۷)

۱۴۔قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی (رحمہ اللہ۔ن):(احکام القرآن ۲/ ۸۲۸،تحت آیۃ: ۲۰۴ من سورۃ الاعراف)

۱۵۔ابواسحاق الاسفرائنی (رحمہ اللہ۔ن)

۱۶۔ابن الصلاح الشہر زوری الشافعی (رحمہ اللہ۔ن):(مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲،دوسرانسخہ ص ۹۲)

۱۷۔ابن القیسرانی ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی (رحمہ اللہ۔ن):(صفۃ التصوف ورقہ ۸۷،۸۸،بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین ص ۲۰)

۱۸۔امام محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ الرازی المعروف بابن وارہ رحمہ اللہ

۱۹۔ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی (رحمہ اللہ۔ن):(الفیۃ العراقی مع التعلیقات ص ۲۰،شعر: ۴۰،فتح المغیث للسخاوی ۱/ ۵۰)

۲۰۔جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی:(الجامع الصغیر ۱/ ۱۷۵ ح ۷۹۳،فیض القدیر للمناوی ۱/ ۵۳۳)

۲۱۔ابن حزم اندلسی (رحمہ اللہ۔ن):(دیکھئے:المحلی لابن حزم: ۳/ ۲۴۰،مسئلہ: ۳۶۰)

۲۲۔حسین بن مسعود البغوی (رحمہ اللہ۔ن)

۲۳۔خطیب بغدادی (رحمہ اللہ۔ن)

۲۴۔قاضی ابویعلی الموصلی (رحمہ اللہ۔ن)

۲۵۔ابن عدی (رحمہ اللہ۔ن)

۲۶۔ابن مندہ (رحمہ اللہ۔ن)

۲۷۔عبدالغنی بن سعید (رحمہ اللہ۔ن)

۲۸۔حاکم نیشاپوری (رحمہ اللہ۔ن)

۲۹۔اسحاق (رحمہ اللہ۔ن)

۳۰۔ابن عبدالہادی (رحمہ اللہ۔ن):(دیکھئے:نصب الرایہ: ج ۱ ص ۲۳۷)،(ملخصاً:مقالات: ج ۲ ص ۲۲۹ تا ۲۳۶)

نیز اس حدیث کو فریق مخالف کے متعدد محققین جیسے زبیر علی زئی،ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہم نے بھی صحیح کہا ہے۔(دیکھئے:مقالات: ج ۲ ص ۲۳۶،ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۹۔ ۱۳۲ ص ۵۶،نصر الباری: ص ۲۸۳،ارواء الغلیل: ۲ ۳۳۲،تعلیق مسند احمد: ۱۹۷۲۳)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ قراءت کرنا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور

انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر انصات کے اور کوئی گنجائش نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث مطلق ہے لہٰذا سری اور جہری تمام نمازوں کو شامل ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَاقَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوا آمِیْنَ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلاَّ التِّرْمَذِیَّ وَهٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۶۰)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب امام {غیر المغضوب علیھم ولا الضالین} کہے تو تم آمین کہو۔'' اسے ترمذی کے سوا پانچوں (ابوداود: ۶۰۴، ابن ماجہ: ۸۴۶، نسائی: ۹۲۲، ۹۲۳، احمد: ۸۸۸۹) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۸۸۹، سنن ابی داود: ۶۰۴، سنن النسائی: ۹۲۱، شرح معانی الآثار: ۱۲۹۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۴۳، فوائد تمام: ۹۷۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۸۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۴۲۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے امام ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ۔۔۔۔الخ۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۶)

یہ حدیث بلاغبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے ائمہ محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔
اور فریق مخالف کے محققین میں سے ناصر الدین، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۸۴۶، ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۹۔ ۲ ۱۳ ص ۵۷، نصر الباری: ۲۸۵، تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۸۸۹)

فائدہ:

اس حدیث میں مقتدی کو ''ولا الضالین'' تک خاموش رہنے کا حکم ہے اور صرف آمین کہنے کی اجازت ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں مقتدی کو سورۃ الفاتحہ کی قراءت سے منع کیا گیا ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا احادیث "ماعدا الفاتحۃ" پر محمول ہیں۔

الجواب:

اِن حضرات کا ان احادیث کو ماعدا الفاتحہ پر محمول کرنا قطعاً باطل ومردود ہے اس لیے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کی جا چکی ہے:

وَإِذَا قَرَءَ فَأَنْصِتُوْا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ۔

اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب امام {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} کہے تو تم آمین کہو۔

یہ عقدہ تو غالی حضرات ہی حل کریں گے کہ غير المغضوب عليهم ولا الضالين سے پہلے وہ کونسی قراءت جس میں امام کا وظیفہ قراءت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموش رہنا بتلایا گیا ہے؟ اس صحیح حدیث کو پیش نظر رکھ کر بخوبی یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ غالی حضرات کی مذکورہ تاویل قطعی طور پر باطل اور مردود ہے۔ نیز فریق مخالف کے اکابرین میں سے محمد گوندلوی نے لفظ قراء ت پر بحث کرتے ہوئے (ایک اثر کے ذیل میں) لکھا ہے کہ:

یہ اثر مطلق ہے مگر قراءت بالا جماع چونکہ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے اس واسطے اس اثر سے فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ہوتا ہے۔ (خیر الکلام: ص ۵۲۱ بحوالہ احسن اکلام: ج ۱ ص ۲۶۳)

اس اعتبار سے مقتدی کو سورہ فاتحہ کی قراءت کے وقت اولاً و بالذات خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ بالا جماع قراءت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ مزید برآں فریق مخالف کے اکابرین میں سے محمد گوندلوی صاحب کہتے ہیں:

ہمارہ تو یہ مسلک ہے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فرعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری یا سری ہو اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام: ص ۳۳)

مزید لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص اپنی تحقیق کی بناء پر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ (ایضاً: ۲۴۵)

فریق مخالف کے محقق ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

امام بخاریؒ کے دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کی کسی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے

والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہیں وغیرہ۔(توضیح الکلام: ۱/ ۴۳)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِأَصْحَابِهِ صَلوٰةً نَّظُنُّ أَنَّهَا الصُّبْحُ فَقَالَ هَلْ قَرَءَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ إِنِّيْ أَقُوْلُ مَالِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۶۱)

☆☆ سفیان بن عیینہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ (ابن شہاب) الزہری (رحمہ اللہ) سے بیان کرتے ہیں وہ ابن اکیمہ سے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ایک نماز پڑھائی، ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی، پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے (میرے پیچھے قرآن) پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں نے۔ آپ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہے کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔'' اسے ابن ماجہ (۸۴۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۴۸، مؤطا مالک: ۲۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۸۱۹، سنن ابی داود: ۸۲۷، سنن ترمذی: ۳۱۲، سنن النسائی: ۹۱۹، شرح معانی الآثار: ۱۲۹۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۹۷، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۹۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۴۷۔

اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وهشام بن عمار قالا حدثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن ابن اکیمة قال سمعت اباهریرة۔۔۔الخ۔(سنن ابن ماجه: ۸۴۸)

یہ حدیث بلا اعتبار صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے متعدد محققین جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۹۱۹، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۹۔ ۱۳۲ ص ۵۸) ابن اکیمہ سے مراد امام ابوالولید عمارہ بن اکیمہ اللیثی المدنی ہیں جو کہ ثقہ راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

تہذیب: ج ۷ ص ۴۱۱

الجوہر النقی: ج ۲ ص ۱۵۸

مرقات: ج ۱ ص ۵۳۴

تقریب: ص ۲۷۶

تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۵۴

ابکار المنن: ۲۴

عون المعبود: ج ۱ ص ۳۰۶

فائدہ:

مؤطا مالک (۲۸۶) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ:

فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه رسول الله بالقراءة حين سمعوا ذٰلك من رسول الله ﷺ۔

اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ ﷺ جہر سے قراءت کیا کرتے تھے، لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءت ترک کر دی تھی۔

یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک شخص تھا اور آپ ﷺ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے قراءت نہیں کی تھی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قراءت کی تھی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے تو خود قراءت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر کیا ممانعت کا کوئی جدید حکم آیا ہے؟ اور محال ہے کہ آپ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم دیا ہو اور اس پر عمل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تسبیح، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا۔ اگر ناگواری گزری ہے تو صرف مقتدی کی قراءت، جہری نمازوں میں اس سے بڑھ کر امام کے پیچھے قراءت کے منع ہونے کا اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

دلیل نمبر ۵:

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن الحمامی المقرء انا احمد بن سلمان الفقيه نا ابراهيم بن الهيثم نا آدم نا ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ماكان من صلوٰة يجهر فيها الامام بالقراءة فليس لاحد ان يقرء معه۔ (كتاب القراءة للبيهقي: ۳۲۹)

(حضرت سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نماز میں امام جہر سے قراءت کرتا ہو، اس نماز میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قراءت کرے۔

دلیل نمبر ۶:

اخبرنا ابو عبدالله الحافظ انا ابو بكر بن اسحاق الفقيه انا احمد بن بشر بن سعد المرثدی نا فضيل

بن عبدالوهاب نا خالد یعنی الطحان ح قال ابو عبدالله و اخبرنی ابو بکر بن عبدالله نا الحسن بن سفیان نا محمد بن خالد بن عبدالله الواسطی نا ابی عن عبدالرحمن بن اسحاق عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ : کل صلاۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلاۃ خلف امام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۴۰۴)

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص ہوتی ہے، مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنیٰ ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔''

یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے اور بعض غالی حضرات کا ''الا صلاۃ خلف امام'' کی زیادتی پر کلام غلط و مردود ہے کیونکہ اس زیادتی کو روایت کرنے والے امام خالد بن عبداللہ الطحان رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی اصول حدیث کی روشنی میں صحیح شمار ہوتی ہے۔

اس حدیث میں خلف امام اور ام الکتاب کی قید خاص طور پر لحوظ رکھنی چاہیے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے تمام نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قراءت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی اور غالی حضرات جہاں قراءت سے مازاد علی الفاتحہ سے مراد لے کر گلوخاصی کیا کرتے ہیں یہ حدیث ان کی اس تاویل کو بھی باطل ٹھہراتی ہے کیونکہ اس میں خاص طور پر ام الکتاب کی قید موجود ہے جو نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ اور اس صحیح حدیث سے غالی حضرات کا یہ مطالبہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک ہی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرو۔

دلیل نمبر ۷:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَّقْرَأُ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَءَ اَوْ اَيُّكُمُ الْقَارِئُ قَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۳۶۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' پڑھنی شروع کر دی، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''تم میں سے کس نے پڑھا'' یا فرمایا: ''تم میں سے کون پڑھنے والا ہے۔'' (راوی کو شک ہے) ایک شخص نے عرض کیا: میں نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سمجھا کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔'' اسے مسلم (۳۹۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۹۹، مسند الحمیدی: ۸۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۸۱۵، سنن ابی داود: ۸۲۸، مسند الرویانی: ۱۰۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۹۴، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۱۹، سنن الدارقطنی: ۵۰۰

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت زرارة بن اوفیٰ یحدث عن عمران بن حصین....الخ.(صحیح مسلم: ۳۹۸)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بالاتفاق ثابت ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سری نماز میں بھی اپنے پیچھے قراءت کرنے والے کی قراءت کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی لہٰذا سری نمازوں میں بھی قراءت کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَقْرَءُوْنَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ خَلَطْتُمْ عَلَيَّ الْقِرَاءَةَ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۶۳)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءت خلط ملط کر دی ہے۔ اسے طحاوی (۱۲۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۳۰۹، مسند البزار: ۲۰۷۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۰۰۶، ۵۳۹۷، سنن الدارقطنی: ۱۲۹۰، کتاب القراءة للبیہقی: ۳۶۵، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ج ۱۱ ص ۴۹۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکرة قال ثنا ابو احمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر قال ثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ....الخ.(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۳)

یہ حدیث بلحاظ سند کم از کم حسن ہے اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے محققین میں سے ناصر الدین

البانی اور شعیب ارناؤط نے بھی اسے بلحاظ حسن کہا ہے۔

(حاشیہ اصل صفۃ صلاۃ النبی: ص ۳۶۷، تعلیق مسند الامام احمد: ۴۳۰۹)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے قراءت کرنے والوں کی قراءت کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی اور اس حدیث میں چونکہ جہری نماز کی قید نہیں۔اس لیے سب نمازوں کو یہ حدیث شامل ہوگی۔

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. رَوَاهُ الْحَافِظُ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْمُؤَطَّا وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۶۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کا امام ہو تو اس امام کی قراءت ہی اس (مقتدی) کی قراءت ہے۔'' اسے (امام اہل السنت) محمد بن حسن (الشیبانی) نے مؤطا (ص ۹۶) میں، طحاوی (۱۲۹۴) نے اور دارقطنی (۱۲۳۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا محمد: ص ۹۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۴، سنن الدارقطنی: ۱۲۳۳، احکام القرآن للطحاوی: ۴۸۹، تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ۱۴۱، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ص ۳۲، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۴۷۴، تنقیح التحقیق لابن عبد الہادی: ۸۴۷، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ للبوصیری: ۱۰۷۵، فتح القدیر للکمال ابن الہمام: ج ۱ ص ۳۴۶۔

اور مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے، امام احمد بن ابو بکر بوصیری رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ، حافظ ابن الہمام رحمہ اللہ م ۸۶۱ھ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ م ۱۲۷۰ھ نے اسے مسند احمد بن منیع کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

قال احمد بن منیع انبأنا اسحاق الازرق ثنا سفیان وشریك عن موسی ابن ابی عائشة عن عبداللہ بن شداد عن جابر ....الخ.

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۱۰۷۵، فتح القدیر: ج ۱ ص ۳۴۶، تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ۱۴۱)

امام سفیان اور شریک رحمہما اللہ کے علاوہ امام اہل سنت ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حسن بن عمارہ رحمہ اللہ نے بھی اسے موسیٰ بن ابی عائشہ سے بیان کیا ہے اور یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

چنانچہ امام احمد بن ابوبکر بوصیری رحمہ اللہ م ۸۴۰ھ نے اسے مسند احمد بن منیع اور مسند عبد بن حمید سے بالسند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

اسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی علی شرط مسلم۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۱۲۶۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی پہلی سند (مسند احمد بن منیع والی) صحیح بخاری وصحیح مسلم کی شرط پر، جب کہ اس کی دوسری سند (مسند عبد بن حمید والی) صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فریق مخالف کے محقق ناصر الدین صاحب لکھتے ہیں:

وقواہ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ کما فی الفروع لابن عبد الهادی (ق۴۸/۲) وصحح بعض طرقہ البوصیری۔ (صفۃ صلاۃ النبی ﷺ: ص۱۰۰)

کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے قوی قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابن الہادیؒ کی کتاب الفروع میں ہے اور امام بوصیریؒ نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قراءت کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے بلکہ امام کا پڑھنا گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات نے لکھ مارا ہے کہ اس حدیث "فقراءۃ الامام لہ قراءۃ" میں "لہ" کی ضمیر حرف "مَن" کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ یہ ضمیر "الامام" کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت صرف امام کے لیے ہے یعنی مقتدی کو اپنی الگ اور جدا قراءت کرنا ہوگی۔

الجواب:

یہ اعتراض یا بزعم خود جواب محض بیہودہ اور لغو ہے:

اولاً ---- اس لیے کہ سو فیصدی نحاۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب جملہ خبر واقع ہو تو لابدی ہے کہ اس جملہ میں ربط پیدا کرنے والی کوئی چیز ہو مظہر ہو یا ضمیر جو مبتداء کی طرف راجع ہو، عام اس سے کہ مذکور ہو یا مقدر اس حدیث میں "من کان لہ امام" حرف "مَن" مبتداء ہے جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے اور جملہ "فقراءۃ الامام لہ قراءۃ" اس کی خبر ہے جو جزاء پر مشتمل ہے۔ اگر "لہ" کی ضمیر حرف "مَن" کی طرف راجع نہ ہو تو پھر (غالی حضرات۔ن) اور ان کے اتباع ہی یہ

ارشاد فرمائیں کہ "مَن" کی طرف کونسی ضمیر راجع ہوگی یا ربط پیدا کرنے والی یہاں کیا چیز ہے؟ کیا علم نحو (غالی حضرات سے) اتنا مرعوب یا ان کا اتنا خیر خواہ ہے کہ اس کو یہاں اپنا عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں اور نہ اس میں اس کی ہمت اور جرات ہے۔۔ ۔۔الخ۔ مؤلف خیر الکلام ص ۴۹۵ لکھتے ہیں کہ بلکہ ضمیر مقدر بھی ہوسکتی ہے۔۔۔الخ۔

الجواب:

بے شک مقدر بھی ہوسکتی ہے مگر وہاں جہاں ظاہر اور مذکور نہ ہو یہاں مقدر ماننے کا کونسا داعیہ ہے جبکہ ضمیر ظاہر موجود ہے؟
ثانیاً۔۔۔چونکہ فریق مخالف کا عامل بالحدیث ہونے کا دعوی ہے (اور ان کے زعم میں دوسرے لوگ جو ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں صرف فقہ اور اماموں کے قول سے احتجاج کیا کرتے ہیں) اس لیے بطور نمونہ صرف چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں تا کہ اس خود ساختہ قاعدہ کے تحت ان کا مطلب ہمیں سمجھا دیا جائے:

۱۔من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته۔ (بخاری وغیرہ)

غالی حضرات کے مذکورہ قاعدہ کے رُو سے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہی حاجات پوری کرتا رہتا ہے۔(العیاذ باللہ)

۲۔من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه۔ (بخاری وغیرہ)

غالی حضرات کے قاعدہ کے لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے مصائب دور کرتا ہے۔(عیاذا باللہ تعالی)

۳۔من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في الجنة۔ (متفق علیہ)

غالی حضرات کے گھریلو ضابطہ کے لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔(نعوذ باللہ تعالی)، (ماخوذ از احسن الکلام)

دلیل نمبر ۱۰:

سری نمازوں کے سلسلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی ایک فیصلہ کن حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے، جسے یہاں پر دوبارہ نقل کیا جاتا ہے:

يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِي الْوَلِيْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً قَرَءَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ قَالَ فَأَوْمَأَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِيْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ؛ فَتَذَا كَرَا ذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔

(کتاب الآثار روایت ابی یوسف: ۲۳)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ ﷺ کی اقتداء میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھتے

ہوئے قراءت کی، تو ایک آدمی نے اس کی طرف اشارہ کر کے اسے منع کیا۔ مگر یہ قراءت کرنے سے باز نہ آیا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو کہا: کیا تم مجھے نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کر رہے تھے؟ پھر وہ دونوں اس مسئلہ میں بحث کرنے لگے، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے سن لیا، تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے۔''

یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے، بعض حضرات کا ابوالولید کو مجہول کہنا غلط ہے کیونکہ ابوالولید کوئی الگ اور جداگانہ شخصیت نہیں بلکہ ابوالولید سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی ہی کنیت ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن شداد وھو بنفسه ابو الوليد ومن تهاون بمعرفة الاسامی اورثه مثل هٰذا الوهم۔

(معرفة علوم الحديث للحاكم: ص۱۷۸)

یعنی ابوالولید خود بعینہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ تھے لیکن جن لوگوں نے رواۃ کے ناموں میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ان کو ایسا وہم ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

عبداللہ بن شداد اصله مدینی و کنیته ابو الولید۔ (ایضاً: ۱۷۸)

عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ دراصل مدنی تھے اور ابوالولید ان کی کنیت تھی۔

گویا اس لحاظ سے سند کی اصلی عبارت یوں تھی: عن عبداللہ بن شداد ابی الولید۔۔۔۔الخ۔ رات میں سے کسی نے یا ناسخ یا کاتب نے ابوالولید کو سابق سے الگ سمجھ کر ایک جدا ہستی اور مستقل راوی سمجھ لیا ہے جو کہ غلط ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی میں اس کی سند کی عبارت یوں ہے:

عن موسیٰ عن عبداللہ بن شداد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه۔۔۔الخ۔ (مسند ابی حنیفة: ۲۵)

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلّٰى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَءْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۳۶۵)

☆☆ نافع (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو چاہیے کہ وہ قراءت کرے۔ اسے مالک نے مؤطا (۲۸۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۲۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۱۷، شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۸۵، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۹۸، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۴۶۲، التمہید لابن عبدالبر: ج ۱۱ ص ۴۷، جامع الاصول: ۳۹۱۸۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر ..... الخ۔(مؤطا مالك: ۲۸۳)

یہ اثر بلحاظ سند بالاتفاق صحیح بخاری وصحیح مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے، حتیٰ کہ فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح بلکہ اصح الاسانید کہا ہے۔(ماہنامہ الحدیث: ش ۳۳ ص ۱۷)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلاَّ وَرَاءَ الْاِمَامِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۶۶)

☆☆(حضرت سیدنا) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی مگر اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اسے مالک (۳۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۳۸، مؤطا محمد: ۱۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۴۵، سنن الترمذی: ۳۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۰۰، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۹۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۲۰۳، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۵۸، الاستذکار: ۳۸، جامع الاصول: ۳۴۲۶۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن ابی نعیم وهب بن كیسان انه سمع جابر بن عبدالله یقول.... الخ۔(مؤطا مالك: ۳۸)

یہ اثر بھی بخاری ومسلم کی شرط پر بلا غبار بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، مخالفینِ احناف میں سے زبیر علی زئی اور محمد گوندلوی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔(ماہنامہ الحدیث: ش ۳۳ ص ۱۸، خیر الکلام: ص ۵۱۹)

دلیل نمبر ۱۳:

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ بَابِ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ. (آثار السنن: ۳۶۷)

☆☆ عطاء بن یسار (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قراءت نہیں کی جاسکتی۔'' اسے مسلم (۵۷۷) نے سجودِ تلاوت والے باب میں روایت کیا ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۷۷، سنن النسائی: ۹۶۰، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۹۵۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۲۷۴، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۴۴۸، جامع الاصول: ۳۷۹۸، جمع الفوائد: ۱۸۲۵، شرح معانی الآثار: ۱۳۱۴۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ ویحییٰ بن ایوب وقتیبۃ بن سعید وابن حجر قال یحییٰ بن یحییٰ اخبرنا وقال الآخرون حدثنا اسماعیل وھو ابن جعفر عن یزید بن خصیفۃ عن ابن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت۔۔۔۔الخ۔ (صحیح مسلم: ۵۷۷)

یہ اثر بھی بالاتفاق صحیح وثابت ہے۔

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ اَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالُوْا لَا تَقْرَءُوْا خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۶۸)

☆☆ عبید اللہ بن مقسم (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، (سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے (امام کے پیچھے قراءت کے بارے میں) پوچھا تو ان سب نے فرمایا: ''کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قراءت نہ کرو۔ اسے طحاوی (۱۳۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یونس قال ثنا ابن وھب قال اخبرنی حیوۃ بن شریح عن بکر بن عمرو عن عبید اللہ بن مقسم انہ سأل۔۔۔۔الخ۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۲)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَنْصِتْ لِلْقِرَاءَةِ فَاِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغُلًا

وَّسَيَكْفِيكَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ٣٦٩)

☆☆ ابووائل (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ قرآن کیلئے خاموش رہو۔ امام نماز کے اندر قراءت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔ اسے طحاوی (۱۳۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۰۷، مؤطا محمد: ۱۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۱۱، ۹۳۱۵، ۱۰۴۳، السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۰۰، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۲ ص ۱۲، اتحاف المہرۃ: ۱۲۶۲۸۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن مرزوق قال ثنا الخصیب قال ثنا وھیب بن خالد عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل عن ابن مسعود۔۔۔۔ الخ۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۰۷)

یہ اثر بلا غبار صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۰)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْتَ الَّذِي يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۷۰)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے کاش اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔" اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا حدیج بن معاویۃ عن ابی اسحاق عن علقمۃ عن ابن مسعود۔۔۔۔ الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۱۰)

یہ اثر بلحاظ سند کم از کم حسن ہے، امام ابومعاویہ حدیج بن معاویہ بن الرحیل رحمہ اللہ پر بعض حضرات کی غیر مفسر جرح مردود ہے، امام ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ نے لکھا ہے کہ حدیج میں کوئی خرابی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی منکر حدیث مجھے معلوم ہے۔ (الکامل لابن عدی: ۵۴۵)

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَقْرَءُ وَالْإِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ فَقَالَ لَا. رَوَاهُ

الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۳۷۱)

☆☆ابوحمزہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: جب امام میرے سامنے ہو تو کیا میں قراءت کروں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ اسے طحاوی (۱۳۱۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا ابو صالح الحرانی قال ثنا حماد بن سلمة عن ابی حمزة....الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۱۶)

ہمارے نزدیک یہ اثر حسن درجہ کا ہے جبکہ فریق مخالف کے محقق زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۱)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ قُرْاٰنٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَ هٰذَا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَا كَثِيْرُ وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ لَا اَرَى الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَفَاهُمْ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۳۷۲)

☆☆کثیر بن مرہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر نماز میں قرآن (کی قراءت) ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں!۔'' تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: یہ ضروری ہو گئی۔ پھر (سیدنا) ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کثیر! اور میں ان کے پہلو میں تھا۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ جب امام لوگوں کو جماعت کرائے تو وہ ان کی طرف سے کافی ہے۔ اسے دارقطنی (۱۲۸۰) طحاوی (۱۲۸۹) اور احمد (۲۷۵۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۲۸۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۵۳۰، مسند ابی شیبۃ: ۳۴، سنن النسائی: ۹۲۳، السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۰۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۸۱۲۔

اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر النیسابوری عبداللہ بن محمد بن زیاد وعبدالملک بن احمد بن الدقاق قالا: نا بحر بن نصر ثنا عبداللہ بن وہب حدثنی معاویۃ بن صالح، عن ابی الزاہریۃ، عن کثیر بن مرۃ عن ابی

الدرداء۔۔۔الخ۔(سنن الدار قطنی: ۱۲۸۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، زبیر علی زئی نے بھی حسن کہا ہے۔(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۲)

اور اس باب میں تابعین کے بھی کافی آثار مروی ہیں۔جنہیں احسن الکلام (ج ۱ ص ۳۹۵ تا ۴۰۹) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فائدہ:

ہم نے ترک قراءت کے مسئلہ میں قصداً اختصار سے کام لیا ہے تفصیل کے طلب گار حضرات امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام'' کا مطالعہ فرمائیں۔

{مغرب کی ایک رکعت پانے والا شخص باقی ماندہ نماز کیسے پڑھے گا؟}

۱۸۳۔يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ مَسْرُوقًا وَجُنْدُبًا أَدْرَكَا رَكْعَةً مِّنَ الْمَغْرِبِ، فَقَامَا يَقْضِيَانِ، فَقَرَءَ فِيهِمَا جَمِيعًا، وَقَعَدَ مَسْرُوقٌ فِيهِمَا، وَقَامَ جُنْدُبٌ فِي الأُولَى مِنْهُمَا، فَأَتَيَا ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كُلٌّ قَدْ أَحْسَنَ وَمَا فَعَلَ مَسْرُوقٌ أَحَبُّ إِلَيَّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مسروق رحمہ اللہ اور سیدنا جندب رضی اللہ عنہ کو مغرب کی نماز میں (امام کے ساتھ) ایک رکعت ملی (دو رکعتیں فوت ہوگئیں) چنانچہ ان دونوں حضرات نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر کھڑے ہوکر باقی نماز پوری کی، مسروق رحمہ اللہ تو (باقی) دونوں رکعتوں میں بھی بیٹھے جبکہ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ پہلی (یعنی اپنی دوسری) رکعت میں کھڑے ہوگئے (اور دوسری یعنی امام والی کو ملا کر تیسری میں بیٹھ گئے)، (سلام پھیرنے کے بعد) پھر یہ دونوں حضرات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (اور انہیں واقعہ بتلایا) تو انہوں نے فرمایا: ''تم دونوں میں سے ہر ایک نے ٹھیک کیا ہے البتہ جو مسروق رحمہ اللہ نے کیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۳۱ باب من سبق بشیء من صلاتہ، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۶۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۴۸۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۰۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔حضرت امام مسروق بن اجدع ہمدانی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تاریخ الثقات عجلی:۱۵۶۱)
۲۔جندب سے مراد جندب الخیر الازدی الغامدی رضی اللہ عنہ مراد ہیں چنانچہ جامع المسانید (ج۱ص ۴۲۳) میں ازدی کی تصریح موجود ہے۔اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ صحابی ہیں۔(الکاشف:۸۱۹)

فائدہ:

امام کے ساتھ مغرب کی ایک رکعت پانے والا شخص جب باقی ماندہ نماز پڑھے گا تو زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ وہ دوسری رکعت میں بھی بیٹھے اور تیسری میں بھی۔کیونکہ مغرب کی دوسری اور تیسری رکعت میں قعدہ کیا جاتا ہے البتہ پہلی رکعت میں قعدہ نہیں لیکن امام کی اتباع کی وجہ سے یہ شخص پہلی رکعت میں بھی بیٹھا تھا تو گویا تینوں رکعتوں میں قعدہ ہوگیا، یہ طریقہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

{جس شخص کی امام کے ساتھ کوئی رکعت رہ گئی ہو وہ اس کو ادا کرتے وقت قراءت کرے}

۱۸۴۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يَفُوْتُهُ بَعْضُ الصَّلَاةِ مَعَ الْاِمَامِ: اِنَّهُ يَقْرَءُ فِيْمَا يَقْضِيْ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا:"جس شخص کی امام کے ساتھ کوئی رکعت رہ گئی ہو وہ اس کو ادا کرتے وقت قراءت کرے۔"

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۳۱۶۷باب ما يقرء فيما يقضي ،مصنف ابن ابی شيبة: ۳۶۵۴في الرجل يفوته بعض الصلاة مما يجهر فيه الامام.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{شروع زمانہ میں دورانِ نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہوگیا}

۱۸۵۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ كَانُوْا يَرُدُّوْنَ السَّلَامَ عَلَى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ،فَجَاءَ رَجُلٌ ذَاتَ يَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ،فَوَجَدَ الرَّجُلُ فِيْ نَفْسِهِ.فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَاهُ فَقَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ

سُخْطِ نِعْمَةِ اللّٰهِ، كُنْتَ تَرُدُّ عَلَى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ،فَسَلَّمْتُ عَلَيْكَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ؟فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ فِيْ الصَّلَاةِ لَشُغْلاً عَنْ رَدِّ السَّلَامِ،فَتَرَكَ الرَّدَّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نماز میں ہوتے ہوئے بھی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے، ایک دن ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا جبکہ آپ نماز میں تھے تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا، پس اس شخص کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے (کہ جواب نہ دینے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟) جب نبی مکرم ﷺ سے نماز سے فارغ ہو گئے تو اِس شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیا کرتے تھے مگر جب میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہ دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہ نماز میں ایک مشغولیت ہے۔'' چنانچہ (اس واقعہ کے بعد) آپ ﷺ نے سلام کا جواب دینا چھوڑ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبۃ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

فائدہ:

یہ واقعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی ہے، چنانچہ دیگر مفصل روایات میں ان کا نام موجود ہے۔

۱۸۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ مِنْ أَرْضِ الْحَبْشَةِ سَلَّمَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ،فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ،فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُخْطِ نِعْمَةِ اللّٰهِ.قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟قَالَ: سَلَّمْتُ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ؟ قَالَ: اِنَّ فِيْ الصَّلَاةِ شُغْلاً عَنْ رَدِّ السَّلَامِ،فَلَمْ نَرُدَّ السَّلَامَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب حبشہ کے علاقے سے واپس آئے تو

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کیا مگر آپ ﷺ نے انہیں جواب نہ دیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس وجہ سے؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔'' کہا: اس دن کے بعد ہم نے کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبة: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمة: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانة: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبة: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمة: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانة: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

بخاری کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے، چنانچہ بخاری میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا یحییٰ بن حماد حدثنا ابو عوانة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله رضی الله عنه.....الخ۔(صحیح البخاری: ۳۸۷۵)

فوائد ومسائل:

۱۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی ہجرت سے واپس آئے۔

۲۔ شروع زمانہ میں دورانِ نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۳۔ نبی مکرم ﷺ کے دور میں سلام کا جواب دینے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جواب نہ دینے کو ناراضگی پہ محمول کیا۔

۴۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اس سے پتہ چلا کہ

انہیں غائب کا علم نہ تھا۔

۵۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض خیال کر کے فوراً اللہ کی پناہ لی۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی عذاب الٰہی کا باعث ہے اس لیے انہوں نے فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی۔

۶۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ اس لیے ان کی مزعومہ ناراضگی برداشت نہ کر سکے فوراً بول اٹھے: میں تو اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

۷۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو "اللہ کی نعمت" کہا۔ واقعۃً آپ مخلوق میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت تھے۔

۸۔ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا: کس وجہ سے آپ نے اللہ کی پناہ مانگی۔ لہٰذا پریشان کو دلاسہ دینا چاہیے۔

۹۔ نبی ﷺ نے اصل وجہ بتلائی کہ نماز میں سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ اس لیے نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس دن کے بعد کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اب دورانِ نماز سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

۱۱۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیثِ نبوی ﷺ کو قابلِ عمل سمجھتے تھے۔

۱۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جتنا علم حاصل ہو جاتا اس پر عمل شروع کر دیتے، یعنی ان کا علم پر عمل تھا۔

۱۸۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِيْ الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ فِيْ الصَّلَاةِ، قَالَ: اَلَيْسَ يَقُوْلُ اِذَا تَشَهَّدَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ؟ فَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ؟

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی کو سلام کرے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا کہ وہ التحیات میں {السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين} نہیں پڑھتا؟ یہ پڑھ کر گویا اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۸۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُسَلِّمُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَنْ يَمِيْنِهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ،

وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (نماز کے اختتام پر) نبی مکرم ﷺ جب دائیں طرف سلام پھیرتے تو {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہتے اور اس قدر منہ موڑتے کہ آپ کے بائیں رخسار اطہر کی سفیدی دکھائی دینے لگتی، اور جب بائیں طرف سلام پھیرتے تو بھی {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہتے اور اس قدر منہ موڑتے کہ آپ کے دائیں رخسار اطہر کی سفیدی دکھائی دینے لگتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۹۵، سنن ابن ماجہ: ۹۱۴، سنن ابی داود: ۹۹۶، سنن النسائی: ۱۳۱۹، ۱۳۲۴، مسند الامام احمد: ۳۶۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۵۰، مسند البزار: ۱۹۶۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۰۲، مسند السراج: ۱۲۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۸۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد ومسائل:

۱۔ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے وقت اپنا چہرہ مبارک اتنا پھیرتے تھے کہ آپ کا منور رخسار نظر آنے لگتا تھا، واضح رہے کہ جمہور کے نزدیک الفاظ سلام کہہ کر نماز سے باہر نکلنا واجب ہے۔

۲۔ قعدہ کی دعاؤں سے فارغ ہو کر نمازی دائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ سلام کہے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ (تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو) اور پھر بائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے ان ہی الفاظ سے سلام کہے۔

{سلام پھیرتے وقت کیا نیت کی جائے؟}

۱۸۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: يُسَلِّمُ الْاِمَامُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَيَنْوِىْ مَنْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْحَفَظَةِ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَّسَارِهٖ كَذٰلِكَ، وَيَنْوِىْ كَذٰلِكَ، وَيُسَلِّمُ الَّذِىْ خَلْفَ الْاِمَامِ، وَيَنْوِىْ كَذٰلِكَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہے اور دائیں طرف کے تمام مردوں، عورتوں اور محافظ فرشتوں (پر سلامتی ورحمت خداوندی) کی نیت کرے، اور بائیں طرف بھی

انہی کلمات کے ساتھ سلام پھیرے اور وہی نیت کرے، اور جو شخص امام کے پیچھے ہو وہ بھی سلام پھیرے اور اسی طرح نیت کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{الفاظِ تشہد میں اضافہ مناسب نہیں}

۱۹۰۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ: أَنَّہُ عَلَّمَ رَجُلاً التَّشَھُّدَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ،وَجَعَلَ عَلْقَمَۃُ یَقُوْلُ: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ،وَجَعَلَ یَقُوْلُ فِیْ آخِرِ ھَا: اَشْھَدُ اَلاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہُ لاَ شَرِیْكَ لَہُ،وَجَعَلَ عَلْقَمَۃُ یَقُوْلُ: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو تشہد سکھایا، وہ شخص {بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ} کہہ رہا تھا جبکہ علقمہ رحمہ اللہ {اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ} کہہ رہے تھے، وہ شخص تشہد کے آخر میں {اَشْھَدُ اَلاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہُ لاَ شَرِیْكَ لَہُ} کہہ رہا تھا جبکہ علقمہ رحمہ اللہ {اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ} کہہ رہے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اللہ پر سلام مت کہا کرو، اللہ تو خود سراپا سلام ہے}

۱۹۱۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ،أَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ: السَّلاَمُ عَلَی اللّٰہِ،السَّلاَمُ عَلٰی جِبْرَائِیْلَ،السَّلاَمُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لاَ تَقُوْلُوْا السَّلاَمُ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلاَمُ وَمِنْہُ السَّلاَمُ، وَلٰکِنْ قُوْلُوْا: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ اَلسَّلاَمُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ،اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے: اللہ پر سلام ہو، جبرئیل پر سلام ہو، اللہ کے رسول پر سلام ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر سلام مت کہا کرو، اللہ تو خود سراپا سلام ہے اور سلامتی اسی کی طرف سے ہے۔ البتہ یوں کہا کرو: {اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلاَمُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ اَلسَّلاَمُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ،اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ}، (تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔ اس لئے کہ جب تم نے یہ کہہ لیا تو اللہ کے ہر نیک بندہ کو جو آسمان میں ہو اور زمین میں ہو اس کو (تمہارا سلام) پہنچے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۳۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، سنن ابی داود: ۹۶۸، سنن الترمذی: ۲۸۹، مؤطا محمد: ۱۴۸، مسند ابی داود: الطیالسی: ۲۴۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۶۱، مسند ابن الجعد: ۳۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۸۵، مسند احمد: ۳۶۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابو وائل سے امام ابو وائل شقیق بن سلمہ الاسدی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۷۶۷)

{الفاظ تشہد کا بیان}

۱۹۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَنَّهُ عَلَّمَهُمُ التَّشَهَّدَ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ تشہد سکھایا تھا: {اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ}، (تمام قولی، فعلی اور اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۱۶۰، سنن النسائی: ۱۱۶۳، سنن ابی داود: ۹۶۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۰۲، صحیح ابن خزیمہ: ۷۰۳، حدیث السراج: ۱۲۷، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۱۱، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۷۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۴۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) مذکورہ بالا کلماتِ تشہد کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں میں دو قعدے مشروع ہیں، ان کے پہلے قعدہ میں صرف ان ہی کلمات پر اکتفا کرنا ضروری ہے، اور ان کے دوسرے قعدہ میں صرف ان ہی کلمات پر اکتفا کرنا ضروری ہے، اور ان کے دوسرے قعدہ میں، نیز جن نمازوں میں صرف ایک قعدہ مشروع ہے، ان کے قعدہ میں بھی ان کلمات کے پڑھنے کے بعد درود شریف اور مسنون دعاؤں میں سے کسی ایک یا زیادہ دعاؤں کا پڑھ لینا بھی مستحب ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے عبداللہ روپڑی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاوی اہلحدیث: ۱/ ۵۲۸)

(۲) واضح رہے کہ اس دور میں مبتدعین نے ایک نیا عقیدہ گھڑا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت ہر جگہ اور ہر مقام پر اللہ رب العزت کی طرح حاضر و ناظر ہیں۔ اور اس کیلئے وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" (اے نبی! آپ پر سلام ہو) سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس خطاب سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتا ہے۔ (دیکھئے: تسکین الخواطر: ص ۵۸، جاء الحق: ص ۱۴۵، مقیاس حنفیت: ص ۲۸۲ وغیرہ)

مبتدعین کے اس بے تکے استدلال کی دو شقیں ہیں۔

(۱)۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو "عَلَيْكَ" (تجھ پر) سے کیوں خطاب کیا جاتا ہے؟

(۲)۔۔۔ "اَيُّهَا النَّبِيُّ" (اے نبی!) سے کیوں خطاب ہوتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ شارحین حدیث نے صراحت فرمار کھی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی کہ (التحیات لله والصلوات۔ ۔۔۔الخ۔) سب زبانی عبادتیں، سب بدنی عبادتیں صرف اللہ کیلئے ہیں تو اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! آپ پر سلام ہو۔

آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے حضور میں چونکہ اس وقت حاضر تھے اس لئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی امت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو جس طرح کہ اللہ رب العزت سے سنا تھا برقرار رکھا۔

چنانچہ شارحین حدیث لکھتے ہیں:

اگر کہیں کہ خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے اور آپ ﷺ اس مقام پر حاضر نہیں ہیں تو اس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغہ خطاب وارد ہوا ہے اور اس کو اس پر برقرار رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی تغیر نہ کیا گیا۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ برحاشیہ اخبار الاخیار: ص ۳۱۶ واللفظ لہ، مرقات ملاعلی القاری: ج ۱ ص ۵۵۶۔ بحر الرائق: ج ۱ ص ۳۲۴، شامی: ج ۱ ص ۴۷۸)

اور قران کریم میں اور کتب حدیث میں متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی وقت کسی فرد اور شخصیت کو اس کی موجودگی اور حاضری میں خطاب ہوا تھا تو آج بھی حرف یا اور خطاب کی ضمیر سے اسے یاد کیا جاتا ہے، اس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے کوئی بھی اس کا حاضر و ناظر ہونا مراد نہیں لیتا۔ مثلاً۔۔۔

(۱) عزیز مصر کی مصری بیوی نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی وطہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان سے ہی ایک شیر خوار بچے کو گواہ بنایا اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تو بالکل کوئی قصور نہیں بلکہ سارا قصور ہی میری بیوی کا ہے تو اس پر وہ اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

واستغفری لذنبك انك كنت من الخاطئين۔ (سورۃ یوسف، پارہ نمبر ۱۲)

تو اپنے گناہ پر معافی مانگ بے شک تو ہی خطا کاروں میں تھی۔

اس آیت مبارکہ میں "لذنبك" اور "انك" سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے اور سارے مسلمان قرآن کی اس آیت کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناضر نہیں سمجھتا۔

(۲) مصر کے جیل خانہ میں جس قیدی کی رہائی ہونے والی تھی، سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا کہ:

اذکرنی عند ربك۔ (پارہ: ۱۲ یوسف: ۴۲)

میرا بھی ذکر اپنے آقا کے سامنے کر دینا۔

اس آیت میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج بھی مسلمان "عند ربك" کے الفاظ سے ہی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں کہتا۔

اگر "السلام علیك" سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ صرف اور محض دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں، بھائیوں اور اکابر کو "السلام علیکم

ورحمة الله وبرکاته" لکھا کرتے ہیں تو اس کا یہ معنیٰ تو نہیں ہوتا کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر اور موجود ہوتے ہیں ورنہ ان کو خط لکھنے کی ہی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط بزرگوں اور دوستوں کو پہنچ جائے گا تو اس وقت ان کو خطاب ہو جائے گا، جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم کو خط میں لکھا تھا:

ادعوك بدعاية الاسلام۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہرقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود اور حاضر تھا، اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھئے کہ ہم "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" سے خطاب کرتے ہیں تو اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس موجود اور حاضر ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچائیں۔ (سنن النسائی: ج۱ ص۱۴۳)

اس حدیث مبارکہ میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کی طرف سے درودوسلام پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین اور مامور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاضر وناظر ہوتے اور ہر جگہ بنفس نفیس خود درودوسلام سنتے تو فرشتوں کے تعین کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کے الفاظ سے حاضر وناظر کا عقیدہ کشید کرنا غلط باطل ومردود ہے۔

شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا مسئلہ:

اس مقام پر تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کے استفادے کیلئے دیگر کتب حدیث سے اس مسئلہ کے متعلقہ بھی چند احادیث مع التحقیق پیش کرتے چلیں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۳۶۲)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا (تشہد) کے لئے بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھتے اور اپنے بائیں ہاتھ سے بایاں گھٹنا پکڑ لیتے تھے۔ اسے مسلم (۵۷۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم:۵۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ:۸۴۴۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید:۹۹، صحیح ابن خزیمہ:۷۱۸، مستخرج ابی عوانہ:
۲۰۱۸، صحیح ابن حبان:۱۹۴۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم:۱۲۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی:۲۷۸۳، مشکاۃ المصابیح:۹۰۸۔
اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتیبة حدثنا لیث عن ابن عجلان، ح قال وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبة واللفظ له قال حدثنا ابوخالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبدالله بن الزبیر عن ابیه قال کان رسول الله ﷺ.....الخ۔(صحیح مسلم:۵۷۹)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَّخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن:۴۶۳)

☆☆(سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھتے اور ترپن کی گرہ دیتے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔اسے مسلم(۵۸۰) نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبد بن حمید حدثنا یونس بن محمد حدثنا حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر....الخ۔(صحیح مسلم:۵۸۰)

فوائد:

۱۔ (سبابة) "با" پر تشدید ہے۔انگوٹھے کے ساتھ متصل انگشت کو کہتے ہیں۔اس انگشت کا نام سبابہ، یعنی گالی دینے والی کیوں پڑ گیا؟ اس لیے کہ دور جاہلیت میں گالی گلوچ کے موقع پر لوگ اس انگلی سے اشارہ کرتے تھے بلکہ ہمارے مہذب زمانے میں بھی آج کل لوگ اس طرح اشارہ کرنے سے گالی مراد لیتے ہیں۔

۲۔ (عقد ثلاثة وخمسین) اپنی انگلیوں کو گرہ دے کر ترپن کے عدد کی شکل بنا لیتے۔اس کی صورت اس طرح ہوئی کہ اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو سبابہ (انگشت شہادت) کے نیچے کر لیتے۔موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ذہن نشین رہے کہ حساب کا شمار کرنے کیلئے اہل عرب بھی ایک معروف طریقہ استعمال کرتے رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک کے عدد کیلئے خنصر (چھوٹی انگلی) کو ہتھیلی کے باطن (اندرونی طرف) کے قریب گرہ کی شکل میں موڑ دینا۔اور دو کے عدد کیلئے خنصر اور بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) دونوں کو ہتھیلی کے اندرونی طرف موڑ دینا۔اور تین کیلئے انگشت وسطیٰ (بڑی، درمیانی) کو بھی خنصر اور بنصر کے ساتھ بند کر دینا۔اور چار کے عدد کیلئے خنصر کو کھول دینا۔اور پانچ کیلئے بنصر کو خنصر کے ساتھ کھول دینا اور وسطیٰ کو بدستور بند

رکھنا۔اور چھ کے عدد کیلئے تنہا بنصر کو بند کر دینا اور باقی انگلیوں کو بند رکھنا۔اور سات کے عدد کیلئے خنصر کو ہتھیلی سے ملے ہوئے انگوٹھے کے حصے کی طرف دراز کر دینا۔اور آٹھ کے عدد کیلئے بنصر کو اس کے اوپر پھیلا دینا۔اور نو کے عدد کیلئے ان پر انگشت وسطی؟ کو پھیلا دینا۔یہ طریقہ تو تھا اکائی کی گنتی کیلئے۔اب دہائی کو لے لیں۔دس کے عدد کو نمایاں کرنے کیلئے انگوٹھے کے سر کو انگشت شہادت کے سرے کی طرف کرہ کی صورت میں موڑ دیا جائے۔اور بیس کے عدد کیلئے انگشت شہادت اور وسطیٰ کے درمیان میں انگوٹھے کو داخل کرنا۔اور تیس کے عدد کیلئے انگشت سبابہ کے سر کو انگوٹھے کے سر پر گرہ کی شکل دے دیں، یعنی دس کے عدد کے اظہار کیلئے جو صورت بنتی ہے یہ اس کے برعکس ہے۔اور چالیس کے لیے انگوٹھے کو انگشت سبابہ کے درمیان جہاں گرہ پڑتی ہو، سوار کر دینا اور انگوٹھے کو اس کی جڑ کی طرف موڑ دینا۔اور پچاس کیلئے انگوٹھا سبابہ کی جڑ کی طرف موڑ دینا، یعنی انگوٹھے کے اندرونی حصے کو اس خط پر رکھنا جو سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان ہے۔اور ساٹھ کے عدد کیلئے سبابہ کو انگوٹھے کی پشت پر سوار کر دینا، یعنی چالیس کی جو صورت بنتی ہے اس کے برعکس۔اور ستر کے عدد کیلئے انگوٹھے کے سر کو سبابہ کی وسطیٰ گرہ (باطنی حصہ) پر ڈال دینا اور سبابہ کے سرے کو انگوٹھے کی طرف لوٹا دینا۔اور اسی کے عدد کیلئے سبابہ کے کنارے کو اس کی جڑ کی طرف لوٹا دینا اور انگوٹھے کی جانب سے سبابہ کے پہلو پر انگوٹھے کو پھیلا دینا۔اور نوے کے عدد کیلئے سبابہ کو انگوٹھے کی جڑ کی طرف موڑ دینا اور انگوٹھے کے ساتھ ملا دینا۔رہا سینکڑوں کی گنتی کا طریقہ تو وہ اکائیوں کی طرح ہے، نوسو تک بائیں ہاتھ پر۔اور ہزاروں کی گنتی کا طریقہ شمار دہائیوں کی طرح ہے وہ بھی بائیں ہاتھ پر۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ حَلَّقَ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى وَرَفَعَ الَّتِيْ تَلِيْهِمَا يَدْعُوْ بِهَا فِي التَّشَهُّدِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمَذِيَّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۴۶۴)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنایا اور اس کے قریب کی انگلی (شہادت کی انگلی) کو اٹھایا، آپ تشہد میں اس کے ساتھ (اشارہ کرتے ہوئے) دعا کر رہے تھے۔اسے سوائے ترمذی کے اصحابِ خمسہ (ابن ماجہ: ۹۱۲، ابوداود: ۹۵۷، نسائی: ۱۲۶۵، احمد: ۱۸۸۷۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۹۱۲، سنن ابی داود: ۹۵۷، سنن النسائی: ۱۲۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۷۶، صحیح ابن حبان: ۱۹۴۵، جامع المسانید والسنن: ۱۰۶۵، المسند الجامع: ۱۲۰۶۵۔

اور صحیح و ثابت ہے۔امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا علی بن محمد حدثنا عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر۔

...الخ۔(سنن ابن ماجہ: ۹۱۲)

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرِ الْخُزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاضِعاً يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى فِي الصَّلٰوةِ وَيُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۳۶۵)

☆☆ (سیدنا) نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو نماز میں دائیں ران پر دایاں ہاتھ رکھے ہوئے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے دیکھا۔ اسے ابن ماجہ (۹۱۱)، ابوداود (۹۹۱) اور نسائی (۱۲۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۹۱۱، سنن ابی داود: ۹۹۱، سنن النسائی: ۱۲۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۶۷، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۳۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۱۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۴۶۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة حدثنا وكيع عن عصام بن قدامة، عن مالك بن نمير الخزاعی عن ابيه....الخ. (سنن ابن ماجه: ۹۱۱)

فوائد ومسائل:

(۱) تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا بالاتفاق مسنون ہے۔ امام ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے رفع سبابہ پر دو مستقل رسالے لکھے ہیں جن میں متعدد احادیث لا کر ثابت کیا ہے کہ رفع سبابہ مسنون ہے اور خلاصہ کیدانی وغیرہ میں جو اسے حرام لکھا گیا ہے اس کی بڑی سخت تردید کی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

(۲) احادیث صحیحہ میں تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کے تین طریقے وارد ہوئے ہیں۔ ۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ خنصر (چھوٹی انگلی)، بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) کو بند کر کے انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھ کر انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۵۸۰) میں مروی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ ۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خنصر (چھوٹی انگلی) اور بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) کو بند کر کے، انگوٹھے اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) سے حلقہ بنایا جائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے جیسا کہ سنن ابن ماجہ (۹۱۲) میں مروی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ تینوں انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کو درمیانی انگلی کے اوپر رکھ کر انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۵۷۹) میں مروی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ان تین طریقوں میں سے ہر ایک طریقے پر عمل کرنا جائز ہے البتہ ترجیح سب سے آخری طریقہ کو حاصل ہے۔

(۳) تشہد پڑھتے ہوئے "اشهد ان لا اله" کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھا لینی چاہیے اور "الا الله" کہتے وقت اس کو نیچے کر لینا چاہیے تا کہ آدمی کا قول، فعل اور اعتقاد تینوں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں۔ صادق سیالکوٹی صاحب اس

کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ انگشت شہادت کو اشھد کہتے ہی اٹھائیں (کہ زبان کے ساتھ انگلی بھی توحید کی شہادت دینے لگے) اور "الا اللہ "، ختم ختم کر کے گرادیں۔ گویا بارگاہ رب الارباب میں غلام دوزانو بیٹھ کر اپنے قول وفعل سے اس کی وحدانیت کی صدق دل سے گواہی دے، تا کہ دل کی تصدیق سے زبان کی شہادت علام الغیوب کی رضا کا موجب ہو۔ اور شہادت کی نیت سے انگلی کی تلوار بے نیام (یعنی کھڑی) ہو کر شیطان کو مجروح و مایوس کر دے۔

(صلوٰۃ الرسول: ص ۲۶۸، ۲۶۹)

(۴) یہ بھی واضح رہے کہ کلمہ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ ایک صحیح السند حدیث میں انگلی ہلانے کی صراحتاً نفی کی گئی ہے چنانچہ سنن ابی داود وغیرہ میں ہے کہ:

حدثنا ابراهیم بن الحسن المصیصی حدثنا حجاج عن ابن جریج عن زیاد عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبدالله عن عبدالله بن الزبیر انه ذکر ان النبی ﷺ کان یشیر باصبعه اذادعاولا یحرکھا۔(سنن ابی داود: ۹۸۹ واللفظ له، صحیح ابی عوانه :۱۵۹۴، سنن النسائی : ۱۲۷۰، مشکاة المصابیح: ۹۱۲)

(سیدنا) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (قعدہ میں) جب دعا کرتے (یعنی کلمہ شہادت پڑھتے) تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو ہلاتے نہیں تھے۔

ابن جریج رحمہ اللہ نے زیاد سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابی عوانہ: ۱۵۹۴، سنن النسائی: ۱۲۷۰) یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

رواہ ابو داود باسناد صحیح. (شرح مهذب: ۳/۴۵۴)

اس حدیث کو امام ابوداودؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے اس حدیث کو صحیح جب کہ امام بغوی رحمہ اللہ م ۵۱۶ھ نے حسن قرار دیا ہے۔

(الاستذکار: ۱/ ۴۷۸، مصابیح السنۃ: ۱/ ۱۱۵)

احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (دیکھئے: مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۹۱۲، تعلیق مسند الامام احمد: ۱۸۸۷۰)

نیز امام ابوعوانہ رحمہ اللہ کا اپنی "صحیح" میں اس حدیث کو روایت کرنا بھی مخالفینِ احناف کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ عبدالرحمن مبارکپوری، عبداللہ روپڑی، ابویحییٰ شاہجہان پوری، اور عبدالسلام مبارکپوری وغیرہ اکابر علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں صحت کا التزام کیا ہے، اور ان کی "صحیح" میں ذکر کردہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ (دیکھئے: تحقیق الکلام: ۲/ ۱۲۲، رسالہ رفع

یدین اور آمین: ص ۲۲، الارشاد الی سبیل الرشاد: ص ۲۴۹، سیرۃ البخاری: ص ۱۴)

ان تصریحات کے باوجود بعض اصاغر غیر مقلدین کی طرف سے اس حدیث کے ایک راوی امام محمد بن عجلان رحمہ اللہ (جو کہ اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ عون المعبود: ۱/۳۸۹) پر تدلیس کا الزام لگا کر اس حدیث کو ضعیف قرار دے دیا ہے، حالانکہ اگر بالفرض محمد بن عجلان کا عنعنہ مضر بھی ہو تو خصوصاً اس روایت میں اس پر تدلیس کا الزام بالکلیہ باطل ہے کیونکہ اس روایت میں عمرو بن دینارؒ ابن عجلانؒ کا متابع موجود ہے، (دیکھئے: سنن ابی داود: ۹۸۹) نیز اس حدیث کی تائید ان صحیح احادیث سے بھی ہو رہی ہے جن میں تشہد پڑھتے وقت انگلی کو حرکت دینے کی بجائے اس سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔

الغرض اس صحیح السند حدیث میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلانے کی صراحتاً نفی ہے۔ البتہ ایک دوسری حدیث میں جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یحرکہا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی نبی ﷺ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلاتے تھے۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث میں بھی ''یحرکہا'' سے مراد انگلی ہلاتے رہنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ صرف انگلی اٹھاتے تھے اور اس سے اشارہ کرتے تھے کیونکہ انگلی اٹھاتے وقت بھی خفیف سی حرکت ہوتی ہے جس کو راوی نے ''یحرکہا'' سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ اور امام بیہقی رحمہ اللہ م ۴۵۸ھ نے بھی ان حدیثوں میں یہی تطبیق دی ہے۔ (سنن النسائی مع التعلیقات السلفیۃ: ۲/۲۳۹، رقم الحدیث: ۱۲۷۶، السنن الکبری: ۲/۱۳۲)

شوکانی م ۱۲۵۵ھ، امیر یمانی م ۱۱۸۲ھ، محمد پنجابی م ۱۳۱۵ھ اور عطاء اللہ حنیف وغیرہ مخالفینِ احناف نے بھی اسی تطبیق کو پسند کیا ہے۔ (نیل الاوطار: ۱/۴۲۸، سبل السلام: ۱/۱۹۸، التعلیقات السلفیۃ: ۲/۲۳۶)

مخالفینِ احناف میں سے ابو عمار عمر فاروق سعیدی نے لکھا ہے کہ:

حرکت کی تکرار اور کثرت، جیسا کہ رواج ہوتا جارہا ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں۔ (سنن ابی داود: ج ۱ ص ۷۱۳ رقم الحدیث: ۹۸۹ بفوائد السعیدی)

نیز ابن حزم ظاہریؒ م ۴۵۶ھ نے بھی تصریح کی ہے: مستحب یہ ہے کہ تشہد پڑھتے وقت انگلی سے صرف اشارہ کیا جائے، اس کو حرکت نہ دی جائے۔ (المحلی: ۴/۹۷)

{مردوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان}

۱۹۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: أَنَّهُ كَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى: يَضَعُهَا بَيْنَ اِلْيَتَيْهِ وَيَنْصِبُ الْيُمْنَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا فِي الصَّلَاةِ، وَيَكْرَهُ أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْيُمْنَى اِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (تشہد میں بیٹھتے وقت) اپنا دایاں پاؤں بچھاتے اور بایاں پاؤں کھڑا کر کے اس پر بیٹھ جاتے تھے اور عذر کے بغیر دائیں پاؤں پر بیٹھنے کو مکروہ ناپسند کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر میں قعدہ کا جو طریقہ بیان ہوا ہے یہ طریقہ احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے، اختصار کے پیش نظر یہاں صرف تین احادیث مع التحقیق پیش کی جاتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ م بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ قَائِمًا وَّكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ جَالِسًا وَّكَانَ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰی وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰی وَكَانَ يَنْهٰی عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰی اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۴۵۶)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو "الحمد للہ رب العالمین" سے شروع کرتے تھے، اور جب رکوع کرتے تو نہ اپنا سر اوپر اٹھاتے نہ (زیادہ) جھکاتے لیکن اس کے درمیان رکھتے، اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے ت سجدہ نہیں کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب اپنا س جدہ سے اٹھاتے تو (دوبارہ) سجدہ نہیں کرتے یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے، اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات (پورا تشہد) پڑھا کرتے تھے اور (تشہد میں بیٹھتے وقت) آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑے رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح چوکڑی سے منع فرماتے تھے اور منع فرماتے کہ آدمی اپنے بازوؤں کو درندے کی طرح بچھائے اور نماز کو سلام سے ختم فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۳۹، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۳۶۳۵، شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۱۵۵، مشکاۃ المصابیح: ۷۹۱، بلوغ المرام: ۲۷۲، خلاصۃ الاحکام: ۱۰۵۴، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ

: ج ا ص ۴۱۸، کنز العمال: ۲۲۳۹۳۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابو خالد یعنی الاحمر عن حسین المعلم ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراھیم واللفظ لہ قال اخبرنا عیسی بن یونس حدثنا حسین المعلم عن بدیل بن میسرۃ عن ابی الجوزاء عن عائشۃ.....الخ۔ (صحیح مسلم: ۴۹۸)

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے قعدہ کا جو طریقہ بیان کیا ہے قعدہ کا یہی طریقہ مسنون وافضل ہے اور ہر قعدہ کو شامل ہے خواہ وہ پہلا قعدہ ہو یا دوسرا۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے قعدہ کا ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے اور اس کو صرف قعدہ اولیٰ کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ جن لوگوں نے اس کو قعدہ اولیٰ پر محمول کیا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد عالم شوکانی م ۱۲۵۵ھ صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

ان رواتها ذكروا هذه الصفة لجلوس التشهد ولم يقيدوه بالاول، واقتصارهم عليها من دون تعرض لذكر غيرها مشعر بأنها هي الهيئة المشروعة في التشهدين جميعا، ولو كانت مختصة بالاول لذكروا هيئة التشهد الاخير ولم يهملوه، لا سيما وهم بصدد بيان صلوٰة رسول الله ﷺ وتعليمه لمن لا يحسن الصلاة، فعلم بذالك ان الهيئة شاملة لهما۔ (نیل الاوطار: ۱/۳۲۲)

ان احادیث کے راویوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم) نے (نبی ﷺ کے) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کو پہلے قعدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ لہٰذا ان حضرات کے قعدہ کی صرف یہی کیفیت بیان کرنے اور دوسری کسی کیفیت کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تشہدوں میں قعدہ کی یہی کیفیت مشروع ہے اور اگر یہ کیفیت صرف تشہد اول کے ساتھ خاص ہوتی تو یہ حضرات دوسرے تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت ضرور ذکر کرتے اور اس کے ذکر کو کبھی ترک نہ کرتے، خصوصاً جب کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلا رہے ہیں اور آپ ﷺ کی اعرابی شخص کو جو نماز اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتا تھا تعلیم دینے کا ذکر کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں بیٹھنے کی یہ کیفیت دونوں تشہد کو شامل ہے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا۔ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

(آثار السنن: ۴۵۷)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پس جب آپ بیٹھ گئے اور آپ نے تشہد پڑھا تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں مبارک کو زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھ گئے۔ اسے سعید بن منصور اور طحاوی (۱۵۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا صالح بن عبدالرحمن وروح بن الفرج قالا حدثنا یوسف بن عدی قال ثنا ابو الاحوص عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن وائل بن حجر الحضرمی.....الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۴۲)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۴۵۸)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نماز کی سنتوں میں سے (جلسہ میں) دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا بھی ہے۔ اسے نسائی (۱۱۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا الربیع بن سلیمان بن داود قال حدثنا اسحاق بن بکر بن مضر قال حدثنی ابی عن عمرو بن الحارث عن یحییٰ ان القاسم حدثہ عن عبداللہ وھو ابن عبداللہ بن عمر عن ابیہ....الخ۔

(سنن النسائی: ۱۱۵۸)

{عورتوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان}

۱۹۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ: فِي الْمَرْاَةِ تَقْعُدُ فِيْ صَلَاتِهَا كَيْفَ شَاءَتْ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی نماز میں بیٹھ سکتی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عورتوں کے لئے قعدہ کا مسنون و افضل طریقہ وہی ہے جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ م ۱۵۰ھ حضرت نافع رحمہ اللہ م ۱۱۷ھ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

كيف كن النسآء يصيلين على عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن۔

(مسند الامام الاعظم، كتاب الصلوٰة :ص ۳،بروايت امام حصفكی، مسند ابی حنيفة: ص۴۰،رقم الحديث :۹،للحارثی،جامع المسانيد: ۱/۴۰۰ اللامام الخوارزمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں (حالتِ تشہد میں) کس طرح بیٹھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: پہلے وہ چارزانو بیٹھا کرتی تھیں۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ وہ سرین کے بل بیٹھیں (اور اپنے پاؤں دائیں طرف نکال لیں)۔

اس حدیث کی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔ کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام نافع رحمہ اللہ دونوں جلیل القدر تابعی اور نہایت ثقہ محدث ہیں۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ہیں۔ اور یہ حدیث ''مسند امام اعظم'' للحارثی میں مروی ہے۔ امام حارثی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ محدثین کے نزدیک ثقہ اور ان کی یہ مسند قابل اعتماد اور مستند کتاب ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام'': ص ۵۳۵۔۵۴۱)

حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے تلامذہ نے بھی ''مسند امام اعظم'' کو حدیث کی معتبر اور مقبول کتب میں شمار کیا ہے۔ (فتاوٰی نذیریہ: ۱/ ۲۴۳)

نیز عبدالجبار غزنوی (م ۱۹۱۳ء) نے بھی قعدہ میں عورتوں کے لیے بسبب تستر دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر بیٹھنا اولیٰ (بہتر) قرار دیا ہے۔ (فتاوی غزنویہ: ص ۲۸، فتاوی علمائے حدیث: ۳/ ۱۴۹)

{نماز اطمینان وسکون سے پڑھو}

۱۹۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ بَلَغَنِيْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: وَقِّرُوْا فِي الصَّلَاةِ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''نماز کی تعظیم کرو (یعنی اسے اطمینان وسکون سے پڑھو۔)''

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۳۰۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۳۰۴، السنن الکبری

للبیہقی: ۲/ ۲۸۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شاهد عند عبدالرزاق ،وابن ابی شيبة والبيهقی)

یہ اثر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے معن بن عبدالرحمن سے ،انہوں نے قاسم بن عبدالرحمن سے،انہوں نے اپنے والد عبدالرحمن سے اور انہوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ کتاب الآثار روایۃ الامام محمد میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه.....الخ۔(كتاب الآثار رواية الامام محمد: ۱۱۳)

۱۔ امام معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی المسعودی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۶۱۱۴،تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۱۲)

۲۔ امام ابو عبدالرحمن قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی المسعودی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۴۷۹۹،تاریخ الثقات للعجلی: ۱۳۶۷)

۳۔ امام عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۳۸۷۷)

{لوگوں کو نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے}

۱۹۶۔قال حدثنا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَنَّهُ صَلّٰى بِهِمْ :،فَسَمِعَ صَوْتَ صَبِیٍّ فِیْ صَفِّ النِّسَاءِ، فَأَخَفَّ الصَّلَاةَ وَأَكْمَلَ،فَلَمَّا انْصَرَفَ قِيْلَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا: خَفَّفْتَ، قَالَ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَبِیٍّ فِیْ صَفِّ النِّسَاءِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُخَفِّفَ حَتّٰى تَنْصَرِفَ أُمُّهُ اِلٰى صَبِيِّهَا لَا يَشْغَلُهَا، فَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ بِهِمْ وَلْيُكْمِلْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْكَبِيْرَ وَالْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی (اور دوران نماز) آپ نے عورتوں کی صف میں سے کسی بچہ کی (رونے کی) آواز سنی تو آپ نے نماز مختصر کر دی اور مکمل پڑھائی، آپ نے جب سلام پھیرا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ آپ نے نماز مختصر پڑھائی ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: میں نے عورتوں کی صف سے بچے کی (رونے کی) آواز سنی تو میں نے نماز کو مختصر کرنا زیادہ پسند کیا تاکہ بچے کی ماں کو پریشانی نہ ہو، پس جب کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی اور مکمل پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ابی داود: ۷۹۴، مؤطا محمد: ۲۴۸، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۱۲، مسند السراج: ۲۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۳۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۷۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۱۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۸۷۹۔ جامع المسانید للخوارزمی: ۷۳۱، ۷۳۲۔

تخریج:

حسن ہے۔(وللحدیث طرق اخری)

فوائد و مسائل:

۱۔ جب آدمی فریضہ امامت ادا کر رہا ہو تو اس وقت نماز میں لمبی قراءت سے احتیاط کرنی چاہیے، اس لیے کہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ سب کی ضروریات و حاجات پیش نظر رکھنی چاہییں، البتہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اپنے اشغال، ضروریات اور حالات کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی فرصت اور قوت کے مطابق جتنی چاہے لمبی قراءت کرے اسے اختیار ہے۔

۲۔ نماز ہلکی اور مکمل پڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز قراءت کے لحاظ سے ہلکی مگر رکوع، سجود اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے پرسکون اور کامل و اعلیٰ ہو۔

۱۹۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلاً مَرَّ بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يُصَلِّي صَلاَةً وَجِيزَةً خَفِيفَةً يُكْثِرُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ: أَنْتَ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ وَتُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ أَلَمْ أُتِمَّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: مَنْ سَجَدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُرْفَعَ دَرَجَاتٍ أَوْ تُكْتَبَ لِي دَرَجَاتٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) ایک شخص کا سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا

(اور اس نے دیکھا کہ) آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل ہلکی پھلکی نماز پڑھائی اور کثرت سے رکوع اور سجدے کیے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے میری خواہش ہوئی کہ میرے لئے کئی درجات کا فیصلہ کیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابوحنیفۃ روایۃ الحصکفی: ج ۱ ص ۱۰۷ رقم الحدیث: ۸۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن عبید بن نضلۃ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ...... الخ.

(جامع المسانید: ج۱ص۳۴۰)

امام ابو معاویہ عبید بن نضلہ الخزاعی الکوفی المقری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ۱۶۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۸۵)

۱۹۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ قَوْمًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّوا، فَانْتَهَى اِلَيْهِمْ رَجُلٌ عَلَى بَعِيْرٍ لَّهُ فَعَقَلَهُ وَدَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، فَانْبَعَثَ الْبَعِيْرُ فَذَهَبَ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الرَّجُلُ صَلَّى فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ لَحِقَ بَعِيْرَهُ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تُنَفِّرُوْا، وَكُوْنُوْا مُؤَلِّفِيْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا مُنَفِّرِيْنَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض حضرات نے باجماعت نماز پڑھی اور ان کے پاس ایک شخص اونٹ پر آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو باندھا اور نماز میں شریک ہو گیا، اس کا اونٹ کھل گیا جب اس آدمی نے محسوس کیا کہ اس کا اونٹ اس سے مسلسل دور ہوتا جا رہا ہے (اور امام لمبی قراءت میں مصروف ہے) تو اس نے مسجد کے ایک کونے میں (اپنے طور پر) نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے اونٹ سے جا

ملا، اس بات کی اطلاع نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''نفرتیں نہ دلاؤ، محبتیں پیدا کرنے والو بنو، نفرتیں پیدا کرنے والے نہ بنو۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۱۹۳ باب تخفیف الصلاۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۲۷، رقم الحدیث: ۴۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله شواهد)

۱۹۹۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبَامُوْسٰی وَحُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ کَانُوْا جَمِیْعًا، فَأُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ، فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ: تَقَدَّمْ یَا فُلَانُ، تَقَدَّمْ یَا فُلَانُ، فَأَمَّهُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَصَلّٰی بِهِمْ صَلَاةً خَفِیْفَةً وَجِیْزَةً، وَتَمَّمَ السُّجُوْدَ وَالرُّکُوْعَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ الْقَوْمُ: قَدْ حَفِظَ اَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ ایک گھر میں) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر چند صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ اے فلاں! تم آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ، اے فلاں! تم آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ، بالآخر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت کرائی اور ہلکی پھلکی اور مختصر سی نماز پڑھادی جس میں انہوں نے رکوع سجدہ مکمل کیا، آپ رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین کہنے لگے کہ ابوعبدالرحمن (یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو خوب یاد رکھا ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{غلطی سے بادلوں کے دن قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی}

۲۰۰۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰی لِغَیْرِ الْقِبْلَةِ فِیْ یَوْمِ غَیْمٍ

أَجْزَأَ عَنْهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس آدمی نے (غلطی سے) بادلوں کے دن قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة: ۳۴۰۱)

فائدہ:

اگر کسی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو وہ تحری کر کے جس طرف غالب گمان ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے، اگر نماز کے دوران کسی قابل اعتماد ذریعہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ قبلہ رخ نہیں تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور باقی ماندہ نماز اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے نماز ہو جائے گی، اور اگر نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز ہو گئی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

{کشتی میں نماز کیسے پڑھی جائے؟}

۲۰۱۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ فِي السَّفِينَةِ، قَالَ: صَلِّ قَائِماً، تَيَمَّمِ الْقِبْلَةَ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا تَيَمَّمِ الْقِبْلَةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور (نماز کے دوران کشتی کے مڑنے پر) قبلہ کی رخ کرتے جاؤ اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور (کشتی کے مڑنے پر) قبلہ کی طرف رخ کرتے جاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابی شيبة: ۱/۴۶۳)

{صرف ایک ہی بڑا کپڑا میسر ہو تو اس بڑے کپڑے کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے}

۲۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو الْعَطُوفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، قَالَ: مَا كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں

پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ہر کسی کو دو کپڑے میسر نہیں ہوتے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح البخاری: ۳۵۸، صحیح مسلم: ۱۲۷۶، سنن النسائی: ۷۶۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۸۸۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۷۵۸، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۷، سنن ابی داود: ۶۲۵، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۸۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ج۱ص ۳۴، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۶۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۰۷، سنن الدارمی: ۱۴۱۰، مسند السراج: ۴۳۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۱۶۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۲۲۲، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۲۳۵، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۴۹۰، سنن الدارقطنی: ۱۰۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۱۔ ابوالعطوف سے غالباً جراح بن منہال الشامی الجزری رحمہ اللہ مراد ہیں، ان کی ثقہ بالاجماع محدث امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ (وغیرہ) نے متابعت کر رکھی ہے۔ (صحیح البخاری ۳۵۸، مؤطا مالک: ۳۰)

۲۔ زہری سے امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الزہری المدنی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

۳۔ امام ابومحمد سعید بن مسیب بن حزن المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۶۳)

فائدہ:

افضل تو یہی ہے کہ نماز پورے لباس میں پڑھی جائے لیکن اگر کسی کو صرف ایک ہی بڑا کپڑا میسر ہو تو اس بڑے کپڑے کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔

۲۰۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيفَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَضَعَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لأمته، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأُتِيَ بِهِ فِيْ جَفْنَةٍ فِيْهَا أَثَرُ عَجِيْنٍ، فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى اَرْبَعًا أَوْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی حصے میں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، اور آپ ﷺ نے پانی منگوایا، چنانچہ ایک بڑے برتن میں جس میں آٹے کے اثرات تھے پانی لایا گیا، آپ نے غسل کیا اور چار رکعات یا دو رکعات ایک کپڑا اوڑھے ہوئے جو آپ کے جسم پر لپٹا ہوا تھا نماز پڑھی۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طرق اخرى عند احمد: ۲٦٨٩٦، ٢٦٨٩٢)

فائدہ:

نبی مکرم ﷺ کو امت کی تعلیم کی خاطر ہر معاملے میں ایسی سنت قائم کرنا ہوتی تھی، جس پر ہر شخص عمل پیرا ہو سکے، ہر شخص کو ہر وقت دو کپڑے میسر نہیں آسکتے، لہٰذا ایک ہی کپڑے میں نماز کا جواز بیان کرنے کی غرض سے فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ کر دکھائی تاکہ ہر شہری و دیہاتی اور امیر و غریب عبادت بآسانی ادا کرسکے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ بوقت ضرورت ایک بڑے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

۲۰۴۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ : أَنَّ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَّهُمْ فِيْ قَمِيْصٍ صَفِيْقٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ،وَلاَ اُرَاهُ اَرَادَ اِلَّا لِيُرِيَنَا أَنَّهُ لاَبَأْسَ بِالصَّلاَةِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت ایک کھلی اور مکمل قمیص میں کرائی اور اس وقت آپ پر اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور آپ نے یہ عمل محض ہمیں یہ دکھانے کے لیے کیا تھا کہ (بوقت ضرورت) ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عطاء بن یسار الہلالی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ٦: ٣٩٤٦، تاریخ الثقات للعجلی: ٥: ١١٣)

۲۰۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ جَابِرَ بْنِ عَبْدَاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَمَّ قَوْمًا فِيْ بَيْتِهِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ،وَاِلَى جَنْبِهِ مِشْجَبٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ لَوْشَاءَ أَنْ يَّتَنَاوَلَ مِنْهُ ثَوْبًا لَفَعَلَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں چند لوگوں کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھائی کہ اس کے دونوں کناروں کو الگ الگ رکھا حالانکہ آپ کے ایک طرف کپڑے لٹکانے کی کھونٹی تھی جس پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے اگر آپ اس سے کپڑا لینا چاہتے تو لے سکتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{بعض دفعہ آپ ﷺ حبوہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے}

۲۰۶۔ وَثَنَا اَبُوْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ (عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ مُحْتَبِيًا۔

حسن (بصری) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (بعض دفعہ) آپ ﷺ حبوہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

مرسل معتضد ہے۔

ابوسفیان سے امام ابوسفیان طلحہ بن نافع القرشی الواسطی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۹۸۳)۔

فائدہ:

حبوہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لئے دونوں ہاتھ باندھ لے۔ یہ عمل جمہور کے نزدیک حالتِ عذر یا بیان جواز پر محمول ہے۔ مسنون و افضل یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے جیسا کہ سابقہ صفحات میں اس سلسلے کی احادیث گزر چکی ہیں۔

{تلوار اور کمان چادر کی طرح ہیں}

۲۰۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ: السَّيْفُ وَالْقَوْسُ بِمَنْزِلَةِ الرِّدَاءِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: کہ تلوار اور کمان چادر کی طرح ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کیا سترہ کو سیدھا کھڑا کرنا ضروری ہے؟}

۲۰۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَعْرِضُ بَيْنَ يَدَيْهِ سَوْطَهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ أَوْ قَصَبَةً أَوْ عُوْدًا: لَا يُجْزِئُهُ دُوْنَ أَنْ يَّنْصِبَهُ نَصْبًا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کافی نہیں کہ کوئی شخص سترہ کے لیے اپنے سامنے کوڑا یا بانس کا ٹکڑا یا لکڑی عرض میں

لمبی لمبی رکھ دے جب تک اسے سیدھا کھڑا نہ کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سترہ کھڑا کرنا ہمارے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہ کیا تو تب بھی نماز ہو جائے گی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد:۱۱۸)

۱۰۔ بَابُ الْإِمَامَةِ

امامت کے مسائل

{امامت کا زیادہ حقدار کون؟}

۲۰۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ،فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً،فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً،فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً،فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر اس وصف میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اور اگر اس وصف میں بھی لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جوان میں عمر رسیدہ ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَءُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِيْ

الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلاَ يُؤَمَّنَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلاَ يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۱۱)

☆☆ (سیدنا) ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر اس وصف میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جسے سنت نبوی کا علم زیادہ ہو۔ اور اگر سنت کے علم میں بھی لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اور اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو (ایک روایت میں سلما (اسلام) کی بجائے سنا (عمر) کا لفظ بھی ہے۔ن)۔ اور کوئی آدمی کسی آدمی کے دائرہ اقتدار میں امامت نہ کرائے اور نہ گھر میں اس کی مخصوص نشست پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔'' اسے مسلم (۶۷۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۳، سنن ابن ماجہ: ۹۸۰، سنن ابی داود: ۵۸۲، سنن الترمذی: ۲۳۵، سنن النسائی: ۷۸۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۶۵۲، مسند الحمیدی: ۴۶۲، مسند ابن الجعد: ۸۵۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۴۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۶۳، المنتقی لابن الجارود: ۳۰۸۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ وابو سعید الاشج کلاھما عن ابی خالد قال ابوبکر حدثنا ابو خالد الاحمر عن الاعمش عن اسماعیل بن رجاء عن اوس بن ضمعج عن ابی مسعود.....الخ۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كَانُوا ثَلاَثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ. (آثار السنن: ۵۱۲)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے اور امامت کا زیادہ حق دار ان میں سے وہ ہے جو ان میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔'' اسے احمد (۱۱۱۹۰) مسلم (۶۷۲) اور نسائی (۷۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۲، سنن النسائی: ۷۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۱۹۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۴۵۲، سنن الدارمی: ۱۲۸۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۲۹۱، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۵۰۸، حدیث السراج: ۱۲۳۷، مسند السراج: ۱۲۷۸، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۲۶۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری....الخ.

(صحیح مسلم: ۶۷۲)

فائدہ:

اگر کسی مسجد میں امام متعین ہو یا کسی کے مکان میں جماعت ہو رہی ہو تو سب کا اتفاق ہے کہ وہ متعین امام یا گھر والا (بشرطیکہ امامت کا اہل ہو) امامت کرنے کا حقدار ہے اور اگر مسجد میں کوئی متعین امام موجود نہ ہو اور حاضرین میں بہت سے لوگ امامت کے قابل ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ کون امامت کا زیادہ حقدار ہے؟ مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر بعض اہل علم کا مؤقف یہ ہے کہ جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ زیادہ حقدار ہے۔ جبکہ جمہور اہل علم کا مؤقف یہ ہے کہ جو شخص احکام شریعت کا علم زیادہ رکھتا ہو وہ زیادہ حقدار ہے جس پر دلیل یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا تھا حالانکہ اس وقت لوگوں میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ موجود تھے جن کے متعلق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اقرء ہم ابی بن کعب۔ (کہ صحابہؓ میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں) مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لئے فرمایا کہ وہ صحابہؓ میں احکام شریعت کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ باقی رہیں مذکورہ بالا احادیث تو ان کے جواب میں جمہور کہتے ہیں کہ ''اقرء'' کی امامت کو ابتداء میں ترجیح اس لئے دی گئی تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ قرآن مجید یاد کریں اور اس کو سیکھیں پھر جب مقصود حاصل ہو گیا ہو تو اب ترجیح والی بات نہیں رہی، لہٰذا مرض وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلم اور افقہ کو امام مقرر فرمایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں اقرء سے مراد اعلم ہی ہے قرآن کو زیادہ جاننے والا یعنی احکام شریعت سے زیادہ واقف۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس کو قرآن زیادہ آتا تھا وہ قرآن کے معانی سے بھی بخوبی واقف ہوتا تھا جبکہ ہمارے زمانہ میں حفاظ نے عموماً صرف الفاظ قرآن کو ہی رٹا لگایا ہوا ہوتا ہے معانی کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''موسیٰ الجہنی عن زاذان عن عابس الغفاری رضی اللہ عنہ'' کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نوجوانوں سے اندیشہ ظاہر کرتے تھے جو قرآن کو گانے کے طور پر پڑھیں گے اور ''یقدمون الرجل لیس بأفقههم ولا افضلهم یغنیهم غناء'' ایسے شخص کو آگے بڑھائیں گے جو نہ علم وفقہ میں سب سے زیادہ ہے نہ فضیلت میں، بس آواز بنا کر گانے کی طرح (ان کو قرآن) سنا دیگا۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کراہت ظاہر فرمائی ہے کہ ایسے شخص کو آگے بڑھایا جائے جو علم وفقہ وفضیلت میں سب سے زیادہ نہیں، پس معلوم ہوا کہ علم والا امامت میں دوسروں سے مقدم ہے۔

{ولدالزنا اگر پرہیز گار متقی عالم ہو، احکام ومسائل سے واقف ہوتو امامت کرا سکتا ہے}

۲۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، أَنَّهُ سُئِلَ اَيَؤُمُّ وَلَدُ الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَوَلَيْسَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ اَكْثَرُ مِنَّا صَلَاةً وَّصَوْمًا.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا والدالزنا امامت کراسکتا ہے؟ تو انہوں نے جی ہاں، کیا ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو ہم سے زیادہ نمازی اور ہم سے زیادہ روزے رکھنے والا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند ابن ابی شیبة: ۶۰۹۲)

فائدہ:

ولدالزنا اگر پرہیز گار متقی عالم ہو، احکام ومسائل سے واقف ہوتو امامت کراسکتا ہے۔

{آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں}

۲۱۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَازَادَ عَلَى وَاحِدٍ فَهُوَ جَمَاعَةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کے کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۴)

{ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دولوگوں کونماز پڑھائی تو انہیں اپنے پیچھے کھڑا کیا}

۲۱۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَّ رَجُلَيْنِ فَجَعَلَهُمَا خَلْفَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو لوگوں کو نماز پڑھائی تو انہیں اپنے پیچھے کھڑا کیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔(وله طريق آخر عند الطحاوی: ۱۸۴۴)

فائدہ:

زیادہ پسندیدہ عمل یہی ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں تو انہیں پیچھا کر دیا جائے۔

{حضرت عمرؓ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے}

۲۱۳۔قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ،عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.............يَضَعُ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔۔۔۔۔وہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھی جو کہ آپ کے پیچھے تھے}

۲۱۴۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ: بَلَغَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِرَجُلٍ وَصَبِيٍّ وَامْرَأَةٍ خَلْفَ ذٰلِكَ،صَلّٰى بِهِمْ جَمَاعَةً.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھی جو کہ آپ کے پیچھے تھے اور آپ نے ان کی امامت کی۔

تحقیق:

یہاں یہ حدیث اختصار کے ساتھ آئی ہے جبکہ دیگر کتب میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيْ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ

مَالَبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِالْمَآءِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَآءَهٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآءِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلاَّ ابْنَ مَاجَةَ. (آثار السنن: ۵۰۵)

☆☆(سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری نانی یا دادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا جو کہ انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، آپ نے اس سے تناول فرمایا، پھر فرمایا: ''اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں، (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اپنی ایک چٹائی لانے کیلئے اٹھا جو کہ کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی تو میں نے اسے پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، بوڑھی عورت نے ہمارے پیچھے، آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی، پھر آپ تشریف لے گئے۔'' اسے ابن ماجہ کے علاوہ محدثین کی جماعت (بخاری: ۳۸۰، مسلم: ۶۵۸، ابوداود: ۶۱۲، ترمذی: ۲۳۴، نسائی: ۸۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۰، صحیح مسلم: ۶۵۸، سنن ابی داود: ۶۱۲، سنن الترمذی: ۲۳۴، سنن النسائی: ۸۰۱، مؤطا مالک: ۵۲۲، مؤطا محمد: ۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۳۲۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۵۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۴۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالك.....الخ۔ (صحيح البخاری: ۳۸۰)

فائدہ:

تین مرد ہوں تو امام آگے اور باقی دو اس کے پیچھے صف بنائیں اور عورت کی علیحدہ صف ہوگی خواہ اکیلی ہی ہو۔

{ایک دفعہ عبداللہؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھائی اور درمیان میں کھڑے ہوئے}

۲۱۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰى بِعَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدِ فِيْ بَيْتِهٖ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلاَ إِقَامَةٍ، وَقَامَ وَسْطَهُمَا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ کو اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم : ۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ : ۱۶۳۶، مستخرج ابی عوانہ : ۱۸۰۴، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۳۶۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم : ۱۱۷۹، السنن الکبری للبیہقی : ۱۹۱۰، طرح التقریب : ج ۲ ص ۲۸۳، شرح ابی داود للعینی : ۸۴۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

"حدثنا محمد بن العلاء الهمدانی ابو کریب ، قال : حدثنا ابو معاویة ، عن الاعمش ، عن ابراهیم ، عن الاسود وعلقمة قالا اتینا عبدالله۔۔۔۔الخ"(صحیح مسلم :۵۳۴)

فوائد ومسائل:

۱۔ شہر میں رہتے ہوئے اگر گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہو تو اذان واقامت دونوں کہنا مستحب ہے، لیکن محلہ کی اذان واقامت پر اکتفاء کرتے ہوئے بلا اذان واقامت بھی گھر کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ابن سیرین رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شاید جگہ کی تنگی کی وجہ سے ان کے درمیان کھڑے ہو گئے تھے۔ جبکہ دیگر متعدد حضرات نے اسے منسوخ کہا ہے (کیونکہ اس میں تطبیق وغیرہ ایسے احکام بھی مذکور ہیں جو منسوخ ومتروک ہیں) اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کو ان کی عدمِ اطلاع پر محمول کیا ہے۔ وگرنہ عام حالات میں اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو پھر سب امام کے پیچھے کھڑے ہوں چنانچہ آثار السنن میں ہے:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهِ فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَأَدَارَنِيْ حَتّٰى أَقَامَنِيْ مِنْ يَّمِيْنِهِ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ عَنْ يَّسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخَذَ بِأَيْدِيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۰۶)

☆☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: "نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پوری طرح گھمایا، یہاں تک کہ مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر (سیدنا) جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے ہم دونوں کے

ہاتھ پکڑ کر ہمیں پیچھے کیا یہاں تک کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔" اسے مسلم (۳۰۱۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۰۱۰، سنن ابی داود: ۶۳۴، المنتقی لابن الجارود: ۱۷۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۴۰، صحیح ابن حبان: ۲۱۹۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۹۳۲، السنن الکبری للبیہقی: ۳۲۸۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۹۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۸۰۱، شرح السنۃ للبغوی: ۸۲۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هارون بن معروف ومحمد بن عباد وتقاربا فی لفظ الحدیث والسیاق لهارون قالا حدثنا حاتم بن اسماعیل عن یعقوب بن مجاهد ابی حزرة عن عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت قال خرجت انا وابی.......حتی اتینا جابر بن عبدالله.....الخ. (صحیح مسلم: ۳۰۱۰)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے۔ اور اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو پھر سب امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کو ایک مرتبہ یا بغیر وقفہ سے دو مرتبہ حرکت میں لانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

{امام اور مقتدی کے درمیان راستہ وغیرہ حائل ہو تو کیا حکم ہے؟}

۲۱۶۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، اَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْاِمَامِ طَرِیْقٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْنَهَرٌ أَوْ بِنَاءٌ اَوِامْرَأَةٌ فَلَیْسَ مَعَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس شخص اور امام کے درمیان راستہ، نہر یا دیوار یا عورت ہو تو وہ اس کے ساتھ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۱۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۸۲، جامع المسانید للخوارزمی: ۷۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں اور امام کی صفوں میں اتصال ہونا چاہیے اگر انقطاع نہ ہو تو دیوار وغیرہ کے حائل ہونے سے کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر راستہ یا نہر یا عورتیں وغیرہ حائل ہو جائیں تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی، راستہ یا نہر کی صورت میں اس لیے کہ صفوں میں انقطاع آ گیا اور عورتوں کی صورت میں اس لیے کہ عورتوں کی صف پیچھے ہونی چاہیے۔

{مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی}

۲۱۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ وَهُوَ لَا يَنْوِيْ صَلَاةَ الْإِمَامِ (فَصَلَاةُ الْإِمَامِ) تَامَّةٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو مگر اس نے امام کی نماز کی نیت نہ کی ہو تو امام کی نماز ہو جائے گی (اور اس شخص کی نماز نہ ہوگی)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدی اور امام کی نماز ایک ہی ہونی چاہیے، اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، ہاں البتہ امام کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہو سکتے ہیں۔

{اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں}

۲۱۸۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ، سَوُّوْا مَنَاكِبَكُمْ، تَرَاصُّوا التَّرَاصَّ اَوْ لَيَتَخَلَّلَنَّكُمْ كَاَوْلَادِ الْحَذَفِ (يَعْنِي الشَّيْطَانَ) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى مُقِيْمِي الصُّفُوْفِ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کاندھوں کو برابر کرلو، مل کر کھڑے ہو جاؤ ورنہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہاری صفوں میں گھس جائے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۲۴۳۴، ۲۴۳۳، کنز العمال: ۲۲۹۹۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۴۲۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ا ص ۳۵۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

احادیثِ مرفوعہ میں بھی صفوں کو سیدھا کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے، دیگر کتب حدیث سے چند مرفوع احادیث مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ. (آثار السنن: ۵۰۰)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''(ایک روز جب) نماز کھڑی ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ اپنی صفیں سیدھی کرو اور آپس میں مل کر کھڑے ہو، بلاشبہ میں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔'' اسے بخاری (۷۱۹) نے روایت کیا ہے اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ: ''اور ہم میں سے (ہر) ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔''

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۹، سنن النسائی: ۸۱۴، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۱۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۴۰۶، مسند السراج: ۲۰۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۲۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۷۳، السنن الکبری للبیہقی: ۲۲۸۸، شرح السنۃ للبغوی: ۸۰۷۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن ابی رجاء قال حدثنا معاویۃ بن عمرو قال حدثنا زائدۃ بن قدامۃ قال حدثنا حمید الطویل حدثنا انس بن مالك۔۔۔۔الخ۔ (صحیح البخاری: ۷۱۹)

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ

يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اِخْتِلاَفاً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۰۱)

☆☆ (سیدنا) ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو) ہمارے مونڈھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرماتے تھے کہ برابر برابر رہو، مختلف (یعنی آگے پیچھے کھڑے) نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے گا اور تم میں سے جو لوگ دانش منداور سمجھ دار ہیں وہ میرے قریب ہوں، ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا نمبر اس صفت میں ان کے قریب ہو، اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (سیدنا) ابومسعود رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کے سامنے یہ حدیث بیان کرکے) فرمایا کہ آج تم لوگوں میں اختلاف بہت زیادہ ہے۔ اسے مسلم (۴۳۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۳۲، سنن النسائی: ۸۱۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۶۴۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۵۲۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۲، المنتقی لابن الجارود: ۳۱۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۵۴۲، حدیث السراج: ۵۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۷۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۱۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا عبداللہ بن ادریس وابو معاویۃ ووکیع عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر التیمی عن ابی معمر، عن ابی مسعود.... الخ. (صحیح مسلم: ۴۳۲)

فوائد ومسائل:

(۱) ''مختلف نہ ہو'' کا مطلب یہ ہے کہ جب صف بندی کرکے نماز کے لئے کھڑے ہوتو اس بات کا بطور خاص خیال رکھو کہ سب کے بدن برابر رہیں، ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہوکر کھڑے نہ ہو اور اپنے بدن کا کوئی عضو صف سے باہر نہ نکالو، اگر تم لوگ صف میں اپنے بدن کے ظاہری اعضاء کو غیر برابر اور ناہموار رکھو گے تو اس کا اثر باطنی طور پر یہ ہوگا کہ تمہارے قلوب میں اختلاف پیدا ہوجائے گا، کیونکہ بدن کے ظاہری اعضاء اور قلب کے درمیان بڑا لطیف تعلق ہے، اور ایک دوسرے کی تاثیر بڑی عجیب ہے، اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے ظاہری اعضاء کی ٹھنڈک باطنی اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے اور باطنی اعضاء کی ٹھنڈک ظاہری اعضاء کو متاثر کرتی ہے، اسی طرح صف میں ظاہری بدن کو برابر رکھنا قلوب پر اثر انداز ہوتا ہے جس کا خاصہ ہے کہ دلوں میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں صفوں کی برابری کے علاوہ صف بندی ہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دوسری ہدایت یہ بیان ہوئی ہے کہ میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم ودانش میں امتیاز عطا فرمایا ہے، ان کے بعد اس لحاظ سے

دوم درجہ والے اور انکے بعد سوم درجے والے۔ظاہر ہے کہ یہ ترتیب بالکل فطری بھی اور تعلیم وتربیت کی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اچھی اور ممتاز صلاحیتوں والے درجہ بدرجہ آگے اور قریب رہیں۔

(۳) آخر میں مروی سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج تمہارے اندر افتراق وانتشار کی جو کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور آپس میں تم لوگ جو اتنا اختلاف کرتے ہو، نیز فتنوں کی جو بھرمار ہورہی ہے ان سب کی وجہ یہی ہے کہ تم لوگ اپنی صفیں برابر نہیں کرتے لہٰذا تم لوگ اگر ان فتنوں اور اختلافات سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے ظاہری اختلاف کو ختم کرڈالو، پھر اللہ تعالیٰ تمہارے باطنی اختلاف کو بھی ختم کردے گا۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خِلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ. (آثار السنن: ۵۰۲)

☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو مضبوطی سے ملاؤ اور ان کے درمیان فاصلہ نہ رکھو اور گردنوں کو بھی برابر رکھو۔قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ خالی جگہوں میں سے تمہاری صفوں میں گھس آتا ہے گویا وہ بکری کا بچہ ہو۔اسے ابوداود (٦٦٧) نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ٦٦٧، سنن النسائی: ۸۱۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۵۴۵، مسند السراج: ۱۴۱۷، صحیح ابن حبان: ۲۱۶۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۰۱۷، السنن الکبری للبیہقی: ۵۱۷۹، شرح السنۃ للبغوی: ۸۱۳، الاحادیث المختارۃ: ۲۴۳۳، مشکاۃ المصابیح: ۱۰۹۳۔

اور صحیح ہے۔امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابان عن قتادة عن انس بن مالك عن رسول الله ﷺ. ....الخ.(سنن ابی داود: ٦٦٧)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ لِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اَخْوَانِكُمْ وَلاَ تَذَرُوْا فُرَجَاتٍ لِّلشَّيْطٰنِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ. (آثار السنن: ۵۰۳)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفوں کو درست کرلو، کندھوں کو برابر رکھو، درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم بن جاؤ، اور شیطان کے

لیے خلا نہ چھوڑو۔ جس نے صف کو ملایا، اللہ اسے ملائے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹے۔'' اسے ابوداود (٦٦٦) اور حاکم (٧٧٤) نے روایت کیا ہے جبکہ ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ٦٦٦، سنن النسائی: ٨١٩، صحیح ابن خزیمۃ: ١٥٤٩، مسند الامام احمد بن حنبل: ٥٧٢٤، السنن الکبری للنسائی: ٨٩٥، المعجم الکبیر للطبرانی: ١٤١١٣، مسند الشامیین للطبرانی: ١٩٥٨، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ٧٧٤، السنن الکبری للبیہقی: ٥١٨٦۔

اور صحیح ہے، امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عیسیٰ بن ابراهیم الغافقي حدثنا ابن وهب ح وحدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیث وحدیث ابن وهب اتم عن معاویة بن صالح عن ابی الزاهریة عن کثیر بن مرة عن عبدالله بن عمر.....الخ۔ (سنن ابی داود: ٦٦٦)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ فَمَا کَانَ مِنْ نَّقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ٥٠٣)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو پہلے اگلی صف پوری کیا کرو، پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کمی کسر رہے وہ آخری صف میں رہے۔ اسے ابوداود (٦٧١) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ٦٧١، سنن النسائی: ٨١٩، صحیح ابن خزیمۃ: ١٥٤٧، مسند الامام احمد بن حنبل: ١٣٤٣٩، مسند البزار: ٧٠٧١، مسند ابی یعلی الموصلی: ٣١٦٣، صحیح ابن حبان: ٢١٥٥، السنن الکبری للبیہقی: ٥١٩١، شرح السنۃ للبغوی: ٨٢٠، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ٣٩٠۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سلیمان الانباري حدثنا عبدالوهاب یعني ابن عطاء عن سعید عن قتادة عن انس بن مالك....الخ۔ (سنن ابی داود: ٦٧١)

یہ حدیث صحیح ہے۔ سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی امام شعبہ رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔
(صحیح ابن خزیمۃ: ١٥٤٧)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھی جائے تو لوگوں کو چاہیے کہ آگے والی صف پوری کر لینے کے بعد پیچھے والی صف میں کھڑے ہوں اور جب تک کسی اگلی صف میں جگہ باقی رہے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلی صفیں سب مکمل ہوں گی اور جو کمی کسر رہے گی وہ سب سے آخری صف ہی صف میں رہے گی!

{سلام پھیرنے کے بعد امام کو جلد ہی رخ پھیر لینا چاہیے}

۲۱۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَسَلَّمَ، فَكَأَنَّمَا هُوَ عَلَى الرَّضْفِ حَتّٰى يَنْحَرِفَ۔

مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز کا سلام پھیر کر فارغ ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ ادھر سے پھر جایا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۱۵، کنز العمال: ۲۲۳۱۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوالضحی مسلم بن صبیح الہمدانی الکوفی العطار رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۳۱)

۲۔ امام مسروق بن اجدع بن مالک الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۶۱)

فائدہ:

سلام پھیرنے کے بعد امام کو جلد ہی رخ پھیر لینا چاہیے تاکہ آنے والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے ورنہ ان کی نماز خراب ہوگی وہ سمجھیں گے کہ جماعت ہو رہی ہے حالانکہ نماز ختم ہو چکی ہوگی، لہٰذا امام کو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دائیں یا بائیں جانب پھر کر بیٹھ جانا چاہیے۔

{جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سنتیں یا نوافل ادا نہ کیے جائیں}

۲۲۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ،أَنَّهُ قَالَ: إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ تَأَخَّرَ وَتَقَدَّمَ الْقَوْمُ يَعْنِيْ إِذَا اَرَادُوْا التَّطَوُّعَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: جب امام سلام پھیر چکے اور لوگ نفل نماز پڑھنا چاہیں تو امام پیچھے ہٹ جائے اور لوگ آگے بڑھ جائیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ کی ثقہ وصدوق راوی امام منصور رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبة: ج ۲ ص ۳۸۴ رقم الحدیث: ۶۰۸۴)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سنتیں یا نوافل ادا نہ کیے جائیں بلکہ اس جگہ سے قدرے آگے یہ پیچھے ہو کر ادا کیے جائیں تا کہ فرض نماز اور نفلی نماز میں امتیاز ہو سکے۔

{ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں}

۲۲۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (عَنِ الْاَسْوَدِ۔ن)،أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مُرِيْ أَبَابَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ،فَأَرْسَلَتْ،فَقَالَ: قُوْلِيْ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ رَقِيْقٌ،مَتٰى أَقُوْمُ مَقَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَشُقُّ عَلَيَّ،فَقُوْلِيْ لَهُ يَأْمُرُ عُمَرَ،فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مُرِيْ أَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ،فَأَرْسَلَتْ اِلَيْهِ، فَأَرْسَلَ اِلَيْهَا أَنْ أَغْنُوْنِيْ أَنْتِ وَحَفْصَةُ وَقُوْلاَ لَهُ: اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَقِيْقٌ،فَمَرَّ عُمَرُ فَقَالَ: اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ ،مُرِيْ اَبَابَكْرٍ!! قَالَ: وَأُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ،فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَّفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ اِلَى الصَّلاَةِ بَيْنَ اثْنَيْنِ،فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: اِنَّكَ لاَ تَسْتَطِيْعُ اَوْ تَشُقُّ عَلٰى نَفْسِكَ؛قَالَ: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلاَةِ، حَتّٰى دَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ حِسَّ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ،فَأَوْمَأَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ: ان مَكَانَكَ، فَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ عَنْ يَّمِيْنِهِ،فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَبَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَ كَبَّرَ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلاَةِ النَّبِيِّ ﷺ،وَيُصَلِّي النَّاسُ بِصَلاَةِ اَبِيْ بَكْرٍ۔

اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک دن) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھیج دیا (کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)، انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو کہ میرے والد بہت بوڑھے اور نرم دل ہیں، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہوں گا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ پر نہ پاؤں گا) تو مجھ پر رقت طاری ہو جائے گی۔ اس لئے تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ تم اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اکٹھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں لہٰذا آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم (عورتیں) تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' راوی کا بیان ہے کہ جب نماز کھڑی ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس فرمائی تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر (مسجد میں) تشریف لے جانے لگے تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے یا عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو تکلیف ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے،، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اشارہ کے ذریعے پیچھے ہٹنے سے منع فرما دیا اور (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں) بیٹھ گئے، اب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے اور (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر پر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی :۱۲۹، صحیح البخاری:۶۸۷، صحیح مسلم:۴۱۸، سنن النسائی:۸۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ :۲۰۷۹، مسند اسحاق بن راہو یہ:۱۰۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل:۲۶۱۳۷، سنن الدارمی:۱۲۹۲، المنتقی لابن الجارود:۱۳، صحیح ابن خزیمۃ:۲۵۷، مستخرج ابی عوانۃ:۱۶۳۲، صحیح ابن حبان:۲۱۱۶

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند البخاری ومسلم والنسائی وغيرهم)

فوائد ومسائل:

۱۔ یہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی ﷺ نے صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کبری (خلافت) کے منصب پر فائز کیا۔

۳۔ امہات المؤمنین کے اصرار کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں فرمایا، اس لیے قائد کو چاہیے کہ جو فیصلہ اسے دلائل کی روشنی میں بہتر اور صحیح محسوس ہو، اس پر پختگی سے قائم رہے، اپنے ساتھیوں کے اصرار سے فیصلہ تبدیل نہ کرے۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کو سہارا دے کر مسجد لانے والوں کی بابت مختلف روایتوں میں مختلف نام مذکور ہیں سنن ابن ماجہ (۱۲۳۴) وغیرہ کی ایک روایت میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک آدمی کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری (۶۸۷) کی روایت میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

ان دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ ان کے درمیان اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور نا معلوم آدمی آپ ﷺ کو گھر سے مسجد تک اور اس سے آگے نماز کی جگہ تک حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے یا پھر دو الگ الگ واقعات پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباری:۲/۲۰۱، حدیث:۶۶۵)

۵۔ ''لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے'' مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں کھڑے تھے، اس لیے حضور اکرم ﷺ جو فعل کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے دوسری مقتدی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ لہٰذا جن احادیث میں آیا ہے کہ ''جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۱۴۲) وہ احادیث منسوخ ہیں اور مذکورہ حدیث ان کے لیے ناسخ ہے۔

{اگر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۲۲۲۔ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الْهَیْثَمِ : اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا الظُّهْرَ فِیْ بُیُوْتِهِمَا وَهُمَا یَرَیَانِ اَنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، ثُمَّ اَتَیَا الْمَسْجِدَ، فَاِذَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ، فَقَعَدَا۔ وَهُمَا یَرَیَانِ اَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَحِلُّ لَهُمَا، فَلَمَّا رَآهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِیَ بِهِمَا وَفَرَائِصُهُمَا تَرْعَدُ مِنْ مَخَافَةِ اَنْ یَّكُوْنَ قَدْ حَدَثَ فِیْهِمَا شَیْئٌ، فَسَاَلَهُمَا، فَاَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: اِذَا فَعَلْتُمَا ذٰلِكَ، فَصَلِّیَا مَعَ النَّاسِ، وَاجْعَلَا الْاُوْلٰی هِیَ الْفَرِیْضَةَ۔

ہیثم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (نبی مکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے) دو آدمیوں نے ظہر کی نماز یہ سمجھ کر کہ جماعت ہو گئی ہوگی اپنے گھر میں پڑھ لی، پھر یہ حضرات مسجد میں آئے تو نبی مکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، یہ دونوں (ایک طرف) یہ سمجھ کر کہ اب ان کے لیے دوبارہ نماز پڑھنا درست نہیں ہے بیٹھ گئے (اور جماعت میں شریک نہ ہوئے)، نبی مکرم ﷺ نے نماز کے بعد جب انہیں ایک طرف بیٹھا دیکھا تو آپ ﷺ کے کہنے پر انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو وہ اس حالت میں آئے کہ (گھبراہٹ کے مارے) ان کے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا کہ شاید ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہو، آپ ﷺ نے ان سے جماعت میں شریک نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے پوری بات بتلا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا کر بیٹھو تو جماعت میں شریک ہو جایا کرو اور پہلی کو فرض گردانا کرو (اور دوسری کو نفل)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ۹۴۷، سنن النسائی: ۸۵۸، سنن ابی داود: ۵۷۵، سنن الترمذی: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۷۴، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۴۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۶۴۲، سنن الدارمی: ۱۴۰۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۵، المعجم الاوسط: ۴۳۹۸

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طرق اخری عند النسائی: ۸۵۸ وابی داود: ۵۷۵ وغیرهما)

جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن الھیثم عن جابر بن الاسود او الاسود بن جابر عن ابیه ان رجلین...الخ۔

(جامع المسانید: ۴۷۹)

فوائد ومسائل:

(۱) صحیح یہی ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہی ہے جن رویات میں ظہر کی بجائے صبح کا لفظ وارد ہوا ہے وہ راوی کا وہم ہے۔ چنانچہ کتاب الآثار روایت الامام محمد (۹۷) اور مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۵۸) کی روایت میں بھی صراحت ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے اور مسند ابی حنیفہ کی روایت اُن روایات سے کہیں زیادہ قوی ومضبوط ہے جن میں صبح کا لفظ آیا ہے۔

(۲) ''کانپ رہے تھے۔'' کانپنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میں قدرتی طور پر رعب اور ہیبت تھی۔ جو نیا آدمی آپ کو دیکھتا تھا یا جو کبھی کبھار دیکھتا تھا، مرعوب ہو جاتا تھا۔ انہیں بلایا گیا تھا بلکہ پکڑ کر لایا گیا تھا، لہٰذا مرعوب ہونے کے علاوہ ان کا خوف زدہ ہونا قرین قیاس تھا۔

(۳) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر انسان اکیلا نماز پڑھ لے یہ سمجھ کر کہ جماعت نہ ملے گی یا جماعت ہو چکی ہے یا شاید میں مسجد میں نہ جا سکوں وغیرہ، پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز با جماعت مل جائے تو اسے نماز دہرانی چاہیے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے۔ اور یہ بعد والی نماز نفل شمار ہوگی۔

البتہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفلی نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

{فتنہ وفساد کا خوف نہ ہو تو عورتیں مسجد میں جا سکتی ہیں}

۲۲۳۔وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيْ يُوسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ ،فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: اِذًا يَتَّخِذْنَهُ دَغَلاً ،فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اُحَدِّثُكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَقُوْلُ هٰذَا؟

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو نماز فجر اور نماز عشاء میں آنے کی اجازت

دی رکھی تھی، ایک آدمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اِس زمانے کی عورتیں تو اسے اپنے لیے دلیل بنا لیں گی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اپنی بات کہہ رہے ہو؟

تحقیق:

صحیح ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الشعبی عن ابن عمر رضی الله عنهما ......الخ۔ (مسند ابی حنیفة روایة الحصکفی: ۱۳۵)

عورتوں کے مسجدوں کی طرف جانے کا مسئلہ:

عورتوں کے مسجدوں کی طرف جانے کے مسئلہ کے متعلقہ ہم دیگر احادیث بھی دوسری کتب سے مع التحقیق نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آسکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَآئُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذِنُوْا لَهُنَّ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ۔ (آثار السنن: ۳۰۱)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔" اسے سوائے ابن ماجہ کے ایک جماعت (بخاری: ۸۶۵، مسلم: ۴۴۲، نسائی: ۷۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۵، صحیح مسلم: ۴۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۴۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۶۸، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۲۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا موسیٰ بن عبیدالله ، عن حنظلة ، عن سالم بن عبدالله ، عن ابن عمر رضی الله عنهما ....الخ" (صحیح البخاری: ۸۶۵)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۳۰۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زینب وزینت کے (اپنے گھروں سے) باہر نکلنا چاہیے۔''

اسے احمد (۹۶۴۵) ابوداود (۵۶۵) اور ابن خزیمہ (۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۴۵، سنن ابی داود: ۵۶۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۹۱۵، ۵۹۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۱۲۱، مسند الحمیدی: ۱۰۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۹، سنن الدارمی: ۱۳۱۵، المنتقی لابن الجارود: ۳۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۶۸۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ، عن محمد بن عمرو، قال: حدثنا ابو سلمۃ، عن ابی ھریرۃ.....الخ" (مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۴۵)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِنِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ الْمَسَاجِدَ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۰۳)

☆☆ (سیدنا) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بندوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زیب وزینت کے باہر نکلنا چاہیے۔'' اسے احمد (۲۱۶۷۴) بزار (کشف الاستار: ۴۴۵) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۰۹۸ میں) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۶۷۴، مسند البزار: ۳۷۷۲، مسند السراج: ۷۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۲۳۹۔

اور حسن ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا اسماعیل، عن عبدالرحمن بن اسحاق، عن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن ھشام، عن بسر بن سعید، عن زید بن خالد الجھنی.....الخ" (مسند الامام احمد: ۲۱۶۷۴)

فوائد ومسائل:

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل باتیں ثابت وواضح ہوئیں۔

(۱) عورت اپنے خاوند سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے۔استیذ ان کی شرط سے پتا چلا کہ وہ بغیر اجازت کے مسجد میں نہیں جاسکتی۔اگرچہ خاوند کونرم روی کا مشورہ دیا گیا ہے کہ عورت جب اجازت طلب کرے (اور عورت کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو) تو وہ اجازت دیدے۔تاہم عورت کیلئے اجازت لینا ضروری ہے۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:''تین شخصوں کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ان میں سے ایک ''المرأۃ تخرج من بیتها بغیر اذنہ'' وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱ ص ۴۴۵) لہٰذا اذنِ شوہر شرط ہے۔مزید برآں عورت کے مسجد میں جانے کی اجازت دیگر کئی اور شرائط کے ساتھ بھی مشروط ہے مثلاً۔۔۔۔

٠عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ اخبرتہ قالت کن نسآء المؤمنات یشهدن مع رسول اللہ ﷺ صلاۃ الفجر متلفعات بمروطهن الی بیوتهن حین یقضین الصلوٰۃ لا یعرفهن احد من الغلس۔

(صحیح البخاری: ج۱ ص ۸۲۔صحیح مسلم: ج۱ ص ۲۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حالت میں حاضر ہوتیں کہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتیں پھر نماز ادا کرکے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں تو تاریکی کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا اگر ہم مین سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ عیدگاہ کی طرف نہ نکلے تو کیا حرج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''لتلبسها صاحبتها من جلبابها'' اس کی دوست عورت اس کو اپنی بڑی چادر پہنادے۔(صحیح البخاری: ج۱ ص ۴۶)

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ دوست اس کو اپنی چادر عاریۃً دیدے یا ایک چادر دونوں اوڑھ لیں۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے مسجد یا عیدگاہ کی طرف جانے کے لئے پردہ کی شرط ضروری ہے کہ جس کے پاس پردہ کی چادر نہ ہو وہ بھی دوسری عورت سے چادر عاریتاً لے کر پردہ پوش ہو کر مسجد اور عیدگاہ میں جائے۔

☆عورت کے مسجد میں جانے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں جاسکتی ہے دن کو نہ جائے۔احادیث میں یہ شرط صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ آثار السنن کی حدیث نمبر ۱۰۳ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔'' (صحیح البخاری: ۸۶۵)

اس حدیث میں صراحتاً رات کی شرط مذکور ہے۔صحیح بخاری کے شارح علامہ کرمانی رحمہ اللہ اپنی شرح میں باللیل کے تحت لکھتے ہیں:

فیه دلیل ان النهار بخلاف اللیل لنصه علی اللیل وحدیث لا تمنعوا امآء اللہ مساجد اللہ

محمول علی اللیل ایضاً۔ (صحیح بخاری مع شرح کرمانی: ج۵ص۲۰۷)

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ (عورتوں کے لئے) دن کا حکم رات کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ اس حدیث میں رات کی صراحت ہے اور " لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ "والی مطلق حدیث بھی رات پر محمول ہے (یعنی جس حدیث میں اللیل کی قید ہے اس کے قرینہ سے ان حدیثوں کو جن میں یہ قید مذکور نہیں اس قید کے ساتھ مقید کیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النہی عن منعھن من الخروج محمول علیٰ کراھۃ التنزیہ۔ (شرح مسلم للنووی: ج۱ص۱۸۳)

عورتوں کو روکنے سے نہی کراہت پر محمول ہے۔

پس عورتوں کے لئے دن کو نکلنا خلاف اولیٰ اور مردوں کے لئے رات کو روکنا خلاف والیٰ ہے یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والذی یظھر انہ جنح الی ان ھٰذا المطلق یحمل علیٰ ذالک المقید۔ (فتح الباری: ج۲ص۴۸۷)

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان اس طرف ہے ہے کہ مطلق حدیث کو بھی اس مقید پر محمول کیا جائے گا۔

امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ھٰذا الحدیث مطلق والذی قبلہ مقید فکان البخاری حمل ھٰذا المطلق علی ذاک المقید۔

(عمدۃ القاری: ج۳ص۲۲۸)

یہ حدیث مطلق ہے اور اس سے پہلے والی مقید ہے پس گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مطلق کو اس مقید پر محمول کیا ہے۔

لیکن رات کی قید شرط اولویت ہے شرط وجوب نہیں یعنی اولیٰ یہ ہے کہ دن کو نہ جائیں رات کو جائیں لیکن اگر دن کو مسجد میں جائیں تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔

☆ ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورتیں مسجد اور عیدگاہ کی طرف جائیں تو خوشبو نہ لگائیں بلکہ اس حالت میں جائیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بوآرہی ہو اس مضمون کی کئی احادیث پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔

عن زینب امرأۃ عبداللہ قالت قال لنا رسول اللہ ﷺ اذا شھدت احدکن المسجد فلا تمس طیبا۔ (صحیح مسلم: ج۱ص۱۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲ص۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا جب تم عورتوں مین سے کسی عورت کا مسجد میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ ایما امرأۃ اصابت بخورا فلا تشھد معنا

العشآء الآخرة. (صحیح مسلم : ج۱ص۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات. (مسند احمد ج۱۹ص۱۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو لیکن وہ گھر سے اس حالت میں نکلیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آتی ہو۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی شرائط کتب حدیث میں منقول ہیں۔

(۲) جب عورت مسجد میں جانے کے لئے خاوند سے اجازت مانگنے کی پابند ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورت پر مسجد میں جانا واجب نہیں ورنہ جو کام فرض یا واجب ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کے لیے اجازت مانگنا ضروری نہیں ہوتا جیسے اگر عورت نے رمضان کا فرض روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت شرط نہیں لیکن اگر نفل روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت کے ساتھ رکھے گی بغیر اجازت کے عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا درست نہیں۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے اگر اجازت دینے کا پابند ہو اور یہی شق متعین ہو تو اس اجازت لینے کا کیا مطلب؟

(۴) ایک حدیث میں امر ہے " فأذنوا لهن" ان کو اجازت دے دو، دوسری حدیث میں " لا تمنعوا" صیغہ نہی ہے یعنی نہ روکو۔ یہاں ہر ایک کا ادنیٰ درجہ مراد ہے امر کا ادنیٰ درجہ رخصت واباحت ہے اور نہی کا ادنیٰ درجہ مکروہ تنزیہی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند کے لئے اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے وہ ایک چیز کا پابند نہیں۔ لیکن جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد وفتنہ کا خوف نہ ہو تو اجازت دینا اولیٰ ہے اور اجازت نہ دینا اور روکنا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبکہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز بہ نفس نفیس آپ ﷺ خود پڑھاتے تھے تو آپ ﷺ کی طرف سے اس کی وضاحت کے باوجود کہ عورتوں کے لیے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے، بہت سی نیک بخت عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کم از کم رات کی نمازوں میں (یعنی عشاء اور فجر میں) مسجد میں جا کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کریں، لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ان کا یہ اجازت نہ دینا کسی فتنہ کے اندیشہ سے یا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہ تھا (کیونکہ اس وقت کا پورا اسلامی معاشرہ اس لحاظ سے ہر طرح قابل اطمینان تھا) بلکہ ایک غیر شرعی قسم کی غیرت اس کی بنیاد تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں اگر رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دینا چاہیے لیکن خود عورتوں کو آپ ﷺ

برابر یہی سمجھاتے رہے کہ بی بیو تمہارے لیے زیادہ بہتر اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اس مضمون کی احادیث آگے آرہی ہیں۔ بہرحال جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد وفتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتیں رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر انہیں اجازت دینا اولیٰ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ. اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۳۰۴)

☆☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کرلی ہیں تو آپ ﷺ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے، جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عبادت گاہوں میں جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔“ اسے شیخین (بخاری: ۸۶۹، مسلم: ۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵، سنن ابی داود: ۵۶۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مسند السراج: ۸۰۴، مؤطا مالک: ۶۷۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۹۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۶۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مستخرج ابی عوانہ: ۱۴۵۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۷۱۳۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبداللہ بن یوسف، قال اخبرنا مالك، عن یحییٰ بن سعید، عن عمرۃ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا.....الخ“ (صحیح البخاری: ۸۶۹)

فائدہ:

یہ بات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اپنے زمانے میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسی بناء پر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہیے۔ بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ (شرائط کے مفقود ہوجانے کی وجہ سے) اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج ۲ ص ۲۶)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا امْرَأَةٍ اَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. (آثار السنن: ۳۰۵)

☆☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز (مسجد میں) میں نہ پڑھے۔'' اسے مسلم (۴۴۴) ابوداود (۴۱۷۵) اور نسائی (۵۱۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۴۴، سنن ابی داود: ۴۱۷۵، سنن النسائی: ۵۱۲۸، مسند السراج: ۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۰۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۹۸۹، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۴۷، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۹۹۵، صحیح مسلم: ۴۴۴، سنن ابی داود: ۴۱۷۵، سنن النسائی: ۵۱۲۸، مسند السراج: ۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۰۰۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن یحییٰ، واسحاق بن ابراھیم، قال یحییٰ: اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابی فروۃ، عن یزید بن خصیفۃ، عن بسر بن سعید، عن ابی ھریرۃ.....الخ" (صحیح مسلم: ۴۴۴)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سُوَيْدِنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمَّتِهٖ اُمِّ حُمَيْدٍ اِمْرَأَةِ اَبِيْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا جَاۗءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلٰوةَ مَعِيَ وَصَلٰوتُكِ فِيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ قَالَ فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ اَقْصٰى شَيْءٍ مِّنْ بَيْتِهَا وَاَظْلَمِهٖ فَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۳۰۶)

☆☆ عبداللہ بن سوید انصاری (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنی پھوپھی ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جو ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے علم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، اور تمہاری نماز (گھر کے بیرونی) کمرے (بیٹھک) کے مقابلے میں گھر (کے اندرونی کمرے) میں بہتر ہے اور کھلے گھر (کے صحن) کے مقابلے میں (بیرونی) کمرے میں بہتر ہے اور میری اس مسجد کے مقابلے میں تمہاری نماز کھلے گھر یعنی اس صحن میں بہتر ہے۔'' پھر انہوں نے حکم دیا تو گھر کے دور والے اور تاریک کونے میں ان کے لئے مسجد بنادی گئی، پھر وہ (اپنی وفات تک) اس میں نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جاملیں۔ اسے احمد (۲۷۰۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد الظمآن: ۳۲۸، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲ ص ۳۴۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۰۶، اتحاف المہرۃ: ۲۳۶۲۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد الظمآن: ۳۲۸، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲ ص ۳۴۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۰۶، اتحاف المہرۃ: ۲۳۶۲۰۔

اور سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا هارون، حدثنا عبدالله بن وهب، قال: حدثني داود بن قيس، عن عبدالله بن سويد الانصاري، عن عمته ام حميد امرأة ابي حميد الساعدي۔۔۔الخ" (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۴، ص ۴۵، صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الالبانی: ۱۶۸۹، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۷۰۹۰) اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوعلی ہارون بن معروف مروزی خزاز ضریر رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۷۱۲)

(۲) امام ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم قرشی فہری مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۹۰۶)

(۳) امام ابوسلیمان داود بن قیس الفراء الدباغ القرشی المدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً بخاری کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۷۸۱)

(۴) امام عبداللہ بن سوید الانصاری الخطمی رحمہ اللہ کو "ثقہ" راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔ (الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ لابن قطلوبغا: ۵۹۱۰، الثقات لابن حبان: ۱۸۴۱ج۳)

فوائد و مسائل:

(۱) قارئین اس حدیث پر ذرا دوبارہ نظر ڈالیں: عورت کی چھوٹے کمرے والی نماز بڑے کمرے والی نماز سے افضل، اور بڑے کمرے والی نماز صحن والی نماز سے افضل، اور صحن والی نماز محلہ کی مسجد والی نماز سے افضل، اور محلہ کی مسجد والی نماز مسجد نبوی ﷺ والی نماز سے افضل، نتیجہ یہ کہ عورتوں کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے اور گھر کے بھی جس قدر مخفی گوشہ میں عورتیں نماز پڑھیں گی اسی قدر اس نماز کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اتنی عظیم خوشخبری سننے اور نبی ﷺ کا منشا معلوم کرنے کے بعد عورت کے مسجد میں اور عیدگاہ میں جانے پر اصرار اور منشا نبوت کے خلاف ترغیب وہی دے سکتا ہے جو نفس پرست، مفاد

پرست اور دنیا کا پجاری ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث پر عنوان لگایا گیا ہے: "باب اختیار صلاۃ المرأۃ ...الخ" یہ باب ہے اس بیان میں کہ عورت کی اپنے بڑے کمرے کی نماز اس کے صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور محلہ کی مسجد کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے بہتر ہے۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ قرآن کریم کی رو سے بھی عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ۔(سورۃ النور: ۳۶،۳۷)

جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور اُن میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، اُن میں صبح وشام وہ لوگ اُس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔

رجال، رجل کی جمع ہے بمعنی مرد، بیوت اللہ (مساجد) میں عبادت کیلئے مردوں کی تخصیص کرنے سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ م ۵۱۰ھ لکھتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی ھذہ المساجد لانہ لیس علی النساء جمعۃ ولا جماعۃ فی المسجد۔

(معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی: ج۶ص۵۱)

اس مساجد میں ذکر کرنے کیلئے مردوں کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ مساجد میں جا کر جمعہ پڑھنا اور جماعت میں شامل ہونا عورتوں پر لازم نہیں۔

امام محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ م ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

لما قال اللہ تعالیٰ (رجال) وخصھم بالذکر دل علیٰ ان النساء لا حظ لھن فی المساجد اذ لا جمعۃ علیھن ولا جماعۃ وان صلاتھن فی بیوتھن افضل روی ابوداود عن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔ (تفسیر القرطبی: ج۱۲ص۲۵۷)

اللہ تعالیٰ کا اپنے فرمان "رجال لا تلھیھم" میں صرف مردوں کو ذکر کرنا دلیل ہے کہ عورتوں کیلئے مساجد میں (ثواب کا) کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ ان پر نہ جمعہ واجب ہے اور نہ جماعت واجب ہے۔ اور عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے ابوداود نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے کمرے میں اس کی صحن والی نماز سے افضل ہے اور اس کی نماز چھوٹی کوٹھڑی میں کمرے کی نماز

سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ م ۷۴۱ھ فرماتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی ھذہ المساجد لان النسآء لیس علیھن حضور المساجد لجمعة ولا جماعة (تفسیر الخازن: ج۵ص۱۰)

ان مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جماعت کیلئے مساجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی رحمہ اللہ م ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

السوال الثانی : لم خص الرجال بالذکر ؟والجواب لان النساء لسن من اھل التجارات او الجماعات (تفسیر کبیر : ج۱۱ص۳۴۵)

دوسرا سوال: صرف مردوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ جواب: کیونکہ (ازروئے شریعت) عورتیں تجارتی کاروبار یا جماعتوں میں شمولیت کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ م ۸۸۵ھ فرماتے ہیں:

وخص الرجال مع ان حضور النسآء المساجد سنة شھیرة، اشارة الی ان صلاتھن فی بیوتھن افضل لما....الخ۔ (نظم الدرر: ج۵ص۲۷۴)

(مساجد میں عبادت کیلئے) مردوں کی تخصیص کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے۔

ثقہ وصدوق محقق ومفسر امام محمود بن عبداللہ آلوسی رحمہ اللہ م ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و تخصیص الرجال بالذکر لانھم الاحقاء بالمساجد، فقد اخرج احمد والبیھقی عن ام سلمة عن رسول اللہ ﷺ خیر مساجد النساء قعر بیوتھن۔ (روح المعانی: ج۱۳ص۴۵۳)

مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ مساجد میں عبادت کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ امام احمد اور امام بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھر کا مخفی گوشہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا صَلَّتِ امْرَاَۃٌ خَیْرٌ لَّھَا مِنْ قَعْرِ بَیْتِھَا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ اَوْ مَسْجِدُ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا امْرَاَۃٌ تَخْرُجُ فِیْ مُنْقَلَیْھَا یَعْنِیْ خُفَّیْھَا۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ رِجَالُہُ رِجَالُ الصَّحِیْحِ۔ (آثار السنن: ۳۰۷)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی جو اس کیلئے اس کے گھر کی پوشیدہ جگہ نماز پڑھنے سے بہتر ہو۔ سوائے مسجد حرام یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے، الّا یہ کہ وہ (بوڑھی) عورت (پاؤں میں) چمڑے کے موزے پہن کر نکلے۔ اسے طبرانی نے الکبیر (المعجم الکبیر: ۹۴۷۲،۹۴۷۱) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۳ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے دو مختلف طرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ مِنْ م بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ اِذَا كَانَ لَهَا خَلِيْلٌ تَلْبَسُ الْقَالِبَيْنِ تَطُوْلُ بِهَا لِخَلِيْلِهَا فَأَلْقَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ قُلْنَا مَا الْقَالِبَيْنِ قَالَ رَفِيْضَتَيْنِ مِنْ خُشُبٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ. (آثار السنن: ۳۰۸)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے، پھر اگر کسی عورت کا کوئی (پسندیدہ شخص) دوست ہوتا تو دو قالبین (ایڑی والی جوتی) پہنتی تھی تاکہ اپنے دوست کے سامنے لمبی ہو کر ظاہر ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض کی بیماری مسلط کر دی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جہاں سے اللہ نے انہیں نکال دیا ہے ٭ شرائط مفقود ہو جانے کی وجہ سے) تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔ ہم نے پوچھا: قالبین کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں کو کہتے ہیں یعنی کھڑاویں یا ایڑی والی۔ اسے طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۹۴۸۴، ۹۴۸۵ میں) روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۲۰ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۸۴، ۹۴۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج۱ ص۴۰۰. حاشیۃ السیوطی علی النسائی: ۸۴۳، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۲۰، المطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج۱ ص۶۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۸۴، ۹۴۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج۱ ص۴۰۰، حاشیۃ السیوطی علی النسائی: ۸۴۳، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۲۰، المطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج۱ ص۶۲۰۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا اسحاق بن ابراهیم، عن عبدالرزاق، عن الثوری، عن الاعمش، عن ابراهیم، عن ابی معمر، عن ابن مسعود....الخ" (المعجم الکبیر ۹۴۸۴)

"حدثنا محمد بن النضر الازدی، ثنا معاویۃ بن عمرو، ثنا زائدۃ، عن الاعمش، عن ابراھیم، عن عبداللہ۔۔۔۔الخ" (ایضاً: ۹۴۸۵)

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور متعدد حضرات جیسے امام ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ، امام احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ م ۹۲۳ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح السند کہا ہے۔ (دیکھئے: البنایہ شرح الھدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰، فتح الباری: ج ۱ ص ۴۰۰، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج ۱ ص ۳۴۱، حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی: ۳۴۸:۸) مزید برآں اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰)

وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْرِجُ النِّسَآءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقُوْلُ اُخْرُجْنَ اِلٰى بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ لَّكُنَّ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ.

(آثار السنن: ۳۰۹)

☆☆ ابوعمرو الشیبانی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے: "اپنے گھروں کو جاؤ، وہ تمہارے لیے بہتر ہیں۔ اسے طبرانی نے الکبیر (۹۴۷۵) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۹ میں) کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۲۰۱، مسند ابن الجعد: ۴۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۷۵، السنن الکبری للبیہقی: ۵۶۵۱، مجمع الزوائد للہیثمی: ۲۱۱۹، العلل و معرفۃ الرجال لاحمد: ۴۹۳۰۔

اور صحیح ہے، احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی صحیح لغیرہ کہا ہے۔ (صحیح الترغیب والترھیب: ۳۴۹) امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"عبدالرزاق، قال اخبرنا معمر، عن ابی اسحاق، عن ابی عمرو الشیبانی انہ رای۔۔۔۔۔الخ"

(مصنف عبدالرزاق: ۵۲۰۱)

{اگر آدمی ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟}

۲۲۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، اَنَّهُ قَالَ: اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ رَكْعَةً ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، وَصَلَ اِلَيْهَا اُخْرَى، ثُمَّ دَخَلَ فِيْ صَلَاةِ الْقَوْمِ، فَاِذَا صَلَّى مَعَهُمْ ثِنْتَيْنِ

وَتَشَهَّدَ،سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ،وَصَلّٰى مَعَهُمْ مَا بَقِيَ وَيَجْعَلُهَا سُبْحَةً.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب آدمی ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور پھر جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے اور (پھر تکبیر کہہ کر) لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے امام جب دو رکعتیں پڑھ لے اور (بیٹھ جائے) التحیات پڑھ لے تو یہ شخص (دل میں) دائیں بائیں سلام پھیر لے پر (کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے) اور امام کے ساتھ باقی نماز نفل کی نیت سے پڑھ لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۲۶۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَامِرٍ،اَنَّهٗ قَالَ فِيْ ذٰلِكَ: يُضِيْفُ اِلَيْهَا اُخْرٰى،ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَجْعَلُهَا سُبْحَةً،وَيَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ وَيَجْعَلُهَا الْفَرِيْضَةَ.

عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر پھر سلام پھیرے دے اور اسے نفل بنا لے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور اسے فرض بنا لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۲۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ: اِذَا صَلَّيْتَ الْفَرِيْضَةَ فِيْ بَيْتِكَ،ثُمَّ صَلَّيْتَ مَعَ الْقَوْمِ فَاجْعَلْهَا نَافِلَةً فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَجْعَلَهَا الْفَرِيْضَةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تم نے گھر میں (فرض) نماز پڑھ لی ہو تو پھر نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جاؤ کیونکہ اب تم اسے فرض بنانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

جماعت کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کا مسئلہ:

جماعت کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کے متعلقہ دیگر کتب سے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَّقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَّقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ

اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۹۹)

☆☆ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکمران مسلط کر ہوں گے جو نماز کو اس کے (مستحب) وقت سے تاخیر کریں گے یا اسے قضا کر دیں گے؟ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نماز کو اس کے (مستحب) وقت پر ادا کرنا، پھر اگر ان کے ساتھ نماز کے پالے تو دوبارہ پڑھ لے، بلاشبہ یہ دوسری نماز تیرے لئے نفل ہو جائے گی۔'' اسے مسلم (۶۴۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۴۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۷، سنن النسائی: ۸۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۴۷۸، سنن الدارمی: ۱۲۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۹، حدیث السراج: ۱۷۷۰، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۴۰۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان: ۱۴۸۲۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خلف بن هشام حدثنا حماد بن زيد ح قال وحدثني ابو الربيع الزهراني وابو كامل الجحدري قالا حدثنا حماد عن ابي عمران الجوني عن عبدالله بن الصامت عن ابي ذر ...... الخ.

(صحیح مسلم: ۶۴۸)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی امام وقتِ مستحب کے نکل جانے کے بعد تاخیر سے نماز پڑھاتا ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اپنی نماز علیحدہ مستحب وقت میں ادا کر لے اور اس کے بعد اگر مسجد سے گزر ہو اور دوبارہ امام کے ساتھ بھی شریک ہونا چاہے تو شرکت کر سکتا ہے اور یہ دوسری نماز اس کے لیے نفل ہو جائے گی۔ البتہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفلی نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

وَعَنْ مِحْجَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاُذِّنَ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ وَمِحْجَنٌ جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۰۰)

☆☆ سیدنا محجن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ نماز کی اذان کہی گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، پھر (نماز پڑھ کر) واپس تشریف لائے تو (دیکھا کہ) محجن رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ہی میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا تم مسلمان آدمی نہیں ہو؟'' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں گھر میں نماز پڑھ آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مسجد میں آؤ (اور جماعت مل جائے) تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو، اگرچہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔'' اسے مالک (۴۳۵) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۴۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۳۹۵، سنن النسائی: ۸۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۴۰۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۹۷، سنن الدارقطنی: ۱۵۴۱، المستدرک علی الصحیحین: ۸۹۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۳۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۳۰۷، شرح السنۃ للبغوی: ۸۵۶۔

اور صحیح ہے۔ مؤطا مالک میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن زيد بن اسلم عن رجل من بنى الديل يقال له بسر بن محجن عن ابيه محجن. .....الخ. (مؤطا مالك: ۴۳۵)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ انْحَرَفَ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ اُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيْئَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ ﷺ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا ابْنَ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ وَابْنُ السَّكَنِ وَابْنُ حِبَّانَ. (آثار السنن: ۵۱۷)

☆☆ یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں حاضر تھا پس میں نے فجر کی نماز مسجد خیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو آپ نے لوگوں (نمازیوں) کے آخر میں دو آدمی دیکھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں میرے پاس لاؤ۔'' انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو (گھبراہٹ کے مارے) اکے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسے مت کرو۔ جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہو

، پھر تم مسجد میں آ ؤ اور جامعت پاؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو۔ وہ (بعد والی) تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔'' اسے ابن ماجہ کے سوا اصحاب خمسہ (نسائی: ۸۵۸، ابوداود: ۵۷۵، ترمذی: ۲۱۹، احمد: ۱۷۴۷۴) نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی (۲۱۹)، ابن حبان (۲۳۹۵) اور ابن السکن نے اس کی تصحیح کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۵۸، سنن ابی داود: ۵۷۵، سنن الترمذی: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۷۴، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۴۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۶۴۲، سنن الدارمی: ۱۴۰۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۵، المعجم الاوسط: ۴۳۹۸

امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا زیاد بن ایوب قال حدثنا هشیم قال حدثنا یعلی بن عطاء قال حدثنا جابر بن یزید بن الاسود العامری عن ابیه.....الخ. (سنن النسائی: ۸۵۸)

یہ حدیث صحیح ہے، البتہ اس میں صبح کے الفاظ راوی کا وہم ہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے۔ چنانچہ کتاب الآثار روایۃ الامام محمد (۹۷) کتاب الآثار روایۃ ابی یوسف (۹۷) اور مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۵۸) کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے اور مسند ابی حنیفہ کی روایت اُن روایات سے کہیں زیادہ قوی و مضبوط ہے جن میں صبح کا لفظ آیا ہے۔

فوائد ومسائل:

(۱) مسجد خیف منیٰ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے۔

(۲) ''کانپ رہا تھا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قدرتی طور پر رعب اور ہیبت تھی۔ جو نیا آدمی آپ کو دیکھتا تھا یا جو کبھی کبھار دیکھتا تھا، مرعوب ہو جاتا تھا۔ انہیں بلایا گیا تھا بلکہ پکڑ کر لایا گیا تھا، لہٰذا مرعوب ہونے کے علاوہ ان کا خوف زدہ ہونا قرین قیاس تھا۔

(۳) مذکورہ بالا دونوں احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر انسان اکیلا نماز پڑھ لے یہ سمجھ کر کہ جماعت نہ ملے گی یا جماعت ہو چکی ہے یا شاید میں مسجد میں نہ جا سکوں وغیرہ، پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز با جماعت مل جائے تو اسے نماز دہرانی چاہیے تا کہ جماعت کا ثواب مل جائے۔ اور یہ بعد والی نماز نفل شمار ہوگی۔

البتہ جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفلی نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ اِنِّیْ اُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلاَۃَ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اَیَّتَهُمَا اَجْعَلُ صَلاَتِیْ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوَ ذٰلِكَ اِلَیْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ اَیَّتَهُمَا شَاءَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۵۵۲)

☆☆ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ بسا اوقات میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور پھر امام کے ساتھ نماز پالیتا ہوں تو کیا میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں؟ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں، تو اس شخص نے کہا کہ ان دونوں میں سے کون سی نماز کو نماز بناؤں؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا یہ بات تیرے سپرد ہے؟ یہ تو اللہ کے سپرد ہے، دونوں میں سے جسے چاہیں۔ اسے مالک (۴۳۶) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۴۳۶، السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۴۹، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۴۳۲۶، شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۴۳۳، مشکاۃ المصابیح: ۱۱۵۶، جامع الاصول: ۳۹۲۹، خلاصۃ الاحکام: ۲۳۰۸، التلخیص الحبیر: ۵۶۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ مؤطا میں اسے درج ذیل سند سے بیان کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان رجلا سأل عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ..... الخ. (مؤطا مالك: ۴۳۶)

فائدہ:

واضح رہے کہ متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں سے پہلی نماز فرض ادا ہوتی ہے اور دوسری نفل بن جاتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّهٗ سَیَكُوْنُ عَلَیْكُمْ اُمَرَاءُ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلاَۃَ عَنْ مِّیْقَاتِهَا وَیَخْنُقُوْنَهَا اِلٰی شَرَقِ الْمَوْتٰی فَاِذَا رَأَیْتُمُوْهُمْ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَصَلُّوْا الصَّلاَۃَ لِمِیْقَاتِهَا وَاجْعَلُوْا صَلاَتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۵۳)

☆☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نمازوں کو اس وقت تک مؤخر کریں گے، جس قدر مرنے والا شخص گلے میں سانس اٹکنے کے بعد زندہ رہتا ہے۔ پس جب تم انہیں دیکھو کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو نماز اپنے وقت پر ادا کرو اور ان کے ہمراہ اپنی نماز کو نفل بناؤ۔" اسے مسلم (۵۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
صحیح مسلم: ۵۳۴، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۳۸۶۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۵۹۱، مسند البزار: ۱۵۵۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۳۶، صحیح ابن حبان: ۱۵۵۸، حدیث السراج: ۲۶۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۸۰۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۵۴۲، الجمع بین الصحیحین: ۳۲۰۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن العلاء الهمدانی ابو کریب قال حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود وعلقمة قالا اتینا عبدالله بن مسعود رضی الله عنه......الخ۔(صحیح مسلم: ۵۳۴)

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا يُعِدْ لَهُمَا ۔رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۵۷۴)

☆☆ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ: ’’جو مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لے پھر ان دونوں نمازوں کو امام کے ساتھ پائے تو وہ ان کا اعادہ نہ کرے۔‘‘ اسے مالک (۴۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهما......الخ۔(مؤطا مالك: ۴۳۹)

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صبح اور عصر کی نماز ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

{نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی، ننگے پاؤں بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے}

۲۳۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَحَافِيًا وَمُنْتَعِلًا وَيَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ۔

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی، ننگے پاؤں بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور نمازیوں کی طرف دائیں طرف سے بھی مڑ جاتے تھے اور بائیں طرف سے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۱۲۴) میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنيفة عن عطاء عن ابن عباس ان رسول الله صلى قاعدا وقائما........الخ۔(مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم: ۱۲۴)

فائدہ:

۱۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا حالتِ عذر پر محمول ہے یا اس کا تعلق نوافل کے ساتھ ہے کیونکہ نوافل بیٹھ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔

۲۔ جوتے پاک صاف ہوں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔البتہ اگر جوتے پاک صاف نہ ہوں ان پر نجاست وغیرہ لگی ہو تو ایسے جوتے پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

۳۔ نماز سے فراغت کے بعد گھر جاتے وقت دائیں طرف سے بھی مڑا جا سکتا ہے اور بائیں طرف سے۔البتہ دائیں جانب کو ترجیح دینا اچھی بات ہے،سنن نسائی (۱۳۵۹) کی ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ زیادہ تر دائیں جانب کو اختیار کرتے تھے۔

{قراءت قرآن کے ساتھ بنا سنوار کر کچھ اور بھی پڑھ دینے والے شخص کی امامت درست نہیں}

۲۳۱۔ ثَنَا يُوسُفُ بن ابي يوسف عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ،اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَمَّهُمْ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ وَفِيْهِمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،فَقَرَءَ الأَعْرَابِيُّ: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلَّى وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الْحُبْلَى فَجَعَلَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعَى،قَالَ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الآخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلاَّ اخْتِلاَقٌ۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مکہ کے کسی راستے میں ایک دیہاتی نے لوگوں کو نماز پڑھائی جن میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے،چنانچہ اس دیہاتی نے یہ پڑھا:{وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلَّى وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الْحُبْلَى فَجَعَلَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعَى}،(قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے،اور دن کی جب اُس کا اجالا پھیل جائے اور وہ وہ ہے جس نے حاملہ کو پیدا کیا اور اس سے ایک جان کو نکالا جو (وحشت ناک تکالیف کے درمیان) دوڑ دھوپ کرتی ہے) تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:{مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الآخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلاَّ اخْتِلاَقٌ}،(ہم نے تو یہ کلام کہیں نہیں سنا،اور کچھ نہیں،یہ تو ایجاد کیا ہوا ہے)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر کوئی شخص لوگوں کی امامت کرتا ہو اور قراءت قرآن کے ساتھ بنا سنوار کر کچھ اور بھی پڑھ دیتا ہو تو ایسے شخص کی امامت درست نہیں ہے اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ دیگر روایات میں صراحت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ جواب کے بعد یہ دیہاتی پیچھے ہٹ گیا تھا اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

{عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے}

۲۳۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فِيْ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا، وَتَقُوْمُ فِيْ وَسْطِ الصَّفِّ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں نفلی نماز میں عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں اور صف کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ۵۰۸۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۹۵۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۵۶، ۱۹۲۲، عوالی ابی حنیفۃ: ۲۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۱۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طرق اخرى عند عبدالرزاق، وابن ابی شيبة والبيهقي والحاكم)

فائدہ:

عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے، اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اُمِّ وَرَقَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ اِنْطَلِقُوْا بِنَا اِلَى الشَّهِيْدَةِ فَنَزُوْرُهَا وَاَمَرَ اَنْ يُّؤَذَّنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا فِي الْفَرَائِضِ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَّاَخْرَجَهٗ اَبُوْ دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْفَرَائِضِ۔ (آثار السنن: ۵۱۳)

☆☆ ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے کہ: "ہمیں شہیدہ (یعنی

ام ورقہ بنت نوفل) کے پاس لے چلو تا کہ ہم اس سے ملاقات کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ان کے لئے اذان واقامت کہی جائے اور اپنے گھر والوں کو فرائض میں امامت کرائے۔" اسے حاکم (۷۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور ابوداود (۵۹۲) نے بھی اسے نقل کیا ہے مگر فی الفرائض کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۰، سنن ابی داود: ۵۹۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۸۳، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۲۲۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۲۶، سنن الدارقطنی: ۱۵۰۶، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۵۳، ۵۳۵۴، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۹۷۲

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار ثنا احمد بن یونس الضبی ثنا عبداللہ بن داود الخریبی ثنا الولید بن جمیع عن لیلی بنت مالک وعبدالرحمن بن خالد الانصاری عن ام ورقۃ الانصاریۃ.....الخ. (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٧٣٠)

فوائد ومسائل:

(۱) یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر عورت اہلیت رکھتی ہو تو وہ عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔ لہٰذا عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے البتہ دیگر احادیث کے پیش نظر افضل یہی ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔

(۲) اس حدیث سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے کہ گھر کے افراد میں تو مرد بھی ہوتے ہوں گے، لہٰذا اس سے تو عورت کا مرد کی امام بننا بھی ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ قطعاً درست نہیں کیونکہ مردوں پر فرض نماز کیلئے مسجد میں حاضری ضروری ہے، اس لیے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ مرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء چھوڑ کر عورت کی اقتداء وامامت میں نماز پڑھتے ہوں۔ ابوداود کی روایت میں بوڑھے مؤذن کے اذان دینے کا ذکر ہے، اس سے بھی بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ مؤذن بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا، لیکن یہ محض ایک احتمال ہی ہے، کسی بھی حدیث میں صراحتاً مؤذن کے نماز پڑھنے کا قطعاً ذکر نہیں ملتا، اس لیے غالب احتمال یہی ہے کہ مؤذن اذان دے کر نماز مسجد نبوی ہی میں پڑھتا ہوگا۔ بعض حضرات نے لفظ "دار" سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں "بیت" سے زیادہ وسعت ہے اور یہ محلے کے مفہوم میں ہے یعنی یہ اہل محلہ کی امامت کرتی تھیں جن میں عورتوں کے ساتھ مرد بھی ہوتے ہوں گے۔ لیکن یہ استدلال بھی احتمالات ہی پر مبنی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ "دار" کا لفظ حویلی کے لیے، خاندان اور قبیلے کے لیے اور گھر لیے، سب ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یہ گھر ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ سنن دارقطنی کے الفاظ ہیں: (وتؤم نساء ها) "وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرے۔"

(سنن الدارقطنی باب فی ذکر الجماعة۔ ...حدیث: ۱۰۸۴) کے ان الفاظ سے (تؤم اهل دارها) کا مفہوم متعین ہوجاتا ہے کہ اس سے مراد نہ محلے یا حویلی کے لوگ ہیں اور نہ اس میں مردوں کی شمولیت کا کوئی احتمال ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف اپنے گھر کی عورتیں ہیں۔ اور عورت کا، عورتوں کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

وَعَنْ رَيْطَةَ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۵۱۴)

☆☆ ریطہ حنفیہ (رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کرائی اور فرض نماز میں ان کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔ اسے عبدالرزاق (۵۰۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۶، سنن الدارقطنی: ۱۵۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۵۵، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۵۴۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن میسرة بن حبیب النهدی عن ریطة الحفیة۔ ....الخ۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۶)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی یزید بن ابی حکیم اور وکیع نے متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۱۵۰۷، السنن الکبری للبیہقی: ۵۳۵۵)

وَعَنْ حُجَيْرَةَ بِنْتِ حُصَيْنٍ قَالَتْ اَمَّتْنَا اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ بَيْنَنَا۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۵۱۵)

☆☆ حجیرہ بنت حصین سے روایت ہے کہ: ''ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ہمارے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔'' اسے عبدالرزاق (۵۰۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۰۸۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۹۵۲، سنن الدارقطنی: ۱۵۰۸۔

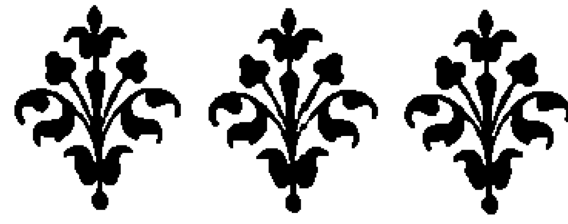
امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے بیان کیا ہے:

عن الثوری عن عمار الدهنی عن حجیرة بنت حصین۔ ...الخ۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۲)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ عبدالرزاق کی امام ابوبکر اور عبدالرحمن رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۹۵۲، سنن الدارقطنی: ۱۵۰۸)

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث اس بات کی دلیل ہیں محض عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے البتہ دیگر احادیث کے پیش نظر افضل یہ ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔



١١-بَابُ الْحَدَثِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان

{حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ جائز ہے}

۲۲۳۔حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَسْبِقُهُ الْحَدَثُ فِي الصَّلَاةِ: اِنَّهُ يَنْصَرِفُ فَيَتَوَضَّأُ،فَاِنْ تَكَلَّمَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ،وَاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمِ اعْتَدَّ بِمَا مَضَى وَصَلَّى مَا بَقِيَ۔وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ: يَتَكَلَّمُ وَيَسْتَقْبِلُ الصَّلَاةَ اَحَبُّ اِلَيَّ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس شخص کا نماز میں وضو جاتا رہے وہ واپس ہو کر وضو کر لے پس اگر اس نے اس دوران بات کر لی تو از سر نو نماز پڑھے اور اگر نہ کی ہو تو باقی ماندہ نماز کو پورا کر لے اور جتنی پہلے پڑھ لی ہے وہ ہو گئی۔البتہ بات کر لے اور از سر نو نماز پڑھ لے تو مجھے زیادہ پسند ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں متعدد جلیل القدر فقہاء صحابہؓ اور تابعین کے آثار نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔البتہ افضل یہی ہے کہ جس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ واپس جائے اور از سر نو وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھے۔چنانچہ آثار السنن میں ہے کہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلٰوتَهُ۔ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ۔ (آثار السنن: ۵۵۹)

☆☆(سیدنا) علی بن طلق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے دوران جو کوئی پھسکی مارے تو چاہیے کہ وہ (نماز چھوڑ کر) چلا جائے، وضو کرے اور نماز دہرائے۔'' اسے اصحاب ثلاثہ (ابوداود: ۲۰۵،

ترمذی: ۱۱۶۴،احمد: ۳۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن جبکہ ابن القطان نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۲۰۵،سنن الترمذی: ۱۱۶۴،مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۳،السنن الکبری للنسائی: ۸۹۷۵،صحیح ابن حبان: ۴۱۹۹،شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۹۰،موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: ۲۰۳،۱۳۰۱۔

اور حسن درجہ کی ہے۔امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا جریر بن عبدالحمید عن عاصم الاحول عن عیسی بن حطان عن مسلم بن سلام عن علی بن طلق.....الخ.(سنن ابی داود:۲۰۵)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں جس کا وضوٹوٹ جائے تو اس کے افضل یہی ہے کہ وہ واپس جائے اور از سر نو وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھے۔

۲۲۴۔حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ صُبَيْحٍ أَنَّ رَجُلاً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحْدَثَ خَلْفَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ،فَانْفَتَلَ،فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَقْبَلَ وَهُوَ يَقُولُ:{وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ}،فَاعْتَدَّ بِمَا مَضَى وَصَلَّى مَا بَقِيَ۔

معبد بن صبیح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک صاحب نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی،اِن صاحب کا وضوٹوٹ گیا وہ چپکے سے گئے (بات نہیں کی) وضو کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس آئے:{وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ}،(اور یہ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔آل عمران:۱۳۵)۔چنانچہ انہوں نے جو نماز چھوٹ گئی اس کو یاد رکھا اور باقی ماندہ نماز کو پڑھ لیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج۱ ص۴۴،رقم الحدیث:۱۴۲،جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۲۴۴،کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ ص۶۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله شواهد)

۱۔ امام عبدالملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ القرشی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعجلی:۱۰۳۵)

۲۔ امام معبد بن صبیح القرشی التیمی رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں۔(الثقات لابن حبان: ۱۷۵۵۷، الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۲۴۰)

فائدہ:

یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کرلے تو یہ جائز ہے۔

{جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی}

۲۳۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ، بقدر تشہد ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے۔

{اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا}

۲۳۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ فِي الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ فِي الْعُرُوْقِ، فَاِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ أَتَاهُ فَنَفَخَ فِيْ دُبُرِهٖ لِيُرِيَهُ أَنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ، فَاِذَا اَحَسَّ اَحَدُكُمْ بِشَيْئٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بلاشبہ شیطان ابن آدم کی رگوں کی اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون، پس جب تم میں سے کوئی سجدہ کرتا ہے تو اس کے پاس آتا ہے اور اس کی سرین میں پھونک مارتا ہے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو ایسا محسوس ہو تو اس وقت تک نماز نہ چھوڑے جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز نہ سنے یا بدبو محسوس کرے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۳۷،۵۳۸ ۵باب الرجل یشتبہ علیہ فی الصلاۃ احدث او لم یحدث،مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۰۰۰باب الرجل یری انہ قد احدث فی الصلاۃ،المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۳۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ شواھد)

فوائدومسائل:

۱۔ انسان کے جسم میں شیطان کی گردش کی نتیجہ اوہام،وساوس اوراللہ رب العزت کی نافرمانی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کے فتنوں سے بچنے کا واحد ذریعہ ایمان اورعمل صالح کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر ہے،ورنہ اس کے حملوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔

۲۔ اگرنماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہوتومحض شک سے وضونہیں ٹوٹتا،جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا ہوا خارج ہونا بدبو یا دیگر قرائن سے محسوس نہ کرے۔

۳۔ جب طہارت کا یقین ہواور وضوٹوٹنے کا محض شبہ ہوتو نمازی کو چاہیے کہ اپنے یقین پرعمل کرے۔اور ویسے بھی مسلمان کو شبہات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے بلکہ شبہات سے بچنا چاہیے۔اسی لیے فقہ کا قاعدہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔(الاشباہ والنظائر)

{جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا،پھروہ بےوضوہوگیاتواس کی نماز پوری ہوگئی}

۲۲۰۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ: اِذَا قَعَدَ الرَّجُلُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا،پھروہ بےوضوہوگیاتواس کی نماز پوری ہوگئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ،بقدرتشہد ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے۔

۲۳۸۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ قَالَ: اِذَا تَکَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ اَوْ

ضَحِكَ فَقَهْقَهَ،فَإِنْ كَانَ قَدْرَ تَشَهُّدٍ(فَصَلَاتُهُ تَامَّةٌ،وَإِنْ لَّمْ يَقْعُدْ قَدْرَ تَشَهُّدٍ) فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جب کوئی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے بات کرلے یا قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اگر تشہد کی مقدار بیٹھا ہو تو (اس کی نماز مکمل ہوگئی اور اگر تشہد کی مقدار نہ بیٹھا ہو تو) اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام عطاء رحمہ اللہ سمیت اکثر فقہاء کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے لہٰذا جب کوئی تشہد کی مقدار بیٹھ جائے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی، چنانچہ مذکورہ بالا امام نخعی رحمہ اللہ کے اثر کو نقل کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں حضرت عطاء رحمہ اللہ کے قول کا قائل ہوں۔اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم بھی امام عطاء رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۸۳) مزید برآں سنن الکبری للبیہقی میں باسند مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلوٰتُهُ۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۶۳،سندہ حسن)

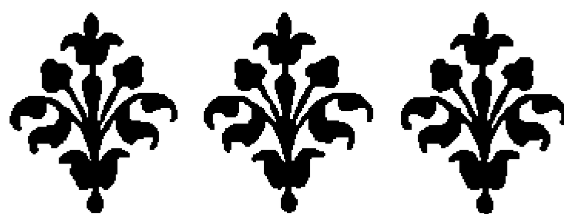
جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔

۲۳۹۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: حَتَّى يَقْعُدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''(نماز مکمل نہ ہوگی) یہاں تک کہ تشہد کی مقدار بیٹھ جائے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۲-بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيْهَا

ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں

{شروع زمانہ میں دورانِ نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا}

۲۴۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ مِنْ أَرْضِ الْحَبْشَةِ سَلَّمَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُخْطِ نِعْمَةِ اللّٰهِ۔ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: سَلَّمْتُ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ؟ قَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلاً عَنْ رَدِّ السَّلَامِ، فَلَمْ نَرُدَّ السَّلَامَ مِنْ يَوْمَئِذٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب حبشہ کے علاقے سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کیا مگر آپ ﷺ نے انہیں جواب نہ دیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس وجہ سے؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔'' کہا: اس دن کے بعد ہم نے کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبۃ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶، صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبۃ: ۲۱۹، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمۃ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

بخاری کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے، چنانچہ بخاری میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا یحییٰ بن حماد حدثنا ابو عوانة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللہ رضی اللہ عنه.....الخ.(صحیح البخاری: ۳۸۷۵)

فوائدومسائل:

۱۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی ہجرت سے واپس آئے۔

۲۔ شروع زمانہ میں دورانِ نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہوگیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۳۔ نبی مکرم ﷺ کے دور میں سلام کا جواب دینے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جواب نہ دینے کو ناراضگی پہ محمول کیا۔

۴۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اس سے پتہ چلا کہ انہیں غائب کا علم نہ تھا۔

۵۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض خیال کر کے فوراً اللہ کی پناہ لی۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی عذاب الٰہی کا باعث ہے اس لیے انہوں نے فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی۔

۶۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ اس لیے ان کی مزعومہ ناراضگی برداشت نہ کر سکے فوراً بول اٹھے: میں تو اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

۷۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو "اللہ کی نعمت" کہا۔ واقعۃً آپ مخلوق میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت تھے۔

۸۔ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا: کس وجہ سے آپ نے اللہ کی پناہ مانگی۔ لہٰذا پریشان کو دلاسہ دینا چاہیے۔

۹۔ نبی ﷺ نے اصل وجہ بتلائی کہ نماز میں سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ اس لیے نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس دن کے بعد کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اب دورانِ نماز سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

۱۱۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو قابلِ عمل سمجھتے تھے۔

۱۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جتنا علم حاصل ہوجاتا اس پر عمل شروع کردیتے، یعنی ان کا علم پر عمل تھا۔

۲۴۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ فِيْ الصَّلَاةِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَقُوْلُ اِذَا تَشَهَّدَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ؟ فَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ؟

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی کو سلام کرے جبکہ وہ نماز پڑھا رہا ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا کہ وہ التحیات میں {السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين} نہیں پڑھتا؟ یہ پڑھ کر گویا اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی}

۲۴۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ: أَنَّهُ يُعِيْدُ هُوَ وَمَنْ مَّعَهُ.

یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے، وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، وہ حماد رحمہ اللہ سے اور وہ وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو آدمی بے وضو ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دے وہ بھی نماز دُہرائے گا اور اس کے پیچھے والے لوگ بھی دُہرائیں گے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں کی نماز صحۃً بھی اور فساداً بھی دونوں لحاظ سے امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔

۲۴۳۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْاِمَامِ فَسَدَتْ

صَلاَۃُ مَنْ خَلْفَہٗ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آدمی کا نماز میں منہ ڈھانکنا اور عورت کا نقاب کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے}

۲۴۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، أَنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ اَنْ یُّغَطِّیَ الرَّجُلُ فَاہُ وَھُوَ فِیْ الصَّلاَۃِ، وَیَکْرَہُ اَنْ تُصَلِّیَ الْمَرْأَۃُ وَھِیَ مُتَنَقِّبَۃٌ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی نماز میں منہ ڈھانکے اور یہ بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ عورت نقاب کر کے نماز پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۴۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، أَنَّہٗ قَالَ: لاَ بَأْسَ بِأَنْ یُّغَطِّیَ الرَّجُلُ رَأْسَہٗ فِیْ الصَّلاَۃِ۔

امام حماد رحمہ اللہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں ہے کہ انہوں نے فرمایا: نماز میں آدمی سر ڈھک سکتا ہے۔ (بشرطیکہ منہ نہ ڈھکے)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے نماز پڑھانا مکروہ ہے}

۲۴۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ (عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ) قَالَ وَبَلَغَنِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا أَنَّہٗ قَالَ: فِیْ الرَّجُلِ یَؤُمُّ الْقَوْمَ وَھُوَ یَنْظُرُ فِیْ الْمُصْحَفِ: اَنَّہٗ یَکْرَہُ ذٰلِكَ، وَقَالَ: کَفِعْلِ اَھْلِ الْکِتَابِ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت مجھے پہنچی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی

قران مجید دیکھ کرتلاوت کرتے ہوئے لوگوں کونماز پڑھائے ،اورآپ رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہ اہل کتاب کے عمل کے مشابہ ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں آیتیں گننے کوناپسند کرتے ہیں}

۲۴۷۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ: اَنَّہٗ کَرِہَ عَدَدَ الآیِ فِی الصَّلاۃِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں آیتیں گننے کوناپسند کرتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نماز کے اندر سدل مکروہ ہے}

۲۴۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ السَّدْلَ فِی الصَّلاۃِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں سدل کومکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سنن ابی داوداور صحیح ابن حبان وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند حسن مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع فرمایا ہےاوراس سے بھی کہ انسان منہ ڈھانپ کر (ڈھاٹا باندھ کر) نماز پڑھے۔ (سنن ابی داود: ۶۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۵۳)

نماز کے اندر ''سدل'' جمہور کے نزدیک مکروہ ہےاور ''سدل'' کی شارحین حدیث نے دو تفسیریں کی ہیں۔

۱۔ چادر کواس کے درمیان سے اپنے سر یا کندھوں پر ڈال لیا جائے اوراس کی دائیں بائیں اطراف لٹکتی رہیں۔

۲۔ کپڑے کواس انداز سے لپیٹ لیا جائے کہ ہاتھ بھی اندر ہی بند ہوجائیں اور پھر رکوع اور سجدے میں بھی ان کو نہ نکالا جائے۔

{ایک شخص نے نماز میں اپنی چادر لٹکائی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ان پر لپیٹ دیا}

۲۴۹۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ سَادِلاً رِدَاءَهُ فَعَطَفَهُ عَلَيْهِ۔

علی بن اقمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے نماز میں اپنی چادر لٹکائی ہوئی تھی تو آپ نے اسے ان پر لپیٹ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۴۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۵، کشف الاستار: ۵۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۵۳، الکامل لابن عدی: ج ۲ ص ۷۸۹، السنن الکبری للبیہقی: ج ۲ ص ۲۴۳، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابوالوازع علی بن اقمر بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۷۵)، جامع المسانید (ج ۱ ص ۴۱۸) اور مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی (۲) وغیرہ کی روایت میں علی بن اقمر رحمہ اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ موجود ہے۔

{اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی}

۲۵۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ فِيْ الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامُ فِيْ الصَّلَاةِ وَهُوَ (لَا) يَنْوِيْ عَنْ صَلَاةِ الْاِمَامِ كَأَنَّهُ مُشَاقٌّ لِلْاِمَامِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ آدمی مسجد میں جماعت کے ساتھ شریک ہو اور اس نماز کی نیت نہ کرے جس کی امام نے کی ہے گویا یہ آدمی امام کی مخالفت کر رہا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۴، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۳۵، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدی اور امام کی نماز ایک ہی ہونی چاہیے اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ البتہ امام کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہو سکتے ہیں۔

{ایک شخص اکیلا صف میں نماز پڑھے اور لوگ مسجد کے اوپر نماز پڑھیں تو لوگوں کی نماز ہو جائے گی}

۲۵۱۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فِي الصَّفِّ وَحْدَهُ وَالْقَوْمُ يُصَلُّوْنَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ: اِنَّ صَلَاتَهُمْ تَامَّةٌ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو اکیلا صف میں نماز پڑھے اور لوگ مسجد کے اوپر نماز پڑھیں فرمایا: ان لوگوں کی نماز مکمل ہوگئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر بھی ہوں اور نیچے بھی ہوں تو سب کی نماز درست ہے}

۲۵۲۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فَوْقَ الْمَسْجِدِ مَعَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ فِيْ اَسْفَلَ اَوْ يُصَلِّيْ فِي الصَّفِّ وَحْدَهُ: اِنَّهُ يُجْزِئُهُ ذٰلِكَ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو مسجد کے اوپر امام کے ساتھ نماز پڑھے حالانکہ امام نیچے ہو یا ایک صف میں اکیلا نماز پڑھے فرمایا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر بھی ہوں اور نیچے بھی ہوں تو سب کی نماز درست ہے لیکن اگر کوئی مقتدی امام سے آگے بڑھ جائے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

{عشاء کے بعد خیر کی باتوں کے سوا باتیں کرنا مکروہ ہے}

۲۵۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْحَدِيْثَ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ إِلَّا فِيْ خَيْرٍ.

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ سے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے وہ امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عشاء کے بعد خیر کی باتوں کے سوا باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

صحیح بخاری (۵۴۷) وغیرہ کی احادیث میں صراحت ہے: کہ نبی مکرم ﷺ عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے ناپسند ہے کہ اس کی وجہ سے نماز فجر کے لیے اٹھنے میں تاخیر ہو جانے کا خطرہ ہے، البتہ کوئی ضروری بات چیت یا علمی مسائل کا بیان اور وعظ ونصیحت جائز ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۶،۱۱۵)

تاہم خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا سلسلہ زیادہ طویل نہ ہو جائے تا کہ فجر کی نماز بروقت ادا کی جا سکے۔ بنابریں اکثر دینی وتبلیغی جلسوں کا رات گئے تک جاری رہنا شرعاً محل نظر ہے۔ اس عام رواج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

{فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں لیٹنا اس کو واجب وعبادت سمجھ کر درست نہیں ہے}

۲۵۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ قَوْمًا اِذَا صَلُّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعُوْا، فَقَالَ: مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يَتَمَرَّغُ تَمَرُّغَ الْحِمَارِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے زمین پر لوٹ پوٹ ہو جاتے ہو جیسے کوئی گدھا لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة: ۶۳۸۹)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں لیٹنا اس کو واجب وعبادت سمجھ کر درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزار دیتا ہو تو اس کیلئے گھر میں فجر کی سنتوں کے بعد استراحت کی غرض سے لیٹنا سنتِ عادت اور مباح ہے جیسا کہ جیسا کہ بخاری (ج ۱ ص ۱۵۳) کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد گھر میں دائیں کروٹ پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

{بد بودار چیز کھا پی کر منہ سے بد بو زائل کیے بغیر مسجد میں آنا منع ہے}

۲۵۵۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ وَجَدَ رِيْحَ الثَّوْمِ فَقَالَ: مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ شَيْئًا فَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهِ وَلاَ يُؤْذِيْنَا بِهَا.

ہیثم رحمہ اللہ، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) آپ علیہ السلام کو لہسن کی بد بو محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''جو شخص یہ سبزی یعنی لہسن کھائے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے اور اس کی وجہ سے ہمیں تکلیف نہ دے۔''

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل طرق کے ساتھ مروی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

صحیح مسلم: ۵۶۱، سنن ابی داود: ۳۸۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۶۵۶، ۸۶۵۴، ۹۰۷۴، ۲۴۴۸۶، ۲۴۴۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۰۵، ۱۸۲۰۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۶۷۲، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۲۲۱، ۱۲۳۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۰۴، ۶۶۱۵، ۶۶۲۴، ۸۲۶۔

فوائد و مسائل:

۱۔ لہسن اور پیاز کا استعمال اگرچہ جائز ہے مگر اسے کھا کر منہ سے بد بو زائل کیے بغیر مسجد میں آنا منع ہے۔
۲۔ بد بودار چیز کھا پی کر مسجد میں آنا منع ہے۔
۳۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ تمباکو، حقہ اور سگریٹ وغیرہ کی بو لہسن اور پیاز کی بو سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔
۴۔ بعض علماء نے مولی کو بھی پیاز اور لہسن کے حکم میں رکھا ہے کیونکہ اس میں بھی ایک حد تک ناگوار بو پائی جاتی ہے۔

{سجدے میں بائیں پھیلانا اور پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا مکروہ ہے}

۲۵۶۔حَدَّثَنَا یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ: أَنَّهُ کَانَ یَکْرَهُ أَنْ یَّفْرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَیْهِ۔ وَاَنْ یَّقْعُدَ فِیْ الثَّالِثَةِ وَالْاُوْلٰی بَعْدَ السَّجْدَةِ الْاٰخِیْرَةِ یَعْنِیْ یَقُوْمُ کَمَا هُوَ)۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ آدمی کے (سجدے میں) بائیں پھیلانے کو اور پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ یعنی آدمی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد سیدھا کھڑے ہو جائے (بیٹھے نہیں)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر رکھنا چاہیے چنانچہ صحیح بخاری (۸۲۲) وغیرہ میں بسند صحیح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی اپنی باہیں سجدے میں اس طرح نہ بچھادے جس طرح کتا زمین پر باہیں بچھا دیتا ہے۔'' سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوراً اٹھالیا۔ اور بعض شارحین نے اعتدال کے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح کہ اس کو رہنا چاہیے۔ دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شناعت اور قباحت اچھی طرح سامعین کے ذہن نشین ہو جائے۔

۲۵۷۔ یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّهُ کَانَ یَکْرَهُ اَنْ یَّقْعُدَ فِیْ الصَّلَاةِ بَعْدَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ یَعْنِیْ فِیْ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ، اِنْهَضْ کَمَا اَنْتَ وَلَا تَقْعُدْ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے (اور فرماتے تھے) کہ تو سیدھا کھڑا ہو جا اور بیٹھ مت۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بعض حضرات کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جلسہ استراحت مسنون ہے جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک مسنون

نہیں ہے، ہم دیگر کتب سے فریقین کے دلائل کو مع التحقیق نقل کرتے ہیں:

فریق اول کی دلیل:

عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فَإِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۴۷)

☆☆ (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے۔ اسے بخاری (۸۲۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۲۳، سنن ابی داود: ۸۴۴، سنن الترمذی: ۲۸۷، سنن النسائی: ۱۱۵۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۶۰۷۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۳۰۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۹۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۷۵۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۶۰۲۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن الصباح قال اخبرنا هشيم قال اخبرنا خالد الحذاء عن ابی قلابة قال اخبرنا مالك بن الحويرث الليثي.... الخ. (صحيح البخاری: ۸۲۳)

اس حدیث کے پیش نظر شوافع اور غیر مقلدین پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر جلسہ استراحت (کچھ دیر راحت حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھے رہنے) کو مسنون کہتے ہیں۔ جبکہ باقی تینوں ائمہ اور جمہور اہل علم اسے مسنون نہیں کہتے البتہ احناف اور حنابلہ جواز کے قائل ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھنے کی بجائے سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہونا افضل اور مسنون ہے (جمہور کے دلائل ہم آگے نقل کرنے والے ہیں) البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھ کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار اور بھاری جسم والے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ ﷺ کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا اور ضعف بھی آ گیا تھا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تبادرونی بالركوع ولا بالسجود..... انی قد بدنت. (سنن ابن ماجه: ۹۶۳، سنن ابی داود: ۶۱۹)

مجھ سے رکوع وسجود میں سبقت نہ کرو۔ کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں۔

الغرض آپ ﷺ کا بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت وشرعی حکم۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ۲/ ۱۶۰) اور حضرت سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نماز کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا مالک بن

حویرث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو عذر پر محمول کیا ہے۔ (مجموعہ مؤلفات شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۴/۹۵)

فریق ثانی کے دلائل:

اب چند دلائل جمہور کے ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۴۸)

☆☆ عکرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ میں نے مکہ کے ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ نادان شخص ہے تو (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تجھے تیری ماں گم پائے یہ تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔'' اسے بخاری (۷۸۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۹۷، مشکاۃ المصابیح: ۸۰۷، الجمع بین الصحیحین: ۱۱۴۶، جامع الاصول: ۳۳۹۴، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۶۱۹۴، اتحاف المہرۃ لابن حجر: ۸۲۶۴۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال اخبرنا همام عن قتادة عن عكرمة قال صليت خلف شيخ بمكة فكبر.... الخ. (صحيح البخاري: ۷۸۸)

فائدہ:

قَالَ النِّيْمَوِيُّ يُسْتَفَادُ مِنْهُ تَرْكُ جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ وَاِلَّا لَكَانَتِ التَّكْبِيْرَاتُ اَرْبَعاً وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً لِاَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ. (آثار السنن: ۴۴۸)

☆☆ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کا چھوڑنا سمجھا جاتا ہے ورنہ تکبیرات چوبیس مرتبہ ہوتیں، اس لیے کہ (صحیح احادیث سے) ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ ہر ہر جھکتے، اٹھتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تکبیر کہتے تھے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ اَنَّ اَبَامَالِكٍ الْاَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ قَوْمَهُ فَقَالَ يَامَعْشَرَ

الْأَشْعَرِيِّينَ اجْتَمِعُوا وَاجْمِعُوا نِسَاءَ كُمْ وَأَبْنَاءَ كُمْ أُعَلِّمُكُمْ صَلوٰةَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّى لَنَا بِالْمَدِينَةِ فَاجْتَمَعُوا وَاجْمَعُوا نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ فَتَوَضَّأَ وَأَرَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّأُ فَأَحْصَى الْوُضُوءَ إِلَى أَمَاكِنِهِ حَتّٰى لَمَّا أَنْ فَاءَ الْفَيْءُ وَانْكَسَرَ الظِّلُّ قَامَ فَأَذَّنَ فَصَفَّ الرِّجَالُ فِي أَدْنَى الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانُ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَاءُ خَلْفَ الْوِلْدَانِ ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ يُسِرُّهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَاسْتَوٰى قَائِماً ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِماً فَكَانَ تَكْبِيرُهُ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ سِتَّ تَكْبِيرَاتٍ وَكَبَّرَ حِينَ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمَّا قَضٰى صَلوٰتَهُ أَقْبَلَ إِلَى قَوْمِهِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ احْفَظُوا تَكْبِيرِي وَتَعَلَّمُوا رُكُوعِي وَسُجُودِي فَإِنَّهَا صَلوٰةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِي كَانَ يُصَلِّي لَنَا كَذَا السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۵۰)

☆☆ عبدالرحمن بن غنم (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے اشعریو! خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنے بیوی بچوں کو بھی جمع کرلو، میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ نماز سکھاؤں گا جو آپ نے ہمیں مدینہ میں پڑھائی تھیں، پس لوگ جمع ہو گئے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی جمع کرلیا، پھر انہوں نے وضو کیا اور قوم کو دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے اور انہوں نے اعضاء وضو کو اچھی طرح گھیر لیا (یعنی خوب اچھی طرح احاطہ کر کے دھویا) یہاں تک جب سایہ بڑھنے لگا اور سایہ (اصلی) ٹوٹا تو کھڑے ہوئے اور اذان دی، اور قریبی صف مردوں کی، اور ان کے پیچھے بچوں کی، اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی، پھر نماز کی اقامت کہی، (خود) آگے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور تکبیر کہی اور سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی ان دونوں کو آہستہ آواز میں پڑھا، پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور تین بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر تکبیر کہی اور سجدے میں جھک گئے، پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر اٹھایا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہو گئے، اور پہلی رکعت میں ان کی چھ تکبیریں تھیں اور جس وقت دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی، جب اپنی نماز پوری کر لی تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: میرے تکبیر کہنے (کی تعداد) کو یاد رکھو، اور میرے رکوع اور سجدہ کو سیکھ لو، اس لئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ دن کی اس گھڑی ہمیں پڑھایا کرتے تھے۔ اسے احمد (۲۲۹۰۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۰۶، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۸۰۴، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی: ۲۷۸۸، المسند الجامع: ۱۲۵۹۸

اور بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا عبد الحمید بن بہرام الفزاری عن شہر بن حوشب حدثنا عبد الرحمن بن غنم ان ابامالك الاشعری.....الخ۔(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۰۶)

فائدہ:

اس حدیث میں صراحت ہے کہ:" ثم کبر فسجد فانتهض قائماً۔" (سیدنا) ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے جلسہ استراحت کے بغیر نماز پڑھی اور پھر اپنے اس طریقہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مؤافق قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضورِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جس رکعت میں قعدہ نہ ہوتا اس میں جلسہ استراحت نہ فرماتے تھے۔نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلاتے ہوئے فرمایا:

اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلۃ، فکبرو اقرء بما تیسر معك من القرآن، ثم ارکع حتی تطمئن راکعا، ثم ارفع رأسك حتی تعتدل قائما، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتی تستوی وتطمئن جالسا، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتی تستوی قائما، ثم افعل ذالك فی صلاتك کلها۔

(صحیح البخاری: ۶۲۵۱،۶۶۶۷.....مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۰۶)

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو (پہلے) اچھی طرح وضو کر لو، پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور (سورت فاتحہ کے بعد) قرآن مجید میں سے جو (سورت) تمہارے لیے آسان ہو وہ پڑھو، پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، پھر (رکوع سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جائے، پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو، پھر (سجدہ سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے ہو جاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان کے ساتھ (دوسرا) سجدہ کرو، پھر (سجدہ سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اپنی ساری نماز میں اس طرح کرو۔

یہ حدیث قولی ہے جس کا مرتبہ فعلی حدیث سے بڑھ کر ہوتا ہے اعلیٰ درجہ کی صحیح روایت ہے۔اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑے ہونے کا حکم فرمایا ہے۔اس موقع پر اگر جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھنے کا حکم فرماتے۔معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مسنون نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے بحوالہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

واستدل به علی انه لا یجلس قبل قیامه۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب: ۵/۱۴۲ نیز دیکھئے نتائج الافکار: ۲/۱۳۲)

امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ (دوسرے سجدے کے بعد) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھنا نہیں چاہیے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ سے نقل کیا ہے کہ:

اکثر الاحادیث علیٰ ھٰذا۔ (التمہید: ۱۶۰/۷)

اکثر احادیث اسی (دوسرے سجدے کے بعد جلسہ کرنے کی بجائے سیدھے کھڑے ہونے) پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسنون عمل یہی ہے۔ جس حدیث میں جلسہ استراحت منقول ہے وہ جمہور علمائے امت کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمومی عمل کے مقابلہ میں عذر پر محمول ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ۲/ ۱۶۰)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَّالثَّالِثَۃِ قَامَ کَمَا ھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ۔ رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۴۵۱)

☆☆ نعمان بن ابی عیاش (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۳۹۸۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو خالد الاحمر عن محمد بن عجلان عن النعمان بن ابی عیاش قال..... الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۹)

فائدہ:

علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الاسوس فی کیفیۃ الجلوس'' میں محب الدین عبدالسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ کی شرح ہدایہ ابی الخطاب سے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحت کے ترک پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

(بحوالہ توضیح السنن: ج ۲ ص ۱۰۹)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الصَّلٰوۃِ فَرَأَیْتُہٗ یَنْھَضُ وَلَا یَجْلِسُ قَالَ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكُبْرٰى وَصَحَّحَهُ۔ (آثار السنن: ۴۵۲)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) کہتے ہیں: ''میں نے (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غور سے دیکھا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاتے تو وہیں سے کھڑے ہوجاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ اسے طبرانی نے (المعجم) الکبیر (۹۳۲۷) میں اور بیہقی نے السنن الکبری (۲۷۶۴) میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۲۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۲۹۶۶، السنن الکبری للبیہقی: ۲۷۶۴، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی: ۲۸۱۲

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن ابن عيينة عن عبدة بن ابی لبابة قال سمعت عبدالرحمن بن يزيد۔ ۔ ۔ الخ۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ۹۳۲۷)

یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح وثابت ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی امام ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن اسد رحمہ اللہ تعالیٰ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: السنن الکبری للبیہقی: ۲۷۶۴)

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ۔ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۴۵۳)

☆☆ (حضرت) وہب بن کیسان (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (سیدنا) ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ دوسرا سجدہ کر لیتے تو وہیں سے اپنے قدموں کے سینے پر (پنجوں کے بل) کھڑے ہوجاتے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۸۳، ۳۹۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حميد بن عبدالرحمن عن هشام بن عروبة عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ (مصنف ابن ابی شيبه: ۳۹۸۳)

حدثنا وكيع عن هشام عن وهب بن كيسان عن ابن الزبير۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ (ايضاً: ۳۹۸۴)

{ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب طویل سجدہ کرتے تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے }

۲۵۹۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يَعْتَمِدُ بِذِرَاعَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ اِذَا طَالَ السُّجُوْدَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب طویل سجدہ کرتے تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ۱۱۹،باب الصلاة قاعدا والتعمد على شيء او يصلى الى سترة،مصنف ابن ابی شيبة: ۲۶۶۰،من رخص ا يعتمد بمرفقيه،جامع المسانيد للخوارزمي: ج۱ص۴۲۲۔

تحقیق:

صحیح مرسل معتضد ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة: ۲۶۶۰)

فائدہ:

نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اس طرح کرتے کہ اگر بھیڑ کا بچہ نیچے سے گزرنا چاہے تو گزر جائے۔ البتہ اگر عذر کی وجہ سے کہنیاں رانوں پر لگالی جائیں تو نماز ہو جاتی ہے، کہنیاں اور پیٹ دور رکھنے کا اس لئے حکم دیا گیا ہے تاکہ ہر ہر عضو خود بنفسہ سجدہ میں مشغول ہو دوسرے پر ٹیک نہ لگائے ہو، لیکن جماعت کی صورت میں صف میں کہنیاں اتنی زیادہ بھی نہ پھیلائی جائیں کہ ساتھ والے آدمی کو تکلیف ہو۔

{ نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے }

۲۶۰۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اٰدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،فَأَفْرَشْتُ ذِرَاعِيْ،فَلَمَّا انْصَرَفْتُ قَالَ: اَنْتَ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ؟قُلْتُ نَعَمْ،قَالَ:اِذَا سَجَدْتَ فَاعْتَمِدْ عَلٰى رَاحَتَيْكَ وَاَبِدَّ ضَبْعَيْكَ فَاِنَّهُ يَسْجُدُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْكَ،وَلَا تَفْتَرِشْ ذِرَاعَيْكَ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ۔

آدم بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنی کہنیاں زمین پر بچھا دیں، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ اہل عراق میں سے ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تو سجدہ کرے تو درندوں کی طرح اپنے بازو بچھا کر مت بیٹھ، بلکہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھ، کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو تیرا ہر ایک عضو سجدہ کرے گا۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طریق آخر عند عبد الرزاق: ۲۹۲۷)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام آدم بن علی العجلی رحمہ اللہ'' صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہما کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۲۹۶، تاریخ اسماء الثقات: ۹۳، الکاشف: ۲۴۶)

فائدہ:

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے۔

سجدہ کیلئے جھکتے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں یا گھٹنے؟

بعض جدید محققین نے انتہائی شدت کے ساتھ یہ مؤقف اختیار کر رکھا ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھوں کو اور پھر گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے جبکہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ پہلے گھٹنوں کو اور پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔

فریق اول کے دلائل:

ہم پہلے فریق اول کے دلائل کو دیگر کتب سے نقل کر کے ان کی حیثیت واضح کرتے ہیں اور بعد میں فریق ثانی کے دلائل مع التحقیق نقل کریں گے۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ وَهُوَ حَدِيْثٌ مَّعْلُوْلٌ. (آثار السنن: ۴۲۹)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے، اور چاہیے کہ گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے۔'' اسے احمد (۸۹۵۵) اور اصحاب ثلاثہ (ابوداود: ۸۴۰، نسائی: ۱۰۹۱، ترمذی: ۲۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل :۸۹۵۵،سنن ابی داود:۸۴۰،سنن النسائی :۱۰۹۱،سنن الدارمی :۱۳۶۰،شرح مشکل الآثار للطحاوی :۱۸۲،شرح معانی الآثار:۱۵۱۵،فوائد تمام :۲۰۷،السنن الکبری للبیہقی :۲۶۳۳،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی :۳۴۹۴۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سعید بن منصور قال حدثنا عبدالعزیز بن محمد قال حدثنی محمد بن عبداللہ بن الحسن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ.....الخ۔(مسند الامام احمد بن حنبل:۸۹۵۵)

یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے۔اس کا راوی عبدالعزیز بن محمد دراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہے، کتب رجال میں اس پر مفسر جروحات موجود ہیں۔سنداً ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایک علت یہ بھی ہے کہ اس روایت کے متن کا پہلا حصہ دوسرے حصے کے متضاد ہے کیونکہ پہلے حصے میں اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اور اونٹ کی عادت ہے کہ وہ پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتا ہے لہٰذا اس حصے کا مقصد یہ ہوا کہ پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھو تا کہ اونٹ کی مخالفت ہو سکے۔مگر دوسرے حصے میں پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کا حکم ہو رہا ہے جو بالکل اونٹ کی طرح بیٹھنا ہے۔دراصل اس حدیث کے الفاظ یوں تھے:"ولیضع رکبتیه قبل یدیه" (کہ چاہیے کہ اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے۔) راوی سے غلطی ہوگئی ہے۔لہٰذا یہ حدیث مقلوب ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ(۲۷۰۲) کی روایت میں اس حدیث کے الفاظ اس کے برخلاف یوں ہیں:"اذا سجد احدکم فلیبتدیء برکبتیه قبل یدیه ولا یبرك بروك الفحل" (کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو چاہیے کہ اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور فحل کی طرح نہ بیٹھے)۔

دلیل نمبر۲:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اِذَا سَجَدَ یَضَعُ یَدَیْهِ قَبْلَ رُکْبَتَیْهِ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاکِمُ وَابْنُ خُزَیْمَةَ......وَھُوَ مَعْلُوْلٌ۔(آثار السنن:۳۲۰)

☆☆(سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھتے تھے۔اسے دارقطنی رحمہ اللہ(۱۳۰۳)،حاکم(۸۲۱)اور ابن خزیمہ((۶۲۷) نے روایت کیا ہے۔۔۔۔اور یہ حدیث معلول ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی :۱۳۰۳،المستدرک علی الصحیحین للحاکم:۸۲۱،صحیح ابن خزیمہ :۶۲۷،شرح معانی الآثار للطحاوی

: ۱۵۱۳، السنن الکبری للبیہقی : ۸ : ۲۶۳، شرح السنۃ للبغوی : ۲ : ۳۴۲۔

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے :

حدثنا الحسین بن الحسین بن عبدالرحمن القاضی ثنا محمد بن اصبغ بن الفرج ثنا ابی ثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر۔ ......الخ۔(سنن الدارقطنی : ۱۳۰۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔

۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :" لیس بشیء " کہ یہ کچھ نہیں ہے۔

۲۔ امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ :"لیس بالقوی " یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبیداللہ عمری سے منکر ہیں۔

۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ : : وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطاء کار بتلاتے ہیں۔

۵۔ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں :"لایحتج بہ " کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔

(تہذیب الکمال : ۱۱ / ۵۲۷، ۵۲۸، تہذیب التہذیب : ۳ / ۴۷۱، ۴۷۲، الجرح والتعدیل : ۵ / ۳۹۵)

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ : یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب : ۱ / ۲۰۷)

۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ :" لیس بشیئ " یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ :

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہم کر جاتا ہے اور باطل روایات نقل کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ : یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کر جاتا ہے۔ (میزان الاعتدال : ۲ / ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف : ۲ / ۱۹۵، تہذیب : ۳ / ۴۷۲)

۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال : ۲ / ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف : ۲ / ۱۹۵، تہذیب : ۳ / ۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ :

کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۷۹)
مخالفین احناف میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:
جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)
۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابوزرعہ جن کی تعریف میں نزیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: وہ ابوزرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے ''ابوزرعۃ الرازی احد الائمۃ الحفاظ۔'' الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)
مخالفِ احناف زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: امام ابوزرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)
یہ ابوزرعہ مخالفینِ احناف کے انتہائی ممدوح امام فرماتے ہیں کہ:
عبدالعزیز دراوردی سیٔ الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۷۲)
مخالفِ احناف سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:
کاذب، سیٔ الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات المحدثین: ص ۲۰)
محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:
سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۱۴)
ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سیٔ الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام ۲/ ۶۳۰، ابکار المنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)
الغرض باقرار فریق مخالف عبدالعزیز دراوردی پر جرح مفسر ہے لہٰذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔
نیز فریق مخالف کے متعدد علماء نے بھی دراوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی اس کی ایک روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔ (فتاوی نذیریہ ۳/ ۳۹۸)
عبدالرؤف کے نزدیک بھی دراوردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:
اور دراوردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا ان کا اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دراوردی ضعیف ہیں۔(ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بلحاظ سند ضعیف ہے تاہم امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ کی تحقیق یہ ہے کہ جن روایات میں سجدہ کو جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنے کا ذکر ہے، وہ منسوخ ہیں، اور اس کی دلیل میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث (کہ ہم (سجدہ کرتے وقت) ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھا کرتے تھے، پھر ہمیں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا حکم دیا گیا) ذکر کی ہے۔

(دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱/۲۶۶، رقم الحدیث ۶۲۸، ۶۲۹)

فائدہ:

مذکورہ بالا دونوں روایات کے پیش نظر جدید محقق کا کہنا ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھوں کو اور پھر گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے (مگر ان روایات سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں) جبکہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ پہلے گھٹنوں کو اور پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔

فریق ثانی کے دلائل:

اب جمہور کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ السَّكَنِ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ. (آثار السنن: ۴۳۱)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔ اسے اصحابِ اربعہ (ابن ماجہ: ۸۸۲، ابوداود: ۸۳۸، سنن الترمذی: ۲۶۸، سنن النسائی: ۱۰۸۹)، ابن خزیمہ: ۶۲۶، ۶۲۹، ابن حبان: ۱۹۱۲، اور ابن السکن نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۸۲، سنن ابی داود: ۸۳۸، سنن الترمذی: ۲۶۸، سنن النسائی: ۱۰۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۶، ۶۲۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۲، سنن الدارمی: ۱۳۵۹، مسند البزار: ۴۴۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۱۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۲، المعجم

الکبیر للطبرانی: ۹۷، سنن الدار قطنی: ۱۳۰۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۱۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۴۸۷، شرح السنۃ للبغوی: ۶۴۲، مسند ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۲۸، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۷۹۵۶، المعجم المختص بالمحدثین: ج ۱ ص ۲۱۸۔

اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن علی وحسین بن عیسیٰ قالا حدثنا یزید بن ھارون اخبرنا شریك عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر۔۔۔۔الخ۔ (سنن ابی داود: ۸۳۸)

جبکہ مسند ابی حنیفۃ میں یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

عن عاصم عن ابیه عن وائل بن حجر۔۔۔۔الخ۔ (مسند ابی حنیفة روایة الحصکفی: ۲۸)

یہ حدیث صحیح وثابت ہے، چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ اس کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ (المستدرک: ۱/ ۳۴۹ مع تلخیص الذہبی) امام ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۶۸) امام بغوی رحمہ اللہ م ۵۱۶ھ نے بھی اس حدیث کو راجح قرار دیا ہے۔ (مصابیح السنۃ: ۱/ ۱۱۳)

واضح رہے کہ بعض جدید محققین کا شریک القاضی کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنا فضول ہے کیونکہ شریک القاضی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام المحدثین والفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ (دیکھیے: مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصفکی: ۲۸)

اور پھر یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (بروایت عبدالجبار بن وائل)، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی مؤید ہے۔

(دیکھیے: سنن ابی داود: ۸۳۹، المعجم الاوسط: ۵۹۱۱، صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۸، المستدرک: ۸۲۲)

فائدہ:

فریق مخالف کے محقق محمد صادق سیالکوٹی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

معلوم ہوا کہ قومہ سے سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر زمین پر رکھنے چاہییں پھر ہاتھ۔ جمہور ائمہ حنفی (رحمہم اللہ)، شافعی (رحمہم اللہ) اور احمدؒ (رحمہم اللہ) کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ میں جاتے تو ابتداء کرتے ساتھ گھٹنوں کے۔ (صلوٰۃ الرسول: ص ۲۴۴)

نیز صادق سیالکوٹی صاحب اس حدیث کو حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (جس میں سجدہ کو جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنے کا ذکر ہے) پر ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحاصل ترجیح پہلی حدیث کو ہے۔ ابوسلیمان خطابی (رحمہ اللہ) نے فرمایا ہے کہ حدیث وائل بن حجر کی بہت ثابت ہے اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے۔ پس اکثر عمل حدیث وائل رضی اللہ عنہ پر چاہئے۔ (ایضاً: ۲۴۵)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ م ۱۲۰۶ھ رقم طراز ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں جاتے ہوئے سب سے پہلے زمین پر اپنے گھٹنے رکھتے، پھر اس کے بعد اپنے ہاتھ اور پھر اپنا ماتھا اور ناک رکھتے تھے، اور یہی طریقہ صحیح ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر سب سے پہلے اپنا وہ عضو رکھتے جو زمین کے سب سے زیادہ قریب ہوتا اور پھر اس کے بعد جو قریب ہوتا، اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اس کے برعکس سب سے پہلے اپنا وہ عضو اٹھاتے جو سب سے اعلیٰ ہے اور پھر اس کے بعد جو اعلیٰ ہے وہ اس طرح کہ آپ سب سے پہلے اپنا سر، پھر اپنے ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھاتے تھے۔ (مجموعہ مؤلفات الشیخ محمد بن عبدالوہاب: ۱/ ۱۵)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ صَلَاتِهٖ اَنَّهٗ خَرَّ بَعْدَ رُكُوْعِهٖ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيْرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۴۳۲)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) اور اسود (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی نماز میں یہ بات یاد رکھی ہے کہ وہ اپنے رکوع کے بعد اپنے گھٹنوں کے بل پر جھکتے جیسا اونٹ جھکتا ہے اور اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے۔ اسے طحاوی (۱۵۲۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا فهد بن سليمان قال ثنا عمر بن حفص قال ثنا ابى قال ثنا الاعمش قال حدثنى ابراهيم عن اصحاب عبد الله علقمة والاسود.....الخ. (شرح معانى الآثار: ۱۵۲۸)

عورتوں کے سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

عورتوں کی نماز مردوں سے جن چند صورتوں میں مختلف ہے ان میں سے ایک سجدہ بھی ہے کہ مردوں کو سجدے میں اپنے جسم کو زمین سے اور اپنی کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھنا چاہیے۔ لیکن عورتیں سجدہ کرتے ہوئے اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے، اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لیں۔ چنانچہ حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ مر على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الى الارض فان المرأة ليست فى ذالك كالرجل. (مراسيل ابى داود: ۸۹)

یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ البتہ یہ روایت مرسل ہے مگر اسے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور پھر اس کی تائید دیگر کئی روایات سے بھی ہوتی ہے۔ بطور نمونہ ان میں سے صرف دو روایات کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

نمبر ۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اس طرح ملالے جو اسکے لئے زیادہ سے زیادہ پردے کا موجب ہو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۲۲۳)

نمبر ۲:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ: وہ سجدہ میں (زمین کے ساتھ) سمٹ جائیں۔ (ایضاً: ۲/ ۲۲۲)

نیز حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار سے بھی اس حدیث مبارکہ کی تائید ہوتی ہے۔ (ایضاً، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۳۰۲)

فریق مخالف کے اکابرین کے نزدیک بھی عورت کا حکم سجدے میں مردوں سے جدا ہے۔ چنانچہ امیر یمانی م ۱۱۸۲ھ نے ''صحیح مسلم'' کی حدیث، جس میں سجدہ کے دوران کہنیوں کو جسم سے دور رکھنے کا حکم ارشاد ہوا ہے، ذکر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

وهذا في حق الرجل، لا المرأة، فانها تخالفه في ذلك۔

یہ حکم مردوں کے بارے میں ہے، نہ کہ عورتوں کے بارے میں، اس لیے کہ عورتوں کا حکم سجدے میں مردوں سے جدا ہے۔ یعنی وہ اپنی کہنیاں سجدے میں اپنے جسم سے ملا کر رکھیں۔

پھر اس کے بعد موصوف نے اس پر بطور دلیل یزید بن حبیب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا مرسل حدیث ذکر فرمائی۔ (سبل السلام: ۱/ ۱۹۲)

عبدالجبار غزنوی م ۱۹۱۳ء نے بھی اس سلسلہ میں یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ وغیرہ کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

پھر اس کے بعد موصوف مذاہب اربعہ کی معتبر کتب کے حوالجات نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

غرض کی عورتوں کا انضمام وانخفاض (بحالت سجدہ جسم کا رانوں سے ملانا اور زمین کی طرف زیادہ جھکنا) نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے، اس کا منکر کتب حدیث وتعاملِ اہل علم سے بے خبر ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/ ۱۴۹)

عبداللہ روپڑی م ۱۳۸۴ھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عورتوں کے سجدہ کرنے کا طریقہ مردوں سے جدا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لیکن عورت کے متعلق بعض حدیثوں میں استثناء آئی ہے کہ عورت (سجدے میں) پیٹھ نہ اٹھائے بلکہ رانوں سے

ملا لے۔اگر چہ ان احادیث میں کچھ کلام ہے لیکن ان کے مؤیدات بھی ہیں اس لئے ان پر عمل ہوسکتا ہے۔
(فتاوی اہل حدیث:۱/ ۵۲۳)

وحید الزمان م ۱۳۳۷ھ کا بھی یہی نظریہ ہے۔(کنز الحقائق:ص ۲۲)

سجدوں کی مختلف حالتوں کے متعلقہ چند احادیث:

اب دیگر کتب سے سجدوں کی مختلف حالتوں کے متعلقہ چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلاَ يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ.(آثار السنن:۴۳۳)

☆☆(سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:''سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی اپنی باہیں سجدے میں اس طرح نہ بچھادے جس طرح کتا زمین پر باہیں بچھادیتا ہے۔اسے جماعۃ (بخاری:۸۲۲،مسلم:۴۹۳،ابن ماجہ:۸۹۲،ابوداود:۸۹۷،ترمذی:۲۷۶،نسائی:۱۱۱۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری:۸۲۲،صحیح مسلم:۴۹۳،سنن ابن ماجہ:۸۹۲،سنن الترمذی:۲۷۶،سنن النسائی:۱۱۱۰،مسند ابی داود الطیالسی:۲۰۸۹،مسند الامام احمد بن حنبل:۱۲۰۶۶،مسند البزار:۷۰۸۰،مسند ابی یعلی الموصلی:۲۸۵۳،مسند السراج:۳۴۴،مستخرج ابی عوانہ:۱۸۶۹،صحیح ابن حبان:۱۹۲۷

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن انس بن مالك عن النبی ﷺ.....الخ.(صحیح البخاری:۸۲۲)

فائدہ:

سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے،ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوراً اٹھالیا۔اور بعض شارحین نے اعتدال کے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح کہ اس کو رہنا چاہیے۔دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔اس سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شناعت اور قباحت اچھی طرح سامعین کے ذہن نشین ہوجائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ

وَاَشَارَ بِيَدِهِ اِلٰى اَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلاَ نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۳۴)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر۔۔۔اور اپنے دست مبارک سے اپنے ناک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔اور دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے کناروں پر۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔“ اسے شیخین (بخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۱۲، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، سنن الترمذی: ۲۷۳، سنن النسائی: ۱۰۹۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۸، سنن الدارمی: ۱۳۵۸، مسند البزار: ۵۱۵۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۶۴

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا معلی بن اسد قال حدثنا وهیب عن عبداللہ بن طاوس عن ابیه عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال النبی ﷺ.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۸۱۲)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث کے ذریعے بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہیے، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں کو زمین پہ ٹیکنا چاہیے۔ اکثر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ سجدہ ناک اور پیشانی دونوں سے کرنا چاہیے، بغیر ان دونوں کو زمین پر ٹیکے ہوئے سجدہ جائز نہیں ہوتا، مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محض پیشانی ہی ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے تو جائز ہے، البتہ بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی ایسا عذر پیش ہو کہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے، اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول قدیم یہ ہے کہ محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز ہے مگر بعد میں امام صاحب رحمہ اللہ نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الملہم: ۲/ ۹۸)

(۲) سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے، اگر کوئی شخص سجدہ میں دونوں پیر زمین سے اٹھا لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پیر اٹھا لے گا تو سجدہ مکروہ ہوگا، سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی

رکھی جائے، اگر انگلیاں قبلہ کی سمت نہ ہوں گی تو جائز نہیں ہوگا۔

(۳) حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تا کہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے۔ بالوں کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کر کے دستار وغیرہ کے اندر کر لیا جائے تا کہ سجدہ میں لٹکنے نہ پائیں، اس سے بھی منع کیا گیا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے تا کہ وہ بھی سجدہ کریں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۴۳۵)

☆☆ (سیدنا عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز ادا فرماتے • اور سجدہ کرتے تو اس حالت میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔ اسے شیخین (بخاری: ۸۰۷، مسلم: ۴۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۰۷، صحیح مسلم: ۴۹۵، سنن النسائی: ۱۱۰۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۰۹۵، مشکاۃ المصابیح: ۸۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۲ ص ۲۴۶، بلوغ المرام: ۲۹۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن بکیر قال حدثنی بکر بن مضر عن جعفر عن ابن ہرمز عن عبداللہ بن مالک ابن بحینۃ ان النبی ﷺ ..... الخ۔ (صحیح البخاری: ۸۰۷)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ سجدہ کرتے وقت اپنے بازوؤں کو اپنی رانوں سے اتنا الگ رکھے کہ بغلوں کا اندرون بھی نمایاں ہو جائے۔

(۲) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تھا، اس وقت آپ کے بدن کے بالائی حصہ پر چادر نہ ہو یا ہو لیکن چھوٹی ہو، یا ان کی مراد یہ ہوگی کہ آپ کی بغل کی جگہ معلوم ہوتی تھی اور بغلوں کی سفیدی اس لئے کہا کہ ہے کہ آپ ﷺ کی بغل مبارک بالکل سفید اور صاف و شفاف تھی، جیسا کہ آپ ﷺ کا پورا بدن ہی آئینہ کی طرح سفید و شفاف تھا، دوسرے لوگوں کی طرح آپ کی بغلیں سیاہ اور مکدر نہ تھیں۔ چنانچہ اس حدیث کی بناء پر

امام طبری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلیں جسم اطہر کے دوسرے اعضاء کی طرح سفید تھیں، سیاہ نہ تھیں۔ یہ آپ کی دیگر خصوصیات وامتیازات کی طرح ایک خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کی تصریح طبری نے کتاب الاحکام کے باب الاستسقاء میں کی ہے کہ آپ کی بغلیں دوسری کی طرح سیاہ نہ تھیں بلکہ سفید تھیں۔

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا سَجَدَ اَمْکَنَ اَنْفَہٗ وَجَبْھَتَہٗ مِنَ الْاَرْضِ وَنَحّٰی یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ۔

(آثار السنن: ۴۳۶)

☆☆ (سیدنا) ابوحمید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر جمادیتے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو سے دور رکھتے، اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے کندھوں کے برابر رکھتے۔ اسے ابوداود (۷۳۴)، ترمذی (۲۷۰) اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۶۴۰) میں روایت کیا ہے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(آثار السنن: ۴۳۷)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ اسے مسلم (۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۴۴، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۵۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۵، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۸۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۲۴۰، مشکاۃ المصابیح: ۷۹۷۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زھیر بن حرب حدثنا عفان حدثنا ھمام حدثنا محمد بن جحادۃ حدثنی عبدالجبار بن وائل عن علقمۃ بن وائل ومولی لھم انھما حدثاہ عن ابیہ وائل بن حجر... الخ۔

(صحیح مسلم: ۴۰۱)

وَعَنْہُ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ۔ رَوَاہُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاھَوَیْہِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالنَّسَائِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۴۳۸)

☆☆ انہی (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھا کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔ اسے اسحاق بن راہویہ (بحوالہ الدرایہ: ج ۱ ص ۱۴۴) عبدالرزاق (۲۹۴۸)، نسائی (۱۱۰۲) اور طحاوی (۱۵۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ.....الخ۔

(مصنف عبدالرزاق:۲۹۳۸)

{نماز میں خارش کرنے کے بعد تھوک لگانا مکروہ ہے}

۲۶۱۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّحُكَّ الشَّيْءَ مِنْ جَسَدِهٖ ثُمَّ يُبَلَّهُ بِبُزَاقٍ۔

عمرو بن عطیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کوئی خارش کرے اور پھر اپنی جلد پر تھوک لگائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

عمرو بن عطیہ سے مراد امام عمرو بن عطیہ التیمی بن النمر بن قاسط رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ ثقہ ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ، امام ربعی رحمہ اللہ اور امام عاصم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔(الثقات لابن حبان:۴۴۰۴، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ لابن قطلوبغا:۸۴۴۲) نیز امام عمرو بن عطیہ التیمی رحمہ اللہ کی (کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی) امام ربعی بن حراش رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔(دیکھئے:مصنف ابن ابی شیبۃ:۱۴۸۹)

{نماز میں سجدہ کرتے ہوئے بازو زمین پر بچھانا مکروہ ہے}

۲۶۲۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: اَكْرَهُ اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ فِي الصَّلَاةِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ آدمی نماز میں (سجدہ کرتے ہوئے) بازو زمین پر بچھائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نماز میں داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلا جائے}

۲۶۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، اَنَّهُ قَالَ: لاَ تُفَرِّقْعُ اَصَابِعَكَ فِيْ الصَّلاَةِ، وَلاَ تَعْبَثْ بِلِحْيَتِكَ. وَلاَ تَدْفِنْ كِبَارَ الْحَصَى وَلاَ تَمَسَّهُ، وَلاَ تَضَعْ يَدَكَ عَلَى خَاصِرَتِكَ، وَلاَ تُغَطِّ فَاكَ، وَلاَ تَلْقِ رِدَائَكَ عَلَى مَنْكِبِكَ، وَلاَ تُقْعِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ۱۔ نماز میں انگلیاں مت چٹخاؤ۔ ۲۔ داڑھی سے مت کھیلو۔ ۳۔ بڑے کنکروں کو دفن نہ کرو اور نہ ہی انہیں چھوؤ۔ ۴۔ اپنی کوکھ پر ہاتھ نہ رکھو۔ ۵۔ اپنے منہ کو نہ ڈھانپو۔ ۶۔ کاندھوں پر چادر نہ لٹکاؤ۔ ۶۔ ایڑھیوں پر نہ بیٹھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

کہ ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ کام بے فائدہ ہیں اور نماز سے غافل کر دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۴۹)

۲۶۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ مُجَاهِدًا وَعَطَاءً وَطَاوُسًا يُقْعُوْنَ فِيْ الصَّلاَةِ، فَسَأَلْتُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ؛ قَالُوْا رَأَيْنَا ابْنَ عُمَرَ يُقْعِيْ فِيْ الصَّلاَةِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ: صَدَقُوْا، قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا كَبِرَ، قَالَ: فَاَخْبَرَنِيْ مَنْ رَآهُ وَهُوَ شَابٌّ اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ وَيَنْهٰى عَنْهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ، عطاء رحمہ اللہ اور طاوس رحمہ اللہ کو نماز میں ایڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سلسلے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، چنانچہ میں نے یہ بات ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ اِن حضرات نے بالکل سچ کہا ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے ضعیف ہو جانے کے بعد ایسا کیا تھا، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے والے ایک شخص نے مجھے بتلایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عالم جوانی میں ایسا کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اِس سے منع کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شاهد فی المؤطا رواية محمد بن الحسن : ۱۵۴)

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مختلف صورتیں:

واضح رہے کہ احادیث وآ ثار میں دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی تین صورتوں کا ذکر ملتا ہے ہم ہر ایک صورت کا حکم اوراس کے متعلقہ احادیث کو دیگر کتب حدیث سے مع التحقیق پیش کرتے ہیں۔

پہلی صورت کے متعلقہ احادیث:

عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً م بِالرِّجْلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۴۴۱)

☆☆ جناب طاوس کہتے ہیں کہ ہم نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنے کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ سنت ہے۔ہم نے کہا: ہم تو اسے پاؤں پر بوجھ یا آدمی کیلئے باعث مشقت خیال کرتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آپ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔اسے مسلم (۵۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۸۵۳، سنن ابی داود: ۸۴۵، سنن الترمذی: ۲۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۰، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۸۹۲، المعجم الکبری للطبرانی: ۱۰۹۹۸، السنن الکبری للبیہقی: ۲۷۳۲، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۰۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم اخبرنا محمد بن بكر ح قال وحدثنا حسن الحلوانی حدثنا عبدالرزاق وتقاربا فی اللفظ قالا جميعا اخبرنا ابن جريج اخبرنی ابو الزبير انه سمع طاوسا۔۔۔۔الخ۔(صحیح مسلم: ۵۳۶)

وَعَنِ ابْنِ طَاؤُوسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقْعُوْنَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۴۴۲)

☆☆ طاوس کا بیان ہے کہ انہوں نے (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) ابن

عباس رضی اللہ عنہ کو ایڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ اسے عبد الرزاق (۳۰۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

پہلی صورت کا حکم:

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی پہلی صورت یہ ہے کہ نمازی دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل کھڑا کر کے ایڑھیوں پر بیٹھ جائے ، یہ بھی اقعاء کی صورت ہے یہاں اقعاء کی یہی صورت مراد ہے۔ اقعاء کی اس پہلی صورت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور اہل علم کا کے نزدیک اقعاء کی یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے تاہم بوقت عذر اجازت ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے استحباب کے قائل ہیں اور ان کا استدلال مذکورہ بالا دونوں روایات سے ہے۔ جمہور ان روایات کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان میں پہلی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت منسوخ ہے شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کے نسخ کا علم نہ تھا۔ (تلخیص الحبیر :۱/ ۲۵۷) اور دوسری روایت عذر پر محمول ہے جیسا کہ مؤ طا محمد (۱۵۳) کی روایت میں وضاحت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا عذر کی بناء پر کیا تھا۔

دوسری صورت کے متعلقہ احادیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ نَّقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيْكِ وَاِقْعَاءٍ كَاِقْعَاءِ الْكَلْبِ وَالْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَفِیْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ. (آثار السنن: ۴۳۹)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نماز میں) تین باتوں سے منع فرمایا: "۱۔ مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنے سے۔ ۲۔ کتے کی طرح بیٹھنے سے۔ ۳۔ لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر توجہ کرنے سے۔ اسے احمد (۸۱۰۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل :۸۱۰۶، شرح ابن ماجہ لمغلطائی : ج۱ ص ۱۵۰۸، شرح ابی داود للعینی : ج ۴ ص ۶۳، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ : ج ۲ ص ۹۲، غایۃ المقصد فی زوائد المسند : ۱۵۱۷، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : ۲۴۲۵، اتحاف المہرۃ : ۱۹۷۵۱، المسند الجامع : ۱۳۱۸۵

اور اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا شریك عن یزید بن ابی زیاد عن مجاهد عن ابی هریرة۔۔۔۔الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۱۰۶)

یہ حدیث شریک بن عبد اللہ النخعی کے حافظے کی جہت سے کمزور ہونے کی وجہ سے بلحاظ سند کمزور ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِقْعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ. (آثار السنن: ۴۴۰)

☆☆(سیدنا) سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اقعاء سے منع کیا ہے۔ اسے حاکم (۱۰۰۵) نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۴۶۸، المعجم الکبری للطبرانی: ۶۹۵۷، السنن الکبری للبیہقی: ۲۷۳۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۵۸۷۔

اور صحیح ہے۔ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا الحسن بن يعقوب العدل ثنا يحيى بن ابى طالب ثنا عبد الوهاب بن عطاء انبأ سعيد عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب۔۔۔۔ الخ. (المستدرك على الصحيحين: ۱۰۰۵)

دوسری صورت کا حکم:

اقعاء کی دوسری صورت یہ ہے کہ سرین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آ جائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے اسے اقعاء کہتے ہیں اس صورت کے لحاظ سے اقعاء بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، مذکورہ احادیث میں اقعاء کا یہی معنیٰ مراد ہے۔

تیسری صورت کے متعلقہ احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ. اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَّهُوَ مُخْتَصَرٌ. (آثار السنن: ۴۴۳)

☆☆(حضرت ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا لیتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح چوکڑی سے منع فرماتے۔ اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مختصر ہے۔

فائدہ:

☆ (عقبة الشيطان) عقبہ کی ''عین'' پر ضمہ اور ''قاف'' ساکن ہے (شیطان کی چوکڑی۔) اسے اقعاء الکلب بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت ماقبل میں بتائی جا چکی ہے کہ سرین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آ جائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم :۴۹۸،مصنف ابن ابی شیبۃ :۲۹۳۹،معرفۃ السنن والاثار للبیہقی :۳۶۳۵،شرح السنۃ للبغوی :ج ۳ص ۱۵۵،مشکاۃ المصابیح :۷۹۱،بلوغ المرام :۲۷۲،خلاصۃ الاحکام :۱۰۵۴،نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ :ج ۱ص ۴۱۸،کنز العمال :۲۲۳۹۳۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبدالله بن نمیر حدثنا ابو خالد یعنی الاحمر عن حسین المعلم ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراهیم واللفظ له قال اخبرنا عیسی بن یونس حدثنا حسین المعلم عن بدیل بن میسرة عن ابی الجوزاء عن عائشة.....الخ.(صحیح مسلم:۴۹۸)

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے قعدہ کا جو طریقہ بیان کیا ہے قعدہ کا یہی طریقہ مسنون وافضل ہے اور ہر قعدہ کو شامل ہے خواہ وہ پہلا قعدہ ہو یا دوسرا۔کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے قعدہ کا ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے اور اس کو صرف قعدہ اولیٰ کے ساتھ خاص نہیں کیا۔جن لوگوں نے اس کو قعدہ اولیٰ پر محمول کیا ہے،ان کا رد کرتے ہوئے مخالفینِ احناف میں سے شوکانی م ۱۲۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

ان رواتها ذكروا هذه الصفة لجلوس التشهد ولم يقيدوه بالاول، واقتصارهم عليها من دون تعرض لذكر غيرها مشعر بأنها هي الهيئة المشروعة في التشهدين جميعا، ولو كانت مختصة بالاول لذكروا هيئة التشهد الاخير ولم يهملوه، لا سيما وهم بصدد بيان صلوٰة رسول الله ﷺ وتعليمه لمن لا يحسن الصلاة، فعلم بذالك ان الهيئة شاملة لهما.(نيل الاوطار:۱/۴۲۲)

ان احادیث کے راویوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم) نے (نبی ﷺ کے) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کو پہلے قعدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔لہٰذا ان حضرات کے قعدہ کی صرف یہی کیفیت بیان کرنے اور دوسری کسی کیفیت کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تشہدوں میں قعدہ کی یہی کیفیت مشروع ہے اور اگر یہ کیفیت صرف تشہد اول کے ساتھ خاص ہوتی تو یہ حضرات دوسرے تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت ضرور ذکر کرتے اور اس کے ذکر کو کبھی ترک نہ کرتے،خصوصاً جب کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلا رہے ہیں اور آپ ﷺ کی اعرابی شخص کو جو نماز اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتا تھا،تعلیم دینے کا ذکر کر رہے ہیں۔لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں بیٹھنے کی یہ کیفیت دونوں تشہد کو شامل ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهُ رَأٰى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْجِعُ فِيْ سَجْدَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذُكِرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجَلِ اَنَّهُ اشْتَكٰى. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۴۴۵)

☆☆مغیرہ بن حکیم (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نماز میں دوسجدوں کے درمیان اپنے قدموں کے سینے (پنجے) کے بل بیٹھتے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ان سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''بے شک یہ نماز کی سنت نہیں ہے اور میں تو اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ میں بیمار ہوں۔ اسے مالک نے مؤطا (۲۹۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن صدقة بن يسار عن المغيرة بن حكيم انه رأى عبدالله بن عمر.....الخ۔ (مؤطا مالك: ۲۹۶)

تیسری صورت کا حکم:

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے، اس کو افتراش کہتے ہیں یہ صورت سب سے اولیٰ و مسنون ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی بیان کیا ہے۔ نیز دوسری روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ اقعاء کی دوسری صورت (یعنی ایڑھیوں کے بل بیٹھنے والی) مسنون نہیں ہے تاہم حالتِ عذر میں اجازت ہے۔

{ایک دن رات تک بیہوش رہنے والا مریض نماز قضا کرے گا}

۲۶۵۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، فِيْ رَجُلٍ اُغْمِيَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: كَانَ يَقُوْلُ يَقْضِيْ ذٰلِكَ، وَاِذَا اُغْمِيَ عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يَقْضِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو (بیمار) آدمی ایک دن رات تک بے ہوش رہا ہو اِس کے بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز قضاء کرے گا اور اگر اس سے زیادہ بیہوش رہا ہو تو قضاء نہیں کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانيد للخوارزمي: ج١ص٣٩٧، رقم الحديث: ٦٣٨، كتاب الآثار رواية الامام محمد: ١٧٠ باب صلاة المغمي عليه، مصنف ابن ابي شيبة: ج٢ص١٧٠، ج٢ص١٧١۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{امام کسی آیت کے بارے میں تردد کا شکار ہو جائے تو کیا کرے؟}

۲۶۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ: اِذَا تَرَدَّدَ الْاِمَامُ فِی الْاٰیَةِ فَلْیَقْرَءْ مَا بَعْدَهَا، اَوْ لِیَقْرَءْ سُوْرَةً غَیْرَهَا، اَوْ لِیَرْکَعْ، فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَافْتَحْ عَلَیْهِ، وَهُوَ مُسِیْئٌ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’جب امام کسی آیت کے بارے میں تردد کا شکار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس آیت کے بعد والی آیت پڑھ لے یا کوئی دوسری سورت پڑھ لے یا (تین آیتیں یا اس کی مقدار قرآن پڑھ لیا ہو تو) رکوع کر لے۔ پس اگر اس نے ایسا بھی نہیں کیا تو اس کو لقمہ دے دو اور اس نے برا کیا۔‘‘

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۸ باب القراءۃ خلف الامام وتلقینہ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۷ ۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام اگر قراءت میں بھول جائے تو اسے لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اکثر اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔ اور اگر دوسرے ارکان میں بھول رہا ہو تو پھر بالاتفاق مرد ’’سبحان اللہ‘‘ کہہ کر اور عورت تالی بجا کر متنبہ کرے۔

بعض اہل علم نے لقمہ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے مگر یہ مؤقف دلائل کی رو سے کمزور ہے۔ آثار السنن میں ہے کہ:

’’عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلٰوةً فَقَرَءَ فِیْهَا فَلُبِسَ عَلَیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِاُبَیٍّ اَصَلَّیْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَزَادَ اَنْ تَفْتَحَ عَلَیَّ۔ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (اثار السنن: ۵۵۸)‘‘

(سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نماز پڑھی اور اس میں قراءت کی تو

کچھ خلط ہو گیا۔ جب فارغ ہوئے تو (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟" انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: "تو تمہیں کس چیز نے روکا تھا۔" اسے ابوداود (۹۰۷) اور طبرانی (۱۳۲۱۶) نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے ان الفاظ کا اضافہ بھی نقل کیا ہے: "کہ تم مجھے لقمہ دیتے۔" اور یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے:

سنن ابی داود: ۹۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۲۱۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۷۷، فوائد تمام للرازی: ۲۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۵۷۸۳، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۶۴۸۴، شرح السنۃ للبغوی: ۶۶۵، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی: ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۳۵۷، سنن ابی داود: ۹۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۲۱۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۷۷، فوائد تمام للرازی: ۲۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۵۷۸۳، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۶۴۸۴، شرح السنۃ للبغوی: ۶۶۵، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمی: ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۳۵۷۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن محمد الدمشقي حدثنا هشام بن اسماعيل حدثنا محمد بن شعيب اخبرنا عبدالله بن العلاء بن زبر عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر ..... الخ۔ (سنن ابی داود: ۹۰۷)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ بشری تقاضوں کے تحت نبی کریم ﷺ کو بھی قراءت میں کچھ بھول ہوئی ہے جس سے ایک تو آپ ﷺ کی بشریت کا اثبات ہوا۔

دوسرے، آپ ﷺ کا بھولنا امت کے لیے تعلیم وتشریع کا ذریعہ بن گیا۔ قرآن مجید میں ہے: {سنقرئك فلا تنسى الا ما شآء الله} (الاعلى: ۶،۷)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اگر قراءت میں بھول جائے تو اسے لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

{اگر امام تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہو اور تمام مقتدی نیچے ہوں تو یہ مکروہ ہوگا}

۲۶۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَهَبَ يَؤُمُّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ عَلٰى دُكَّانٍ مِّنْ حَصًى، فَجَذَبَهُ سَلْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَيْهِ وَقَالَ: اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْقَوْمِ فَقُمْ مَعَهُمْ۔

حضرت یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے وہ امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں کی امامت کے لئے تشریف لے گئے تو جماعت

کروانے کے لیے چونے کی ایک (بلند) دکان پر چڑھ گئے، سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کر کھینچ لیا اور فرمایا: آپ بھی اسی قوم سے ہیں لہذا انہی کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۳۹۰۴، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، السنن الکبری للبیہقی: ۵۲۳۴، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۶۵، جامع المسانید للخوارزمی: ج ا ص ۴۳۱ ح ۴۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ کے درمیان امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے، چنانچہ مصنف میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن ھمام قال صلی حذیفۃ........الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۵۲۴)

فائدہ:

اگر امام تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہو اور تمام مقتدی نیچے ہوں تو یہ مکروہ ہوگا، چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تنہا اس طرح کھڑے ہوئے کہ وہ تنہا بلند جگہ پر تھے اور ان کے تمام مقتدی نیچے تھے اس لئے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں نیچے اتار کر کھڑا کیا۔ مصنف ابن ابی شیبۃ (۶۵۲۴) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے:

کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ (کبار) صحابہؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ امام (تنہا) کسی چیز پر اوپر کھڑا ہو اور لوگ نیچے ہوں؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب آپ نے مجھے کھینچا تو یہ بات مجھے یاد آگئی (اسی لئے میں آپ کا کہنا مان کر نیچے اتر آیا)۔

{سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو خاک آلود ہونے کے خوف سے سمیٹنا اور ہٹانا ممنوع ہے}

۲۶۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰی ابْنًا لَّهٗ اِذَا سَجَدَ رَفَعَ شَعْرَهٗ لَا یُصِیْبُهُ التُّرَابُ وَهُوَ فِی الصَّلَاةِ، فَاَخَذَ شَعْرَهٗ فَدَلَکَهٗ فِی التُّرَابِ وَاَمَرَ بِهٖ فَحُلِقَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو اپنے (سر کے) بال خاک آلود ہونے کے ڈر سے زمین سے اٹھالیتا تو آپ رضی اللہ عنہ نے (آگے بڑھ کر) اس کے بالوں کو مٹی میں رگڑ دیا اور پھر آپ کے حکم پر اس کا سر مونڈ دیا گیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے۔ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند مرفوع احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا اَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۵۴۲)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔'' اسے شیخین (بخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۱۲، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، سنن الترمذی: ۲۷۳، سنن النسائی: ۱۰۹۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۸، سنن الدارمی: ۱۳۵۸، مسند البزار: ۵۱۵۳، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۶۴

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا معلی بن اسد قال حدثنا وهيب عن عبدالله بن طاوس عن ابيه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال النبى ﷺ.....الخ۔ (صحيح البخاري: ۸۱۲)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے۔ بالوں کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کر کے دستار وغیرہ کے اندر کرلیا جائے تاکہ سجدہ میں لٹکنے نہ پائیں، اس سے بھی منع

کیا گیا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے تا کہ وہ بھی سجدہ کریں۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِّنْ وَّرَآءِهٖ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَالَكَ وَلِرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَهُوَ مَكْتُوْفٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۵۴۳)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ عبداللہ بن حارث نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے بال پیچھے سے بندھے ہوئے تھے، تو وہ (ان کے پیچھے) کھڑے ہو کر ان کے بال کھولنے لگے۔ عبداللہ بن حارث نماز کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: آپ کو میرے سر سے کیا کام؟ (یعنی آپ نے میرے بال کیوں کھولے؟) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''بالوں کا جوڑا بنالینا ایسے ہے جیسے کوئی نماز پڑھے اور اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوں۔'' اسے مسلم (۴۹۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۲، سنن ابی داود: ۶۴۷، سنن النسائی: ۱۱۱۴، صحیح ابن خزیمۃ: ۹۱۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۶۷، سنن الدارمی: ۱۴۲۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۱۷۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۰۹۲، السنن الکبری للبیہقی: ۲۶۷۹، معرفۃ السنن: ۳۵۴۴

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عمرو بن سواد العامری اخبرنا عبداللہ بن وهب اخبرنا عمرو بن الحارث ان بکیرا حدثه ان کریبا مولی ابن عباس حدثه عن عبداللہ بن عباس انه رأی عبداللہ بن الحارث.....الخ۔

(صحیح مسلم: ۴۹۲)

فوائد و مسائل:

(۱) مردوں کیلئے بالوں کا جوڑا بنانا بالخصوص نماز میں مکروہ ہے۔ چاہیے انہیں ویسے ہی لمبا چھوڑ دیا جائے اور سجدہ کی حالت میں زمین پر لگنے دیا جائے۔

(۲) جن حضرات کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے جوڑا بنایا ہوا تھا شاید انہیں یہ ارشاد نبوی معلوم نہ تھا۔

{حالتِ نماز میں اگر مٹی کی وجہ سے ایذاء ہو رہی ہو اور توجہ نماز سے ہٹ رہی ہو تو مٹی کو پونچھ سکتے ہیں}

٢٦٩۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ كَانَ رُبَّمَا مَسَحَ جَبْهَتَهُ مِنَ التُّرَابِ وَهُوَ فِيْ الصَّلَاةِ۔

حماد رحمہ اللہ مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بسا اوقات اپنی پیشانی سے مٹی پونچھ لیا کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱۷، باب مسح التراب عن الوجہ قبل الفراغ من الصلاۃ، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حالتِ نماز میں اگر مٹی کی وجہ سے ایذاء ہو رہی ہو اور توجہ نماز سے ہٹ رہی ہو تو مٹی کو پونچھ سکتے ہیں لیکن محض جمال کو باقی رکھنے یا شان کے اظہار کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

{نماز میں اپنے سامنے قبلہ کی جانب نہ تھوکا جائے}

٢٧٠۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ شَبَثِ بْنِ رِبْعِيٍّ اَنَّهُ صَلّٰى فَبَزَقَ اَمَامَهُ فِيْ الْقِبْلَةِ، فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُّصَلٍّ يُّصَلِّيْ اِلَّا اَقْبَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَلَا تَبْزُقْ اَمَامَكَ وَابْزُقْ عَنْ يَّسَارِكَ۔

تمیم بن سلمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شبث بن ربعی نے نماز پڑھی تو اپنے سامنے ہی قبلہ کی جانب تھوک دیا، نماز سے فراغت کے بعد سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ جب کوئی نمازی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو نماز ختم ہونے تک اللہ رب العزت مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (اور اس کی مناجات کو سنتے ہیں)، لہٰذا اپنے سامنے نہ تھوکو، بلکہ اپنی بائیں جانب تھوکو۔

تحقیق:

حسن ہے۔(وله طريق آخر عند عبدالرزاق: ۱۶۸۹)

۱۔امام تمیم بن سلمہ السلمی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۸۰۳)

۲۔ شبث سے مراد غالباً ابو عبدالقدوس شبث بن ربعی التمیمی الیربوعی الکوفی مراد ہیں ان سے امام نسائی رحمہ اللہ نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

۲۷۱۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَمْشِيْ وَعَنْ يَّسَارِهِ رَجُلٌ،فَأَرَادَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ يَّبْزُقَ،فَكَرِهَ اَنْ يَّبْزُقَ عَنْ يَّمِيْنِهِ،فَحَوَّلَ الرَّجُلَ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَبَزَقَ عَنْ يَّسَارِهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جا رہے تھے اور آپ کی دائیں جانب ایک شخص تھا، جب آپ نے تھوکنا چاہا تو دائیں جانب تھوکنا مکروہ جانا اور اس شخص کو دائیں جانب کر کے بائیں جانب تھوکا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۷۲۔يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ،اَنَّهُ قَالَ لاَ تَبْزُقْ فِيْ الصَّلاَةِ اَمَامَكَ وَلاَ عَنْ يَّمِيْنِكَ،وَابْزُقْ عَنْ يَّسَارِكَ اَوْ تَحْتَ قَدَمِكَ الْيُسْرَى.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نماز میں اپنے سامنے اور اپنی دائیں جانب نہ تھوکو، بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ نماز میں بندہ اللہ رب العزت کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے، لہٰذا اس وقت سامنے تھوکنا اس ادب و احترام کے منافی ہے جس کا اختیار کرنا ایسے موقع پر ضروری ہے۔

۲۔ مسجد کو صاف رکھنا ضروری ہے، ایسی حرکات سے پرہیز کرنا چاہیے جو مسجد کی صفائی کے منافی ہوں۔

۳۔ اگر زمین کچی ہو اور اس پر چٹائی وغیرہ بچھی ہوئی نہ ہو تو بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا جائز ہے کیونکہ پاؤں سے رگڑے جانے پر وہ زمین میں جذب ہو جائے گا۔

۴۔ بائیں طرف تھوکنا اس وقت جائز ہے جب اس طرف کوئی دوسرا نمازی نہ ہو، ورنہ بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

۵۔ پختہ فرش پر اور چٹائی یا قالین پر تھوکنا مناسب نہیں کیونکہ یہ صفائی کے منافی ہے، البتہ رومال وغیرہ میں تھوکا جا سکتا ہے۔

۶۔ سفر وغیرہ میں آج کل بھی یہ صورت پیش آ سکتی ہے کہ کوئی انسان کھلی جگہ پر نماز پڑھ لے، جبکہ قریب کوئی مسجد نہ ہو۔ اس صورت میں اگر زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا گیا تو زیر مطالعہ آثار کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔

{مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی}

۲۷۳۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا قَالَتْ: يَااَهْلَ الْعِرَاقِ! قَرَنْتُمُوْنَا بِالْحَمِيْرِ وَالْكِلَابِ وَالسَّنَانِيْرِ، اِنَّهُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْئٌ، وَلٰكِنِ ادْرَأْ عَنْ نَّفْسِكَ مَا اسْتَطَعْتَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے عراق والو! تم لوگوں نے تو ہمیں (یعنی عورتوں کو) گدھوں، کتوں اور بلیوں کے ساتھ ملا دیا ہے؟ (خوب جان لو کہ) نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی، البتہ تم سے جتنا ہو سکے ان چیزوں کو دور کر دو۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد میں اس حدیث کی سند میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان امام اسود بن یزید رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۴۰)

فائدہ:

حدیث میں مذکور مسئلہ کے متعلقہ چند مزید احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

(آثار السنن: ۲۷۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابوجہیم بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر نمازی

کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (سال) کھڑا رہتا تو یہ اُس کیلئے (نمازی کے سامنے سے) گزرنے سے بہتر ہے۔ اسے شیخین (بخاری:۵۱۰، مسلم:۵۰۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۱۰، صحیح مسلم: ۵۰۷، سنن ابن ماجہ: ۹۴۵، سنن ابی داود: ۷۰۱، سنن الترمذی: ۳۳۶، سنن النسائی: ۷۵۶، مسند السراج: ۳۹۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۱، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۱۲۱، مؤطا مالک: ۵۲۶، مؤطا امام محمد: ۲۷۲۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبداللہ بن یوسف، قال اخبرنا مالك، عن ابی النضر مولی عمر بن عبیداللہ، عن بسر بن سعید، ان زید بن خالد، ارسله الی ابی جهیم.....الخ" (صحیح البخاری: ۵۱۰)

فوائد ومسائل:

۱۔ یہاں چالیس سے چالیس سال مراد ہیں نہ کہ چالیس مہینے یا چالیس دن۔ چنانچہ یہ حدیث مسند البرار میں ایک دوسری سند سے ہے جس میں صراحتاً چالیس سال کا ذکر ہے۔ (بحوالہ بلوغ المرام: ۱۸۰)

۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت بڑا گناہ ہے جس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا کتنی سخت ہے تو وہ چالیس سال تک اپنی جگہ پر مستقلاً کھڑے رہنا زیادہ بہتر سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ كَمُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۷۸)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے سترے کے متعلق پوچھا گیا (کہ اس کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اونٹ کے پالان کے پچھلے حصے والی لکڑی کی اونچائی کے برابر ہونا چاہیے۔" اسے مسلم (۵۰۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۰۰، سنن النسائی: ۷۴۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۵۶۱، مسند السراج: ۳۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۱۰۵، السنن الکبری للبیہقی: ۳۴۵۳، جامع الاحادیث: ۲۱۰۴۸، مشکاۃ المصابیح: ۷۷۵۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير، حدثنا عبدالله بن يزيد، اخبرنا حيوة، عن ابی الاسود محمد بن عبدالرحمن، عن عروة، عن عائشة.....الخ" (صحیح مسلم: ۵۰۰)

فائدہ:

معلوم ہوا نمازی کے سامنے سترہ ہونا چاہیے۔ اور سترے کی اونچائی اتنی ہونی چاہیے جتنی اونٹ کے کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّیْ فَاِنَّهُ يَسْتُرُهُ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهُ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ قُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ الْكَلْبِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَصْفَرِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا سَاَلْتَنِیْ فَقَالَ اَلْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطٰنٌ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِیَّ۔ (آثار السنن: ۲۷۹)

☆☆ عبداللہ بن صامت (رحمہ اللہ) (سیدنا) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے کجاوے کے آخری حصے جتنا سترہ (کافی) ہے۔ اور اگر اس کے سامنے کجاوے کے آخری حصے سترہ نہ ہو تو اُس کی نماز کو گدھا، عورت اور کالا کتا (سامنے سے گزر کر) کاٹ دیتا ہے۔" میں نے کہا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! سرخ کتے اور زرد کتے کے مقابلے میں کالے کتے کا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! جس طرح تو نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: "کالا کتا شیطان ہے۔" اسے بخاری کے علاوہ ایک جماعت (مسلم: ۵۱۰، ابوداود: ۷۰۲، ترمذی: ۳۳۸، ابن ماجہ: ۹۵۲، ۳۲۱۰، نسائی: ۷۵۱، احمد ۲۱۳۲۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶، سنن ابی داود: ۷۰۲، سنن الترمذی: ۳۳۸، سنن النسائی: ۷۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۲۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۵۴، مسند ابن الجعد: ۱۱۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۶، مسند البزار: ۳۹۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۰، مسند السراج: ۳۹۵۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة، حدثنا اسماعيل ابن علية، ح قال: وحدثنی زهير بن حرب،

حدثنا اسماعیل بن ابراھیم، عن یونس، عن حمید بن ھلال، عن عبداللہ بن الصامت، عن ابی ذر.....الخ"(صحیح مسلم:۵۱۰)

فوائدومسائل:

۱۔ سترے کی مشروعیت کی حکمت یہ ہے کہ نمازی کے خشوع وخضوع میں فرق نہ پڑے اور شیطان وسوسے ڈال کر نماز کا ثواب کم یا ضائع نہ کردے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سترے کو شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔اگر نمازی کے آگے سترہ موجود ہو تو سترے سے ماوراء گزرنے والا کوئی انسان یا حیوان انسان کے خشوع وخضوع کو کم کرتا ہے نہ ہی اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے۔اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، ہر شخص کو نماز باجماعت میں الگ سے سترہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اس حدیث اور دیگر متعدد احادیث میں یہ مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کسی نے سترہ قائم نہ کیا یا اس کے اور سترے کے درمیان سے عورت، گدھا یا کالا کتا گزر گیا تو نماز قطع ہوجائے گی۔ان احادیث میں قطع صلاۃ کے مفہوم کے تعین میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے:

☆اہل علم کے ایک گروہ نے قطع صلاۃ کے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے اور حدیث (لا یقطع الصلاۃ شیء) ''نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی۔''(سنن ابی داود:۷۱۹) کو اس کا ناسخ کہا ہے۔اور یہی مؤقف زیادہ مضبوط ہے۔

☆اور اہل علم کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں قطع سے نماز کا باطل ہونا مراد نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے خشوع وخضوع میں کمی آجاتی ہے اور نماز کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔مگر یہ توجیہ غلط ہے کیونکہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ایک طریق میں (تعاد الصلاۃ من ممر الحمار والمرأۃ والکلب الاسود) ''گدھے، عورت اور سیاہ فام کتے کے گزرنے سے نماز لوٹائی جائے۔''(صحیح ابن خزیمہ:۸۳۱، صحیح ابن حبان:۲۳۹۱) کے الفاظ آئے ہیں جس سے قطع صلاۃ کا مفہوم نماز کا باطل ہونا متعین ہوتا ہے۔لہٰذا صحیح مؤقف یہی ہے کہ قطع صلاۃ کی احادیث دوسری احادیث کے پیش نظر منسوخ ہیں۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن:۲۸۰)

☆☆(حضرت سیدنا) طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز (سترہ) رکھ کر نماز پڑھے تو پھر نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔''اسے مسلم (۴۹۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۹، سنن ابن ماجہ: ۹۴۰، سنن ابی داود: ۶۸۵، سنن الترمذی: ۳۳۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۸۴۳، مسند السراج: ۳۶۰، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۳۷۹، المسند المستخرج من صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۱۰۳، السنن الکبری للبیہقی: ۳۴۵۵۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن یحییٰ، وقیتبة بن سعید، وابوبکر بن ابی شیبة قال یحییٰ: اخبرنا۔ وقال الآخران: حدثنا ابو الاحوص، عن سماك، عن موسی بن طلحة، عن ابیه۔۔۔۔۔ الخ"(صحیح مسلم: ۴۹۹)

فائدہ:

مطلب یہ کہ جب نمازی سترہ کے قابل کسی چیز کو اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھے اور سترہ کے سامنے سے کوئی چیز گزرے تو اس کا خیال نہ کرے، کیونکہ سترہ کی موجودگی میں سامنے سے کسی کا گزرنا نماز کے خشوع وخضوع پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "پروہ نہ کرے۔" کا تعلق گزرنے والے سے ہو۔ یعنی اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو اس کے سامنے سے گزرنے والا شخص کچھ پرواہ نہ کرے، کیونکہ سترہ کی موجودگی میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ. رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (اثار السنن: ۲۸۱)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "نماز کو کتا، گدھا اور عورت (نمازی کے سامنے سے گزر کر) توڑ دیتے ہیں۔" اسے بزار (مسند البزار: ۷۴۶۱، کشف الاستار: ۵۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند البزار: ۷۴۶۱، کشف الاستار: ۵۸۲، مسند الحارث: ۱۶۳، الاحادیث المختارۃ: ۲۵۳۸، تنقیح التحقیق لابن عبد الہادی: ۹۱۶، مجمع الزوائد: ۲۲۹۲، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۱۱۳۷۔

اور صحیح ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں، امام بزار رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن محمد بن السکن، حدثنا یحییٰ بن کثیر، حدثنا شعبة، عن عبیداللہ بن ابی بکر، عن انس۔۔۔۔۔ الخ"(مسند البزار: ۷۴۶۱)

فائدہ:

یہ حدیث دوسری حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (دیکھئے: آثار السنن کی حدیث نمبر: ۲۸۴)

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِيْ بَادِيَةٍ لَّنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلّٰى فِيْ صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَّحِمَارَةٌ لَّنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى بِذٰلِكَ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۸۲)

☆☆ (سیدنا) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے دیہاتی مقام میں تھے، آپ کے ساتھ عباس (رضی اللہ عنہ) بھی: تھے، پھر آپ نے صحراء میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے سترہ نہیں تھا۔ ہماری ایک گدھی اور ایک کتیا آپ کے سامنے کھیلتی رہیں۔ اسے ابوداود (۷۱۸) نے اورنسائی (۷۵۴) نے اسی طرح روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۷۱۸، سنن النسائی: ۷۵۴، السنن الکبری للبیہقی: ۳۵۰۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۸۲۴۴، شرح السنۃ للبغوی: ۵۴۹، جامع الاصول: ج ۵ ص ۵۰۸، نصب الرایہ: ج ۲ ص ۸۲، الدرایہ: ۲۲۴، المسند الجامع: ۱۱۱۳۶۔

اورامام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبدالملك بن شعيب بن الليث، قال: حدثني ابي، عن جدي، عن يحيىٰ بن ايوب، عن محمد بن عمر بن علي، عن عباس بن عبيدالله بن عباس، عن الفضل بن عباس......الخ"

(سنن ابی داود: ۷۱۸)

اور امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ھ وغیرہ کے نزدیک بلحاظ سند حسن ہے۔ (دیکھئے: خلاصۃ الاحکام ۱۷۴۶، المجموع شرح المہذب: ج ۳ ص ۲۵۱، وغیرہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جِئْتُ اَنَا وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ عَلٰى حِمَارٍ فَمَرَرْنَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَنَزَلْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ يَأْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْاَرْضِ اَوْ قَالَ نَبَاتِ الْاَرْضِ فَدَخَلْنَا مَعَهٗ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَكَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ لَا. رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

(آثار السنن: ۲۸۳)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور بنی ہاشم کا ایک لڑکا ایک گدھے پر آئے، پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے اور آپ نماز پڑھ رہے تھے، پھر ہم گدھے سے نیچے اُتر آئے اور اسے گھاس سبزہ کھانے کیلئے چھوڑ دیا، پھر ہم نماز میں داخل ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی برچھی (نما لکڑی) تھی؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اسے ابویعلیٰ (۲۴۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۲۳، سنن ابی داود: ۷۱۶، ۷۱۷، مسند ابن الجعد: ۹۰، مجمع الزوائد: ۲۳۱۶۔
اور صحیح و ثابت ہے اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا علی بن الجعد، اخبرنا شعبة، عن عمرو بن مرة قال سمعت یحییٰ بن الجزار، عن ابن عباس.....الخ" (مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۴۲۳)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حِمَارٌ فَقَالَ عَيَّاشُ بْنُ رَبِيْعَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنِ الْمُسَبِّحُ اٰنِفًا سُبْحَانَ اللّٰهِ قَالَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ اَنَّ الْحِمَارَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۸۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو آپ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا، عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو پوچھا: ''کس نے ابھی سبحان اللہ کہا تھا؟'' انہوں نے کہا: مین نے یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے، آپ نے فرمایا: ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔'' اسے دارقطنی (۱۳۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
سنن الدارقطنی: ۱۳۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۵۰۶، مسند عمر بن عبد العزیز: ۸، کنز العمال: ۱۹۲۴۱۔
امام ابو الحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا القاضی الحسین بن الحسین بن عبد الرحمن الانطاکی، ثنا ابراهیم بن منقذ الخولانی، نا ادریس بن یحییٰ ابو عمرو المعروف بالخولانی، عن بکر بن مضر، عن صخر بن عبد الله بن حرملة، انه سمع عمر بن عبد العزیز، یقول عن انس......الخ" (سنن الدارقطنی: ۱۳۸۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے، حتی کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۳، ص ۴۶) اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ امام قاضی ابو عبد اللہ حسین بن حسین بن عبد الرحمن انطاکی المعروف ابن الصابونی رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی ہیں۔
(تاریخ بغداد: ۷/ ۴۰۴)

۲۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن منقذ بن ابراہیم بن عیسیٰ مصری عصفری رحمہ اللہ ''ثقہ'' راوی ہیں۔(سیر اعلام النبلاء ۶:۲۱۴)
۳۔ امام ابوعمرو ادریس بن یحییٰ مصری خولانی رحمہ اللہ ''صدوق صالح'' راوی ہیں۔(ایضاً:۱۵۶۵)
۴۔ امام ابومحمد بکر بن مضر بن محمد بن حکیم مصری رحمہ اللہ صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(تاریخ الثقات:۱۶۵)
۵۔ امام صخر بن عبداللہ بن حرملہ مدلجی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔(ایضاً:۶۹۴)
۶۔ امام ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثبت حجۃ حافظ'' راوی ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ:۱۰۴)

ئدہ:

س حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے، گدھے اور عورت وغیرہ کے گزرنے سے نماز ٹوٹنے والی سابقہ احادیث منسوخ ہیں۔

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ یَقُوْلُ لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ شَیْئٌ مِّمَّا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ۔ رَوَاہُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن:۲۸۵)

☆☆ سالم بن عبداللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: نمازی کے سامنے سے جو چیز بھی گزرے، نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ اسے مالک (المؤطا:۵۳۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک:۵۳۴، مؤطا محمد:۲۷۵، مصنف عبدالرزاق:۲۳۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ:۲۸۸۶، شرح معانی الآثار للطحاوی:۲۶۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی:۳۵۱۳۔

اور بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اس کا شاہد بھی پایا جاتا ہے (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ:۲۸۸۶)، امام مالک رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله، ان عبدالله بن عمر ...... الخ" (الموطا:۵۳۴)

وَعَنْہُ قَالَ قِیْلَ لِاِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَیَّاشِ بْنِ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ یَقُوْلُ یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ الْکَلْبُ وَالْحِمَارُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَا یَقْطَعُ صَلٰوۃَ الْمُسْلِمِ شَیْئٌ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن:۲۸۶)

☆☆ سالم بن عبداللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: بے شک عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں: نماز کو کتا اور گدھا کاٹ دیتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی۔ اسے طحاوی (۲۶۶۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔(الحدیث: ش ۱۲۳،ص ۴۶)،امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یونس، قال: ثنا سفیان، عن الزھری، عن سالم قال قیل لابن عمر......الخ"(شرح معانی الآثار: ۲۶۶۴)

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَا لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ وَّادْرَؤُوْا عَنْهَا مَا اسْتَطَعْتُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۸۷)

☆☆ سعید بن المسیب (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی اور تم جتنی استطاعت رکھتے ہو تو ان (گزرنے والی چیزوں) کو ہٹادو۔ اسے طحاوی (۲۶۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح وثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔(الحدیث: ش ۱۲۳،ص ۴۷)،امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا ابوبکرۃ، قال روح، قال شعبۃ، وسعید بن ابی عروبۃ، وھشام بن ابی عبداللہ، عن قتادۃ، عن سعید بن المسیب......الخ"(شرح معانی الآثار: ۲۶۶۷)

{نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور عائشہؓ آپ کے پہلو میں سوئی ہوتی تھی}

۲۷۴۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ وَاَنَا نَائِمَةٌ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلَيْهِ ثَوْبٌ جَانِبُهٗ عَلَيَّ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوتی تھی اور آپ نے جو کپڑا اوڑھا ہوتا تھا اس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا تھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

جامع المسانید میں اس حدیث کی سند میں امام نخعی رحمہ اللہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان امام اسود بن یزید رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔(جامع المسانید: ج ۱ص ۳۵۷)

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی حدیث کو اختیار کرتے ہیں

اوراس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۳۸)

{دورانِ نماز جوں مارنے اور مٹی میں دبانے سے نماز نہیں ٹوٹے گی}

۲۷۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اَخَذَ قَمْلَةً وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَدَفَنَهَا فِی الْحَصَی وَقَرَءَ{أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا۔(المرسلات: ۲۶،۲۵)۔}

ابورزین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز میں ایک جوں کو پکڑ کر کنکروں میں دفن کر دیا اور پھر پڑھا: {أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا۔}، (کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ سمیٹ کر رکھنے والی ہے، زندوں کو بھی مردوں کو بھی؟)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۴۷، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۳۵۱، السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۰۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوبکر عاصم بن ابی النجود بہدلہ الکوفی المقری رحمہ اللہ ذاتی اعتبار سے کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۷۶۳)

۲۔ امام ابورزین مسعود بن مالک بن معبد الاسدی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۱۱، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۶۵، الکاشف: ۵۴۰۰)

فائدہ:

جمہور اہل علم کے نزدیک دورانِ نماز جوں مارنے اور مٹی میں دبانے سے نماز نہیں ٹوٹے گی البتہ عمل کثیر نہیں ہونا چاہئے عمل کثیر ہونے کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی اور دہرانی پڑے گی۔

{نماز میں کسی کو چھینک آجائے تو کیا جواب میں "یرحمک اللہ" کہا جا سکتا ہے؟}

۲۷۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلٌ اِلٰی جَنْبِیْ وَاَنَا فِی الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَہٗ

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ،فَسَأَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ ذٰلِكَ،فَقَالَ: لَا بَأْسَ أَخُوْكَ دَعَوْتَ لَهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: دوانِ نماز میرے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے جواب میں کہہ دیا کہ اللہ تم پر رحم کرے اور پھر میں نے یہ مسئلہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، تو نے اپنے بھائی کے لیے دعا ہی تو کی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سب سے پہلے لکڑی پر سجدہ کرنے کو پیش کرنے والا شیطان ہے}

۲۷۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْعُوْدِ الَّذِيْ يَسْجُدُ عَلَيْهِ اِبْلِيْسُ وَكَانَ يَكْرَهُهُ مِنْ اَجْلِ النَّصَارٰى وَصُلُبِهِمْ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے لکڑی پر سجدہ کرنے کو پیش کرنے والا شیطان ہے اور (امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نصاریٰ اور ان کی صلیبوں سے مشابہت کی وجہ سے لکڑی پر سجدہ کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج۱ص۱۷۵رقم الحدیث:۴۱۴۴باب صلاۃ المریض،مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۱ص۵۱۳رقم الحدیث:۲۸۲۹باب فی صلاۃ المریض.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند عبدالرزاق:۴۱۴۴)

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث کی سند میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان ثقہ وصدوق راوی امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔(مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۸۲۹)

فائدہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث قدرے تفصیل کے ساتھ منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ کی عیادت کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لکڑی پر سجدہ کر رہے تھے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ نے لکڑی کو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ چیز شیطان کی طرف سے پیدا کی گئی ہے۔ تم اپنے چہرے کو زمین پر رکھو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لو۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۸۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لکڑی یا کوئی اور چیز اٹھا کر سجدہ کرنا مناسب نہیں، اگر بیمار آدمی سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمًا وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (آثار السنن: ۸۰۳)

☆☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی۔ پس اس بارے میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اگر ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر۔'' اسے مسلم کے سوا محدثین کی جماعت (بخاری: ۱۱۱۷، ابن ماجہ: ۱۲۲۳، ابوداود: ۹۵۲، ترمذی: ۳۷۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ''اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھو۔ اللہ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے (بحوالہ التلخیص الحبیر: ۳۳۴)۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳، سنن ابی داود: ۹۵۲، سنن الترمذی: ۳۷۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۸۱۹، المنتقی لابن الجارود: ۲۳۱، مسند الرویانی: ۱۴۵، سنن الدارقطنی: ۱۴۲۵، ۱۴۲۷، السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۵۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۸۸، شرح السنۃ: ۹۸۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان عن عبداللہ عن ابراھیم بن طھمان قال حدثنی الحسین المکتب عن ابن بریدۃ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۱۷)

فوائد و مسائل:

۱۔ اسلام دین فطرت ہے، اس میں بندوں کی فطری کمزوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

۲۔ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب نہیں، خواہ فرض ہو یا نفل کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''آدمی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہوتا ہے (صحیح مسلم: ۷۳۵)۔''

۳۔ شدید مرض کی صورت میں جب آسانی سے بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۴۔ اس سے نماز کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، صرف اس کے احکام ومسائل میں نرمی کردی گئی ہے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ اَوْمَأَ بِرَأْسِهٖ اِيْمَآءً وَّلَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی کی طرف (سجدے کے لئے) کسی چیز کو نہ اٹھائے۔ اسے مالک (۵۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهما كان يقول۔۔۔۔الخ۔ (مؤطا مالك: ۵۸۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔

فائدہ:

" لَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئًا " مطلب یہ ہے کہ لیٹ کر یا بیٹھ کر جب سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کرے گا تو اس کیلئے کوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے بقول سلف وخلف کے اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔

{گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا ناپسندیدہ ہے}

۲۷۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ بَعِيْرًا فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَاوَجَدْتَّهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْبُيُوْتَ بُنِيَتْ لِلَّذِيْ بُنِيَتْ لَهٗ.

علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم ﷺ نے ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ مسجد میں اونٹ کے گم ہو جانے کا اعلان کر رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: " تجھے وہ (اونٹ) نہ ملے۔ مسجدیں تو جس کام کے لیے بنی ہیں، اسی کے لیے ہی بنی ہیں۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۶۹، سنن ابن ماجہ: ۷۶۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۸۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۱، مسند ابن الجعد: ۲۰۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۹۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۴۴، السنن الکبری للنسائی: ۹۹۳۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:

۱۷۴، مسند الرویانی: ۴، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۳۰۱، مستخرج ابی عوانۃ: ۱۲۱۴، صحیح ابن حبان: ۱۶۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۴۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

صحیح مسلم میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

" حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن ابی سنان عن علقمۃ بن مرثد عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ.......الخ۔ "(صحیح مسلم: ۵۶۹)

فوائد ومسائل:

۱۔اس بدعا کا مقصد گم شدہ چیزوں کے مسجد میں اعلان سے ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔یہ بھی تنبیہ کا ایک اسلوب ہے۔
۲۔مسجدوں کی تعمیر کا مقصد نماز کی ادائیگی، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتعلم ہے، مسجد سے باہر گم ہونے والی چیزوں کی تلاش نہیں۔

{مسجد میں نماز ہو چکی ہو تو نماز کا فرضوں سے آغاز کیا جائے}

۲۷۹۔(يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ) عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ مَسْجِدًا قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَابْدَأْ بِالْمَكْتُوبَةِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تو مسجد میں داخل ہو اور نماز ہو چکی ہو تو فرض نماز سے آغاز کر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں اور باقاعدہ وقت پر اذان اور جماعت ہوتی ہو، اس مسجد میں باجماعت نماز اپنے وقت پر ادا کی جا چکی ہو، اس کے بعد اس مسجد میں اُسی وقت کی دوسری جماعت مکروہ ہے، خواہ دوسری جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو۔

نبی مکرم ﷺ کے اپنے عمل، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہم سب کا یہی مؤقف ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔(ملاحظہ ہو رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ص ۳۳۱، میزان الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۲۶)

امام مالک رحمہ اللہ کا مؤقف:

جماعتِ ثانیہ کے جواز کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ م ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ:
''پہلی جماعت سے رہ جانے والے لوگ اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھیں۔'' (المدونۃ الکبری: ج ۱ ص ۱۲۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا مؤقف:

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ م ۲۰۴ھ فرماتے ہیں:

وانا قد حفظنا ان قد فاتت رجالا معه (ﷺ) الصلاة ،فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين على ان يجمعوا وان قد فاتت الصلاة فى الجمعة قوما فجاء وا المسجد ،فصلى كل واحد منهم منفردا وقد كانوا قادرين على ان يجمعوا فى المسجد.....وانما كرهت ذلك لهم (اى تكرار الجماعة فى المسجد)لانه ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم .(كتاب الام : ج١ص١٣٦)

ہم کو یہ بات محفوظ ہے کہ بہت سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جماعت نہیں ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے علم میں تنہا نماز پڑھی حالانکہ وہ جماعت ثانیہ پر قادر تھے اور بہت سے صحابہ سے جماعت فوت ہوگئی پھر وہ مسجد میں تشریف لائے نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ مسجد میں جماعت ثانیہ پر قادر تھے۔۔۔۔۔۔میں جماعتِ ثانیہ کو اس لئے مکروہ سمجھتا ہوں کہ ہم سے پہلے سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے اس سے کراہت ظاہر کی ہے۔

کراہتِ جماعت ثانیہ کے چند دلائل:

(۱)۔ جماعتِ ثانیہ کی کراہت پر دلیل ایک تو سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث ہے:

عَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِيْ الْمَدِيْنَةِ يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ اِلٰى مَنْزِلِهِ فَجَمَعَ اَهْلَهُ فَصَلّٰى بِهِمْ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۵۲۶)

☆☆ (سیدنا) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اطراف سے نماز کے ارادہ سے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو حضور ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کرکے ان کے ساتھ (باجماعت) نماز ادا کی۔'' اسے طبرانی نے (المعجم) الکبیر اور (المعجم) الاوسط (۴۶۰۱) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۷۷ میں) کہا ہے کہ اس کے

تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان بن احمد قال نا هشام بن خالد الدمشقي قال نا الوليد بن مسلم قال اخبرني ابو مطيع معاوية بن يحيىٰ عن خالد الحذاء عن عبد الرحمن بن ابي بكرة عن ابيه.....الخ.

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۶۰۱)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی حافظ ہیثمی رحمہ اللہ سے ''رجالہ ثقات'' اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد: ۲۱۷۷) نقل کر کے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تمام المنہ: ج ا ص ۱۵۵، مجلہ الدعوۃ لاہور، محرم ۱۴۱۸ھ مئی ۱۹۹۷ء ص ۴۴)

دور حاضر کے بعض جدید محققین کی طرف سے اس حدیث کے ایک راوی ولید بن مسلم پر تدلیس کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں اس پر تدلیس کا الزام بالکلیہ باطل ہے کیونکہ اس نے ابو مطیع معاویہ بن یحییٰ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

اس حدیث میں جس میں صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے اطراف سے نماز کے اردہ سے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بجائے گھر میں جماعت کرانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسجد میں جماعتِ ثانیہ درست عمل نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد سے متصل تھا، دُور نہ تھا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد چھوڑ کر گھر میں باجماعت نماز ادا فرمائی، جب کہ مسجد میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل واضح ثبوت ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔

یہاں کچھ لوگ اعتراض کریں کہ شاید اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں جماعت کرانے کیلئے آدمی نہ ملے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تنہا کبھی نہ جاتے تھے بلکہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے، اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی کچھ لوگ ہمراہ ہوں گے، دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں کو بھی مسجد میں بلا کر مسجد میں جماعت کر سکتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں کا مسجد میں آنا ایک معمول کی بات تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جماعت مسجد میں ہی مکروہ ہے مسجد سے باہر جائز ہے۔

(۲)۔ ابوداود (۵۶۴) اور نسائی (۸۵۵) وغیرہ میں ایک حدیث یوں آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو بھی اس کو جماعت کا ثواب ہوگا اور اس کے ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔''

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی تو حضور ﷺ اس آنے والے صحابیؓ کو پہلی جماعت کے ثواب کا لالچ نہ دیتے۔ بلکہ کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے دوسری جماعت کروانے کا حکم دیتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسے نہیں کیا۔ جس سے یہ بات ہر ذی شعور کو سمجھ میں آجاتی ہے کہ جماعت ثانی مقامی حضرات کے لئے جائز نہیں۔

(۳)۔ حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو نماز میں شریک نہ پایا تو آپ ﷺ نے نہایت غضب ناک ہو کر فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ کسی شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا کہہ دوں اور خود ان لوگوں کی طرف چلا جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کا ڈھیر جمع کریں اور میں ان کے گھروں کو جلا دوں۔'' (بخاری: ج ۱ ص ۸۹، مسلم: ج ۱ ص ۲۳۲ واللفظ لہ)

اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو پہلی جماعت میں شرکت نہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں ایسی شدید قسم کی سزا دینے کا حضور ﷺ ارادہ نہ فرماتے جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ پھر تو پہلی جماعت سے رہ جانے والے لوگ دوسری جماعت کرا لیتے کوئی پریشانی کی بات نہ تھی۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ پہلی جماعت ہی میں شرکت ضروری ہے، دوسری جماعت مکروہ ہے اور شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے۔ دوسری جماعت کی گنجائش ہوگی تو لوگ پہلی جماعت میں شرکت کو ضروری نہیں سمجھیں گے۔

(۴)۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جب کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء حضرت علقمہ رحمہ اللہ اور حضرت اسود رحمہ اللہ سمیت گھر جا کر با جماعت نماز ادا کی۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۳۸۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۸۰۔ سندہ صحیح ورواتہ ثقات)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی حضور ﷺ کے عمل کے مطابق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔ چنانچہ احناق کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اگر محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت جائز ہوتی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جماعت نہ کراتے کیونکہ یہ بات مسلم اور معلوم ہے کہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔۔۔۔ پھر مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دستیاب ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔''

(تمام المنۃ: ج ۱ ص ۱۵۵)

(۵)۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی ایسی مسجد میں آتے جس میں جماعت ہو چکی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکیلے اکیلے نماز پڑھتے۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۳۲۳)

(۶)۔ عبدالرحمن بن مجبر رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ (جو کہ فقہاء مدینہ اور اکابر تابعین میں سے

تھے۔ن) کے ساتھ مسجد جمعہ میں اس وقت داخل ہوا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگوں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ دوسری جماعت نہیں کرتے؟ تو حضرت سالم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک ہی نماز کیلئے ایک مسجد میں دو مرتبہ جماعت نہیں کی جاسکتی۔(المدونۃ الکبری: ج ا ص ۸۹۔سندہ صحیح ورواتہ ثقات)

الغرض مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں اور باقاعدہ وقت پر اذان اور جماعت ہوتی ہو، اس مسجد میں باجماعت نماز اپنے وقت پر ادا کی جاچکی ہو، اس کے بعد اس مسجد میں اُسی وقت کی دوسری جماعت مکروہ ہے۔

جواز کے قائلین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

البتہ خصوصاً دورِ حاضر کے بعض حضرات ایک مسجد میں جماعتِ ثانیہ کروانے کے بڑی شدت کے ساتھ قائل ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مستدلات پر بھی ہلکی سی بحث کرتے چلیں تاکہ قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آسکیں۔

دلیل نمبر ا:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَصْحَابِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ذَا فَیُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلّٰی مَعَهٗ۔رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمَذِیُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔(آثار السنن: ۵۲۷)

☆☆(سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے؟ تو لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔'' اسے احمد (۱۱۴۰۸)، ابوداود (۵۷۴) ترمذی اور حاکم (۷۵۸) نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی نے حسن اور حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۴۰۸، سنن ابی داود: ۵۷۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۵۸، سنن الدارمی: ۱۴۰۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۴، المعجم الصغیر للطبرانی: ۶۰۶، السنن الکبری للبیہقی: ۵۰۰۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۳۳۳۔

اور شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا سعید عن سلیمان عن ابی المتوکل عن ابی سعید الخدری۔۔۔۔الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۴۰۸)

مگر اس حدیث سے جماعتِ ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ دیگر بعض روایات میں صراحت ہے کہ دوبارہ

نماز کیلئے اٹھنے والے شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے تو ان کی نماز نفل تھی اور دوسرے صاحب کی فرض۔اس حدیث میں نفل پڑھنے والے کا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے جو کہ بالاتفاق جائز ہے۔مکروہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں فرض پڑھ رہے ہوں جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً جَآءَ وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ يُصَلِّيْ وَحْدَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيْ مَعَهٗ. اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.(آثار السنن:۵۲۹)

☆☆(سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تھے، وہ کھڑا ہو کر اکیلے نماز پڑھنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس پر تجارت کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے؟ اسے دارقطنی (۱۰۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بھی حسن درجہ کی ہے۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعد ثنا عمر بن محمد بن الحسن الاسدی ثنا ابی نا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس.....الخ۔(سنن الدارقطنی:۱۰۸۱)

مگر اس حدیث سے بھی جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے بارے میں شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ کوئی راستہ کی مسجد تھی اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مسند ابی یعلی الموصلی (۴۳۵۵) کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ یہ مسجد بنی ثعلبہ تھی۔(فتح الباری: ۲/ ۱۰۹ بحوالہ توضیح السنن: ج ۲ ص ۷۴۲)

لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ یہ کوئی راستہ کی مسجد تھی جہاں گزرنے والے مسافر نماز پڑھا کرتے تھے اور ایسی راستہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ بالاتفاق جائز ہے۔احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی لکھا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں شاید ایسی مسجد کا ذکر ہے جس میں باقاعدہ امام اور مؤذن مقرر نہ تھا اور ایسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے۔(تمام المنۃ: ج ۱ ص ۱۵۶)

{شرعی مسائل خوابوں سے ثابت نہیں ہوتے}

۲۸۱۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدِ اجْتَمَعَ فِيْهِ النَّاسُ، وَقَدِ امْتَلَاَ، فَقَالَ مَا شَاْنُ النَّاسِ، قَالُوْا: اِنَّ رَجُلاً رَاٰى فِي الْمَنَامِ اَنَّهٗ مَنْ صَلَّى اللَّيْلَةَ فِي الْمَسْجِدِ غُفِرَلَهٗ. قَالَ: فَجَعَلَ يُنَادِيْ وَيَهْتِفُ.

وَيْلَكُمْ اخْرُجُوْا، لَا تُعَلِّبُوْا مَرَّتَيْنِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک رات مسجد کی طرف تو نکلے تو آپ نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے، آپ نے لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا ہے کہ جس شخص نے آج رات مسجد میں نماز پڑھی اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (راوی کا بیان ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو، لوگوں کو دوسری مرتبہ آنے کی تکلیف نہ دو۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله طريق آخر عند ابن ابي شيبة: ٣٠٤٧٥)

فوائد و مسائل:

١۔ مصنف ابن ابی شیبہ (٣٠٤٧٥) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اخرجوا لا تغتروا فانما هي نفخة شيطان" مسجد سے نکل جاؤ، دھوکہ نہ کھاؤ، کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔

٢۔ نبی کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے کیونکہ اس پر شیطان کا اثر نہیں ہوتا، البتہ بعض اوقات وہ خواب ایسا ہوتا ہے جس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیک آدمی کو کبھی غلط خواب بھی آتے ہیں کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتا، تاہم جتنا زیادہ نیک ہوا اتنا زیادہ اس کے خواب کے سچا ہونے کی امید ہوتی ہے۔

٣۔ شرعی مسائل خواب سے ثابت نہیں ہوتے، ان کے لیے دلائل شرعیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس شرعی) کی ضرورت ہے۔ کسی کا یہ دعویٰ کہ عالم خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام کرنے پر جنت کی یا مغفرت کی بشارت دی ہے، قابل قبول نہیں۔

٤۔ بعض لوگ خصوصاً دورِ حاضر کے مبتدعین جھوٹ موٹ نبی علیہ السلام کی زیارت کا دعویٰ کر دیتے ہیں، حالانکہ انہیں ایسا کوئی خواب نہیں آیا ہوتا۔ یہ بہت بڑا گناہ اور نہایت سنگین جرم ہے۔

{تین باتوں کا خیال رکھو اور دو باتوں سے باز آ جاؤ}

٢٨٢۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ حُمْرَانَ اَنَّهُ قَالَ: مَارُوِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَطُّ اِلَّا وَاَقْرَبُ النَّاسِ مِنْهُ مَجْلِسًا حُمْرَانُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ ذَاتَ يَوْمٍ: يَا حُمْرَانُ مَا اَرَاكَ لَزِمْتَنَا اِلَّا لِتَسْتَفِيْدَ مِنَّا خَيْرًا، قَالَ اَجَلْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ انْظُرْ ثَلَاثًا،

فَأَمَّا اثْنَتَانِ فَإِنِّي أَنْهَاكَ عَنْهُمَا،وَأَمَّا وَاحِدَةٌ فَإِنِّي آمُرُكَ بِهَا۔
قَالَ: مَاهُوَ؟قَالَ:لاَ تَمُوْتَنَّ وَعَلَيْكَ دَيْنٌ،إِلاَّ دَيْنًاتَتْرُكُ لَهُ وَفَاءً،وَلاَ تَنْتَفِيَنَّ مِنْ وَلَدِكَ فَإِنَّهُ يُسَمَّعُ بِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَاسَمَّعْتَ بِهِ فِي الدُّنْيَاقِصَاصًا{وَلاَيَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا۔(الكهف:۴۹)}، وَلاَ تَدَعَنَّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِفَإِنَّ فِيهِمَاالرَّغَائِبَ۔

علی رحمہ اللہ،حمران رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب بھی حدیث بیان کرتے دیکھتا توحمران رحمہ اللہ کوسب سے زیادہ ان سے قریب بیٹھے دیکھتا۔ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:اے حمران! آپ ہمارے ساتھ اس لئے رہتے ہیں تا کہ آپ ہم سے علمی استفادہ کرسکیں؟انہوں نے عرض کیا:جی ہاں!اے ابوعبدالرحمن (یہ حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے) آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:''تین باتوں کا خیال رکھو،دو باتوں سے میں تم کوروکتاہوں اورایک بات کاحکم دیتاہوں۔''انہوں نے عرض کیااے ابوعبدالرحمن وہ کیاہیں؟تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ا۔تم اس حالت میں وفات نہ پانا کہ تم پرقرض ہومگر یہ کہ اسے پورا کرنے کے لیےکوئی چیز چھوڑ جاؤ۔ ۲۔کبھی بھی اپنے بیٹے کی نفی (انکار) نہ کرنااس لیے کہ تم دنیامیں اسے مشہورکروگے بالکل اسی طرح تمہیں قیامت کے روزمشہورکیاجائے گا،تمہارا پروردگارکسی پرظلم نہیں کرتا۔ ۳۔فجر کی دو (سنت) رکعتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ یہ بڑاثواب دلانے والی ہیں۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۳۲۵، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۱۷۴، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص۴۴۹، مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ۱۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔
۱۔ امام ابو الحارث علقمہ بن مرثد الحضرمی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۴۰۱۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۶۲، الکاشف: ۳۸۷۴)
۲۔ امام ابو الوازع علی بن اقمر بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۱۷۵)
۳۔ امام حمران بن ابان النمری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔(تقریب: ۱۵۱۳، تہذیب الکمال: ۱۴۹۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ بلاضرورت قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہیے اگر کسی مجبوری کے باعث لینا ہی پڑ جائے تو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے یا پھر کم از کم اس کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑ جائے۔

۲۔ اپنی اولاد کا انکار کرنا بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے۔ بعض روایات کے مطابق ایسے شخص کو قیامت میں انتہائی ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

۳۔ فجر کی سنتوں کی اہمیت اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکیدی ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۶۷۳)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نوافل میں سے، فجر کی دو سنتوں کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۶۹، مسلم: ۷۲۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۶۹، صحیح مسلم: ۷۲۴، سنن ابی داود: ۱۲۵۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۶۷، مسند البزار: ۱۸۲، السنن الکبری للنسائی: ۴۵۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۰۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۱۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۸۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۶۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا بیان بن عمرو حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا ابن جریج عن عطاء عن عبید بن عمیر عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۶۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۶۷۴)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔ اسے بخاری (۱۱۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۲، سنن ابی داود: ۱۲۵۳، سنن النسائی: ۱۷۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۶۱۴، مسند اسحاق بن

راہویہ: ۱۶۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۴۷۹، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۶۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۴۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۸۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن شعبة عن ابراهیم بن محمد بن المنتشر عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها.....الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۸۲)

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۷۵)

☆☆ انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔'' اسے مسلم (۷۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۵، سنن الترمذی: ۴۱۶، سنن النسائی: ۱۷۵۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۳۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۲۸۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۶۷۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۰۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۴۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۸۵

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ ن اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبید الغبری حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفی عن سعد بن هشام عن عائشة عن النبی ﷺ.....الخ. (صحیح مسلم: ۷۲۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنتوں کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ ''دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے'' اس سب سے زیادہ قیمتی اور کار آمد ہے۔ دنیا و مافیہا سب فانی ہے اور ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ انشاء اللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَدَعُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۰۸)

☆☆ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں مت چھوڑو اگرچہ دشمن کے گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔ اسے احمد (۹۲۵۳) اور ابوداود (۱۲۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

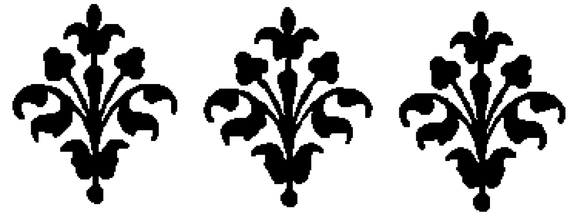
مسند الامام احمد بن حنبل : ۹۲۵۳، سنن ابی داود: ۱۲۵۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی : ۴۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۸۲، السنن الکبری للبیہقی : ۴۱۵۷، معرفة السنن والآثار للبیہقی :۵۲۸۱، جامع الاصول: ۴۰۷۵، بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام: ۱۱۲۷۔

اور حسن درجہ کی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خلف بن الولید قال حدثنا خالد عن عبدالرحمن بن اسحاق عن محمد بن زید عن ابن سیلان عن ابی هریرة.....الخ۔(مسند الامام احمد: ۹۲۵۳)

فائدہ:

اس حدیث اور دیگر احادیث سے صبح کی سنتوں کی اہمیت واضح ہے اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکیدی ہے۔



۱۳-بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ
وتروں اور نوافل کا بیان

سنتوں اور نوافل کو فرضوں سے پہلے اور بعد میں ادا کرنے کی حکمت:

شب و روز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب و تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ پھر ان میں سے جن کے لئے آپ ﷺ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ ﷺ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا ان کو عرف عام میں ''سنت'' کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو ''نوافل'' (نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو ''نوافل'' کہا گیا ہے)۔

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے (اور اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر اور مسجد میں ادا کی جاتی ہے) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کے دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کر لیا جائے، اور ملاء اعلیٰ سے ایک قرب و مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کا کچھ تدارک بعد والی ان سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔ (بطور جملہ معترضہ کے یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جن نمازوں سے پہلے یا بعد میں سنتیں یا نفلیں پڑھنے کی ترغیب نہیں دی گئی ہے یا صراحۃً منع کیا گیا ہے، اس کی کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے جو انشاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کی جائے گی)۔

فرضوں کے آگے یا پیچھے والے سنن و نوافل کے علاوہ جن نوافل کی مستقل حیثیت ہے مثلاً دن میں ''چاشت'' اور رات میں ''تہجد'' یہ دراصل تقرب الی اللہ کے خاص طالبین کے لیے ترقی اور تخصص کا مخصوص نصاب ہے۔

{فجر کی سنتوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا اجماعی طرز عمل}

۲۸۳۔ وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَجْتَمِعْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ كَمَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ، وَالتَّكْبِيرِ بِالْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَتَابَرُوا عَلَى

شَيْءٍ مِنَ التَّطَوُّعِ كَمَا ثَابَرُوْا عَلَى أَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی مکرم علیہ السلام کے صحابہؓ اس انداز میں کبھی کسی مسئلے پر متفق نہیں ہوئے جتنا اتفاق ان کا فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنے پر تھا اور مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے پر تھا۔ اور آپ علیہ السلام کے صحابہؓ نے اس طرح ہمیشگی کسی بھی نفلی عبادت پر اختیار نہیں کی جس طرح انہوں نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت (سنت) اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھنے پر اختیار کی تھی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

۱۔ صبح کی سنتوں کی اہمیت اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکیدی ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث ہم ماقبل میں حدیث نمبر ۲۸۲ کے فوائد میں مع التحقیق پیش کر چکے ہیں۔

۲۔ عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون وافضل ہے، واضح رہے کہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ماخوذ ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ فجر کو اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے مگر یہ مؤقف کمزور ہے، ہم فریقین کے دلائل مع التحقیق پیش کرتے ہیں، تا کہ دونوں رخ قارئین کے سامنے آ سکیں۔

چند مزید احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۱۱)

☆☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر پڑھنے چادریں اوڑھ کر آتی تھیں۔ پھر (بعض دفعہ) نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸، صحیح مسلم: ۶۴۵، سنن ابی داود: ۴۲۳، سنن الترمذی: ۱۵۳، سنن النسائی: ۵۴۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۴۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۳۸، مسند السراج: ۶۱۶، مؤطا مالک: ۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۶۲، مسند الحمیدی: ۱۷۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۹۱، شرح معانی الآثار: ۱۰۴۷، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۸، المعجم

الاوسط للطبرانی: ۴۵۱۴، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۷۱۔

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا یحیی بن بکیر، قال: اخبرنا اللیث، عن عقیل۔ عن ابن شهاب، قال: اخبرنی عروۃ بن الزبیر، ان عائشة۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۵۷۸)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۲۱۲)

☆☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی مکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو، عصر کی نماز جبکہ سورج روشن ہوتا، مغرب کی نماز جبکہ سورج غروب ہوتا اور عشاء کی نماز اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھاتے اور اگر لوگ کم ہوتے تو مؤخر فرماتے اور (بعض دفعہ) صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھاتے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۵، صحیح مسلم: ۶۴۶، سنن النسائی: ۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۱۰۳، مسند السراج: ۱۱۷۲، شرح معانی الآثار: ۹۲۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۴۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۴۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا مسلم بن ابراهیم، قال: حدثنا شعبة، عن سعد بن ابراهیم، عن محمد بن عمرو هو ابن الحسن بن علی، قال: سألنا جابر بن عبدالله۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۵۶۵)

فوائد ومسائل:

(۱) مذکورہ بالا دونوں احادیث اور دیگر احادیث وآثار جن میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا ذکر ہے کے پیش نظر بعض حضرات کا یہ مؤقف ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ومستحب ہے، مگر یہ مؤقف غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث وآثار بیانِ جواز پر محمول ہیں یعنی اندھیرے میں نمازِ فجر پڑھنا جائز ہے، آپ ﷺ کبھی کبھی بیانِ جواز کیلئے اسے اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان احادیث وآثار کی اس کے علاوہ اور بھی توجیہات کی گئی ہیں مثلاً۔۔۔

☆ بلاشبہ آپ ﷺ کبھی کبھی اسے اندھیرے میں پڑھا دیا کرتے تھے لیکن عوام کی سہولت کیلئے آپ ﷺ نے ہی بذات

خود اپنی امت کو اسے خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے لہٰذا امت کیلئے اسے خوب روشنی میں ہی پڑھنا افضل و بہتر ہے۔

☆فعلی احادیث اندھیرے میں یا روشنی میں پڑھنے کے بارے میں بظاہر متعارض ہیں جبکہ قولی احادیث میں خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور ان میں کوئی ظاہری تعارض نہیں ہے لہٰذا روشنی میں پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

(۲) احناف سمیت جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک امت کیلئے افضل و مسنون یہی ہے کہ جب اندھیرا ختم ہو جائے اور خوب روشنی پھیل جائے جائے تو اسے پڑھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اسے روشنی میں ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس پر احادیث ہم آگے نقل کرنے والے ہیں اور پھر اسے اندھیرے میں پڑھنے کی بجائے روشنی میں پڑھنے سے ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نوروا بصلاة الفجر ،فانه اعظم للاجر ۔ (سنن الدارمی: ۱۲۱۸)

نماز فجر خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسِبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى: الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ اَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فَيَاْتِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الْاُفُقُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلّٰى مَرَّةً اُخْرٰى فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يَعُدْ اِلٰى يُسْفِرَ ،رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَالزِّيَادَةُ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ ۔ (آثار السنن: ۲۱۳)

☆☆ (سیدنا) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:" جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے نماز کے اوقات کی اطلاع دی اور میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی۔ آپ یہ بیان کرتے ہوئے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو شمار کر رہے تھے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز ظہر پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا اور سخت گرمی کے وقت اکثر اوقات مؤخر بھی کر لیتے تھے۔ اور میں نے آپ کو دیکھا آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ سورج اونچا اور سفید ہوتا تھا، زردی آنے سے پہلے پہلے۔ آدمی نماز پڑھ کے نکلتا اور غروب سے پہلے پہلے ذوالحلیفہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔ اور مغرب کی نماز پڑھتے جس وقت کہ سورج غروب ہو جاتا اور عشاء پڑھتے جبکہ افق مغرب سیاہ ہو جاتا اور کبھی مؤخر بھی کر دیتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور فجر کی نماز آپ نے ایک بار اندھیرے میں پڑھی اور ایک دفعہ

خوب روشنی میں پڑھی۔اور پھر اس کے بعد آپ کی نماز اندھیرے میں ہی ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور اور کبھی خوب روشن نہ کی۔" اسے (امام) ابوداود (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے اور اس میں (ثُمَّ كَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلٰى يُسْفِرَ کے") الفاظ کی زیادتی محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۳۹۴، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۹، سنن الدارقطنی: ۹۸۶، التمہید لابن عبدالبر: ج ۸ ص ۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۴ ص ۱۶۵، شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ج ۱ ص ۹۴۷۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا محمد بن سلمة المرادي، حدثنا ابن وهب، عن اسامة بن زيد الليثي، ان ابن شهاب، اخبره، ان عمر.......الخ" (سنن ابی داود: ۳۹۴)

یہ حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی اسامہ بن زید لیثی پر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مفسر جروحات کی ہیں ،مگر افسوس ہے کہ بعض جدید محققین نے اپنے مسلک کو سہارا دینے کیلئے اس حدیث کو حسن قرار دے رکھا ہے، حالانکہ اسامہ بن زید لیثی کو خود فریق مخالف کے اکابرین بھی خصوصاً حالت انفراد میں قابل اعتبار نہیں سمجھتے، چنانچہ ناصر الدین البانی (جو کہ زبیر علی زئی کے نزدیک محدث العصر، اور امام المحدثین تھے۔حاشیہ عبادات میں بدعات: ۱۲۸) نے اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، چنانچہ وہ اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد في حفظه ضعف۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج۱ص۱۳، ح۴۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

نتوقف عن الاحتجاج بما تفرد به۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحه: ۴۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ متفرد ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی رحمہ اللہ م ۴۵۶ھ (جن کو فریق مخالف اپنا پیشوا کہا کرتے ہے۔) اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد هذا ضعيف لا يحتج بحديثه، متفق على انه كذلك۔ (الاحكام في اصول الاحكام: ۵/۱۲۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اور دوسری کتاب میں رقمطراز ہیں:

وهو ضعيف جدا۔ (المحلى بالآثار: ۸/۱۳)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ (جن کو فریق مخالف حافظ الدنیا کہا کرتے ہیں۔) نے بھی اس کو" سیء الحفظ " برے حافظے والاقرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۴۹۲)

حافظ بوصیری رحمہ اللہ بھی حفظ اور ضبط کے لحاظ سے کمزور کہتے ہیں۔ (زوائد ابن ماجہ: ص ۱۶۶)

اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ م ۷۹۵ھ (جن کے حوالے فریق مخالف بڑے شوق سے پیش کیا کرتا ہے۔) اس کو غیر حافظ کہتے ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۵۹۹)

زبیر علی زئی نے بعض حضرات سے اس کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر بعض حضرات کا اسے ثقہ قرار دینا فریق مخالف کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل وتوثیق قبول نہیں ہوتی۔ ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کی ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے حافظے اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

سیء الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۵۹)

کیا یہاں اسامہ کے بارے میں بھی فریق مخالف کے محققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جاسکتی؟ جسے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے برے حافظے والا کہا ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث اسامہ کے علاوہ دیگر متعدد راویوں نے بھی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے ان راویوں میں اکثر اسامہ کی بنسبت بہت زیادہ ثقہ اور انتہائی پختہ ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں "ثُمَّ كَانَتْ صَلوٰتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يَعُدْ اِلٰى يُسْفِر " کے زائد الفاظ نقل نہیں کیے ہیں۔ چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ:

"اس حدیث کو زہری سے معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں انہوں نے اسامہ کے نقل کردہ زائد الفاظ نقل نہیں کیے۔" (سنن ابی داود، ملخصاً: ۳۹۴)

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

هٰذه الزيادة لم يقلها غير اسامة بن زيد۔ ۔ ۔ الخ۔ (صحيح ابن خزيمه: ۳۵۲)

یہ زیادتی اسامہ بن زید کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کی۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں زائد الفاظ نقل کرنے میں اسامہ بن زید لیثی متفرد ہے، اسے ثقہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے محققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کسی صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ وضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت وتفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ واتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ واتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہٰذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کرلیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول وضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

نیز واضح رہے کہ متعدد محدثین جیسے امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ اور امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ وغیرہ نے بھی اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۹۴۷، فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۱۰)

اور پھر اسامہ کی یہ حدیث خود فریق مخالف کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ جبکہ فریق مخالف سرخی کو شفق کہتا ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ م ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

فی هذا الخبر دلالة علی ان الشفق البیاض ،لا الحمرة ،لان فی الخبر :ویصلی العشآء حین یسود الافق، وانما یکون اسوداد الافق بعد ذهاب البیاض الذی یکون بعد سقوط الحمرة۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۲)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَارَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى صَلٰوةً لِّغَيْرِ مِيْقَاتِهَا اِلاَّ صَلٰوتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا ۔رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ، وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ۔

(آثار السنن: ۲۱۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے علاوہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو کوئی نماز وقت کے خلاف پڑھتے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے (مزدلفہ میں، کما فی روایۃ الحمیدی: ح ۱۱۴) مغرب اور عشاء کی نماز کو (حقیقتاً) جمع کیا (یعنی ایک ساتھ پڑھیں) اور فجر کی نماز (عام معمول کے) وقت سے پہلے

پڑھی۔اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور مسلم کی (ایک) روایت میں ہے کہ اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے یعنی اندھیرے میں پڑھی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ، صحیح مسلم: ۱۲۸۹، مسند الحمیدی: ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۳۷، سنن ابی داود: ۱۹۳۴، مسند البزار: ۱۹۰۶، سنن النسائی: ۳۰۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۵۴، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۰۶، شرح معانی الآثار: ۹۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۵۱۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمر بن حفص بن غیاث، حدثنا ابی ،حدثنا الاعمش قال: حدثنی عمارة ،عن عبدالرحمن ،عن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔الخ"(صحیح البخاری: ۱۶۸۲)

فوائدومسائل:

(۱) دونمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں، تاہم عرفات اور مزدلفہ میں بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں۔ (دیکھئے: شرح المسلم: ج ۱ ص ۴۱۷)، لہٰذا فجر کی نماز وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھنے کا مطلب یہ ہے کے معمول کے وقت سے قبل اندھیرے میں پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی عادت مبارکہ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھنے کی نہ تھی بلکہ روشنی میں پڑھنے کی تھی۔ چنانچہ امام سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یعنی فی غیر وقتها الذی کان یصلیها فیه قبل ذٰلك۔ (مسند الحمیدی: ۱۱۴)

مطلب یہ ہے کہ پہلے جس وقت میں پڑھا کرتے تھے اُس معمول کے وقت سے پہلے پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعاً فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ كُلَّ صَلٰوةٍ وَّحْدَهَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَالْعِشَاءَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَلَا يَقْدُمُ النَّاسُ جَمْعاً حَتّٰى يُعْتِمُوْا وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ۔ (آثار السنن: ۲۱۵)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گئے، پھر جب مزدلفہ آئے تو آپ نے دونمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہم نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان تناول فرمایا، پھر صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی آپ نے فجر کی نماز پڑھی ،کیفیت یہ تھی کہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ صبح صادق طلوع ہوگئی ہے اور بعض کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ طلوع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تھا) یہ دونوں نمازیں اس مقام پر اپنے وقت سے ہٹادی گئیں یعنی مغرب اور عشاء، پس لوگ مزدلفہ عشاء سے پہلے نہ آئیں اور فجر کی نماز اس وقت (کردی گئی)۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: جب صبح صادق طلوع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، (سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ: یہ دونمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹادی جاتی ہیں، جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے وقت پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۳۔ ۱۶۷۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۳۹۹، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۳۹، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۳ ص ۱۷، المسند الجامع: ۹۰۹۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح وثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبداللہ بن رجاء، حدثنا اسماعیل، عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن یزید، قال خرجنا مع عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۱۶۸۳)

اور محقق نیموی رحمہ اللہ نے بخاری کی دوسری جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا عمرو بن خالد، حدثنا زهير، حدثنا ابو اسحاق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یقول: حج عبداللہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔الخ" (صحیح البخاری: ۱۶۷۵)

فوائد ومسائل:

(۱) دونمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں بلکہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیے، تاہم مزدلفہ میں (اور دیگر دلائل کی روشنی میں) عرفات میں (بھی) جمع کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو اور مزدلفہ میں مغرب اور

عشاء کو ایک ساتھ پڑھا جائے گا۔

(۲) عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے مگر حج کے دنوں میں مزدلفہ کے مقام پر اسے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَسْفِرُوْا لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ اَوْ قَالَ لِاُجُوْرِكُمْ۔ رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۲۱٦)

☆☆ (حضرت سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اسے (امام) حمیدی (رحمہ اللہ) اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۴۱۳، سنن الترمذی: ۱۵۴، سنن النسائی: ۵۴۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۱، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ص ۱۴، مسند الشافعی: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹، مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۲۷۹، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۴۲۲، سنن الدارمی: ۱۲۵۴، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۰۹۰، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰۔

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور کئی طرق کے ساتھ مروی ہے، امام حمیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

" حدثنا الحمیدی قال: ثنا محمد بن عجلان، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن محمود بن لبید، عن رافع بن خدیج ان رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔ الخ" (مسند الحمیدی: ۴۱۳)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی حمیدی مکی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۲۷۰)

ان کی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام محمد بن یوسف رحمہ اللہ وغیرہم نے متابعت کر رکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند الشافعی: ۱۵۱

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن الدارمی: ۱۲۵۴ وغیرہ

(۲) امام سفیان بن عیینہ ہلالی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۷۷)

ان کی بھی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام یحییٰ رحمہ اللہ وغیرہ نے متابعت کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن النسائی: ۵۴۸ وغیرہ

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۴۸۴)

انہوں نے عاصم بن عمر سے بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کی ہے (دیکھئے: سنن النسائی: ۵۴۸) اور پھر ایک جماعت جیسے یزید بن عیاض اور ابو خالد الاحمر رحمہما اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷

☆ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۲ وغیرہ

(۴) امام ابو عمر عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان ظفری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ'' راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۲۰)

(۵) امام ابونعیم محمود بن لبید بن عقبہ بن رافع انصاری اشہلی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ کے ''تابعی ثقہ'' راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۴۲)

واضح رہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور یہ مضمون کئی صحابہ سے کئی سندوں سے مروی ہے، لہٰذا عام حالات میں امت کیلئے مسنون اور افضل یہی ہے کہ اسے روشنی میں پڑھے۔ البتہ رمضان میں فجر جلدی پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز اختتام سحری کے بعد جلدی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سحری کھاتے اور پھر نمازِ فجر پڑھ لیتے تھے، راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقت ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: قدر خمسین اوستین آیۃ۔ یعنی جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری: ح۵۷۵)

(۲) بعض حضرات نے اپنے مسلک کو بچانے کیلئے غلط اقوال کا سہارا لیتے ہوئے اسفار کا مفہوم یہ بناڈالا ہے کہ فجر واضح ہوجائے۔ (دیکھئے: مترجم بلوغ المرام مع شرح المبارکفوری: ج۱ ص ۱۴۷، ط۔ دارالسلام) مگر یہ مفہوم بالکل غلط ہے اور

سرے سے سننے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ اسفار کا مطلب دیگر روایات کی روشنی میں بالکل واضح ہے، چنانچہ سنن الدارمی میں یہ حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ نوروا بصلاۃ الفجر ،فانہ اعظم للاجر۔

(سنن الدارمی:۱۲۱۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز فجر کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

نور بصلاۃ الصبح حتیٰ یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار۔

فجر کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔

اتنی صریح اور واضح روایات کے ہوتے ہوئے اسفار کا مفہوم فجر واضح ہو جائے بناڈالنا سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ عَنْ رِّجَالٍ مِّنْ قَوْمِہِ الْاَنْصَارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا اَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَاِنَّہُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّیْلَعِیُّ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔ (آثار السنن: ۲۱۷)

☆☆ محمود بن لبید (رحمہ اللہ) نے اپنی انصار قوم کے کئی حضرات (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔'' اسے (امام) نسائی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور حافظ زیلعی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

صحیح ہے اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے محققین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الزبیر والالبانی: ح ۵۵۰)

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"اخبرنی ابراھیم بن یعقوب قال: حدثنا ابن ابی مریم قال: اخبرنا ابو غسان قال: حدثنی زید بن اسلم ،عن عاصم بن عمر بن قتادۃ ،عن محمود بن لبید ،عن رجال من قومہ الانصار....الخ"۔

(سنن النسائی: ۵۴۹)

فائدہ:

"عن رجال من قومہ الانصار" میں انصار سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ (ج ۱ ص ۲۱) میں "عن رجال من قومہ من اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا....الخ" کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْ هُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّيْ رَافِعَ بْنَ خُدَيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِبِلَالٍ نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَبْصُرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْإِسْفَارِ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَّابْنُ عَدِيٍّ وَّالطَّيَالِسِيُّ وَإِسْحَاقُ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ ،وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن:۲۱۸)

☆☆ (سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ”صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔ اسے (امام) ابن ابی حاتم ،(امام) ابن عدی (رحمہ اللہ)،(امام) طیالسی (رحمہ اللہ)،(امام) اسحاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ: ۸۳،مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۴۱۴،علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۳۸۵، کتاب الحجہ للشیبانی: ج ۱ ص ۲۱، معجم الصحابہ للبغوی: ج ۲ ص ۲۵۵،معرفۃ الصحابہ لابن مندہ: ج ۱ ص ۵۹۰،انساب الاشراف للبلاذری: ۴۹۲۔

محقق نیموی رحمہ اللہ نے جن کتب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ان میں اگرچہ یہ حسن لغیرہ درجہ کی سند کے ساتھ منقول ہے مگر امام المحدثین احفظ واتقن فقیہ ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ م ۱۸۹ھ نے کتاب الحجہ میں اسے انتہائی ایک مضبوط، مختصر اور پختہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

”اخبرنا سلام بن سلیم ،قال حدثنی هریر بن عبدالرحمن بن رافع بن خدیج قال سمعت جدی رافع بن خدیج الانصاری یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول: یا بلال !نور بالفجر مایری القوم مواقع نبلهم ۔“(کتاب الحجة علی اهل المدینة: ج۱ص۲۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوالاحوص سلام بن سلیم حنفی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ متبع سنت“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۶۴۵)

(۲) امام ہریر بن عبدالرحمن بن رافع بن خدیج انصاری رحمہ اللہ سنن ابی دواد وغیرہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال :۶۵۶۱،الکاشف: ۵۹۴۹،میزان الاعتدال: ۹۲۱۶،التکمیل فی الجرح والتعدیل: ۸۰۲)

(۳) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ بَيَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِّثْنِيْ بِوَقْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلٰوتِكُمُ الْاُوْلٰى وَالْعَصْرِ وَكَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعِشَآءَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ وَيُصَلِّي الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَفْتَحُ الْبَصَرُ كُلُّ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَقْتٌ اَوْ قَالَ صَلٰوةٌ. رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۲۱۹)

☆☆ بیان (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے اوقات سے مطلع کیجئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے ، اور عصر کی نماز تمہاری ظہر اور تمہاری عصر کی نمازوں کے اوقات کے درمیان پڑھتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور عشاء کی نماں شفق کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اس وقت پڑھتے تھے جب ہر چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب خوب روشنی ہوجاتی)، پھر فرمایا کہ ان کے درمیان میں نمازوں کے اوقات ہیں۔ اسے (امام) ابویعلی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) ہیثمی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۰۴، الاحادیث المختارۃ: ۱۵۷۷، مجمع الزوائد: ۱۶۸۴، التاریخ الکبیر للبخاری: ۱۹۴۸، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۷۹۳، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی: ۱۸۵۔

امام ابویعلی موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا احمد بن حاتم ،حدثنا معتمر بن سليمان،قال:حدثني رجل يقال له :بيان قال:قلت لانس......الخ"(مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۰۴)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوجعفر احمد بن حاتم بن یزید طویل حناط بغدادی رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۲۰۴۳، تعجیل المنفعۃ: ۲۶)

(۲) امام ابومحمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰۲)

(۳) امام ابوسعید بیان بن جندب رقاشی بصری رحمہ اللہ کو "ثقہ" راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ: ۲۱۳۵)

معلوم ہوا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح وثابت ہے، امام مقدسی رحمہ اللہ م ۶۴۳ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ بلحاظ سند صحیح ہے۔

(دیکھئے: الاحادیث المختارۃ: ۱۵۷۷)

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْفِرُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهُ اَفْقَهُ لَكُمْ اِنَّمَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَخْلُوْا بِحَوَائِجِكُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن:۲۲۰)

☆☆جبیر بن نفیر (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہمیں (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز (ایک دفعہ) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نماز کو خوب روشن میں پڑھا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے لئے زیادہ سمجھ کی بات ہے، تم تو (بس) یہ چاہتے ہو کہ اپنی ضروریات کیلئے (جلد) فارغ ہو جاؤ۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے یہ اثر درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

" حدثنا احمد بن داود ،قال:ثنا محمد بن المثنیٰ ،قال:ثنا عبدالرحمن بن مهدی ،قال:ثنا معاوية بن صالح،عن ابی الزاهرية،عن جبير بن نفير.....الخ"(شرح معانی الآثار: ۱۰۹۵)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوعبداللہ احمد بن داود بن موسیٰ سدوسی بصری رحمہ اللہ "ثقہ" راوی ہیں۔

(تاریخ ابن یونس المصری:۱/۵۱، مغانی الاخیار:۴۵)

(۲) امام ابوموسیٰ محمد بن مثنی بن عبید عنزی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقہ" روای ہیں۔ (تہذیب الکمال:۹/۵۵۷)

(۳) امام ابوسعید عبدالرحمن بن مہدی بن حسان عنبری بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سننِ اربعہ کے "ثقہ ثبت" راوی ہیں۔

(تقریب:۴۰۱۸)

(۴) امام ابوعمرو معاویہ بن صالح بن حدیر حضرمی حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے "ثقہ" راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات:۱۵۹۴)

(۵) امام ابوالزاہر یہ حدیر بن کریب حضرمی حمصی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً:۲۶۲)

(۶) امام ابوعبدالرحمن جبیر بن نفیر بن مالک حضرمی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضا:۲۰۱)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِهِ اَسْفِرْ (بِالْفَجْرِ). رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن:۲۲۱)

☆☆علی بن ربیعہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مؤذن (ابن التیاح) سے یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھ۔اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۴، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۶۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۷۴، کتاب الصلاۃ لابی نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۴ ص ۴۳۳۔

اور بلحاظ سند بلاغبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل کے ساتھ منقول ہے:

"اخبرنا سعید بن عبید الطائی ،عن علی بن ربیعۃ الوالبی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ....الخ"

(کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ واللفظ لہ. کتاب الصلاۃ لابی نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوالہذیل سعید بن عبید طائی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے "ثقہ" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۵۷)

(۲) امام ابوالمغیرہ علی بن ربیعہ بن نضلہ اسدی کوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "تابعی ثقہ" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۸۵)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۲۲۲)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے۔اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ)، (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار: ۱۰۹۲-۱۰۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۸۱، کتاب الصلاۃ لابی نعیم: ۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۹۔

یہ اثر مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے اور صحیح و ثابت ہے، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا وکیع، عن سفیان، عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن یزید، قال....الخ"

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۲۴۹)

فائدہ:

واضح رہے کہ مذکورہ احادیث وآثار کے علاوہ اس باب میں اور بھی بے زیادہ احادیث وآثار پائے جاتے ہیں اور احادیثِ اسفار متواترات میں شمار کی جاتی ہیں۔

{ظہر کی چار سنتوں کو طویل کیا جاسکتا ہے}

۲۸۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ اِبْرَاهِیْمَ، فَقُلْتُ: أَزِیْدُ فِی الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ؟ فَقَالَ لِیْ: بَلْ طَوِّلْهُنَّ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں ظہر سے پہلے کی چار رکعات میں زیادتی کرلوں؟ توانہوں نے مجھ سے کہا کہ (نہیں) بلکہ تم انہی کو ہی طویل کرلو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

سنتوں ونوافل کے متعلقہ چند مزید احادیث:

سنتوں ونوافل کے متعلقہ دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ عَشَرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ بَیْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۶۷۲)

☆☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے نبی ﷺ کی دس رکعتیں یاد ہیں: دو رکعتیں ظہر کی نماز سے پہلے اور دو بعد میں۔ اور مغرب کے بعد دو رکعتیں گھر پر۔ دو رکعتیں عشاء کی نماز کے بعد گھر پر۔ اور دو رکعتیں صبح سے پہلے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۸۰، مسلم: ۷۲۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۰، صحیح مسلم: ۸۲۹، سنن الترمذی: ۴۲۵، السنن الکبری للنسائی: ۳۸۹، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۹۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۹۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۵۰۶، المنتقی لابن الجارود: ۲۷۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۹۷، حدیث السراج: ۲۱۵۷

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.....الخ.(صحیح البخاری: ۱۱۸۰)

فوائدومسائل:

(۱) اس حدیث سے ظہر کی صرف دو رکعتیں فرض نماز سے پہلے اور دو رکعتیں بعد کی ثابت ہوتی ہیں اور دوسری حدیث سے چار پہلے اور دو بعد میں پڑھنے کا ثبوت بھی موجود ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ح:۷۲۸، ۷۳۰) اس سلسلہ کی تمام حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے اکثر و بیشتر چار رکعت پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی صرف دو بھی پڑھتے تھے۔ بہرحال دونوں ہی عمل آپ ﷺ ثابت ہیں اور جس پر بھی عمل کیا جائے سنت ادا ہو جائے گی۔

(۲) سنن نسائی اور بعض دوسری کتب حدیث میں نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بھی موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز ظہر سے پہلے اور نماز ظہر کے بعد چار چار رکعتیں پڑھے، اللہ عزوجل نے جہنم کی آگ پر اس شخص کا گوشت حرام فرما دیا ہے۔'' (سنن النسائی: ۱۸۱۳)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰى شَیْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۷۳)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نوافل میں سے، فجر کی دوسنتوں کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۶۹، مسلم: ۷۲۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۶۹، صحیح مسلم: ۷۲۴، سنن ابی داود: ۱۲۵۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۶۷، مسند البزار: ۱۸۲، السنن الکبری للنسائی: ۴۵۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۱۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۸۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۶۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا بیان بن عمرو حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا ابن جریج عن عطاء عن عبید بن عمیر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت.....الخ.(صحیح البخاری: ۱۱۶۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. (آثار السنن: ۶۷۴)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور نماز فجر سے پہلے

دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔اسے بخاری (۱۱۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۲، سنن ابی داود: ۱۲۵۳، سنن النسائی: ۱۷۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۶۱۴، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۴۷۹، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۶۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۴۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۸۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن شعبة عن ابراهیم بن محمد بن المنتشر عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها .....الخ۔(صحیح البخاری: ۱۱۸۲)

فائدہ:

یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث کے بظاہر خلاف ہے۔(اس میں دو رکعتوں کا ذکر ہے اور اس میں چار کا۔) دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اکثر و بیشتر ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھار دو بھی پڑھ لیتے تھے۔ان دونوں راویوں نے صرف ایک ایک صورت کے متعلق خبر دی ہے کہ آپ کا طرز عمل اس طرح تھا۔

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔(آثار السنن: ٦٧٥)

☆☆انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔'' اسے مسلم (۷۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۵، سنن الترمذی: ۴۱۶، سنن النسائی: ۱۷۵۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۳۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۲۸۶، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۷۶۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۰۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۴۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۸۵

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبید الغبری حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفی عن سعد بن هشام عن عائشة عن النبی ﷺ.....الخ۔(صحیح مسلم: ۷۲۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنتوں کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ ''دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے'' اس سب سے

زیادہ قیمتی اور کارآمد ہے۔ دنیا و مافیہا سب فانی ہے اور ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ انشاء اللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ بِتُّ فِیْ بَیْتِ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ عِنْدَھَا فِیْ لَیْلَتِہَا فَصَلَّی النَّبِیُّ ﷺ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۶۷۶)

☆☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ ہیں کے ہاں رات گزاری، نبی اکرم ﷺ ان کی باری میں ان کے پاس تھے، نبی ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر اپنے گھر تشریف لا کر چار رکعات ادا فرمائیں۔ اسے بخاری (۱۱۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۷، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، السنن الکبری للنسائی: ۴۰۷، مسند ابن الجعد: ۱۴۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۸۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا الحکم قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ صَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَنْ تَطَوُّعِہٖ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ قَبْلَ الظُّھْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَیَدْخُلُ بَیْتِیْ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۶۷۷)

☆☆ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے، پھر تشریف لے جاتے، لوگوں کو نماز پڑھا کر تشریف لاتے، دو رکعتیں ادا فرماتے، آپ مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھا کر تشریف لاتے دو رکعتیں ادا فرماتے اور آپ عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھانے کے بعد میرے گھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں ادا فرماتے۔'' اسے مسلم (۱۷۳۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ اخبرنا ھشیم عن خالد عن عبداللہ بن شقیق۔۔۔۔۔الخ۔(صحیح مسلم:۷۳۰)

فائدہ:

یہ حدیث اس بات کی صریح طور پر دلیل ہے کہ سنتیں گھر میں ہی پڑھنا افضل ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یُّصَلِّیْ لِلّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّآخَرُوْنَ۔(آثار السنن:۶۷۸)

☆☆ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان بندہ بھی اللہ کی رضا کے لیے فرض نماز کے علاوہ ہر دن بارہ رکعات نفل پڑھتا ہے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔'' اسے مسلم (۷۲۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۸، سنن ابی داود: ۱۲۵۰، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۷۷۵، سنن الدارمی: ۱۴۷۸، السنن الکبری للنسائی: ۴۹۱، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۸۵، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۹۹، حدیث السراج: ۲۱۶۵، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۰۵، المعجم الاوسط: ۹۱۴

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن النعمان بن سالم عن عمرو بن اوس عن عنبسۃ بن ابی سفیان عن ام حبیبۃ۔۔۔۔۔الخ۔(صحیح مسلم:۷۲۸)

وَعَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّہْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَہَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الْغَدَاۃِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ۔(آثار السنن:۶۷۹)

☆☆ انہی (ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض نمازوں کے) پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا (ان بارہ کی تفصیل یہ ہے) چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو رکعات ظہر کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو رکعات فجر سے پہلے۔'' اسے ترمذی (۴۱۵) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۴۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۵۴، سنن النسائی: ۱۸۰۴، ۱۸۰۷، ۱۸۱۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۰۰، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۱۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۵۴، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۶، مشکاۃ المصابیح: ۱۱۵۹۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمود بن غیلان قال حدثنا مؤمل قال حدثنا سفیان الثوری عن ابی اسحاق عن المسیب بن رافع عن عنبسة بن ابی سفیان عن ام حبیبة......الخ۔(سنن الترمذی: ۴۱۵)

یہ حدیث بلاغبار صحیح وثابت ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کی ابو حذیفہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے (دیکھئے: مختصر الاحکام للطوسی: ۴۰۰) جبکہ دیگر کئی ثقہ بالاجماع رواۃ نے متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ثَابَرَ عَلٰی ثِنْتَیْ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَی اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔ رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۶۸۰)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پابندی سے بارہ رکعت سنتیں پڑھتا ہے، اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں۔'' اسے ابوداود کے سوا اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۴۰، ترمذی: ۴۱۴، نسائی: ۱۷۴۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۰، سنن الترمذی: ۴۱۴، السنن الکبری للنسائی: ۱۷۴۱، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۵۲۵، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۶، جامع الاصول: ۴۰۶۵، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۱۷۳۹۳، مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ: ج۱ص ۴۱۲

اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة قال حدثنا اسحاق بن سلیمان الرازی عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن عائشة.....الخ۔(سنن ابن ماجه: ۱۱۴۰)

یہ حدیث مؤیدات وشواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ۔(آثار السنن: ۶۸۱)

☆☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔'' اسے ابوداود (۱۲۷۱) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن جبکہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۲۷۱، سنن الترمذی: ۴۳۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۰۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۹۸۰، صحیح ابن حبان: ۲۴۵۳، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۶۷، شرح السنۃ للبغوی: ۸۹۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۹۰، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۷۴۵۴۔

اور اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن ابراهيم حدثنا ابوداود حدثنا محمد بن مهران القرشي حدثني جدي ابو المثنى عن ابن عمر .....الخ۔ (سنن ابي داود: ۱۲۷۱)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے۔ حتی کہ احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی وغیرہما نے اسے حسن تسلیم کیا ہے۔

فائدہ:

عصر سے پہلے چار رکعات نفل کے بارے میں یہ آپ ﷺ کا ترغیبی ارشاد ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار رکعات کی کوئی معین فضیلت بیان کرنے کی بجائے مطلق رحمت کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ قید بیان میں نہیں آ سکتا۔

(درس ترمذی: ۲/ ۹۴ بحوالہ درس آثار السنن: ص ۲۸۰)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ أَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (اثار السنن: ۶۸۲)

☆☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے ہاں تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعات پڑھتے۔ اسے احمد (۲۴۳۰۵) اور ابوداود (۱۳۰۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن نمير حدثنا مالك يعني ابن مغول عن مقاتل بن بشير عن شريح بن هانىء قال سألت عائشة .....(مسند الامام احمد: ۲۴۳۰۵)

فائدہ:

عشاء کے بعد دو رکعت تو سنت مؤکدہ ہے جس کا ذکر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا حدیثوں میں گزر چکا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد اور ارام فرمانے سے پہلے اس دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ کبھی دو رکعات اور کبھی چار رکعات مزید نفل پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ رَكْعَتَيْنِ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۳)

☆☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ فجر اور عصر کے علاوہ ہر نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔'' اسے اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۴۸۲۳، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۱۲، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر: ج ۱ ص ۸۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۱۷، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۱۹۶، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ۵۲۳، ۵۲۶، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۲ ص ۱۴۰

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ عن علی۔ ...... الخ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷۳۳۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۸۴)

☆☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعات ادا نہ پاتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھتے۔ اسے ترمذی (۴۲۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالوارث بن عبیداللہ العتکی المروزی قال اخبرنا عبداللہ بن المبارک عن خالد الحذاء عن عبداللہ بن شقیق عن عائشۃ ..... الخ۔ (سنن الترمذی: ۴۲۶)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۵)

☆☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے بعد میں جو مسلمان اور مؤمنین ہیں سب پر سلام بھیج کر فرق کرتے تھے۔'' اسے

ترمذی (۴۲۹) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۴۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۰۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۹۶۶، مسند البزار: ۶۷۲، نسائی: ۸۷۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۶، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۱۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۸۵۷، السنن الکبری للبیہقی: ۴۹۱۵، الاحادیث المختارۃ: ۵۱۴، سنن الترمذی: ۴۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۰۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵۹۶۶، مسند البزار: ۶۷۲، نسائی: ۸۷۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۶، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۱۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۸۵۷، السنن الکبری للبیہقی: ۴۹۱۵، الاحادیث المختارۃ: ۵۱۴۔

اور بلاغبار بلحاظ سند کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

حدثنا بندار قال حدثنا ابو عامر قال حدثنا سفیان عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ عن علی.....الخ۔ (سنن الترمذی: ۴۲۹)

فائدہ:

یہاں تسلیم یعنی سلام بھیجنے سے مراد التحیات پڑھنا ہے مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور پھر چار رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ كَانُوْا لَا يَفْصِلُوْنَ بَيْنَ اَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ بِتَسْلِيْمٍ اِلَّا بِالتَّشَهُّدِ وَلَا اَرْبَعٍ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَلَا اَرْبَعٍ بَعْدَهَا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْحُجَّةِ وَاِسْنَادُهُ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۶۸۶)

☆☆ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ''لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کے درمیان صرف تشہد کے ساتھ ہی فرق کرتے تھے۔'' اسے محمد بن حسن نے کتاب الحجہ () میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال اخبرنا حصین بن عبدالرحمن عن ابراھیم النخعی.....الخ۔

(کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج۱ص۲۷۶)

یہ اثر بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ مَا كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

(آثار السنن: ۶۸۷)

☆☆ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ: ''لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں میں (دو رکعتوں پر) سلام نہیں پھیرتے تھے۔'' اسے طحاوی (۱۹۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن شیبۃ قال ثنا ابو نعیم قال ثنا سفیان عن حصین عن ابراهیم ..... الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۱)

{نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے}

۲۸۶۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ أَنَّ رَجُلاً مَرَّ بِأَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ صَلاَةً وَّجِیْزَةً خَفِیْفَةً یُكْثِرُ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ،فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ: أَنْتَ صَاحِبُ النَّبِیِّ ﷺ وَتُصَلِّیْ هٰذِهِ الصَّلاَةَ؛فَقَالَ اَلَمْ أُتِمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ؛قَالَ: بَلَى،قَالَ: فَاِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ یَقُوْلُ: مَنْ سَجَدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَادَرَجَةً فِی الْجَنَّةِ،فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُرْفَعَ دَرَجَاتٍ أَوْتُكْتَبَ لِیْ دَرَجَاتٍ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) ایک شخص کا سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا (اور اس نے دیکھا کہ) آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل ہلکی پھلکی نماز پڑھائی اور کثرت سے رکوع اور سجدے کیے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہو کر اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی مکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے میری خواہش ہوئی کہ میرے لئے کئی درجات کا فیصلہ کیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابوحنیفۃ روایۃ الحصکفی: ج۱ ص ۱۰۷ رقم الحدیث: ۸۰، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص ۳۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن عبید بن نضلة عن ابی ذر رضی الله عنه.........الخ۔

(جامع المسانید: ج۱ص۳۴۰)

امام ابو معاویہ عبید بن نضلہ الخزاعی الکوفی المقری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ۱۶۴، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۸۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ جب آدمی فریضہ امامت ادا کر رہا ہو تو اس وقت نماز میں لمبی قراءت سے احتیاط کرنی چاہیے، اس لیے کہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ سب کی ضروریات و حاجات پیش نظر رکھنی چاہییں، البتہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اپنے اشغال، ضروریات اور حالات کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی فرصت اور قوت کے مطابق جتنی چاہے لمبی قراءت کرے اسے اختیار ہے۔

۲۔ نماز ہلکی اور مکمل پڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز قراءت کے لحاظ سے ہلکی مگر رکوع، سجود اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے پرسکون اور کامل و اعلیٰ تھی۔

{بیٹھ کر نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی آجاتی ہے}

۲۸۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَالَ: صَلاَةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلاَةِ الْقَائِمِ۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں فرمایا: ''بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ہوتا ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نفل نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے جیسے بعض لوگ ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور فرمایا: ''بیٹھے ہوئے کی نماز کھڑے ہوئے کی نماز سے

(ثواب میں) آدھی ہوتی ہے۔" (سنن ابن ماجہ:۱۲۲۹)

{مسجد نبوی ﷺ اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت}

۲۸۸۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: صَلَاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِّائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ فِیْمَا سِوَاهُ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "میری اس مسجد میں (یعنی مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں) ایک نماز، دوسری تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری تمام مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ:۱۴۰۶، مسند الحمیدی:۹۷۰، مسند الامام احمد بن حنبل:۱۴۶۹۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی:۵۹۹، شرح معانی الآثار للطحاوی:۲۸۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی:۲۶۸، شعب الایمان للبیہقی:۳۸۴۶، الاحادیث المختارۃ:۲۹۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور متعدد کتب احادیث میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

فائدہ:

مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر نہیں بلکہ ہزار نمازوں سے بہتر ہے، اسی طرح مسجد حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہے، تاہم خشوع وخضوع، آداب وارکان کے لحاظ اور توجہ وانابت وغیرہ کی کمی بیشی کی بناء پر اس ثواب میں بھی کمی بیشی ہوسکتی ہے۔

{طویل قیام والی نماز اللہ کو زیادہ محبوب ہے}

۲۸۹۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ سِیَاهٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی الْحَسَنَ الْبَصْرِیَّ فَقَالَ اُصَلِّیْ بِخَمْسِمِائَةِ اٰیَةٍ فِیْ رَکْعَةٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؛ فَتَعَجَّبَ مِنْ ذٰلِكَ! ثُمَّ قَالَ اَحَبُّ الصَّلَاةِ اِلَی اللّٰهِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔

میمون بن سیاہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک رکعت میں پانچ سو آیات پڑھ لیا کروں تو کیا یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے؟ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا (کہ سبحان اللہ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟) اور پھر فرمایا: ''کہ اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ محبوب نماز طویل قیام والی ہے۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابو بحر میمون بن سیاہ البصری رحمہ اللہ'' صحیح بخاریؒ اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (من تکلم فیہ وھو موثق: ۳۴۸)

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

کہ نفل نماز میں قیام کا طویل کرنا ہمیں رکوع، سجدہ کی کثرت سے زیادہ محبوب ہے اگرچہ فی نفسہ دونوں طریقے ہی اچھے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۸۶)

۲۹۰۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّهُ کَانَ یَسْمَعُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِاللَّیْلِ فِیْ بَیْتِهٖ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ بَیْتِهٖ۔

محمد بن عمرو رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ (بعض دفعہ) اپنے گھر میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو سن لیا کرتے تھے حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہوتے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{نماز میں آیت دعا کو دہرانا جائز ہے}

۲۹۱۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ رَجُلاً کَانَ یُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَمِعَهُ وَهُوَ یَقُوْلُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طه: ۱۱۴)، فَعَلِمَ الرَّجُلُ اَنَّهُ فِیْ طه۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھا کرتا تھا، (ایک دفعہ) اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو {رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا}، (اے میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی

عطا فرما۔) پڑھتے سنا۔ چنانچہ اس آدمی نے جان لیا کہ آپ سورہ طہ پڑھ رہے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷ باب الجہر بالقراءۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث: ۳۶۵۹، ۳۶۶۷،

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھنے والے یہ شخص ''امام علقمہ بن قیس رحمہ اللہ'' تھے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۳۶۵۹، ۳۶۶۷) کی روایت میں صراحت ہے۔

۲۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دن کی نماز ہے ہم بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص نفل نماز میں قرآنِ کریم کی کسی آیتِ دعا پر ٹھہر کر اپنے لئے دعا کرے، البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷)

۳۔ فرائض میں صرف وہی دعائیں مانگنی چاہیے جو ان مخصوص مقامات پر احادیث میں منقول ہیں۔ البتہ نوافل میں قرآنِ کریم، احادیث نبویہ اور ادعیہ ماثورہ میں سے جو چاہیں مانگ سکتے ہیں۔

{آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے}

۲۹۲۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ إِلَى الْفَجْرِ فِيمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَّيُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عام طور پر) عشاء اور فجر کے درمیان آٹھ رکعات (نفل)، تین وتر اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۰۰ باب الصلاۃ تطوعا، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۱۹۶، جامع الآثار: ۵۴۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(ولہ شواھد کثیر)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر رحمہ اللہ'' کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ فاضل'' راوی ہیں۔(تقریب:۶۱۵۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ عام طور پر تہجد کی نماز آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔اس مقام پر دو مسئلے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ نماز تہجد وتراویح الگ الگ نمازیں ہیں یا ایک ہی نماز کے دونام ہیں؟

۱۔ وتر کی کتنی رکعات ہیں؟

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں ج۹ داگانہ نمازیں ہیں۔جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاہے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید محققین جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں،او چونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتوی کے خلاف آواز اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی،چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں،تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا،قاموس میں ہے: تھجد استیقظ انتھی۔ (اہل حدیث کا مذہب:ص۹۶،رسائل ثنائیہ:ص۸۸)

فریق مخالف جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبداللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے

ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعوی پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر مخالفین کے محققین کس دلیل کی بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا   لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پہ اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱) تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قیام اللیل فهو غیر قیام رمضان۔ (نزل الابرار: ص۳۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲) تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاوی علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث: ۶/ ۲۵۱)

فریق مخالف کے محقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاوی ثنائیہ: ۱/ ۴۳۱)

فریق مخالف کے محقق صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ (تفسیری حواشی قرآن مجید: ص۷۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ستائیسویں شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داود: ۱/ ۱۹۵، ترمذی: ۱/ ۹۹)

(۳) تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔

(جامع الرموز: ۱/ ۱۹۵، المغنی لابن قدامہ: ۱/ ۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴) نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے ہے۔ (نیل الاوطار: ۳/ ۵۷) لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵) نماز تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"ومن الليل فتهجد به نافلة لك" (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹)اوررات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جوکہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قم الليل الا قليلا "(سورة المزمل: ۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہوجاؤ مگر کم۔ (ترجمہ جوناگڑھی غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے محقق صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کوتھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (تفسیری حواشی:ص ۱۶۴۴)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه".

(سنن النسائی: ۱/۳۳۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کوفرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کوتمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الله قد افترض عليكم رمضان وانا آمركم بقيامه. (طبقات المحدثين باصبهان: ۴/۳۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کوفرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہوجائے، لیکن تہجد کی فرضیت اس سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہوچکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

" ان الله عزوجل افترض قيام الليل فى اول هذه السورة فقام نبى الله ﷺ واصحابه حولا وامسك الله تعالى خاتمتها اثنى عشر شهرا فى السماء حتى انزل الله فى آخر هذه السورة التخففيف فصار قيام الليل تطوعا بعد الفريضة."

(صحيح مسلم: ۱/۲۵۶، كتاب القراءة للبيهقى: ص۳)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (المزمل) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفلاً جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ المزمل مکی ہے) منسوخ ہو چکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازِ تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان فجئت فقمت الى جنبه وجاء رجل فقام ايضا حتى كنا رهطا ،فلما احسن النبي ﷺ انا خلفه جعل يتجوز في الصلاة ثم دخل رحله فصلى صلاة لا يصليها عندنا. (صحيح مسلم : ١/٣٥٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كان رسول الله ﷺ يصلي من الليل في حجرته" (بخاری: ١/١٠١)

رسول اللہ ﷺ رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ " فصلی صلاۃ لا یصلیھا عندنا" بھی صراحتاً اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز نماز تہجد تھی جبکہ آپ ﷺ نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

"زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسیٰ عندنا وافطر ثم قام بنا تلك الليلة واوتر بنا ثم انحدر الى مسجده فصلى باصحابه حتى اذا بقي الوتر قدم رجل فقال اوتر باصحابك فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول لا وتران في ليلة." (سنن ابی داود: ۱/۳۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور یہیں روزہ افطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا دیا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تصلوا صلاة في يوم مرتين. (سنن ابی داود: ۱/۸۶)

ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج۱ ص۴۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ انکے حالات میں لکھا ہے:

رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے،ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے،پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبدالسلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔

(نتائج التقلید:ص۲۹ بحوالہ خزائن السنن:ج ۳ ص ۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعوی کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو دیکھ کر لوگوں سے فرمایا:

"والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون"۔(بخاری:ج ۱ ص ۲۶۹)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

معنی اس قول کے یہ ہیں:

جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔(الرائی النجیح:ص ۷)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وما قاله عمر رضی الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول علی غیرهم لا علیهم اذا نهم رضی الله عنهم جمعوا بین الفضیلتین من قیام اول اللیل وآخره۔"(المدخل:ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغائرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح بخاری" میں، امام ابوداود رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی "سنن"

میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' میں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''بلوغ المرام'' میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ غیر مقلدین کی کتب ''صلاۃ الرسول'' وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح و تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

بیجوری شرح شمائل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیا ملا بد منہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ''الرائی النجیح'' مولانا حبیب الرحمان الاعظمی صاحب کی ''رکعات التراویح'' اور مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کی ''رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

رکعات وتر اور اختلاف مذاہب:

وتر کی رکعات کتنی ہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف پایا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (دیکھئے: مؤطا مالک: ص ۴۴، احکام الاحکام لابن دقیق العید: ج ۱ ص ۹۵)۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک درست ہیں۔

وتر کی روایات میں تطبیق:

رکعاتِ وتر کے متعلقہ روایات مختلف پائی جاتی ہیں بعض روایات میں تیرہ، بعض میں سترہ، بعض میں گیارہ، بعض میں نو رکعات اور بعض میں سات رکعات کا ذکر ملتا ہے۔ اہلسنت الجماعت احناف کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے وتر نفل تھے اور عموماً تہجد کی نماز کے ساتھ ہی پڑھے جاتے تھے اس لیے تہجد اور وتر کو ملا کر ہی بیان کر دیا جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ یا تیرہ، یا نو (مع تہجد) پڑھے۔ مگر بعد میں وتر واجب ہو گئے تھے جیسا کہ اس پر دلائل ہم آگے جا کر نقل کرنے والے ہیں۔

جن روایات میں گیارہ سے زائد رکعات پڑھنے کا ذکر ہے ان روایات کی شوافع اور حنابلہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ یہاں پوری صلوٰۃ اللیل مراد ہے جو آخر میں طاق عدد (وتر) پر مشتمل ہے یعنی ان میں تین رکعتیں وتروں کی ہیں اور آٹھ رکعتیں تہجد کی، اور کبھی تہجد سے پہلے دو ہلکی رکعات، اور دو رکعت نفل وتر کے بعد اور دو رکعت فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ جو توجیہ شوافع اور حنابلہ نے تیرہ اور سترہ رکعات والی احادیث میں کی ہے وہی توجیہ ہم پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات والی احادیث میں کرتے ہیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کے ساتھ تین رکعات وُتر تو کل گیارہ رکعات بنیں کسی راوی نے اس کو مکمل نقل کر دیا اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات کو اور وتروں کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کیا تو تیرہ رکعات ہوئیں، اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات اور وتر کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کرنے کے ساتھ ساتھ فجر کی دو سنتوں کو بھی ساقط کر دیا تو انہوں نے گیارہ رکعات کہہ دیا۔ پھر آخر عمر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ تہجد کی چھ رکعات پڑھیں اور وتر کی تین رکعات ان کے ساتھ ملا کر کل نو رکعتیں ہو گئیں بعض راویوں نے اس زمانہ کا عمل نقل کر دیا اور نو رکعات کہہ دیں۔ اور پھر بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید کمی اور تہجد کی صرف چار رکعتیں پڑھیں، اس زمانے کے عمل کو بعض راویوں سات رکعات کہہ کر بیان کر دیا۔

مختصر یہ کہ ایتار کا لفظ صرف صلوٰۃ الوتر پڑھنے پر بھی بولا گیا ہے اور پوری صلوٰۃ اللیل جو آخر میں طاق عدد والی نماز یعنی وتر پر مشتمل ہو پر بھی بولا گیا ہے۔

تین سے زائد یا کم رکعاتِ وتر کے قائلین کی مستدل روایات:

تین رکعات کے قائلین کے دلائل ہم بعد میں نقل کریں گے، پہلے ان حضرات کی مستدل روایات کو مع التحقیق ذکر کرتے ہیں جو تین سے زائد یا کم رکعاتِ وتر کے قائل ہیں۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ

فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَصَلّٰی خَمْسَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰی سَمِعْتُ غَطِیْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِیْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۵۸۷)

☆☆(سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، آپ تشریف لائے تو چار رکعت ادا فرمائیں، پھر آپ سو گئے، پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو میں آیا، آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، آپ نے پانچ رکعت ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے کھراٹے سنے، پھر آپ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ اسے بخاری (۶۹۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷، مسند ابن الجعد: ۱۴۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درجذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحکم قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ..... الخ۔ (صحیح البخاری: ۶۹۷)

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی صَلّٰی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَّلَمْ یَجْلِسْ بَیْنَهُنَّ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَفِیْ اِسْنَادِهٖ لِیْنٌ۔ (آثار السنن: ۵۸۸)

☆☆ابن عباس (رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں یہاں تک کہ آپ نے آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔ اسے ابوداود (۱۳۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتیبة حدثنا عبد العزیز بن محمد عن عبد المجید عن یحیی بن عباد عن سعید بن جبیر ان ابن عباس..... الخ۔ (سنن ابی داود: ۱۳۵۸)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبد العزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔

۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" لیس بشیء" کہ یہ کچھ نہیں ہے۔
۲۔ امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ:" لیس بالقوی " یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔
۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔
۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطاء کار بتلاتے ہیں۔
۵۔ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:"لا یحتج به" کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔
(تہذیب الکمال: ۱۱/ ۵۲۷، ۵۲۸، تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۷۱، ۴۷۲، الجرح والتعدیل: ۵/ ۳۹۵)
۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/ ۲۰۷)
۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ:" لیس بشيء" یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ:
جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہم کر جاتا ہے اور باطل روایات نقل کرتا ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کر جاتا ہے۔
(میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۴۷۲)
۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔
(میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۴۷۲)
احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:
کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۷۹)
زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:
جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)
۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابوزرعہ جن کی تعریف میں احناف کے مخالفین میں سے نزیر احمد رحمانی صاحب لکھتے ہیں: وہ ابوزرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے "ابوزرعة الرازی احد الائمة الحفاظ۔" الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)
زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: امام ابوزرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے

ہیں۔(نورالعینین: ص ۱۲۸)

یہ ابوزرعہ فریق مخالف کے انتہائی ممدوح امام فرماتے ہیں کہ: -

عبدالعزیز دراوردی سیٔ الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو غلطی کر جاتا ہے۔(تہذیب التہذیب: ۳/۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سیٔ الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔(اصطلاحات المحدثین: ص ۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔(التحقیق الراسخ: ص ۱۱۴)

ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سیٔ الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔

(توضیح الکلام: ۲/ ۶۳۰، ابکار المنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض باقرار فریق مخالف عبدالعزیز دراوردی پر جرح مفسر ہے لہٰذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی دراوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ نذیر حسین حسین دہلوی اس کی ایک روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔

(فتاوی نذیریہ: ۳/۳۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی دراوردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور دراوردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا ان کا اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔(القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دراوردی ضعیف ہیں۔(ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔

فائدہ:

"ثم اوتر بخمس" (پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے۔) میں تین رکعتیں وتر کی تھیں اور دو رکعتیں نفل کی تھیں یعنی تین وتر اور دو نفل ملا کر پانچ رکعات مراد ہیں۔ نیز "ولم یجلس بینهن" (اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔) میں نفسِ قعدہ کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ جلسہ طویلہ کی نفی مقصود ہے جو دعا و ذکر کیلئے ہو۔ چنانچہ معمول یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں بلکہ

نوافل کے بعد کی جاتی ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُّوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَّا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۵۸۹)

☆☆(ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت ادا فرماتے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، آپ کسی چیز میں (استراحت کے لیے) نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں۔ اسے مسلم (۷۳۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۳۷، سنن ابی داود: ۱۳۳۸، سنن الترمذی: ۴۵۹، مسند الحمیدی: ۱۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۹، سنن الدارمی: ۱۶۲۲، السنن الکبری للنسائی: ۴۲۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۰۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابو بكر بن ابی شيبة وابو كريب قالا حدثنا عبدالله بن نمير ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابی حدثنا هشام عن ابيه عن عائشة.....الخ۔ (صحيح مسلم: ۷۳۷)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّاُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَّا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُّسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ وَاَخَذَهُ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَّلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔ (آثار السنن: ۵۹۰)

☆☆ سعد بن ہشام (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کیا ،اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا: ''ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے ،اللہ تعالیٰ رات کو جب آپ کو اٹھانا چاہتے اٹھاتے ،آپ مسواک کر کے وضو فرماتے اور نو رکعات نماز پڑھتے ،اس میں آپ سوائے آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھتے تو آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ، پھر آپ اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے ، پھر آپ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے ، پھر بیٹھتے ،اللہ تعالیٰ کا ذکر حمد اور اللہ تعالی؟ سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے جو ہمیں بھی سناتے ، پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعتیں پڑھتے ،تو یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں ،اے میرے بیٹے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معمر ہو گئے اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا ،آپ نے سات رکعت وتر ادا فرمائے اور دو رکعتوں میں آپ ایسا ہی کرتے جیسا پہلے کرتے تھے تو یہ نو رکعت ہوئیں ،اے میرے بیٹے !اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جب نماز ادا فرماتے ،یہ پسند فرماتے کہ اس پر ہمیشگی فرمائیں اور جب آپ پر تہجد سے نیند غالب ہوتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو آپ دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورہ مہینہ (مسلسل) روزے رکھے۔'' اسے مسلم (۷۴۶)، احمد (ج ٦ ص ۵۴) ابوداود (ج ۱ ص ۱۹۰) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی العنزی حدثنا محمد بن ابی عدی عن سعید عن قتادۃ عن زرارۃ ان سعد بن ھشام بن عامر .....الخ۔ (صحیح مسلم : ۷۴٦)

فائدہ:

" فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ'' ان گیارہ رکعتوں میں چھ تہجد کی ، تین وتر کی اور دو رکعت وتر کے بعد کی نفل ہوا کرتی تھیں اور " لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ'' میں مطلق جلسہ کی نہیں بلکہ ایسے جلسہ کی نفی کی گئی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو اور مقصود یہ ہے کہ آٹھ رکعات سے پہلے آپ ہر جلسہ پر سلام پھیرتے مگر آٹھویں رکعت پر جلسہ فرماتے تو سلام کے بغیر نویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے جو وتر کی تیسری رکعت ہوتی اور پھر وتر سے فارغ ہو کر دو رکعت اور نفل ادا فرماتے۔

روایت نمبر ۵:

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تُوتِرُوا

بِثَلاَثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَّلاَتُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔ (آثار السنن: ۵۹۱)

☆☆ابوسلمہ (رحمہ اللہ) اور عبدالرحمن الاعرج (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو، مغرب کی نماز کے مشابہ نہ بناؤ۔'' اسے دارقطنی (۱۶۵۰)، حاکم (۱۱۳۸) اور بیہقی (۴۸۱۵) نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳۸، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۵، صحیح ابن حبان: ۲۴۲۹، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۶۷۰، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۱۰۶۶، نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۲ ص ۱۲۰، البدر المنیر: ج ۴ ص ۳۰۲

اور صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن سليمان ثنا احمد بن صالح ثنا عبدالله بن وهب انبأ سليمان بن بلال ح وحدثنا ابوبكر النيسابوري ثنا موهب بن يزيد بن خالد ثنا عبدالله بن وهب حدثني سليمان بن بلال عن صالح بن كيسان عن عبدالله بن الفضل عن ابي سلمة بن عبدالرحمن وعبدالرحمن الاعرج عن ابي هريرة......الخ۔ (سنن الدارقطني: ۱۶۵۰)

روایت نمبر ۶:

وَعَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ تُوْتِرُوْا بِثَلاَثٍ تُشَبِّهُوْا بِصَلاَةِ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنْ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ اَوْ بِتِسْعٍ اَوْ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ ۃ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

(آثار السنن: ۵۹۲)

☆☆(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین وتر نہ پڑھو کہ مغرب کی نماز سے مشابہ کردو، لیکن پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ۔'' اسے محمد بن نصر مروزی (ج ۱ ص ۳۰۰) ابن حبان (۲۴۲۹) اور حاکم (۱۱۳۷) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی: ج ا ص ۳۰۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۹، تنقیح التحقیق لابن عبدالهادی: ۱۰۶۷، البدر المنیر: ج ۴ ص ۳۰۲، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۱۷۴۴۔

اور صحیح ہے۔ امام مروزی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا طاهر بن عمرو بن الربيع بن طارق قال حدثني ابي اخبرنا الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن عراك بن مالك عن ابي هريرة.....الخ. (مختصر قيام الليل: ج ا ص ۳۰۰)

فائدہ:

متعدد احادیث میں نماز مغرب کو ''وتر النہار'' اور نماز وتر کو ''وتر اللیل'' کہا گیا ہے اور مذکورہ بالا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں احادیث میں جو مغرب کی نماز کے مشابہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ''وتر اللیل'' میں نماز مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے پہلے تہجد بھی (دو یا چار، یا آٹھ یا اس سے زائد رکعات) پڑھو۔

روایت نمبر ۷:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَّلَا نُحِبُّ ثَلَاثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۳)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ''وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور ہم تین ناقص رکعتوں کو پسند نہیں کرتے۔'' اسے محمد بن نصر (ج ا ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي قال ثنا الخصيب بن ناصح قال ثنا يزيد بن عطاء عن الاعمش عن سعيد بن جبير عن ابن عباس.....الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۱۵. وله طرق اخرى)

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَاِنِّيْ لَاَكْرَهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثَلَاثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۴)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ''وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ وہ تین ناقص رکعتیں ہوں۔'' اسے محمد بن نصر (ج ا ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۶۹۸) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند

صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن داود قال ثنا ابن ابی عمر قال ثنا سفیان عن عبد الحمید بن جبیر بن شیبۃ عن سعید بن المسیب عن عائشۃ......الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۸)

فائدہ:

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَنَّ الْوِتْرَ بِثَلاَثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَالنَّهْيُ فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنْ يُّصَلِّيَ وِتْرًا بِثَلاَثِ رَكْعَاتٍ وَّلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ اِمَّا رَكْعَتَانِ وَاِمَّا اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ۔

☆☆(محقق) نیموی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: تین رکعت وتر نبی مکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے ثابت ہیں۔ لہٰذا ان احادیث میں جو منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور اس سے پہلے دو، چار یا اس سے زائد نفل نہ پڑھے جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ تہجد مع وتر کی تین رکعات پر اکتفانہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین وتر یا چار رکعت تہجد اور تین وتر پڑھا کرو۔ ثقہ بالاجماع محدث و ناقد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۱۲۳ھ نے بھی ان احادیث میں یہی توجیہ کی ہے۔(دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵/۱۷)

روایت نمبر ۹:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلّٰى۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ۔

(آثار السنن: ۵۹۵)

☆☆(سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کے لئے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹، ابن ماجہ: ۱۱۷۵، ابو داود: ۱۳۲۶، ترمذی: ۴۳۷، نسائی: ۱۶۶۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۰، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۵، سنن ابی داود: ۱۳۲۶، سنن الترمذی: ۴۳۷، سنن النسائی: ۱۶۶۸، مؤطا مالک: ۳۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۸، مسند الحمیدی: ۶۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۸۴۸، مسند البزار: ۵۴۴۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن نافع وعبداللہ بن دینار عن ابن عمر......الخ۔

(صحیح البخاری: ۹۹۰)

فائدہ:

"صلی رکعۃ واحدۃ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

روایت نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۵۹۶)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں گیارہ رکعت ادا فرماتے، انہیں میں سے ایک کے ساتھ وتر ادا فرماتے، پھر جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنے دائیں پہلو مبارک پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا تو آپ ہلکی دو رکعتیں (یعنی سنتِ فجر) ادا فرماتے۔اسے شیخین (بخاری: ۶۲۶، مسلم: ۷۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۶، صحیح مسلم: ۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۸، سنن ابی داود: ۱۳۳۵، سنن الترمذی: ۴۴۰، مسند البزار: ۱۲۶، مؤطا مالک: ۳۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۰۷۰، السنن الکبری للنسائی: ۴۱۷، المنتقی لابن الجارود: ۲۷۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۲۹۹، سنن الدارقطنی: ۱۵۴۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة.....الخ۔

(صحیح مسلم: ۷۳۶)

فائدہ:

" یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَۃٍ ": مقصود یہ ہے کہ گزشتہ دس رکعات میں سے آخری دو رکعات کو مزید ایک رکعت کے ذریعے وتر بناتے تھے۔

روایت نمبر ۱۱:

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ. رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۷)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا الحسین بن اسماعیل ثنا ابو یحییٰ محمد بن ابراھیم ثنا مکی بن ابراھیم ثنا حنظلۃ عن القاسم بن محمد.....الخ۔ (سنن الدارقطنی: ۱۶۷۲)

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر مفسر احادیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے ہیں لہٰذا ان مفسر احادیث کے پیش نظر مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعات کے ساتھ ایک رکعت کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

روایت نمبر ۱۲:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَفْصِلُ بَیْنَ الْوِتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِیْمَۃٍ وَّیُسْمِعُنَاهَا. رَوَاہُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ قَوِیٍّ. (آثار السنن: ۵۹۸)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ فرماتے اور سلام ہمیں سناتے تھے۔ اسے احمد (۵۴۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

سند:

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عتاب بن زیاد حدثنا ابو حمزۃ یعنی السکری عن ابراھیم یعنی الصائغ عن نافع عن ابن عمر.....الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۴۶۱)

روایت نمبر ۱۳:

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ۔ رَوَاہُ الْاَرْبَعَۃُ وَآخَرُوْنَ اِلَّا التِّرْمَذِیَّ وَالصَّوَابُ وَقْفُہٗ۔(آثار السنن: ۵۹۹)

☆☆ (سیدنا) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''وتر ہر مسلمان پر ضروری ہیں، واجب ہیں جو شخص پسند کرتا ہے کہ پانچ رکعت وتر پڑھے تو وہ پڑھ لے اور جو شخص تین رکعت پسند کرتا ہے تو وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک رکعت وتر پسند کرتا ہے تو وہ اس طرح کرے۔ اسے ترمذی کے علاوہ اصحابِ اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۹۰، ابوداود: ۱۴۲۲، نسائی: ۱۷۱۲) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

روایت نمبر ۱۴:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَفْصِلُ بَیْنَ شَفْعِہٖ وَوِتْرِہٖ بِتَسْلِیْمَۃٍ وَّاَخْبَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ۔(آثار السنن: ۶۰۰)

☆☆ سالم بن عبداللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی دو رکعتوں اور اپنے وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ کرتے اور (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۶۶۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔

اسے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا احمد بن ابی داود بن موسی قال ثنا علی بن بحر القطان قال ثنا الولید بن مسلم عن الوضین بن عطاء قال اخبرنی سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ .....الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۶۴)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی ''ابو کنانہ وضین بن عطاء بن کنانہ بن عبداللہ الخزاعی'' روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

روایت نمبر ۱۵:

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَۃِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ

بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۶۰۱)

☆☆ نافع سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے، یہاں تک کہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق کہنا ہوتا تو کہتے۔ اسے بخاری (۹۹۰) نے روایت کیا ہے۔

روایت نمبر ۱۶:

وَعَنْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُزَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی ابْنُ عُمَرَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ یَا غُلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَاَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ۔ رَوَاہُ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقَالَ الْحَافِظُ (ابْنُ حَجَرِ الْعَسْقَلَانِیُّ) فِی الْفَتْحِ بِإِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔ (آثار السنن: ۶۰۲)

☆☆ بکر بن عبداللہ مزنی (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر فرمایا: ''اے غلام! ہمارے لیے سواری پر کجاوہ ڈال دو۔'' پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

روایت نمبر ۱۷:

وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَکْعَۃٍ وَّعِنْدَہٗ مَوْلًی لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَتٰی ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ دَعْہُ فَإِنَّہٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۶۰۳)

☆☆ (حضرت) ابن ابی ملیکہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کیا، ان کے پاس (حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا آزاد کردہ غلام بھی تھا، اس نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر انہیں یہ بات بتائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔'' اسے بخاری (۳۷۶۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعافی عن عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکۃ ..... الخ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۶۴)

روایت نمبر ۱۸:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّیْمِیِّ قَالَ قُلْتُ لَا یَغْلِبُنِی اللَّیْلَۃَ عَلَی الْمَقَامِ اَحَدٌ فَقُمْتُ اُصَلِّیْ فَوَجَدْتُ حِسَّ رَجُلٍ مِّنْ خَلْفِ ظَہْرِیْ فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَتَنَحَّیْتُ لَہٗ فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْاٰنَ حَتّٰی خَتَمَ ثُمَّ

رَكَعَ وَسَجَدَ فَقُلْتُ اَوْهَمَ الشَّيْخُ فَلَمَّا صَلّٰى قُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا صَلَّيْتَ رَكْعَةً وَّاحِدَةً فَقَالَ اَجَلْ هِيَ وِتْرِيْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۰۴)

☆☆ عبدالرحمن تیمی (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (اپنی جی) میں کہا کہ آج رات تہجد کے لیے کھڑا ہونے میں مجھ سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کے پاؤں کی چاپ سنی تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کی خاطر ایک طرف ہو گیا، انہوں نے آگے بڑھ کر قرآن پاک شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر لیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا، میں نے کہا بوڑھے کو وہم ہو گیا ہے، جب وہ نماز پڑھ چکے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو ایک رکعت پڑھی ہے، انہوں نے کہا ہاں یہ میرے وتر ہیں۔ اسے طحاوی (۱۷۵۰) اور دارقطنی (۱۶۷۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكرة قال ثنا ابو داود قال ثنا فليح بن سليمان الخزاعي قال ثنا محمد بن المنكدر عن عبدالرحمن التيمي......الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۵۰)

یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی "ابو یحییٰ فلیح بن سلیمان بن ابو المغیرہ الخزاعی المدنی" کی فضائل اور ترغیب و ترہیب میں روایات تو لے جا سکتی ہیں مگر احکام میں اس کی روایات حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔

چنانچہ امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

" فليح بن سليمان ليس بالقوى " کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ (سنن النسائی: ۱۸۰۲)

امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

اس کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے قابل اعتماد نہیں اس کی حدیث سے پرہیز کیا جائے۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"ليس بالقوى" یہ قوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

محدث ابو کامل مظفر بن مدرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ تین آدمیوں کی حدیث سے پرہیز کیا جائے یعنی محمد بن طلحہ بن مصرف اور ایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶، وج ۲ ص ۳۳۶، ومقدمہ فتح الباری: ص ۴۳۹)

امام ابو داود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶)

محدث آجری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے امام ابوداود کو کہا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن عبید اللہ اور ابن عقیل اور فلیح بن سلیمان کی حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے تو امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔

(تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام حاکم ابواحمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

فلیح محدثین کے نزدیک متین یعنی مضبوط نہیں ہے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عبدالحمید بن سلیمان اور فلیح بن سلیمان دونوں بھائی ضعیف ہیں۔

محدث ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فلیح سچا ہے لیکن بھول جاتا ہے۔

محدث رملی رحمہ اللہ امام ابوداود رحمہ اللہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

"لیس بشیء" یہ کچھ نہیں ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فلیح بن سلیمان لیس معه من الاتقان ولا من الثبت فی الروایة کما مع الذی روی الحدیث وهو حماد بن سلمة عن ثابت البنانی. (مشکل الآثار: ج۳ ص۳۰۴)

کہ فلیح بن سلیمان میں وہ مضبوطی وقوت نہیں روایت میں جو حماد بن سلمہ کو ثابت بنانی کی روایت میں حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

"صدوق کثیر الخطاء"

کہ یہ سچا ہے لیکن روایت حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ (تقریب: ص ۲۷۷)

یہی بات غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۲۴ و ج ۱ ص ۲۴۱)

بعض محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ فلیح بن سلیمان اس درجہ کا راوی نہیں تھا کہ وہ بخاری کی زینت بنتا۔ اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب میں لکھتے ہیں:

قلت لم یعتمد علیه البخاری علی مالك وابن عیینة واضر بهما وانما اخرج له احادیث اکثرها فی المناقب وبعضها فی الرقاق. (مقدمه فتح الباری: ۴۳۵)

کہ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا فلیح پر اعتماد ایسا نہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ وسفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

وغیرہما پر ہے صرف چند حدیثیں صحیح بخاری میں اس کی ذکر کی ہیں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض دل کو نرم کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

واصعب مارمی به ما ذکر عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتهمه لانه تناول من اصحاب النبی ﷺ۔ (میزان: ج۲ص۳۳۶)

اور بہت سخت الزام اس پر ہے جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ محدث ابو کامل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ فلیح متہم ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی بیان کرتا تھا۔

روایت نمبر ۱۹:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ قَالَ اَمَّنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ صَلَاةِ الْعِشَآءِ الْآخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحّٰی فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَكْعَةً فَاتَّبَعْتُهُ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ فَقُلْتُ یَآاَبَااِسْحَاقَ مَا هٰذِهِ الرَّكْعَةُ فَقَالَ وِتْرٌ اَنَامُ عَلَیْهِ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ كَانَ یُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ یَّعْنِیْ سَعْدًا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۶۰۵)

☆☆ عبداللہ بن سلمہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی امامت کرائی، جب انہوں نے سلام پھیرا تو مسجد کے ایک کونہ میں ہو کر ایک رکعت پڑھی، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو اسحاق! یہ ایک رکعت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وتر ہیں، میں پڑھ کر سو جاتا ہوں، عمرو بن مرہ (جو کہ عبداللہ بن سلمہ کے اس حدیث میں شاگرد ہیں) نے کہا: میں نے یہ بات حضرت سعد کے بیٹے مصعب سے بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن خزیمة قال ثنا عبداللہ بن رجاء قال ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبداللہ بن سلمة.....الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۳)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صَغِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهٗ زَمَنَ الْفَتْحِ اَنَّهٗ رَاٰی سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ سَعْدٌ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِیِّ ﷺ یُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ بَعْدَ

صَلَاةِ الْعِشَآءِ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ٦٠٦)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرے پر نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ہاتھ مبارک پھیرا تھا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ رات کے درمیان (تہجد کے لیے) کھڑے ہونے تک اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے بیہقی نے معرفۃ السنن (۵۴۵۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان حضرات نے پہلے پڑھی گئی دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت کو ملا راویوں نے رکعۃ واحدۃ سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ نبی ﷺ کا صرف ایک وتر پڑھنا صراحتاً کسی بھی قولی یا فعلی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ م ۶۴۳ھ فرماتے ہیں:

لا نعلم فی روایات الوتر مع کثرتها انه علیه السلام اوتر برکعة فحسب. (تلخیص الحبیر: ۲/۱۵)

وتر کی احادیث کی کثرت کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی (مرفوع) حدیث میں آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

بعض حضرات نے وتر کی ایک رکعت ہونے پر اس قولی حدیث استدلال کیا ہے جس میں ''صل رکعۃ واحدۃ'' کے الفاظ آئے ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتعقب بانه لیس صریحا فی الفصل، فیحتمل ان یرید بقوله: صل رکعة واحدة ای مضافة الی رکعتین مما مضی. (فتح الباری: ۲/۶۱۰)

یہ استدلال مردود ہے کیوں کہ یہ حدیث صرف ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد صل رکعۃ واحدۃ سے یہ ہو کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

تین رکعات کے قائلین کے دلائل:

اب رکعاتِ وتر کے تین ہونے کے قائلین کے دلائل مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر۱:

عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلوٰةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۶۰۷)

☆☆ ابوسلمہ بن عبدالرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین وطویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سوجاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔“ اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابی داود: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبری للنسائی: ۳۹۲، موطا مالک: ۳۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹، مستخرج ابی عوانۃ: 3052

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالك عن سعيد المقبری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن انہ سأل عائشۃ.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۳۵۶۹)

فائدہ:

اس حدیث میں آٹھ رکعات تہجد اور تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی احادیث کا ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ تین رکعات وتر ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ چنانچہ غالی غیر مقلد مبارکپوری نے بھی مذکورہ حدیث کے الفاظ "ثم یصلی ثلاثا" (کہ آپ ﷺ پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے) کی شرح میں لکھا ہے:

والظاهر انها متصلات۔ (تحفة الاحوذی: ۱/۳۳۱)

ظاہر یہی ہے کہ یہ تین رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاس عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُوْلِي الْأَلْبَابِ فَقَرَءَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَءُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(آثار السنن: ۶۰۸)

☆☆علی بن عبداللہ (رحمہ اللہ) نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے، آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے مسواک کی اور یہ آیات پڑھتے ہوئے وضو کیا: "إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُوْلِي الْأَلْبَابِ" (بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے بدلنے میں یقیناً سمجھداروں کے لئے نشانیاں ہیں) یہاں تک کہ آپ نے سورۃ مبارکہ ختم فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان رکعات میں رکوع اور سجود کو لمبا کیا، پھر آپ سلام پھیر کر سو گئے، یہاں تک کہ آپ نے خراٹے بھرے، اس طرح تین بار چھ رکعت ادا فرمائیں، ہر بار مسواک اور وضو کرتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ اسے مسلم (۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا واصل بن عبد الاعلی حدثنا محمد بن فضیل عن حصین بن عبد الرحمن عن حبیب بن ابی ثابت عن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عن ابیہ عن عبداللہ بن عباس۔۔۔۔الخ۔

(صحیح مسلم: ۷۶۳)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ

الْاَعْلٰی وَقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۰۹)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی} {قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْن} اور {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ابوداود کے سوا اصحابِ خمسہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲، سنن الترمذی: ۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۰، سنن الدارمی: ۱۶۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۵۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۴۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۷۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن علی الجھضمی قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔۔۔۔ الخ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)

اور صحیح و ثابت ہے۔ اس کے کافی شواہد و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمَذِیَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۰)

☆☆ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وتروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی} {قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْن} اور {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ترمذی کے سوا اصحابِ خمسہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۱، ابوداود: ۱۴۲۳، نسائی: ۱۷۲۹، احمد: ۲۱۱۴۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱، سنن ابی داود: ۱۴۲۳، سنن النسائی: ۱۷۲۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۱۴۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۵۴۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۸۸، المنتقی لابن الجارود: ۲۷۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۵۰۴، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۶۶۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا ابو حفص الابار قال حدثنا الاعمش عن طلحة وزبید عن ذر عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیه عن ابی بن کعب رضی الله عنه.....الخ۔

(سنن ابن ماجه: ۱۱۷۱)

یہ حدیث تغلیباً بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَءُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ هُوَ اَحَدٌ وَّلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ وَيَقُوْلُ يَعْنِيْ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثاً. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۱)

☆☆ اور انہی (سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} دوسری رکعت میں {قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ هُوَ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔اور سلام آخر ہی میں پھیرتے تھے۔اور سلام کے بعد تین دفعہ {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ} پڑھتے۔اسے نسائی (۱۷۰۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۷۰۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۰۶، السنن الکبری للنسائی: ۴۴۶، ۱۰۵۰۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۴۰۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا یحییٰ بن موسی قال انبأنا عبدالعزیز بن خالد قال حدثنا سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن عزرة عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیه عن ابی بن کعب...الخ۔(سنن النسائی: ۱۷۰۱)

یہ حدیث بلاغبار صحیح وثابت ہے۔سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ کی دیگر راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔(دیکھئے: سنن النسائی: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن نصر المروزی کے ایک غلط، باطل ومردود قول کہ ''ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں۔'' کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں موجود ہیں جن میں تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکور حدیث بھی ہے۔(دیکھئے: فتح الباری: ۲/۶۱۱، نیز دیکھئے: عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۳/۱۸۲)

معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز متعدد غیر مقلدین جیسے ابوالاشبال شاغف، احمد مجتبیٰ اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(حاشیۃ التعلیقات السلفیۃ: ۲/۹۱۴، سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۱۷۰۱)

غیر مقلدین کے محدثِ اعظم عبداللہ روپڑی نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

(اہلحدیث کے امتیازی مسائل: ص۸۸)

مزید برآں غیر مقلد محمد امین نے بھی ہے کہ:

دیگر صحیح روایات سے اس حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہ روایت معناً صحیح وقابل عمل ہے۔

(ملخصاً: سنن النسائی بفوائد الامین ج ۳ ص ۸۰۸ ح: ۱۷۰۲)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ نیز وتر کی ان تین رکعت میں سے دو رکعت کے بعد قعدہ بھی کیا جائے گا اور اس میں تشہد بھی پڑھا جائے گا چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ: " كان يقول فى كل ركعتين التحية " رسول اللہ ﷺ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے۔(صحیح مسلم: ۱۰۴۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کی تمام نمازوں کا ضابطہ بیان فرما دیا گیا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْوِتْرَ فَقَرَءَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا يَمُدُّ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۲)

☆☆ (سیدنا) عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} دوسری رکعت میں {قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} تلاوت فرمائی۔ اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ} پڑھا اور تیسری بار اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ اسے طحاوی (۱۷۳۵)، احمد (۱۵۳۵۸)، عبد بن حمید اور نسائی (۱۷۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبة: ۶۸۷۳، السنن الکبری للنسائی: ۱۴۳۹، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۷۳۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۴۶، مشکاة: ۱۲۷۵

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبكرة قال ثنا ابو المطرف بن ابی الوزير قال ثنا محمد بن طلحة عن زبيد عن ذر عن سعيد بن عبدالرحمن بن ابزى عن ابيه.....الخ.(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵)

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ۱۰۰۹) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۱۰۰۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لاَ يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۳)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اسے نسائی (۱۶۹۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۶۹۸، مؤطا امام محمد: ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبة: ۶۸۴۲، السنن الکبری للنسائی: ۱۴۰۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۶۶۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۹۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۴

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا سعيد عن قتادة عن زرارة بن اوفى عن سعد بن هشام ان عائشة رضى الله عنها حدثته.....الخ.(سنن النسائی: ۱۶۹۸)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے جبکہ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفة المحتاج: ۱/ ۴۰۵ بحوالہ تعلیق علی النسائی: ۱۶۹۹) وله شواهد۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تین رکعات کے بعد پھیرتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں

وضاحت ہے۔ نیز مستدرک حاکم (۱۱۴۰) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ:

وهذا وتر امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه اخذه اهل المدينة.

(المستدرك على الصحيحين: ۱۱۴۰)

اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وتر پڑھنے کا طریقہ بھی یہی تھا اور ان ہی سے اہل مدینہ نے یہ طریقہ حاصل کیا۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ اَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ يُّعْتَبَرُ بِهٖ. (آثار السنن: ۶۱۴)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے، پھر دو رکعت پڑھتے، پھر ان سے لمبی دو رکعت ادا فرماتے، پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، آپ ان کے درمیان فاصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۲۲۳) نے قابل اعتبار سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا محمد يعني ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة.....الخ. (مسند الامام احمد: ۲۵۲۲۳)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّعَشَرَةٍ وَّثَلَاثٍ وَّلَمْ يَكُنْ يُّوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۵)

☆☆ عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کہ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعت۔ اور آپ ﷺ (عموماً) تیرہ رکعات سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۱۵۹)، ابوداود (۱۳۶۲) اور طحاوی (۱۶۹۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل : ۲۵۱۵۹، سنن ابی داود : ۱۳۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۶۹۷، السنن الکبری للبیہقی : ۴۸۰۴، مسند الشامیین للطبرانی : 1918، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی : ج ۱ ص ۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ : ۱۶۶۷۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الرحمن عن معاویۃ عن عبد اللہ بن ابی قیس قال سألت عائشۃ ..... الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل : ۲۵۱۵۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی۔ شعیب ارناؤط وغیرہم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر : ج ۲ ص ۹۶، سنن ابی داود بتحقیق الالبانی : ۱۳۶۲، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب : ۲۵۱۵۹)

فائدہ:

اس حدیث سے مختلف احادیث میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے سات رکعات پڑھی تو وہاں چار نفل اور تین وتر ہوتی، اور جہاں گیارہ پڑھی وہاں آٹھ نفل اور تین وتر ہوتی اور جہاں تیرہ پڑھی وہاں دس نفل اور تین وتر ہوتی۔ لہٰذا وتر تین رکعات ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ يَقْرَءُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَاۤأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔

(آثار السنن : ٦١٦)

☆☆ عبد العزیز بن جریج نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس سورۃ کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: "آپ ﷺ پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى} دوسری میں {قُلْ يَاۤأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ} اور معوذتین تلاوت فرماتے تھے۔" اسے احمد (۲۵۹۰۶) اور نسائی کے سوا اصحاب اربعہ (ابن ماجہ : ۱۱۷۳، ابوداود : ۱۴۲۴، ترمذی : ۴۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳، سنن ابی داود: ۱۴۲۴، سنن الترمذی: ۴۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۷۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۹۲۱، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۴، شرح السنۃ للبغوی: ۹۷۴۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مسلمة عن خصيف عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة....الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶)

یہ حدیث شواہدات ومؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَءُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۶۱۴)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى} دوسری میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ} تلاوت فرماتے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۶) اور طحاوی (۱۶۹۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۴۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۴، ۳۹۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۹۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۵۵۴، شرح السنۃ للبغوی: ۹۷۳۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن اسماعيل ثنا ابو اسماعيل الترمذي ثنا ابن ابي مريم ثنا يحيى بن ايوب عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها....الخ. (سنن الدارقطنی: ۱۶۷۶)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ دَفَنَّا أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّيْ لَمْ أُوْتِرْ فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ. أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ

وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۸)

☆☆ مسور بن مخرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ ہم نے (یدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ کورات کو دفن کیا تو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ چنانچہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی اورانہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے اور سلام آخر میں ہی پھیرا۔ اسے طحاوی (۱۷۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابي داود قال ثنا يحيیٰ بن سليمان الجعفي قال انا ابن وهب قال اخبرني عمرو عن ابن ابي هلال عن ابن السباق عن المسور بن مخرمة.....الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۴۲)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳:

وعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۹)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''وتر تین رکعت ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز ہے۔'' اسے طحاوی (۱۷۴۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۱۲، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۸۰، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۳ ص ۹۴۰، الجوہر النقی: ج ۳ ص ۳۰۔

اور صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بشر الرقي قال ثنا شجاع عن سليمان بن مهران عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبدالله بن مسعود.....الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۴۴)

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِيْ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِيْ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔

(آثار السنن: ۶۲۰)

☆☆ ثابت نے کہا: (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے مجھے تین رکعت وتر پڑھائے جبکہ میں ان کے دائیں طرف تھا اوران کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی، انہوں نے صرف آخر میں ہی سلام پھیرا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ مجھے وتر کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۴۷)، اور ابن ابی شیبۃ: ۶۸۴۰) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال ثنا ثابت.....الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۷)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ اَبِیْ خَالِدَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْعَالِیَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ عَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَیْرَ اَنَّا نَقْرَءُ فِی الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُ اللَّیْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۲۱)

☆☆ ابو خالدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو العالیہ (رحمہ اللہ) سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: "ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں مگر یہ کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں تو یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر ہیں۔" اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکرة قال ثنا ابو داود قال ثنا ابو خلدة قال سألت ابا العالیة.....الخ۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَاَیْنَا اُنَاسًا مُّنْذُ اَدْرَکْنَا یُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ کُلًّا لَّوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْ اَنْ لَّا یَکُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْهُ بَاْسٌ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ (آثار السنن: ۶۲۲)

☆☆ قاسم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: "ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور بلاشبہ ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔" اسے بخاری (۹۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی عبداللہ بن وھب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان عبدالرحمن بن القاسم حدثه عن ابیه۔۔۔۔۔الخ۔(صحیح البخاری: ۹۹۳)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روایات میں وتر کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور صرف ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور ان میں دونوں طرح گنجائش ہے۔مگر واضح رہے کہ افضل یہی ہے کہ وتروں کو ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کیا جائے اکثر امت کا عمل اسی پر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَخَارِجَةَ بْنِ زَیْدٍ وَعُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَسُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ فِیْ مَشْیَخَةٍ سِوَاهُمْ اَهْلُ فِقْهٍ وَّصَلَاحٍ وَّفَضْلٍ وَّرُبَّمَا اخْتَلَفُوْا فِی الشَّیْئِ فَاَخَذَ بِقَوْلِ اَکْثَرِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ رَأْیًا فَکَانَ مِمَّا وَعَیْتُ عَنْهُمْ عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَّا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ آخِرِهِنَّ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

(آثار السنن: ۶۲۳)

☆☆ابوالزناد (رحمہ اللہ) نے ساتوں حضرات یعنی سعید بن مسیب رحمہ اللہ،عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، قاسم بن محمد رحمہ اللہ،ابوبکر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ،خارجہ بن زید رحمہ اللہ،عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے ان کے علاوہ فقیہ،اہل صلاح وفضل والے اور کئی شیوخ سے روایت کی،اور کبھی وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو ان میں سے اکثریت اور بسا اوقات بہترین رائے والے شخص کے قول پر عمل کیا جاتا تو جو باتیں میں نے ان حضرات سے مذکورہ طریقہ کے مطابق اخذ کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔اسے طحاوی (۱۷۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو العوام محمد بن عبداللہ بن عبدالجبار المرادی قال ثنا خالد بن نزار الایلی قال ثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن ابیه۔۔۔۔الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۸)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْهُ قَالَ اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِیْنَۃِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ آخِرِهِنَّ۔
رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۲۴)

☆☆انہی کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کرام رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین رکعت وتر کو برقرار رکھا بایں طور پر کہ سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

وقد حدثنا ربیع المؤذن قال ثنا ابن وھب قال اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابیه... الخ۔
(طحاوی: ۱۷۵۷)

{وتر واجب ہیں}

۲۹۳۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ زَادَکُمْ صَلَاةً فَذَکَرَ الْوِتْرَ۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھا دی ہے اور وہ وتر ہے۔''

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وله شواهد)
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابویعفور وقدان العبدی الکوفی رحمہ اللہ'' کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۶۹۴، تقریب: ۷۴۱۳)

فائدہ:

اس حدیث کے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں کیونکہ زیادتی مزید علیہ کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور مکرم ﷺ ہی کی طرف سے عدمِ مواظبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری للعینی: ۸۹۹)

وتروں کے واجب ہونے پر چند مزید دلائل:

وتروں کے واجب ہونے پر چند مزید دلائل دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ا:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔ (آثار السنن: ۵۷۹)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔'' اسے شیخین (بخاری: ۹۹۸، مسلم: ۷۵۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۸، صحیح مسلم: ۷۵۱، سنن ابی داود: ۱۴۳۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۷۱۰، مسند البزار: ۵۴۱۵، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۳۰۵، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۰۸۲، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۲۶، فوائد تمام للرازی: ۶۱۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۲۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۸۶

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن عبیداللہ حدثنی نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ.....الخ۔ (صحیح البخاری: ۹۹۸)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن: ۵۸۰)

☆☆ انہی (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''صبح (طلوع فجر) سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔'' اسے مسلم (۷۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۵۰، سنن ابی داود: ۱۴۳۶، سنن الترمذی: ۴۶۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۹۵۴، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۰۸۷، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۳۲۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۴۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۳۶۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۱۷۰۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ھارون بن معروف وسریج بن یونس وابو کریب جمیعا عن ابن ابی زائدۃ اخبرنی عاصم

الاحول عن عبداللہ بن شقیق عن ابن عمر.....الخ۔(صحیح مسلم:۷۵۰)

فائدہ:

اس سے وتر کے وقت کی انتہا اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ اِلاَّ الْبُخَارِیَّ۔ (آثار السنن:۵۸۱)

☆☆(سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ:"طلوع فجر سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔" اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت (مسلم:۷۵۴، ابن ماجہ:۱۱۸۹، ترمذی:۴۶۸، نسائی: ۱۶۸۳، احمد:۱۱۰۹۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم:۷۵۴، سنن ابن ماجہ:۱۱۸۹، سنن النسائی:۱۶۸۳، سنن الترمذی:۱۶۸۳، مسند ابی داود الطیالسی:۲۲۷۷، مصنف عبدالرزاق:۴۵۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ:۶۷۶۷، مسند الامام احمد بن حنبل:۱۱۰۹۷، سنن الدارمی:۱۶۲۹، مسند البزار:۸

اور بلحاظ سند صحیح وثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا عبدالاعلی بن عبدالاعلی عن معمر عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی نضرۃ عن ابی سعید.....الخ۔(صحیح مسلم:۷۵۴)

فائدہ:

اس حدیث سے بھی وتر کے وقت کی انتہا اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ خَافَ اَنْ لاَّ یَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَہٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ اٰخِرَہٗ فَلْیُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ وَّذٰلِکَ اَفْضَلُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (آثار السنن:۵۸۲)

☆☆(سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس کو یہ اندیشہ ہو کہ آخری رات میں وہ اٹھ نہ سکے گا (یعنی سوتا رہ جائے گا) تو اس کو چاہئے کہ رات کے شروع ہی میں (یعنی عشاء کے ساتھ ہی) وتر پڑھ لے، اور جس کو اس کی پوری امید ہو کہ وہ (تہجد) کے لئے) آخر شب میں اٹھ جائے گا تو اس کو چاہئے

کہ وہ آخر شب ہی میں (یعنی تہجد کے بعد) وتر پڑھے، اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں، اور وہ وقت بڑی فضیلت کا ہے۔'' اسے مسلم (۷۵۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۵۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۲۷۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۷۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۳۷، مشکاۃ المصابیح: ۱۲۶۰، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام: ۳۸۵، صحیح مسلم: ۷۵۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۰۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۲۷۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۷۱۶، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۳۷، مشکاۃ المصابیح: ۱۲۶۰، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام: ۳۸۵۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا حفص وابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال......الخ۔(صحیح مسلم: ۷۵۵)

فائدہ:

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ وتر کا بہتر وقت تو آخر شب ہے مگر اول شب میں بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ اور دوسرا اس حدیث کا طرز بیان وتر کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر چھوڑے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اول شب یا آخر شب میں پڑھنا ضروری ہے اور یہی معنی وجوب کے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۵۸۳)

☆☆ (حضرت سیدنا) بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''وتر حق (یعنی امر ثابت ولازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (یعنی امر ثابت ولازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (یعنی امر ثابت ولازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔'' اسے ابوداود (۱۴۱۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۴۱۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان

وکتاب الوتر للمروزی: ج۱ص۲۶۸، الکنی والاسماء للدولابی: ۱۷۳۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۳۴۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۴۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۷۲، الکفایہ فی علم الروایۃ: ج۱ص۴۱۸، مشکاۃ المصابیح: ۱۲۷۸، سنن ابی داود: ۱۴۱۹، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی: ج۱ص۲۶۸، الکنی والاسماء للدولابی: ۱۷۳۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۳۴۳۔

اور اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن المثنی حدثنا ابو اسحاق الطالقانی حدثنا الفضل بن موسی عن عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ.....الخ۔(سنن ابی داود:۱۴۱۹)

یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح وثابت ہے۔ چنانچہ امام ابوعبد اللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں:

هٰذا حدیث صحیح۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۷)

ثقہ بالاجماع امام، امام ابومحمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

هٰذا حدیث صحیح۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(عمدۃ القاری:۸۹۹)

نیز احناف کے مخالفین میں سے شعیب ارناؤط وغیرہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔(دیکھئے: تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹) مخالفین احناف کا اسے حسن لغیرہ تسلیم کرنا بھی بڑی غنیمت کی بات ہے۔

اس حدیث کی سند کے ایک راوی ''امام ابوالمنیب عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی المروزی السنجی رحمہ اللہ'' سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ وصدوق راوی ہیں ان پر بعض حضرات کی طرف سے کی جانیوالی جروحات غیر مفسر، غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ چنانچہ امام ابوعبد اللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں:

وابو المنیب العتکی مروزی ثقۃ۔ (المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۷)

کہ ابوالمنیب عتکی مروزی رحمہ اللہ ''ثقہ'' ہیں۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ثقۃ۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدارمی: ۴۷۹۴)

کہ یہ ثقہ ہیں۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صالح الحدیث۔ (الجرح والتعدیل: ۱۵۲۹)

کہ یہ ''صالح الحدیث'' ہیں۔

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ فرماتے ہیں: وهو عندی لا بأس به۔ (الکامل: ۱۱۶۱)

کہ ابومنیب میں میرے نزدیک کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: لیس بہ بأس. (تہذیب التہذیب: ۵۴) کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فائدہ:

اس صحیح وصریح حدیث سے وتر کا وجوب صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَّھِیَ الْوِتْرُ. رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِیْ مُسْنَدِ الشَّامِیِّیْنَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِی الدِّرَایَۃِ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(آثار السنن: ۵۸۴)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔ اسے طبرانی نے مسند الشامیین (۲۸۴۸) میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا العباس بن الولید الخلال الدمشقی ثنا مروان بن محمد ثنا معاویۃ بن سلام عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی نضرۃ عن ابی سعید۔۔۔۔ الخ۔ (مسند الشامیین: ۲۸۴۸)

فائدہ:

اس حدیث کے طرز بیان سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ زیادتی مزید علیہ کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور مکرم ﷺ ہی کی طرف سے عدم مواظبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری للعینی: ۸۹۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ اَبِیْ تَمِیْمِ الْجَیْشَانِیِّ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ جُمُعَۃٍ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَصْرَۃَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَّھِیَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْھَا فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ تَمِیْمٍ فَاَخَذَ بِیَدِیْ اَبُوْ ذَرٍّ فَسَارَ فِی الْمَسْجِدِ اِلٰی اَبِیْ بَصْرَۃَ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

يَقُوْلُ مَاقَالَ عَمْرٌو قَالَ اَبُوْ بَصْرَةَ اَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۸۵)

☆☆ ابوتمیم جیشانی سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اُس میں فرمایا کہ (سیدنا) ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے پس تم اسے عشاء اور صبح کی نمازوں کے درمیان پڑھا کرو۔ ابو تمیم کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں ابوبصرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ مضمون خود تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو عمرو بن العاص نے بیان کیا۔ اس پر ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اسے احمد (۲۳۸۵۱)، حاکم (۶۵۱۴) اور طبرانی (۲۱۶۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن اسحاق حدثنا عبداللہ یعنی ابن المبارك اخبرنا سعيد بن يزيد حدثنی ابن هبيرة عن ابی تميم الجيشانی.....الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۸۵۱)

یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تعلیق مسند الامام احمد: ۲۳۸۵۱)

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهِ اَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَكَرَهُ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۸۶)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وتر پڑھنے سے سوجائے (اور نہ پڑھ سکے) یا بھول جائے تو جب صبح کرے یا جب یاد آئے تو پڑھ لے۔'' اسے دارقطنی (۱۶۳۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۳۷، سنن ابی داود: ۱۴۳۱، سنن الترمذی: ۴۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۱۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۵۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۳۱۶۔

اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن صاعد ثنا محمد بن عوف بن سفیان الطائی ثنا عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار نا ابو غسان محمد بن مطرف عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید.....الخ۔

(سنن الدارقطنی: ۱۶۳۷)

یہ حدیث بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک مع التلخیص: ۱۱۲۷) نیز متعدد غالی غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ۱۴۳۱، سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۴۳۱)

فائدہ:

اس حدیث میں وتر کی قضا کا حکم ہے جو کہ وتر کے واجب ہونے کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے کیونکہ قضاء سنت اور نفل کی نہیں ہوتی بلکہ واجب یا فرض کی ہوتی ہے۔

{وتر رات کے کسی بھی حصے میں پڑھے جاسکتے ہیں}

۲۹۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْجَدَلِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُوْتِرُ اَحْیَانًا مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَوَسْطِهٖ وَآخِرِهٖ لِتَکُوْنَ سَعَةً لِّلْمُسْلِمِیْنَ۔

سیدنا (ابومسعود) عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کبھی رات کے ابتدائی حصے میں، کبھی درمیانی حصے میں اور کبھی آخری حصے میں پڑھا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں پر وسعت رہے۔''

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحصکفی: ج ۱ ص ۴۴ باب ما جاء فی الوتر اول اللیل ووسطہ واخرہ۔ رقم الحدیث: ۱۶۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابوعبداللہ الجدلی رحمہ اللہ'' سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابی داود کے ثقہ راوی

ہیں۔(تہذیب الکمال:۱۷۴۷۷،الکاشف:۱۱۶۷۱،تقریب:۸۲۰۷)

فائدہ:

وتروں کے اوقات کے سلسلے میں شفقت کا پہلو کارفرما ہے کہ جس شخص کو جس وقت سہولت ہو، وہ اس وقت اسے ادا کرلے اور اس الجھن میں نہ رہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھے یا درمیانی حصے میں یا آخری حصے میں، رات کے کسی حصے میں بھی انہیں ادا کیا جاسکتا ہے۔

{ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وتر پڑھنے کا منفرد انداز}

۲۹۵۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُوتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ فَإِذَا قَامَ سَحَرًا أَضَافَ إِلَى وِتْرِهِ رَكْعَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، إِنَّهُ لَيَلْعَبُ بِوِتْرِهِ مَا عَلَيْهِ لَوْ أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَإِذَا قَامَ سَحَرًا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَإِنَّهُ يُصْبِحُ عَلَى وِتْرٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر جب سحری کے وقت کھڑے ہوتے تو ان کے ساتھ ایک رکعت مزید ملا لیتے (یعنی پہلے جو طاق عدد رکعتیں پڑھی ہوتیں ان کے ساتھ ایک رکعت مزید شامل کر کے ان کو جفت بنا کر توڑ دیتے)، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم کرے، وہ اپنے وتروں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اگر رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھے لیے ہوں تو جب سحری کے وقت اٹھیں تو دو، دو رکعتیں پڑھتے جائیں تو ان کی صبح وتروں پر ہی ہوئی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانيد للخوارزمي: ج۱ص۳۹۹رقم الحديث: ۶۳۹،جامع الآثار: ۵۷۴،شرح معاني الآثار للطحاوي: ج۱ص۳۴۳باب التطوع بعد الوتر۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وللحديث شواهد)

۲۹۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ سَالِمًا عَنْ صُنْعِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

ذٰلِكَ، فَقَالَ كَانَ رَأْيَه لَمْ يَأْثُرْهُ عَنْ اَحَدٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم رحمہ اللہ سے (وتروں کے بارے میں) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ان کی اپنی ایک رائے تھی اس بارے میں انہوں نے کسی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سرخ اونٹوں کے بدلے بھی وتر چھوڑنا گوارہ نہیں}

۲۹۷۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ تَرَكْتُ الْوِتْرَ لَيْلَةً وَّاحِدَةً وَاَنَّ لِيْ حُمُرَ النَّعَمِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میں وتر چھوڑ دوں خواہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ کیوں نہ مل جائیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۴۵۷۸باب وجوب الوتر ،هل شيء من التطوع واحب،مصنف ابن ابی شيبة:۶۸۶۲من قال الوتر واجب.

تحقیق:

مرسل، معتضد صحیح ہے۔

فائدہ:

وتر واجب ہیں جیسا کہ ماقبل میں اس پر دلائل نقل کیے جا چکے ہیں، حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اِس اثر میں بھی اسی جانب اشارہ ہے۔

{وتروں کی قضا کا مسئلہ}

۲۹۸۔ يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا نَسِيَ الرَّجُلُ الْوِتْرَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْغَدَاةَ فَلَا وِتْرَ بَعْدَ الْغَدَاةِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی وتر پڑھنا بھول جائے یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی پڑھ لے تو صبح کے بعد وتر نہیں ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲۳ باب الوتر ما یقرء فیہا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۴۱۸ رقم الحدیث: ۶۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''کہ ہمارے ہاں یہ اثر معمول بہ نہیں ہے وتر ہر حال میں بجز مکروہ اوقات کے پڑھنے ہوں گے، یعنی جس وقت آفتاب طلوع ہو یا دوپہر کے وقت آفتاب کے ڈھلنے کے وقت تک یا آفتاب کے سرخ ہونے تک یہاں تک کہ غروب ہو جائے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔'' (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲۳) لہٰذا وتروں کی قضا لازم ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے کہ:

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ اَوْ نَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْ ذَکَرَہٗ. رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۵۸۶)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وتر پڑھنے سے سو جائے (اور نہ پڑھ سکے) یا بھول جائے تو جب صبح کرے یا جب یاد آئے تو پڑھ لے۔'' اسے دارقطنی (۱۶۳۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۳۷، سنن ابی داود: ۱۴۳۱، سنن الترمذی: ۴۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۱۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۵۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۳۱۶۔

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن صاعد ثنا محمد بن عوف بن سفیان الطائی ثنا عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار نا ابو غسان محمد بن مطرف عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید.....الخ.

(سنن الدار قطنی: ۱۶۳۷)

یہ حدیث بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک مع التلخیص: ۱۱۲۷) نیز متعدد غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ۱۴۳۱، سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۴۳۱)

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتروں کی قضا کرنی پڑے گی۔

{دوران سفر فرض اور وتر سواری کی بجائے زمین پر ادا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے}

۲۹۹۔ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَحَدَّثَنِيْ حُصَيْنٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَاحَبْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا حَيْثُ وَجَّهَتْ فَاِذَا كَانَ الْفَرِيْضَةُ وَالْوِتْرُ نَزَلَ فَصَلّٰى عَلَى الْاَرْضِ۔

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ سے مکہ تک سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا رخ کسی بھی طرف ہوتا۔ البتہ جب انہوں نے فرض نماز اور وتر پڑھنے ہوتے تو نیچے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۵۱۸، ۸۵۱۷، مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۲۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۴۵۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوالہذیل حصین بن عبدالرحمن السلمی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۳۵۸، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۹۸)

۲۔ امام ابوالحجاج مجاہد بن جبر المکی القرشی المخزومی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۷۸۳، تاریخ الثقات للعجلی: ۱۵۳۸)

فائدہ:

زیادہ پسندیدہ عمل یہی ہے کہ دوران سفر اپنی سواری پر جس قدر چاہیں نوافل ادا کرلیں مگر جب فرض یا وتر ادا کرنے کا

ارادہ ہو تو سواری سے اتر جائیں اور فرضوں اور وتروں کو زمین پر ادا کریں، عام فقہاء کرام کا یہی مؤقف ہے۔

(مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۲۵۲)

{وتروں میں قرآن کا کوئی حصہ مقرر کر لینا مکروہ ہے}

۳۰۰۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ: احْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَأَثْنِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَادْعُ لِنَفْسِكَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُوَقِّتَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے وتر میں قنوت کے بارے میں فرمایا کہ اللہ رب العزت کی حمد وثناء بیان کرو، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو اور اپنے لیے دعا کرو۔ اور امام ابراہیم رحمہ اللہ وتروں میں قرآن مجید کا کوئی حصہ مقرر کر لینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۱۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اَكْرَهُ اَنْ اَجْعَلَ فِي الْقُنُوْتِ دُعَاءً مَّعْلُوْمًا۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں قنوت میں معلوم دعا بنالوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہے}

۳۰۲۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْقُنُوْتِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ فَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَقْنُتَ كَبِّرْتَ فَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَرْكَعَ كَبِّرْتَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہ وتر میں قنوت رمضان اور غیر رمضان میں رکوع سے پہلے ہے اور جب تو قنوت پڑھنا چاہے تو تکبیر کہہ، اور جب رکوع کرنا چاہے تو بھی تکبیر کہہ۔''

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۳۔ يُوْسُفُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۴۹۹۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱ ص۲۰۰، ۲۰۱، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ ص۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۹۰۳، ۶۹۱۱، اعلاء السنن: ج۶ ص۶۵، شرح معانی الاثار للطحاوی: ج۱ ص۲۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایت میں اس حدیث امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۹۱۱)

فائدہ:

وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا مسنون ہے۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب حدیث سے مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا إِلٰى قَوْمٍ مُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۶۲۸)

☆☆ عاصم کا بیان ہے کہ میں نے (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، قنوت تھا، میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد، انہوں نے کہا، رکوع سے پہلے، عاصم نے کہا فلاں شخص نے مجھے آپ سے بیان کیا کہ آپ نے کہا ہے رکوع کے بعد ہے، تو انہوں نے کہا، اس نے غلط کہا ہے۔ بلاشبہ

رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت پڑھا، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے ستر کے قریب اشخاص کی ایک جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا، مشرکین کی طرف بھیجا، یہ مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن پر آپ نے بددعا کی تھی) ان مشرکین اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھا۔ آپ ان کے خلاف بددعا فرماتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۰۰۲، مسلم: ۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۰۲، صحیح مسلم: ۶۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۹۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۰۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۰۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۵۴، فتح الباری لابن رجب: ۱۰۰۲، طرح التثریب فی شرح التقریب: ج ۲ ص ۲۹۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا عبدالواحد بن زیاد قال حدثنا عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت.....الخ. (صحیح البخاری: ۱۰۰۲)

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ اَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَغَازِيْ. (آثار السنن: ۶۲۹)

☆☆ عبدالعزیز (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے وقت؟ انہوں نے فرمایا کہ: ''(رکوع کے بعد نہیں) بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت ہے۔ اسے بخاری نے کتاب المغازی (۴۰۸۸) میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث حدثنا عبدالعزیز عن انس رضی الله عنه.....الخ.

(صحیح البخاری: ۴۰۸۸)

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۳۰)

☆☆ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے تھے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے ابن ماجہ (۱۱۸۲) اور نسائی (۱۶۹۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۲، سنن النسائی: ۱۶۹۹، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۳۱۳، السنن الکبری للنسائی: ۱۰۵۰۲، عمل

الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۳۷، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۴۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۵۰۱، سنن الدارقطنی: ۱۶۵۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۶۱۔

اوراسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن میمون الرقی قال حدثنا مخلد بن یزید عن سفیان عن زبید الیامی عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب۔۔۔۔الخ۔(سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۲)

یہ حدیث بلاغبار بلحاظ سند صحیح وثابت ہے اوراس کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام سفیان رحمہ اللہ کی فطر وغیرہ نے متابعت کررکھی ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ عبدالرؤف سندھو نے اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ:

اس کو ابن السکن، ابن ترکمانی اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ امام ابوداود نے اس حدیث پر طویل کلام کیا ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع سے قبل قنوت کا اضافہ شاذ ہے۔ امام ابوداود کا یہ کلام امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔ مگر ابن ترکمانی نے جوہرنقی (۳/۳۹، ۴۰) اور البانی نے ارواء الغلیل (۲/۱۶۷، ۱۶۸) میں ان کا رد کیا ہے۔ نیز اس حدیث کے شواہد بھی ہیں اور یہ شواہد ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ہیں، کیونکہ ان احادیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں دعا سے قبل از رکوع کرتے تھے۔ (القول المقبول: ص۵۸۹)

نیز زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۱۸۲)

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا الْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن: ۶۳۱)

☆☆ اسود (رحمہ اللہ) نے کہا کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے سوائے وتر کے کہ وہ اس میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۰۶) اور طبرانی (۹۱۶۶، ۹۴۲۵، ۹۴۳۰) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا المسعودی قال ثنا عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ۔

۔۔۔۔الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۶)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ. رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۳۲)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے (دیگر) صحابہؓ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۶۹۱۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يزيد بن هارون عن هشام الدستوائي عن حماد عن ابراهيم عن علقمة.....الخ.

(مصنف ابن ابی شيبة: ۶۹۱۱)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے بھی اسے صحیح تسلیم کیاہ۔ چنانچہ عبدالرؤف سندھو نے لکھا ہے کہ:

اسے ابن ترکمانی نے ''جوہر نقی'' (۳/۴۱) میں اور البانی نے ''ارواء الغلیل'' (۲/۱۶۶) میں اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''درایہ'' (۱/۱۹۴) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے، اس کی سند حسن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم کی شرط پر بھی ہے۔ (القول المقبول: ص۵۹۱)

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۶۳۳)

☆☆ ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ پورا سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے محمد بن حسن (رحمہ اللہ) نے کتاب الآثار (۲۱۱) مین روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

کتاب الآثار لمحمد بن الحسن: ۲۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۴۹۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۶،

اور اسے ثقہ بالاجماع محدث وفقیہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ابن ابن مسعود رضى الله عنه....الخ (كتاب الآثار: ۲۱۱)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے واضح ہے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا مسنون ہے۔ باقی جن احادیث میں قنوت رکوع کے بعد پڑھنا مذکور ہے ان احادیث کا تعلق قنوتِ نازلہ (جو مصیبت کے وقت صبح کی نماز میں پڑھی جاتی ہے۔) سے ہے قنوت وتر سے نہیں۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ڈاکٹر شفیق الرحمان، عبدالرؤف سندھو اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی لکھا ہے کہ: مگر ان حدیثوں سے اس مسئلے کیلئے

دلیل لینا محل نظر ہے کیوں کہ ان کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے قنوت وتر سے نہیں۔قنوت وتر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعاء قبل از رکوع ثابت ہے۔(نماز نبوی:ص ۲۳۶،القول المقبول:ص ۵۸۸،ارواء الغلیل: ۲/ ۱۶۳)

{قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہی جائے}

۳۰۴۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ ثَلاَثَةٌ صَنَعَهُنَّ النَّاسُ التَّسْلِیْمُ فِیْ سَجَدَتَیِ السَّهْوِ وَفِی الْجَنَازَةِ وَالتَّكْبِیْرُ فِی الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین کام لوگ کریں گے۔سجودِ سہو کے درمیان اور جنازہ میں سلام،اور وتروں میں قنوت پڑھتے وقت تکبیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{وتروں میں دعائے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ بھی اٹھائے جائیں}

۳۰۵۔ یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ وَافْتِتَاحِ الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ وَفِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ۔

ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں،نماز کے شروع میں،وتر میں دعائے قنوت کے شروع میں،عیدین میں،حجر اسود کے استلام کے وقت،صفا اور مروہ پر،مزدلفہ،عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہرنے کے وقت۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک الطحاوی : ۳۸۲۵،کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ : ج ۱ ص ۳۰۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ'' کتب صحاح ستہ کے ثقہ

تابعی راوی ہیں۔(تہذیب الکمال: ۲۹۸۲، تاریخ الثقات للعجلی: ۲۲۶)

فائدہ:

وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا تواتر سے ثابت ہے جس کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ کَانَ یَقْرَءُ فِیْ آخِرِ رَکْعَۃٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکْعَۃِ.........الخ۔(آثار السنن: ٦٣٥)

☆☆ اسود (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (یدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ وتر کی آخری کی رکعت میں {قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ} تلاوت فرماتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔۔۔۔۔الخ۔

امام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویة بن عمرو ثنا زائدة عن لیث عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه.....الخ۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۵)

اس حدیث کا ایک راوی "لیث بن ابی سلیم" روایت حدیث میں ضعیف ہے۔مگر یہ حدیث دیگر صحیح روایات سے مؤید ہے۔چنانچہ اس حدیث کا ابتدائی کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مصنف ابن ابی شیبہ (٦٩١١) میں بسند صحیح مروی ہے۔

اسی طرح لیث بن ابی سلیم کی مذکورہ حدیث کا یہ مضمون کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت میں رفع یدین بھی کرتے تھے، عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت سے مؤید ہے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ بھی قنوت کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔(السنن الکبریٰ: ۲/ ۲۱۲، ۳/ ۴۱)

احناف کے مخالفین میں سے محب اللہ راشدی نے بھی لکھا ہے:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے وتر میں ہاتھ اٹھانے کے آثار ہیں۔(مقالات راشدیہ: ۱/ ۴۱۲)

عبدالجبار غزنوی نے بھی لکھا ہے کہ:

دعاءِ قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(فتاوی غزنویہ: ۵۱، فتاوی علمائے حدیث: ۴/ ۲۸۳)

ثقہ وصدوق محقق امام زیلعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا تواتر (عملی۔ن) سے ثابت ہے۔(نصب الرایہ: ۱/ ۳۹۱)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

واما التكبير في القنوت في الوتر فانها تكبيرة زائدة في تلك الصلاة وقد اجمع الذين يقنتون قبل الركوع على الرفع معها. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۴۵۵)

وتر میں دعائے قنوت کی تکبیر اس نماز (وتر) کی زائد تکبیر ہے، اور وہ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ) جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، ان سب کا اجماع ہے کہ تکبیر کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔

الغرض روایاتِ صحیحہ اور اجماع امت سے مؤید ہونے کی وجہ سے لیث کی مذکورہ روایت کا مضمون صحیح ہے۔

{سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھنے سے منع کرتے تھے}

۳۰۶۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّاحِدَةٍ فَنَهَاهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ : اَنْتَ تُوَرِّثُ الْجَدَّاتِ!! اَفَلَا تُوَرِّثِ الْحَوَّاءَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خود دادیوں کو وارث قرار دیتے ہیں، تو آپ حضرت حواء رضی عنہا کو وارث کیوں نہیں قرار دیتے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے}

۳۰۷۔ يُوسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ اِلَى الْفَجْرِ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ثَمَانِيْ رَكَعَاتٍ وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَّيُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عام طور پر) عشاء اور فجر کے درمیان آٹھ رکعات (نفل)، تین وتر اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۰۰ اباب الصلاۃ تطوعا، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ا ص ۱۹۶، جامع الآثار: ۵۴۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔(وله شواهد كثير)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ''امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر رحمہ اللہ'' کتب صحاح ستہ کے ''ثقہ فاضل'' راوی ہیں۔(تقریب:۶۱۵۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر تہجد کی نماز آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔اس مقام پر دو مسئلے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ نماز تہجد و تراویح الگ الگ نمازیں ہیں یا ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟

۱۔ وتر کی کتنی رکعات ہیں؟

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں ج۹ داگانہ نمازیں ہیں۔جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاہے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید محققین جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں،او چونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتوی کے خلاف اواز اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی،چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں،تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا،قاموس میں ہے: تہجد استیقظ انتہی۔
>
> (اہل حدیث کا مذہب:ص۹۶،رسائل ثنائیہ:ص۸۸)

فریق مخالف جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبداللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے

ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعوی پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر مخالفین کے محققین کس دلیل کی بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱)۔ تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قيام الليل فهو غير قيام رمضان. (نزل الابرار: ص۳۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲)۔ تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاوی علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث: ۶/۲۵۱)

فریق مخالف کے محقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاوی ثنائیہ: ۱/۴۳۱)

فریق مخالف کے محقق صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہرحال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔ نبی ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ (تفسیری حواشی قرآن مجید: ص۷۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی ستائیسویں شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داود: ۱/۱۹۵، ترمذی: ۱/۹۹)

(۳)۔ تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔

(جامع الرموز: ۱/۱۹۵، المغنی لابن قدامہ: ۱/۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴)۔ نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے

ہے۔(نیل الاوطار: ۳/ ۵۷)لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵)۔ نماز تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" ومن اللیل فتہجد بہ نافلة لك " (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹)اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قم اللیل الا قلیلا "(سورۃ المزمل: ۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔(ترجمہ جونا گڑھی غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے محقق صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔(تفسیری حواشی:ص ۱۶۴۴)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"ان اللہ تبارك وتعالی فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامه".

(سنن النسائی: ۱/۲۳۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ قد افترض علیکم رمضان وانا آمرکم بقیامه۔ (طبقات المحدثین باصبھان: ۲/۳۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کو فرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں۔

(۶)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن تہجد کی فرضیت اس سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

" ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی اللہ ﷺ واصحابه حولا وامسك اللہ تعالی خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر ھذہ السورۃ التخففیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد الفریضة. "(صحیح مسلم : ۱/۲۵۶، کتاب القراءۃ

للبیہقی: ص ۳)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (المزمل) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفلاً جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ المزمل مکی ہے) منسوخ ہو چکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۷)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان رسول الله ﷺ یصلی فی رمضان فجئت فقمت الی جنبه وجاء رجل فقام ایضا حتی کنا رهطا ،فلما احسن النبی ﷺ انا خلفه جعل یتجوز فی الصلاة ثم دخل رحله فصلی صلاة لا یصلیها عندنا۔ (صحیح مسلم: ۱/۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل فی حجر تہ "(بخاری: ۱/۱۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ " فصلی صلاۃ لا یصلیھا عندنا " بھی صراحتاً اس پر دال ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز تہجد تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

"زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسیٰ عندنا وافطر ثم قام بنا تلك اللیلة واوتر بنا ثم انحدر الی مسجده فصلی باصحابه حتی اذا بقی الوتر قدم رجل فقال اوتر باصحابك فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلة۔ "(سنن ابی داود: ۱/۲۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور یہیں روزہ افطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا دیا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تصلوا صلاۃ فی یوم مرتین۔ (سنن ابی داود: ۱/۸۶)

ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج ۱ ص ۴۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے:

رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبد السلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔ (نتائج التقلید: ص۲۹ بحوالہ خزائن السنن: ج۳ ص۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعوی کی بھی تردید ہوجاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو دیکھ کر لوگوں سے فرمایا:

"والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون"۔ (بخاری: ج۱ ص۲۹۹)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

معنی اس قول کے یہ ہیں:

جو نماز کہ اس سے سورہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔ (الرائی النجیح: ص۷)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وما قاله عمر رضی الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول علی غیر هم لا علیهم اذانهم رضی الله عنهم جمعوا بین الفضیلتین من قیام اول اللیل وآخره۔" (المدخل: ج۲ ص۲۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغائرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں، امام ابوداود رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحہ اللہ اور اام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی ''سنن'' میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' میں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''بلوغ المرام'' میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ غیر مقلدین کی کتب ''صلاۃ الرسول'' وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

بیجوری شرح شمائل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیا ملا بدمنہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ''الرائی النجیح'' مولانا حبیب الرحمان الاعظمی صاحب کی ''رکعات التراویح'' اور مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کی ''رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

رکعات وتر اور اختلاف مذاہب:

وتر کی رکعات کتنی ہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف پایا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر تین رکعت

ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (دیکھئے: مؤطا مالک: ص ۴۴، احکام الاحکام لابن دقیق العید: ج ۱ ص ۹۵)۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک درست ہیں۔

وتر کی روایات میں تطبیق:

رکعاتِ وتر کے متعلقہ روایات مختلف پائی جاتی ہیں بعض روایات میں تیرہ، بعض میں سترہ، بعض میں گیارہ، بعض میں نو رکعات اور بعض میں سات رکعات کا ذکر ملتا ہے۔ اہلسنت الجماعت احناف کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے وتر نفل تھے اور عموماً تہجد کی نماز کے ساتھ ہی پڑھے جاتے تھے اس لیے تہجد اور وتر کو ملا کر ہی بیان کر دیا جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیارہ یا تیرہ، یا نو (مع تہجد) پڑھے۔ مگر بعد میں وتر واجب ہو گئے تھے جیسا کہ اس پر دلائل ہم آگے جا کر نقل کرنے والے ہیں۔

جن روایات میں گیارہ سے زائد رکعات پڑھنے کا ذکر ہے ان روایات کی شوافع اور حنابلہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ یہاں پوری صلوٰۃ اللیل مراد ہے جو آخر میں طاق عدد (وتر) پر مشتمل ہے یعنی ان میں تین رکعتیں وتروں کی ہیں اور آٹھ رکعتیں تہجد کی، اور کبھی تہجد سے پہلے دو ہلکی رکعات، اور دو رکعت نفل وتر کے بعد اور دو رکعت فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ جو توجیہ شوافع اور حنابلہ نے تیرہ اور سترہ رکعات والی احادیث میں کی ہے وہی توجیہ ہم پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات والی احادیث میں کرتے ہیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کے ساتھ تین رکعات وتر تو کل گیارہ رکعات بنیں کسی راوی نے اس کو مکمل نقل کر دیا اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات کو اور وتروں کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کیا تو تیرہ رکعات ہوئیں، اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات اور وتر کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کرنے کے ساتھ ساتھ فجر کی دو سنتوں کو بھی ساقط کر دیا تو انہوں نے گیارہ رکعات کہہ دیا۔ پھر آخر عمر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دفعہ تہجد کی چھ رکعات پڑھیں اور وتر کی تین رکعات ان کے ساتھ ملا کر کل نو رکعتیں ہو گئیں بعض راویوں نے اس زمانہ کا عمل نقل کر دیا اور نو رکعات کہہ دیں۔ اور پھر بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید کمی اور تہجد کی صرف چار رکعتیں پڑھیں، اس زمانے کے عمل کو بعض راویوں سات رکعات کہہ کر بیان کر دیا۔

مختصر یہ کہ ایتار کا لفظ صرف صلوٰۃ الوتر پڑھنے پر بھی بولا گیا ہے اور پوری صلوٰۃ اللیل جو آخر میں طاق عدد والی نماز یعنی وتر پر مشتمل ہو پر بھی بولا گیا ہے۔

تین سے زائد یا کم رکعاتِ وتر کے قائلین کی مستدل روایات:

تین رکعات کے قائلین کے دلائل ہم بعد میں نقل کریں گے، پہلے ان حضرات کی مستدل روایات کو مع التحقیق ذکر کرتے ہیں جو تین سے زائد یا کم رکعاتِ وتر کے قائل ہیں۔

روایت نمبرا:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ . خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۵۸۷)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، آپ تشریف لائے تو چار رکعت ادا فرمائیں، پھر آپ سو گئے ،پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو میں آیا، آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، آپ نے پانچ رکعت ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے کھراٹے سنے، پھر آپ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ اسے بخاری (۶۹۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷، مسند ابن الجعد: ۱۴۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۱۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درجذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحكم قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما ..... الخ. (صحيح البخاري: ۶۹۷)

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى صَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَّلَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ. (آثار السنن: ۵۸۸)

☆☆ ابن عباس (رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں یہاں تک کہ آپ نے آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے اور اُن کے درمیان نہیں بیٹھے۔ اسے ابوداود (۱۳۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتيبة حدثنا عبد العزيز بن محمد عن عبد المجيد عن يحيىٰ بن عباد عن سعيد بن جبير

ان ابن عباس.....الخ۔(سنن ابی داود: ۱۳۵۸)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔چنانچہ۔۔۔

۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" لیس بشیء " کہ یہ کچھ نہیں ہے۔

۲۔ امام ابوعبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ:" لیس بالقوی " یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبیداللہ عمری سے منکر ہیں۔

۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ::وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ م ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطاء کار بتلاتے ہیں۔

۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ م ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "لایحتج بہ" کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔(تہذیب الکمال :۱۱/ ۵۲۷، ۵۲۸،تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۷۱، ۴۷۲،الجرح والتعدیل:۵/ ۳۹۵)

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔(تقریب:۱/ ۲۰۷)

۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ:" لیس بشیئ " یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہم کر جاتا ہے اور باطل روایات نقل کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کر جاتا ہے۔

(میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴،الکاشف: ۲/ ۱۹۵،تہذیب: ۳/ ۴۷۲)

۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔

(میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴،الکاشف: ۲/ ۱۹۵،تہذیب: ۳/ ۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔(توضیح الکلام: ۱/ ۴۷۹)

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی ہے۔(نور العینین: ص ۶۳)

۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابوزرعہ جن کی تعریف میں احناف کے مخالفین میں سے نزیر احمد رحمانی صاحب لکھتے ہیں: وہ

ابوزرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے'' ابو زرعة الرازی احد الائمة الحفاظ۔''الخ۔ (انوار المصابیح:۱۳۶)

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: امام ابو زرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)

یہ ابوزرعہ فریق مخالف کے انتہائی ممدوح امام فرماتے ہیں کہ:

عبدالعزیز دراوردی سیٔ الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سیٔ الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات المحدثین: ص ۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراسخ: ص ۱۱۴)

ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سیٔ الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔
(توضیح الکلام: ۲/ ۶۳۰، ابکار المنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض باقرار فریق مخالف عبدالعزیز دراوردی پر جرح مفسر ہے لہٰذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی دراوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین حسین دہلوی اس کی ایک روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا، ...ا کرتا تھا۔
(فتاوی نذیریہ: ۳/ ۳۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی دراوردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور دراوردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا ان کا اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دراوردی ضعیف ہیں۔ (ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔

فائدہ:

" ثم اوتر بخمس " (پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے۔) میں تین رکعتیں وتر کی تھیں اور دو رکعتیں نفل کی تھیں یعنی تین وتر اور دو نفل ملا کر پانچ رکعات مراد ہیں۔ نیز " ولم یجلس بینھن " (اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔) میں نفسِ قعدہ کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ جلسہ طویلہ کی نفی مقصود ہے جو دعا وذکر کیلئے ہو۔ چنانچہ معمول یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں بلکہ نوافل کے بعد کی جاتی ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ آخِرِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۸۹)

☆☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت دا فرماتے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، آپ کسی چیز میں (استراحت کے لیے) نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں۔ اسے مسلم (۷۳۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۳۷، سنن ابی داود: ۱۳۳۸، سنن الترمذی: ۴۵۹، مسند الحمیدی: ۱۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۹، سنن الدارمی: ۱۶۲۲، السنن الکبری للنسائی: ۴۲۰، صحیح ابن خزیمۃ: ۱۰۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا حدثنا عبداللہ بن نمیر ح وحدثنا ابن نمیر حدثنا ابی حدثنا ھشام عن ابیہ عن عائشۃ.....الخ۔ (صحیح مسلم: ۷۳۷)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ

وَاَخَذَهُ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ اَوْ وَجْعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَرَءَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَّلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. (آثار السنن: ۵۹۰)

☆☆ سعد بن ہشام (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کیا ،اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا: ''ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے ،اللہ تعالیٰ رات کو جب آپ کو اٹھانا چاہتے اٹھاتے ،آپ مسواک کر کے وضو فرماتے اور نو رکعات نماز پڑھتے ،اس میں آپ سوائے آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھتے تو آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ،پھر آپ اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے ،پھر آپ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے ،پھر بیٹھتے ،اللہ تعالیٰ کا ذکر حمد اور اللہ تعالیٰ؟ سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے جو ہمیں بھی سناتے ،پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعتیں پڑھتے ،تو یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں ،اے میرے بیٹے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمر ہو گئے اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا ،آپ نے سات رکعت وتر ادا فرمائے اور دو رکعتوں میں آپ ایسا ہی کرتے جیسا پہلے کرتے تھے تو یہ نو رکعت ہوئیں ،اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جب نماز ادا فرماتے ،یہ پسند فرماتے کہ اس پر ہمیشگی فرمائیں اور جب آپ پر تہجد سے نیند غالب ہوتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو آپ دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورہ مہینہ (مسلسل) روزے رکھے۔'' اسے مسلم (۷۴۶)، احمد (ج ۶ ص ۵۴) ابوداود (ج ۱ ص ۱۹۰) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی العنزی حدثنا محمد بن ابی عدی عن سعید عن قتادۃ عن زرارۃ ان سعد بن هشام بن عامر ..... الخ. (صحیح مسلم: ۷۴۶)

فائدہ:

'' فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ '' ان گیارہ رکعتوں میں چھ تہجد کی ،تین وتر کی اور دو رکعت وتر کے بعد کی نفل ہوا کرتی تھیں اور '' لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ '' میں مطلق جلسہ کی نہیں بلکہ ایسے جلسہ کی نفی کی گئی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو اور مقصود یہ ہے کہ آٹھ رکعات سے پہلے آپ ہر جلسہ پر سلام پھیرتے مگر آٹھویں رکعت پر جلسہ فرماتے تو سلام کے بغیر نویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جایا

کرتے تھے جو وتر کی تیسری رکعت ہوتی اور پھر وتر سے فارغ ہو کر دو رکعت اور نفل ادا فرماتے۔

روایت نمبر ۵:

وَعَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَّلَا تُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْحَاکِمُ وَالْبَیْهَقِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُهٗ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ. (آثار السنن: ۵۹۱)

☆☆ ابو سلمہ (رحمہ اللہ) اور عبدالرحمن الاعرج (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو، مغرب کی نماز کے مشابہ نہ بناؤ۔" اسے دارقطنی (۱۶۵۰)، حاکم (۱۱۳۸) اور بیہقی (۴۸۱۵) نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳۸، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۵، صحیح ابن حبان: ۲۴۲۹، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۶۷۰، تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی: ۱۰۶۶، نصب الرایہ للزیلعی: ج ۲ ص ۱۲۰، البدر المنیر: ج ۴ ص ۳۰۲

اور صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن سلیمان ثنا احمد بن صالح ثنا عبدالله بن وهب انبأ سلیمان بن بلال ح وحدثنا ابوبکر النیسابوری ثنا موهب بن یزید بن خالد ثنا عبدالله بن وهب حدثنی سلیمان بن بلال عن صالح بن کیسان عن عبدالله بن الفضل عن ابی سلمة بن عبدالرحمن وعبدالرحمن الاعرج عن ابی هریرة......الخ۔ (سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰)

روایت نمبر ۶:

وَعَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ تُشَبِّهُوْا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلٰکِنْ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ اَوْ بِتِسْعٍ اَوْ بِاِحْدٰی عَشْرَةَ اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ - وَقَالَ الْعِرَاقِیُّ اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ (آثار السنن: ۵۹۲)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین وتر نہ پڑھو کہ مغرب کی نماز سے مشابہ کر دو، لیکن پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ۔" اسے محمد بن نصر مروزی (ج ۱ ص ۳۰۰) ابن

حبان (۲۴۲۹) اور حاکم (۱۱۳۷) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔
مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی: ج ۱ ص ۳۰۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۹، تنقیح التحقیق لابن عبد الہادی: ۱۰۶۷، البدر المنیر: ج ۴ ص ۳۰۲، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۱۷۴۴۔
اور صحیح ہے۔ امام مروزی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنا طاهر بن عمرو بن الربيع بن طارق قال حدثني ابي اخبرنا الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن عراك بن مالك عن ابي هريرة..... الخ. (مختصر قيام الليل: ج۱ص۳۰۰)

فائدہ:

متعدد احادیث میں نمازِ مغرب کو ''وتر النہار'' اور نمازِ وتر کو ''وتر اللیل'' کہا گیا ہے اور مذکورہ بالا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں احادیث میں جو مغرب کی نماز کے مشابہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ''وتر اللیل'' میں نمازِ مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے پہلے تہجد بھی (دو یا چار، یا آٹھ یا اس سے زائد رکعات) پڑھو۔

روایت نمبر ۷:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَّلاَ نُحِبُّ ثَلاَثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۳)
☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ''وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور ہم تین ناقص رکعتوں کو پسند نہیں کرتے۔'' اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي قال ثنا الخصيب بن ناصح قال ثنا يزيد بن عطاء عن الاعمش عن سعيد بن جبير عن ابن عباس.... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۱۵. وله طرق اخرى)

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَاِنِّيْ لَاَ كْرَهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثَلاَثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ

بْنُ نَصْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۴)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ''وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ وہ تین ناقص رکعتیں ہوں۔'' اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۶۹۸) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن داود قال ثنا ابن ابی عمر قال ثنا سفیان عن عبدالحمید بن جبیر بن شیبۃ عن سعید بن المسیب عن عائشۃ......الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۸)

فائدہ:

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَالنَّهْيُ فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنْ يُّصَلِّيَ وِتْرًا بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَّلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ إِمَّا رَكْعَتَانِ وَإِمَّا اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ.

☆☆ (محقق) نیموی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: تین رکعت وتر نبی مکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے ثابت ہیں۔ لہٰذا ان احادیث میں جو منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور اس سے پہلے دو، چار یا اس سے زائد نفل نہ پڑھے جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ تہجد مع وتر کی تین رکعات پر اکتفانہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین وتر یا چار رکعت تہجد اور تین وتر پڑھا کرو۔ ثقہ بالا جماع محدث و ناقد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ نے بھی ان احادیث میں یہی توجیہ کی ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۱۵)

روایت نمبر ۹:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۵۹۵)

☆☆ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح

ہوجانے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کے لئے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنادے گی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹، ابن ماجہ: ۱۱۷۵، ابوداود: ۱۳۲۶، ترمذی: ۴۳۷، نسائی: ۱۶۶۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۰، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۵، سنن ابی داود: ۱۳۲۶، سنن الترمذی: ۴۳۷، سنن النسائی: ۱۶۶۸، مؤطا مالک: ۳۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۸، مسند الحمیدی: ۶۴۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۸۴۸، مسند البزار: ۵۴۴۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن نافع وعبداللہ بن دینار عن ابن عمر ...... الخ۔

(صحیح البخاری: ۹۹۰)

فائدہ:

"صلی رکعۃ واحدۃ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

روایت نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۵۹۶)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں گیارہ رکعت ادا فرماتے، انہیں میں سے ایک کے ساتھ وتر ادا فرماتے، پھر جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنے دائیں پہلو مبارک پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا تو آپ ہلکی دو رکعتیں (یعنی سنتِ فجر) ادا فرماتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۶، مسلم: ۷۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۶، صحیح مسلم: ۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۸، سنن ابی داود: ۱۳۳۵، سنن الترمذی: ۴۴۰، مسند البزار: ۱۲۶، مؤطا مالک: ۳۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۰۷۰، السنن الکبری للنسائی: ۴۱۷، المنتقی لابن الجارود: ۲۷۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۲۲۹۹، سنن الدارقطنی: ۱۵۴۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة.....الخ۔

(صحیح مسلم: ۷۳۶)

فائدہ:

"یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَۃٍ"

مقصود یہ ہے کہ گزشتہ دس رکعات میں سے آخری دو رکعات کو مزید ایک رکعت کے ذریعے وتر بناتے تھے۔

روایت نمبر ۱۱:

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ۔رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔(آثار السنن: ۵۹۷)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔اسے دارقطنی (۱۶۷۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا الحسین بن اسماعیل ثنا ابو یحییٰ محمد بن ابراهیم ثنا مکی بن ابراهیم ثنا حنظلة عن القاسم بن محمد.....الخ۔(سنن الدارقطنی: ۱۶۷۲)

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر مفسر احادیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے ہیں لہٰذا اُن مفسر احادیث کے پیش نظر مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعات کے ساتھ ایک رکعت کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

روایت نمبر ۱۲:

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَفْصِلُ بَیْنَ الْوِتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِیْمَۃٍ وَّیُسْمِعُنَاهَا۔رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ قَوِیٍّ۔(آثار السنن: ۵۹۸)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ فرماتے اور سلام ہمیں سناتے تھے۔اسے احمد (۵۴۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

سند:

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عتاب بن زیاد حدثنا ابو حمزۃ یعنی السکری عن ابراھیم یعنی الصائغ عن نافع عن ابن عمر.....الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۴۶۱)

روایت نمبر ۱۳:

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ. رَوَاہُ الْاَرْبَعَۃُ وَآخَرُوْنَ اِلَّا التِّرْمِذِیَّ وَالصَّوَابُ وَقْفُہٗ. (آثار السنن: ۵۹۹)

☆☆ (سیدنا) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''وتر ہر مسلمان پر ضروری ہیں، واجب ہیں جو شخص پسند کرتا ہے کہ پانچ رکعت وتر پڑھے تو وہ پڑھ لے اور جو شخص تین رکعت پسند کرتا ہے تو وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک رکعت وتر پسند کرتا ہے تو وہ اس طرح کرے۔ سے ترمذی کے علاوہ اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۹۰، ابوداود: ۱۴۲۲، نسائی: ۱۷۱۲) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

روایت نمبر ۱۴:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ یَفْصِلُ بَیْنَ شَفْعِہٖ وَوِتْرِہٖ بِتَسْلِیْمَۃٍ وَّاَخْبَرَ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ. رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ. (آثار السنن: ۶۰۰)

☆☆ سالم بن عبداللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی دو رکعتوں اور اپنے وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ کرتے اور (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۶۶۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔

اسے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا احمد بن ابی داود بن موسی قال ثنا علی بن بحر القطان قال ثنا الولید بن مسلم عن الوضین بن عطاء قال اخبرنی سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ.....الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۶۴)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی ''ابو کنانہ وضین بن عطاء بن کنانہ بن عبداللہ الخزاعی'' روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

روایت نمبر ۱۵:

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۶۰۱)

☆☆ نافع سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے، یہاں تک کہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق کہنا ہوتا تو کہتے۔ اسے بخاری (۹۹۰) نے روایت کیا ہے۔

روایت نمبر ۱۶:

وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى ابْنُ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غُلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَاَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ۔ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقَالَ الْحَافِظُ (ابْنُ حَجَرِ الْعَسْقَلَانِيُّ) فِي الْفَتْحِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔ (آثار السنن: ۶۰۲)

☆☆ بکر بن عبداللہ مزنی (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر فرمایا: ''اے غلام! ہمارے لیے سواری پر کجاوہ ڈال دو۔'' پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

روایت نمبر ۱۷:

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (آثار السنن: ۶۰۳)

☆☆ (حضرت) ابن ابی ملیکہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کیا، ان کے پاس (حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا آزاد کردہ غلام بھی تھا، اس نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر انہیں یہ بات بتائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔'' اسے بخاری (۳۷۶۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعافی عن عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکۃ.....الخ۔

(صحیح البخاری: ۳۷۶۴)

روایت نمبر ۱۸:

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ التَّیْمِیِّ قَالَ قُلْتُ لَا یَغْلِبُنِی اللَّیْلَةَ عَلَی الْمَقَامِ اَحَدٌ فَقُمْتُ اُصَلِّیْ فَوَجَدْتُ حِسَّ رَجُلٍ مِّنْ خَلْفِ ظَهْرِیْ فَاِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَتَنَحَّیْتُ لَهٗ فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ حَتّٰی خَتَمَ ثُمَّ رَکَعَ وَسَجَدَ فَقُلْتُ اَوْهَمَ الشَّیْخُ فَلَمَّا صَلّٰی قُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا صَلَّیْتَ رَکْعَةً وَّاحِدَةً فَقَالَ اَجَلْ هِیَ وِتْرِیْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۰۴)

☆☆ عبدالرحمن تیمی (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (اپنی جی) میں کہا کہ آج رات تہجد کے لیے کھڑا ہونے میں مجھ سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کے پاؤں کی چاپ سنی تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کی خاطر ایک طرف ہو گیا، انہوں نے آگے بڑھ کر قرآن پاک شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر لیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا، میں نے کہا بوڑھے کو وہم ہو گیا ہے، جب وہ نماز پڑھ چکے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو ایک رکعت پڑھی ہے، انہوں نے کہا ہاں یہ میرے وتر ہیں۔ اسے طحاوی (۱۷۵۰) اور دارقطنی (۱۶۷۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوداود قال ثنا فلیح بن سلیمان الخزاعی قال ثنا محمد بن المنکدر عن عبدالرحمن التیمی......الخ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۰)

یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی "ابو یحییٰ فلیح بن سلیمان بن ابو المغیرہ الخزاعی المدنی" کی فضائل اور ترغیب و ترہیب میں روایات تو لے جا سکتی ہیں مگر احکام میں اس کی روایات حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔

چنانچہ امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ م ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

"فلیح بن سلیمان لیس بالقوی" کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ (سنن النسائی: ۱۸۰۲)

امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

اس کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے قابل اعتماد نہیں اس کی حدیث سے پرہیز کیا جائے۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"لیس بالقوی"

یہ قوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

محدث ابو کامل مظفر بن مدرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ تین آدمیوں کی حدیث سے پرہیز کیا جائے یعنی محمد بن طلحہ بن مصرف اور ایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔

(میزان: ج ۳ ص ۷۶، وج ۲ ص ۳۳۶، ومقدمہ فتح الباری: ص ۴۳۹)

امام ابوداود رحمہ اللہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶)

محدث آجری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے امام ابوداود کو کہا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن عبیداللہ اور ابن عقیل اور فلیح بن سلیمان کی حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے تو امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام حاکم ابواحمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

فلیح محدثین کے نزدیک متین یعنی مضبوط نہیں ہے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عبدالحمید بن سلیمان اور فلیح بن سلیمان دونوں بھائی ضعیف ہیں۔

محدث ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فلیح سچا ہے لیکن بھول جاتا ہے۔

محدث رملی رحمہ اللہ امام ابوداود رحمہ اللہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

"لیس بشیء" یہ کچھ نہیں ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فليح بن سليمان ليس معه من الاتقان ولا من الثبت فى الرواية كما مع الذى روى الحديث وهو حماد بن سلمة عن ثابت البنانى. (مشكل الآثار: ج۳ص۳۰۴)

کہ فلیح بن سلیمان میں وہ مضبوطی وقوت نہیں روایت میں جو حماد بن سلمہ کو ثابت بنانی کی روایت میں حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

"صدوق كثير الخطاء"

کہ یہ سچا ہے لیکن روایت حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ (تقریب: ص ۲۷۷)

یہی بات غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۲۴ وج ۱ ص ۲۴۱)

بعض محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ فلیح بن سلیمان اس درجہ کا راوی نہیں تھا کہ وہ بخاری کی زینت بنتا۔ اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب میں لکھتے ہیں:

قلت لم یعتمد علیہ البخاری علی مالك وابن عیینة واضر بھما وانما اخرج لہ احادیث اکثرھا فی المناقب وبعضھا فی الرقاق۔ (مقدمہ فتح الباری:۴۳۵)

کہ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا فلیح پر اعتماد ایسا نہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ وسفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہما پر ہے صرف چند حدیثیں صحیح بخاری میں اس کی ذکر کی ہیں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض دل کو نرم کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

واصعب مارمی بہ ما ذکر عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتھمہ لانہ تناول من اصحاب النبی ﷺ۔ (میزان: ج۲ص۳۳۶)

اور بہت سخت الزام اس پر ہے جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ محدث ابو کامل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ فلیح متہم ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی بیان کرتا تھا۔

روایت نمبر ۱۹:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ قَالَ اَمَّنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ صَلَاةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحّٰی فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَكْعَةً فَاتَّبَعْتُهٗ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ فَقُلْتُ یَآ اَبَا اِسْحَاقَ مَا هٰذِهِ الرَّكْعَةُ فَقَالَ وِتْرٌ اَنَامُ عَلَیْهِ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ كَانَ یُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ یَّعْنِیْ سَعْدًا۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۶۰۵)

☆☆ عبداللہ بن سلمہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی امامت کرائی، جب انہوں نے سلام پھیرا تو مسجد کے ایک کونہ میں ہو کر ایک رکعت پڑھی، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو اسحاق! یہ ایک رکعت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وتر ہیں، میں پوھ کر سو جاتا ہوں، عمرو بن مرہ (جو کہ عبداللہ بن سلمہ کے اس حدیث میں شاگرد ہیں) نے کہا: میں نے یہ بات حضرت سعد کے بیٹے مصعب سے بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن خزیمة قال ثنا عبداللہ بن رجاء قال ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبداللہ بن سلمة.....الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۳)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صَغِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ زَمَنَ الْفَتْحِ أَنَّهُ رَأَى سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ سَعْدٌ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَآءِ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔(آثار السنن: ۶۰۶)

☆☆(سیدنا) عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرے پر نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ہاتھ مبارک پھیرا تھا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ رات کے درمیان (تہجد کے لیے) کھڑے ہونے تک اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے بیہقی نے معرفۃ السنن (۵۴۵۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان حضرات نے پہلے پڑھی گئی دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت کو ملایا ہو جسے راویوں نے رکعۃ واحدۃ سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ نبی ﷺ کا صرف ایک وتر پڑھنا صراحتاً کسی بھی قولی یا فعلی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ مشہور شافعی محدث حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ م ۶۴۳ھ فرماتے ہیں:

لا نعلم فی روایات الوتر مع کثرتها انه علیه السلام اوتر برکعة فحسب۔(تلخیص الحبیر: ۲/۱۵)

وتر کی احادیث کی کثرت کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی (مرفوع) حدیث میں آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

بعض حضرات نے وتر کی ایک رکعت ہونے پر اس قولی حدیث استدلال کیا ہے جس میں "صل رکعة واحدة" کے الفاظ آئے ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتعقب بانه لیس صریحا فی الفصل، فیحتمل ان یرید بقوله: صل رکعة واحدة ای مضافة الی رکعتین مما مضی۔(فتح الباری: ۲/۶۱۰)

یہ استدلال مردود ہے کیوں کہ یہ حدیث صرف ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد صل رکعۃ واحدۃ سے یہ ہو کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

تین رکعات کے قائلین کے دلائل:

اب رکعاتِ وتر کے تین ہونے کے قائلین کے دلائل مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَأَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُّصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَاعَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ. (آثار السنن: ۶۰۷)

☆☆ ابو سلمہ بن عبدالرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین وطویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔'' اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۳۸۷، سنن ابی داود: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبری للنسائی: ۳۹۲، مؤطا مالک: ۳۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۴۴۶، صحیح ابن خزیمۃ: ۴۹، مستخرج ابی عوانۃ: ۳۰۵۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالك عن سعید المقبری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن انہ سأل عائشۃ.....الخ. (صحیح البخاری: ۳۵۶۹)

فائدہ:

اس حدیث میں آٹھ رکعات تہجد اور تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی احادیث کا ظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ یہ تین رکعات وتر ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ چنانچہ غالی غیر مقلد مبارکپوری نے بھی مذکورہ حدیث کے الفاظ " ثم یصلی ثلاثا " (کہ آپ ﷺ پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے) کی شرح میں لکھا ہے:

والظاهر انها متصلات. (تحفة الاحوذی: ۱/۳۳۱)

ظاہر یہی ہے کہ یہ تین رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاس عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُوْلِي الْاَلْبَابِ فَقَرَءَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَءُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيٰتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۰۸)

☆☆ علی بن عبداللہ (رحمہ اللہ) نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے، آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے مسواک کی اور یہ آیات پڑھتے ہوئے وضو کیا: " اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُوْلِي الْاَلْبَابِ " (بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے بدلنے میں یقیناً سمجھداروں کے لئے نشانیاں ہیں) یہاں تک کہ آپ نے سورۃ مبارکہ ختم فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان رکعات میں رکوع اور سجود کو لمبا کیا، پھر آپ سلام پھیر کر سو گئے، یہاں تک کہ آپ نے خراٹے بھرے، اس طرح تین بار چھ رکعت ادا فرمائیں، ہر بار مسواک اور وضو کرتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ اسے مسلم (۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا واصل بن عبد الاعلی حدثنا محمد بن فضیل عن حصین بن عبد الرحمن عن حبیب بن ابی ثابت عن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ عن عبد اللہ بن عباس.....الخ.

(صحیح مسلم: ۷۶۳)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَادَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ۔
(آثار السنن: ۶۰۹)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى}، {قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ابوداود کے سوا اصحابِ خمسہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲، سنن الترمذی: ۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۰، سنن الدارمی: ۱۶۲۷، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۵۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۴۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۷۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن علی الجهضمی قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیه عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔۔۔۔ الخ۔ (سنن ابن ماجه: ۱۱۷۲)

اور صحیح وثابت ہے۔ اس کے کافی شواہد ومؤیدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۰)

☆☆ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وتروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى}، {قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ترمذی کے سوا اصحابِ خمسہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۱، ابوداود: ۱۴۲۳، نسائی: ۱۷۲۹، احمد: ۲۱۱۴۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱، سنن ابی داود: ۱۴۲۳، سنن النسائی: ۱۷۲۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۱۴۱، مسند ابی داود

الطیالسی: ۵۴۸، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۸۸، المنتقی لابن الجارود: ۲۷۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۵۰۴، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۶۶۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابو حفص الابار قال حدثنا الاعمش عن طلحۃ وزبید عن ذر عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۔۔۔۔ الخ۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

یہ حدیث تغلیباً بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقْرَءُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ بِقُلْ یَاۤاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰہُ هُوَ اَحَدٌ وَّلاَ یُسَلِّمُ اِلاَّ فِیْ آخِرِهِنَّ وَیَقُوْلُ یَعْنِیْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ثَلاَثاً۔ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۱)

☆☆ اور انہی (سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی} دوسری رکعت میں {قُلْ یَاۤاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللّٰہُ هُوَ اَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اور سلام آخر ہی میں پھیرتے تھے۔ اور سلام کے بعد تین دفعہ {سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ} پڑھتے۔ اسے نسائی (۱۷۰۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۷۰۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۷۰۶، السنن الکبری للنسائی: ۴۴۶، ۱۰۵۰۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۴۰۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا یحییٰ بن موسی قال انبأنا عبدالعزیز بن خالد قال حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن عزرۃ عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب ۔۔۔ الخ۔ (سنن النسائی: ۱۷۰۱)

یہ حدیث بلاغبار صحیح وثابت ہے۔ سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ کی دیگر راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن نصر المروزی کے ایک غلط، باطل ومردود قول کہ ''ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں۔'' کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں

موجود ہیں جن میں تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکور حدیث بھی ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۲/۶۱۱، نیز دیکھئے: عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۳/۱۸۲)
معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز متعدد غیر مقلدین جیسے ابو الاشبال شاغف، احمد مجتبیٰ اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حاشیۃ التعلیقات السلفیۃ: ۲/۴۹۱، سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۱۷۰۱)
غیر مقلدین کے محدثِ اعظم عبداللہ روپڑی نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔
(اہلحدیث کے امتیازی مسائل: ص ۸۸)

مزید برآں غیر مقلد محمد امین نے بھی ہے کہ:
دیگر صحیح وایات سے اس حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہ روایت معناً صحیح وقابل عمل ہے۔
(ملخصاً: سنن النسائی بفوائد الامین ج ۳ ص ۸۰۸ ح: ۱۷۰۲)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ نیز وتر کی ان تین رکعت میں سے دو رکعت کے بعد قعدہ بھی کیا جائے گا اور اس میں تشہد بھی پڑھا جائے گا چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ: "کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ" رسول اللہ ﷺ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کی تمام نمازوں کا ضابطہ بیان فرما دیا گیا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ ﷺ الْوِتْرَ فَقَرَءَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ قُلْ یَا اَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا یَمُدُّ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَّالنَّسَائِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۲)

☆☆ (سیدنا) عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی} دوسری رکعت میں {قُلْ یَا اَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} تلاوت فرمائی۔ اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس} پڑھا اور تیسری بار اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ اسے طحاوی (۱۷۳۵)، احمد (۱۵۳۵۸)، عبد بن حمید اور نسائی (۱۷۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۷۳، السنن الکبری للنسائی: ۱۴۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۳۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۴۶، مشکاۃ: ۱۲۷۵

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابو المطرف بن ابی الوزیر قال ثنا محمد بن طلحۃ عن زبید عن ذر عن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ.....الخ۔(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵)

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ۱۰۰۹) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۱۰۰۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لاَ يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۳)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اسے نسائی (۱۶۹۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۶۹۸، مؤطا امام محمد: ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۴۲، السنن الکبری للنسائی: ۱۴۰۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۶۶۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۹۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۵، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۴

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا سعید عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام ان عائشۃ رضی اللہ عنہا حدثتہ.....الخ۔(سنن النسائی: ۱۶۹۸)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے جبکہ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ المحتاج: ۱/ ۴۰۵ بحوالہ تعلیق علی النسائی: ۱۶۹۹) ولہ شواہد۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تین رکعات کے بعد پھیرتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں وضاحت ہے۔ نیز مستدرک حاکم (۱۱۴۰) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ:

وهذا وتر امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه وعنه اخذه اهل المدينة۔

(المستدرك على الصحيحين: ۱۱۴۰)

اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وتر پڑھنے کا طریقہ بھی یہی تھا اور ان ہی سے اہل مدینہ نے یہ طریقہ حاصل کیا۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ اَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ يُعْتَبَرُ بِهٖ۔ (آثار السنن: ۶۱۴)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے، پھر دو رکعت پڑھتے، پھر ان سے لمبی دو رکعت ادا فرماتے، پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، آپ ان کے درمیان فاصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۲۲۳) نے قابل اعتبار سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا محمد يعني ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة۔۔۔۔الخ۔ (مسند الامام احمد: ۲۵۲۲۳)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّعَشَرَةٍ وَّثَلَاثٍ وَّلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔ (آثار السنن: ۶۱۵)

☆ ☆ عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کہ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعت۔ اور آپ ﷺ (عموماً) تیرہ رکعات سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۱۵۹)، ابوداود

(۱۳۶۲) اور طحاوی (۱۶۹۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹، سنن ابی داود: ۱۳۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۷، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۰۴، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۱۸، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی: ج۱ ص ۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۶۷۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالرحمن عن معاویۃ عن عبداللہ بن ابی قیس قال سألت عائشۃ.....الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح وثابت ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی۔ شعیب ارناؤط وغیرہم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ج۲ ص۹۶، سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۳۶۲، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۱۵۹)

فائدہ:

اس حدیث سے مختلف احادیث میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے سات رکعات پڑھی تو وہاں چار نفل اور تین وتر ہوتی، اور جہاں گیارہ پڑھی وہاں آٹھ نفل اور تین وتر ہوتی اور جہاں تیرہ پڑھی وہاں دس نفل اور تین وتر ہوتی۔ لہٰذا وتر تین رکعات ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ يَقْرَءُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَآ أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۱۶)

☆ عبدالعزیز بن جریج نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس سورۃ کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''آپ ﷺ پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى} دوسری میں {قُلْ يَآ أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ} اور معوذتین تلاوت فرماتے تھے۔'' اسے احمد (۲۵۹۰۶) اور نسائی کے سوا اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۳، ابوداود: ۱۴۲۴، ترمذی: ۴۶۳)

نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳، سنن ابی داود: ۱۴۲۴، سنن الترمذی: ۴۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۷۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۹۲۱، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۴، شرح السنۃ للبغوی: ۹۷۴۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مسلمۃ عن خصیف عن عبد العزیز بن جریج قال سألت عائشۃ ۔۔۔۔ الخ۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶)

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ یَّقْرَءُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ قُلْ یَاۤاَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَۃِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَّقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔ (آثار السنن: ۶۱۷)

☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی} دوسری میں {قُلْ یَاۤاَیُّہَا الْکَافِرُوْن} اور تیسری رکعت میں {قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس} تلاوت فرماتے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۶) اور طحاوی (۱۶۹۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۴۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۴، ۳۹۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۹۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۵۵۴، شرح السنۃ للبغوی: ۹۷۳۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسین بن اسماعیل ثنا ابو اسماعیل الترمذی ثنا ابن ابی مریم ثنا یحییٰ بن ایوب عن یحییٰ بن سعید عن عمرۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔ الخ۔ (سنن الدارقطنی: ۱۶۷۶)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ دَفَنَّا اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَیْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنِّیْ لَمْ اُوْتِرْ

فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَّمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِىْ اٰخِرِهِنَّ. اَخْرَجَهُ الطَّحَاوِىُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۸)

☆☆ مسور بن مخرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ ہم نے (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کو دفن کیا تو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ چنانچہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی اور انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے اور سلام آخر میں ہی پھیرا۔ اسے طحاوی (۱۷۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا یحییٰ بن سلیمان الجعفی قال انا ابن وهب قال اخبرنی عمرو عن ابن ابی هلال عن ابن السباق عن المسور بن مخرمة.....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۲)

یہ حدیث بلاغبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳:

وعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِىُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۱۹)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''وتر تین رکعت ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز ہے۔'' اسے طحاوی (۱۷۴۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۲، السنن الصغیر للبیہقی: ۸۰۷، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۳ ص ۹۴۰، الجوہر النقی: ج ۳ ص ۳۰۔

اور صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا شجاع عن سلیمان بن مهران عن مالك بن الحارث عن عبدالرحمن بن یزید عن عبدالله بن مسعود.....الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۴)

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِىْ اَنَسٌ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَّمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِىْ اٰخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِىْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِىُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

(آثار السنن ۶۲

☆☆ ثابت نے کہا: (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے مجھے تین رکعت وتر پڑھائے جبکہ میں ان کے دائیں طرف تھا اوران کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی، انہوں نے صرف آخر میں ہی سلام پھیرا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ مجھے وتر کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۴۷)، اور ابن ابی شیبۃ: ۶۸۴۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال ثنا ثابت..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۷)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ اَبِیْ خَالِدَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْعَالِیَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ عَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ اَنَّا نَقْرَءُ فِي الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۶۲۱)

☆☆ ابو خالدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو العالیہ (رحمہ اللہ) سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ”ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں مگر یہ کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں تو یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر ہیں۔“ اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكرة قال ثنا ابوداود قال ثنا ابو خلدة قال سألت اباالعالية..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَأَيْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ كُلًّا لَّوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْ اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَأْسٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۲۲)

☆☆ قاسم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ”ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور بلاشبہ ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔“ اسے بخاری (۹۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر: باطلِ سند صحیح ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيىٰ بن سليمان قال حدثني عبد الله بن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث ان عبد الرحمن بن القاسم حدثه عن ابيه.....الخ.(صحيح البخاری: ۹۹۳)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روایات میں وتر کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور صرف ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور ان میں دونوں طرح گنجائش ہے۔مگر واضح رہے کہ افضل یہی ہے کہ وتروں کو ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کیا جائے اکثر امت کا عمل اسی پر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَخَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ فِيْ مَشِيْخَةٍ سِوَاهُمْ اَهْلُ فِقْهٍ وَّصَلَاحٍ وَّفَضْلٍ وَّرُبَّمَا اخْتَلَفُوْا فِي الشَّيْءِ فَاَخَذَ بِقَوْلِ اَكْثَرِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ رَأْيًا فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَّا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۲۳)

☆☆ ابوالزناد (رحمہ اللہ) نے ساتوں حضرات یعنی سعید بن مسیب رحمہ اللہ، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، قاسم بن محمد رحمہ اللہ، ابوبکر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ، خارجہ بن زید رحمہ اللہ، عبید اللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے ان کے علاوہ فقیہ، اہل صلاح وفضل والے اور کئی شیوخ سے روایت کی، اور کبھی وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو ان میں سے اکثریت اور بسا اوقات بہترین رائے والے شخص کے قول پر عمل کیا جاتا تو جو باتیں میں نے ان حضرات سے مذکورہ طریقہ کے مطابق اخذ کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔اسے طحاوی (۱۷۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو العوام محمد بن عبد الله بن عبد الجبار المرادی قال ثنا خالد بن نزار الايلی قال ثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيه.....الخ.(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۸)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْهُ قَالَ اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِيْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلاَثاً لَّا يُسَلِّمُ اِلاَّ فِيْ آخِرِهِنَّ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ۔(آثار السنن: ۶۲۴)

☆☆انہی کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کرام رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین رکعت وتر کو برقرار رکھا بایں طور پر کہ سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔اسے طحاوی (۱۷۵۷) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

سند:

وقد حدثنا ربیع المؤذن قال ثنا ابن وهب قال اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابیه۔۔۔الخ۔

(طحاوی: ۱۷۵۷)

{وتر کی نماز میں قراءت کا بیان}

۳۰۸۔يُوْسُفُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَءُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الْوِتْرِ ب{سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى}وَفِي الثَّانِيَةِ: {قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} وَفِي الثَّالِثَةِ {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ}۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} دوسری رکعت میں {قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ} تلاوت فرماتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۶۸۷۳، السنن الکبری للنسائی: ۱۴۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۳۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۴۶، مشکاۃ: ۱۲۷۵، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۲۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج۱ص ۴۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام زبید بن الحارث بن عبدالکریم بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۹۵۷، تاریخ الثقات للعجلی: ۴۵۳)

۲۔ امام ابوعمر ذر بن عبداللہ بن زرارہ الہمدانی المرہبی الکوفی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۸۱۳، الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۵۹)

۳۔ امام سعید بن عبدالرحمن بن ابزی الخزاعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۳۰۸)

فوائد ومسائل:

۱۔ وتر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر یہی تین سورتیں (یعنی سورۃ الاعلی، سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص) پڑھتے تھے، لہٰذا ان سورتوں کا پڑھنا بہت اچھا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ اس سلسلے کی متعدد احادیث ہم ماقبل میں بھی نقل کر آئے ہیں۔

